

شريعة مذہب
المعروف

عقائد محمدیہ

جلد دوم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد سید محمد علیہ

مکتبہ نورا حسنیہ شیراز، پاکستان

انما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل
 وسموه اماماً كان ذلك عند الله رضا { نوح ابلاغ ۳۶۷ }
 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک مشورہ سے خلیفہ منتخب کرنا
 مہاجرین و انصار کا حق ہے، اگر وہ اتفاق سے ایک آدمی کو امام بنا دیں
 تو وہ اللہ کو پسند ہوگا۔

عقائد جعفریہ

(جلد دوم)

باب اول	شیعوں کے عقیدہ امامت کی تردید
باب دوم	امامت یزید سے متعلقہ اعتراضات
باب سوم	مطلق امامت سے متعلقہ اعتراضات

فصل اول - شرح الحدیث علامہ
 رحمۃ اللہ علیہ
 محمد علی نقشبندی

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ
 بلال گنج، لاہور، پاکستان فون 7227228

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب — عقائد جعفریہ (جلد دوم)

مصنف — محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت — راجہ محمد صدیق کیلیا نوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ —

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج لاہور پاکستان فون 7227228

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوة السالکین حجة الواصلین
 سیدی و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
 اللہ علیہ سرکار کیلیا نوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول
 محبت اولاد بتول پیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ
 پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زبیب سجادہ کیلیا نوالہ شریف
 کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
 نے بہر گل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
 ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد
 محمد علی عفا اللہ عنہ

الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفين حجۃ الکاملين، ميزبان
 مہمانانِ رحمۃ للعالمين حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، غلبت الرشید شیخ العرب والعجم حضرت
 قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 (مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
 خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
 ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس
 کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

۵۔ گر قبول افتد نہ ہے عز و شرف

مُحَمَّدٌ عَلَىٰ عِنَا اللّٰهِ

فہرست مضامین

عقائد جعفریہ جلد دوم

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۷	باب اول	۱
۲۸	بحث امامت	
۲۹	فصل اول مسئلہ امامت کے متعلق شیعیہ عقائد	۲
۲۹	مسئلہ امامت کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ	۳
۳۰	آیت استخلاف کا خلاصہ	۴
۳۱	حدیث خلافت	۵
۳۲	امامت و خلافت کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ و شرائط خلافت	۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۲	عقیدہ ۱	۷
۳۴	عقیدہ ۲ بارہ اماموں میں سے کسی ایک کی امامت کا انکار یا ان کے بجائے کسی دوسرے کو امام ماننا کفر ہے۔	۸
۴۰	فصل دوم شرط اول (یعنی امام کے منصوص من اللہ ہونے) کی تردید۔	۹
۴۰	دلیل اول آل رسول میں سے مقتدائے شخصیات نے ائمہ اہل بیت میں سے بعض کی امامت کا انکار کر کے خود امام ہونے کا دعویٰ کیا۔	۱۰
۴۰	مقتدائے اول حضرت علی المرتضیٰ کے فرزند محمد بن حنفیہ نے شیعوں کے امام چہارم زین العابدین کے مقابلہ میں اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ امام زین العابدین کا تعارف اہل تشیع کی زبانی۔	۱۱
		۱۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۱	محمد بن حنفیہ اور ان کا مقام و مرتبہ۔	۱۲
۴۶	قیامت میں محمد بن حنفیہ و عوٰیہ سے امامت کی وجہ سے رو سیاہ ہوں گے و معاذ اشدائشیوں کا فتویٰ	۱۲
۴۹	محمد بن حنفیہ نے عوٰیہ سے امامت کیا اور یکساٹی فرقہ نے انہیں امام تسلیم کیا۔	۱۵
۹۱	مقدمے ثانی	۱۶
۴۱	حضرت زین بن امام زین العابدین کا مقام اور باقر کے مقابلہ میں ان کا دعویٰ امامت	۱۶
۴۳	حضرت زید بن علی کا مقام	۱۸
۴۳	حضرت زید کی شہادت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنسوں کیا۔ اور ان سے مذاق کرنے والے کے لیے امام جعفر کی بددعا۔	۱۸
۶۶	قول امام جعفر رضی اللہ عنہ، میرے چچا زید رضی اللہ عنہ، ان شہداء کی مانند ہیں جنہوں نے صلی اللہ علیہ وسلم اور حسنین کریمین کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔	۱۹
۶۸	حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقا کے جنتی ہونے کی ضمانت اٹھائی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت پر آنسوں سے داڑھی تڑکولی۔	۲۰

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۷۱	ارشاد رسول کے مطابق حضرت زید اور ان کے ساتھی بلا حساب جنتی ہیں۔	۲۱
۷۲	حضرت زینب کا دعویٰ امامت اور اس کے دلائل۔	۲۲
۷۴	حضرت زید رضی اللہ عنہ نے امام باقر کے منہ پر فرمایا امام تم نہیں امام میں ہوں۔	۲۳
۷۸	حضرت زید رضی اللہ عنہ نے امام باقر کی امامت کو دلائل قاہرہ سے رد کر دیا۔	۲۴
۸۳	میرا بیٹا زید رضی اللہ عنہ تھی کا علمبردار ہو گا۔ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ	۲۵
۸۶	بارہ ائمہ کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والے کو کافر بھی کہا گیا اور اس کی امامت کے گن بھی گائے گئے۔	۲۶
۹۰	مقدمہ ثالث	
	محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ کا مقام اور ان کا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں دعویٰ امامت	۲۷
۹۱	نفس زکیہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔	۲۸
۹۲	نفس زکیہ کے فضائل و مناقب از کتب شیعہ	۲۹
۹۳	نفس زکیہ کی گرفتاری پر امام جعفر رضی اللہ عنہ کی تباہ حالی	۳۰
۹۴	درجہ نفس زکیہ میں شیعہ شعراء	۳۱
۹۷	ذوالفقار حیدری کے مالک نفس زکیہ تھے۔	۳۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۹۹	نفسِ زکیہ کا لقب زبان رسالت سے	۲۳
۱۰۰	حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے نفسِ زکیہ کو حضرت امام مہدیؑ قرار دیا۔	۲۴
۱۰۱	سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مدحِ نفسِ زکیہ رضی	۲۵
۱۰۵	نفسِ زکیہ رضی کا اپنے چچا زاد بھائی حضرت امام جعفر صادق کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ	۲۶
۱۰۵	دولتِ امویہ کے زوال پر تمام بنو ہاشم اور بنو عباس نے نفسِ زکیہ کو متفقہ طور پر خلیفہ و امام مانا۔	۲۷
۱۰۹	کوئی قریشی اور کوئی عربی ایسا نہ رہا جس نے نفسِ زکیہ کی بیعتِ امت کی تھی۔ اور نفسِ زکیہ نے امام جعفر صادق سے بیڑا اپنی امامت منوائی۔	۲۸
۱۲۳	فوجِ نفسِ زکیہ اور شکرِ عباسی میں باہم خون ریز جھڑپ	۲۹
۱۲۴	امام جعفر صادق نے نفسِ زکیہ کے باپ عبداللہ محسن بن حسن مثنیٰ بن امام حسن کی بیعت کرنا چاہی۔	۳۰
۲	مقدمہ چہارم	۳۱
	حضرت حسین بن علی بن حسن ثلث بن حسن بن حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب کا مقام اور امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۲۱	امام موسیٰ کاظم کی مختصر سوانح از تاریخ ائمہ	۴۲
۱۲۲	حسین بن علی اور ان کا مقام و مرتبہ	۴۳
۱۲۳	یہ دوسرے حسین بن علی ہیں۔ جنہوں نے مکہ کے قریب مقام فنج پر دوسرا کر بلا پناہ کے علم صداقت بلند کیا۔	۴۴
۱۲۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین بن علی کے مقام شہادت (فنج) پر پینچ کر ان کا جنازہ پڑھا اور انہیں منقہ قرار دیا	۴۵
۱۲۹	حسین بن علی کی عبادت و ریاضت	۴۶
۱۳۱	شکر حسین بن علی کے نگہبان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۴۷
۱۳۳	شہادتِ گرجین بن علی پر امام جعفر چہینچے تو فرمایا یہاں اہل جنت کی لاشیں تڑپیں گی۔	۴۸
۱۳۸	حسین بن علی کا امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ	۴۹
۱۳۹	حضرت حسین بن علی نے امام کاظم سے کہا میری بیعت کرو گرامام کاظم پر نہیں ملنے بلکہ دعاوی۔	۵۰
۱۴۱	تمام اولاد علی نے حضرت حسین بن علی کی بیعت امامت کی	۵۱
۱۴۵	امام کاظم نے حسین بن علی کی بجائے حکومتِ وقت کی حمایت کی	۵۲
۱۴۹	ہفتدی پنجم	۵۳
	امام علی رضا کے مقابلہ میں محمد بن جعفر نے امامت کا دعویٰ کیا۔	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۵۰	محمد بن جعفر کا مقام و مرتبہ از کتب شیعہ	۵۴
۱۵۱	محمد بن جعفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیبہ تھے۔	۵۵
۱۵۲	محمد بن جعفر اور ان کے رفقاء خیر پر تھے۔	۵۶
۱۵۳	محمد بن جعفر بہت سخی اور فیاض تھے۔	۵۷
۱۵۴	امام علی رضا کے مقابلہ میں محمد بن جعفر اور کئی دوسرے حضرات	۵۸
	کے دعویٰ امامت کا ثبوت	
۱۵۸	فانڈان سادات میں صرف محمد بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خود کو امیر المؤمنین	۵۹
	کہلوا یا	
۱۶۳	مقتدی ششم	۶۰
	محمد بن قاسم علوی نے امام علی نقی کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔	
۱۶۵	محمد بن قاسم علوی کا مقام اور دعویٰ امامت	۶۱
۱۶۰	مقتدی ہفتم	۶۲
	یحییٰ بن عمر نے امام علی نقی کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔	
	حضرت امام نقی کے مناقب از کتب شیعہ	۶۳
۱۶۲	حسن بن زید کا دعویٰ امامت (قزوین میں)	۶۴

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۷۲	یحییٰ بن عمر اور ان کا دعویٰ امامت	۴۵
۱۸۱	مقتدی المشرق	۴۶
	علی بن زید علوی نے حسن عسکری کے زمانہ میں ان کے بالمقابل امامت کا دعویٰ کیا۔	
۱۸۲	حسن بن زید کا دعویٰ امامت	۴۷
۱۸۳	ابراہیم بن عمر کا دعویٰ امامت	۴۸
۱۸۴	ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں مدعیان امامت اور ان کے فرقوں کا اجمالی خاکہ	۴۹
۱۹۵	شیعوں کے بارہویں امام کی بحث	۵۰
۱۹۵	امام مہدی کے بارہ میں اہل سنت اور اہل تشیع کے عقائد	۵۱
۱۹۵	امام مہدی کی سیرت اور حالاتِ زندگی (از کتب اہل سنت)	۵۲
۱۹۹	امام مہدی کی سیرت اور حالاتِ زندگی (از کتب شیعہ)	۵۳
۲۰۱	شیعوں کا افسانہ اول	۵۴
	امام مہدی کی پیدائش اور ابتدائی حالات	
۲۱۱	شیعوں کا افسانہ دوم	۵۵
	امام مہدی کی غیبت اور اس کی اقسام	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۱۲	دو غیبت صغریٰ کے زمانہ میں امام مہدی اپنے شیعوں سے تحائف بھی قبول کرتے رہے۔	۷۶
۲۱۵	امام مہدی کے ظہور کے متعلق کیے گئے دو وعدوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک بھی پورا نہ کیا۔	۷۷
۲۱۶	ظہور مہدی کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ تین زمانے بھی غلط نکلے۔	۷۸
۲۲۲	ظہور مہدی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی لایعنی تاویلات	۷۹
۲۳۰	شیعوں کا افسانہ سوم لامام غائب کے غائب ہونے کی وجوہات	۸۰
۲۳۵	شیعوں کا افسانہ چہارم غیبت کبریٰ کے زمانہ میں امام غائب کے مقام قیام اور ان کے حکومت کے متعلق۔	۸۱
۲۳۶	شیعوں کے بقول، امام مہدی کا بلاد مغرب میں آج بھی حکومت کر رہا ہے	۸۲
۲۳۹	شیعوں کا افسانہ پنجم امام غائب کے ظہور کی کیفیت اور اس کی کارکردگی کے متعلق	۸۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۱	امام ہمدانی خروج کے بعد ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ صدیقہ کو کورے لگائیں گے۔	۸۴
۲۵۴	پہلے دوام	۸۵
	امامت و خلافت کسی خاص شخص کے لیے مخصوص ہونے سے انکار	
۲۵۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت مخصوص ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار	۸۶
۲۶۰	حضرات ائمہ اہل بیت نے اپنی امامت کے مخصوص من انکار ہونے سے خود اپنا انکار	۸۷
	اگر کوئی اور خلیفہ بن جائے تو میں جب زیادہ اس کا طاعت گزار ہوں گا تو علی رضی اللہ عنہ	۸۸
۲۶۱	میرے گلے میں کسی بیعت کا ذمہ پڑھ چکا ہے	۸۹
۲۶۵	حضرات حسنین کریمین نے اپنے لیے خلافت کے مخصوص ہونے سے انکار کیا۔	۹۰
۲۶۷	امام زین العابدین نے بھی امامت و خلافت کے مخصوص من انکار کیا۔	۹۱
۲۶۸	عذرا کی قسم جیتے جی خلافت کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ امام زین العابدین	۹۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۶۹	شیعوں نے امام زین العابدین کو زید کا غلام بنا دیا۔	۹۳
۲۶۲	امام جعفر نے بھی امامت و خلافت کے منصوص من اشد ہونے سے انکار کیا	۹۴
۲۶۵	امام جعفر نے اپنی بیعت لینے سے انکار کر دیا۔	۹۵
۲۶۶	امام جعفر نے اپنے منصوص من اشد ہونے سے صاف صاف انکار کیا۔	۹۶
۲۶۹	خلافت مجھے راس آتی ہی نہیں (قول امام جعفر)	۹۷
۲۸۲	امام موسیٰ کاظم اور امام حسن عسکری نے بھی اپنی امامت و خلافت کے منصوص من اشد ہونے سے انکار کیا۔	۹۸
۲۸۳	امام موسیٰ کاظم نے دولتِ عباسیہ کے لازوال قیام کی دعا کی اور دولت کے مخالفین کو ڈانٹا	۹۹
۲۸۴	حکومت کی طلب مت کرو! یہ امر تباہ کن ہے۔ (امام حسن عسکری)	۱۰۰
۲۸۸	ویل ہوم	۱۰۱
۲۸۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ اصولِ خلافت کی امامت کے منصوص ہونے کی تردید	
۲۸۸	مہاجرین و انصار جس کی بیعت کر لیں وہی برحق امام و خلیفہ ہوتا ہے۔	۱۰۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۹۲	دلیل چہارم مسئلہ بداد سے امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے کی تردید	۱۰۳
۲۹۸	مسئلہ بداد اور اس کی تعریف	۱۰۴
۲۹۸	وقوع بداد پر احادیث اکتب شیعہ	۱۰۵
۳۰۱	مسئلہ امامت میں اللہ تعالیٰ کو دوسرے تہ بداد ہوا۔	۱۰۶
۳۰۲	دلیل پنجم امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے سے خود شیعوں کا انکار	۱۰۷
۳۰۷	فصل سوم شیعوں کے نزدیک امامت کی شرط دوم یعنی امام کے معصوم ہونے کی تردید	۱۰۸
۳۰۸	مجھے خطا سے معصوم مت سمجھو (قول حضرت علیؑ)	۱۰۹

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۰۹	شیطان نے میری باگ دوڑ سنبھال رکھی ہے قول امام زین العابدین	۱۱۰
۳۱۰	ہمیں معصوم سمجھنے والوں پر خدا کی لعنت ہوا نہیں نے ہماری طرف جھوٹ منسوب کر دیا ہے۔ امام جعفر	۱۱۱
۳۱۵	باب دوم شیعوں کی طرف سے یزید کو امام اہل سنت ثابت کرنے سے متعلقہ اعتراضات	۱۱۲
۳۱۶	اعتراض اول یزید اہل سنت کا امام ہے۔	۱۱۳
۳۲۰	جواب اول بارہ امام اس حدیث کا مصداق نہیں بن سکتے خمس وصول کرنا امام کی ذمہ داری ہے۔ دنیا سے شر و فساد اور ظلم و ستم کا مٹانا امام کا فرض ہے۔ امام کے لیے بہادر ہونا بھی ضروری ہے تاکہ فریضہ جہاد کی ادائیگی	۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	بھی کرا سکے۔	
۲۲۷	حدود کا قیام زکوٰۃ و عشر کی وصولی اور نظام اسلامی کا قیام امام کی ذمہ داری ہے۔	۱۱۸
۲۲۸	اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت بھی امام پر عائد ہوتی ہے۔	۱۱۹
۲۲۹	شیعوں کے نزدیک امام کے نائب رہنے کا فلسفہ اولاد اور ایک ضروری وضاحت	۱۲۰
۲۳۰	ہمارا سوال	۱۲۱
۲۳۱	جمہور اہل سنت کے نزدیک یزید بارہ خلفاء میں شامل نہیں	۱۲۲
۲۳۲	لمحہ فکریہ	۱۲۳
۲۳۳	شیعہ کتب میں تقیہ کی فضیلت	۱۲۴
۲۳۴		
۲۳۵		
۲۳۶		
۲۳۷		
۲۳۸		
۲۳۹		
۲۴۰		
۲۴۱		
۲۴۲		
۲۴۳		
۲۴۴		
۲۴۵		
۲۴۶		
۲۴۷		
۲۴۸		
۲۴۹		
۲۵۰		
۲۵۱		
۲۵۲		
۲۵۳		
۲۵۴		
۲۵۵		
۲۵۶		
۲۵۷		
۲۵۸		
۲۵۹		
۲۶۰		
۲۶۱		
۲۶۲		
۲۶۳		
۲۶۴		
۲۶۵		
۲۶۶		
۲۶۷		
۲۶۸		
۲۶۹		
۲۷۰		
۲۷۱		
۲۷۲		
۲۷۳		
۲۷۴		
۲۷۵		
۲۷۶		
۲۷۷		
۲۷۸		
۲۷۹		
۲۸۰		
۲۸۱		
۲۸۲		
۲۸۳		
۲۸۴		
۲۸۵		
۲۸۶		
۲۸۷		
۲۸۸		
۲۸۹		
۲۹۰		
۲۹۱		
۲۹۲		
۲۹۳		
۲۹۴		
۲۹۵		
۲۹۶		
۲۹۷		
۲۹۸		
۲۹۹		
۳۰۰		

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمارہ
۳۴۹	جواب سوم	
۳۵۰	کتب اہل سنت میں بارہ خلفاء والی کے مختلف الفاظ	۱۲۸
۳۵۳	کتب اہل تشیع میں بارہ خلفاء والی حدیث کے مختلف الفاظ	۱۲۹
۳۵۹	یزید جمہور اہل سنت کے نزدیک بدترین انسان ہے	۱۳۰
۳۶۰	مسند امام احمد بن حنبل	۱۳۱
۳۶۱	فتح الباری ومواہق محرقة	۱۳۲
۳۶۳	ارشاد الساری	۱۳۳
۳۶۵	شرح فقہ اکبر	۱۳۴
۳۶۶	نبراس	۱۳۵
۳۶۸	البدایۃ والنہایۃ	۱۳۶
۳۷۰	شرح عقائد	۱۳۷
۳۷۱	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا بیان	۱۳۸
۳۷۳	امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کا بیان	۱۳۹
۳۷۴	شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی کا بیان	۱۴۰
۳۷۹	حضرت علامہ قاضی شاد اشدیانی پتی علیہ الرحمۃ کا بیان	۱۴۱
۳۸۲	حضرت عبدالقدوس خستلہ صحابی رسول کا بیان	۱۴۲
۳۸۶	کردار یزید کے متعلق دیوبندی اور اہل حدیث علماء کے بیانات	۱۴۳
۳۸۶	نواب صدیق حسن خاں اہل حدیث کا بیان	۱۴۴
۳۹۵	مولانا عبدالحی لکھنوی دیوبندی کا بیان	۱۴۵
۳۹۵	مولانا شرف علی تھانوی کا بیان	۱۴۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۹۴	مولوی محمد قاسم صاحب تانوتوی کا بیان	۱۴۷
۳۹۷	قاری محمد طیب دیوبندی کا بیان	۱۴۸
۳۹۸	یزید کا ناقابل تردید سیاہ کارنامہ (واقعہ حرہ)	۱۴۹
۴۰۰	بیت اشد کی بے حرمتی اور اہل مدینہ پر مظالم یزید کے حکم سے ہوئے۔	۱۵۰
۴۱۳	قتل حسین کی خبر سن کر یزید راضی ہوا۔	۱۵۱
۴۱۵	ابن زیاونے کہا اگر میں حسین کو قتل نہ کرتا تو یزید مجھے قتل کر دیتا۔	۱۵۲
۴۱۷	درحقیقت یزید اہل تشیع کا امام ہے۔	۱۵۳
۴۱۸	دبقول شیعہ یزید نے قتل حسین پر خوشی کے بجائے "ماتم" کیا (کیونکہ محب اہل بیت تھا۔)	۱۵۴
۴۲۱	یزید اہل بیت کا نمگسار تھا اور قاتل حسین کو طعون کہتا تھا۔	۱۵۵
۴۲۵	دبقول شیعہ یزید نے اہل بیت کو زیورات اور قیمتی لباس کے تحائف دیئے۔	۱۵۶
۴۲۶	یزید امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر کو اپنے ساتھ اکٹھا کھانے پر مدعو کرتا تھا۔	۱۵۷
۴۲۷	یزید امام زین العابدین کے بغیر نہ صبح کا کھانا کھاتا تھا نہ شام کا	۱۵۸
۴۲۸	یزید امام حسین پر اپنی اولاد بھی قربان کرنے کے لیے تیار تھا	۱۵۹
	دبقول شیعہ	
۴۲۹	اہل بیت کے مدینہ منورہ پہنچنے پر یزید نے ان کی ہر ممکن ضرورت پوری کی۔	۱۶۰
۴۳۰	امام زین العابدین نے یزید کی طرف سے بھیجا گیا دو لاکھ شتقال سونا	۱۶۱

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	قبول کیا۔	
۲۳۲	اہل تشیع یزید کی امامت کے قائل ہو گئے۔	۱۶۶
۲۳۵	امام زین العابدین نے یزید کی بیعت قبول کرتے ہوئے خود کو یزید کا مجبور غلام مانا۔	۱۶۳
	اعتراض دوم	
۲۳۹	اہل سنت یزید کو قطعی جنتی مانتے ہیں۔	۱۶۴
۲۴۱	موجود سمندر پار لڑائی کے وقت یزید کی عمر صرف دو سال تھی	۱۶۵
۲۴۵	ایک اور اعتراض جہاں قسطنطنیہ میں شرکت کی وجہ سے یزید اہل سنت کے نزدیک مغفور ہے۔	۱۶۴
۲۴۴	جواب اول	۱۶۶
	اس لڑائی میں یزید ایک جرم کی پاداش کے لیے شریک ہوا تھا۔	
۲۵۰	جواب دوم	۱۶۸
	حدیث میں گزشتہ گناہوں کی مغفرت کا ذکر ہے بشارت جنت کا ہیں۔	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۱	جواب سوم شامین حدیث کے نزدیک بالاتفاق اس حدیث کا مصداق یزید نہیں ہے۔	۱۶۹
۲۵۷	اعتراض سوم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی امامت کا اعلان کیا۔	۱۷۰
۲۶۶	جواب امر اول حنین کریمین اور عبد اللہ بن عمر کا کردار ایک جیسا ہے۔	۱۷۱
۲۶۸	جواب امر دوم امام زین العابدین کا یزید کی بلا جبر و اکراہ بیعت کرنا اور ان کے سفارش سے بہت سے لوگوں کی جان بخشی ہونا	۱۷۲
۲۷۸	چیلنج	۱۷۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۷۹	جواب امر سوم	۱۷۳
	ایک شبیرہ اور اس کا ازالہ	۱۷۵
۴۹۹	باب سوم:	۱۷۶
	اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلقہ بعض اعتراضات	
	اعتراض اول	
۵۰۰	ائمہ اہل بیت کی تقلید چھوڑ کر دوسروں کی تقلید مخالفتِ رسول ہے۔	۱۷۵
۵۰۲	جواب اول	۱۷۸
۵۰۳	تمسک بالکتاب کی وضاحت	۱۷۹
۵۰۸	اہل بیت سے تمسک کی وضاحت	۱۸۸
۵۱۵	جواب دوم	۱۸۲
	اہل تشیع نے ائمہ اہل بیت کی روایات کو قابل عمل نہ رہنے دیا۔	
۵۱۸	شیعہ مذہب کے پارسوں نے از خود	۱۸۷
	احادیث وضع کر کے ائمہ کی طرف منسوب کیں اور شیعہ فرقہ قائم ہو گیا	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۲۲	ایک بہانہ	۱۸۳
۵۲۶	امام حسن و حسین زین العابدین اور امام باقر و جعفر رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے والوں کا حال	۱۸۴
۵۳۱	ایک مشہور اشکال	۱۸۵
۵۲۹	اعتراض دوم بارہ خلفاء والی حدیث ائمہ اہل بیت کی خلافت پر نص قطعی ہے۔	۱۸۸
۵۲۳	جواب اول شیعوں کے اس امامت کی ذمہ داریاں	۱۸۶
۵۲۴	جواب دوم تباہیچ المودہ کا مصنف شیعہ ہے۔	۱۸۸
۵۲۶	جواب سوم اس حدیث کی سند میں شیعہ راوی ہیں۔	۱۸۹

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۵۰	اعترض سوم صحابہ ثلاثہ ظالم ہونے کی وجہ سے لائق خلافت نہ تھے۔	۱۹۰
۵۵۲	جواب اول شیعوں کا تصور امامت	۱۹۱
۵۵۲	اماموں کی امامت کو تسلیم نہ کرنے سے پیغمبروں کو سزائیں دی گئیں۔	۱۹۲
۵۵۴	حضرت آدم علیہ السلام ائمہ اہل بیت سے حد کرنے کی وجہ سے ظالم قرار دیے گئے۔	۱۹۳
۵۵۸	اصول کفر میں سے دو اصول (حسد اور عرص) حضرت آدم علیہ السلام میں تھے۔	۱۹۴
۵۶۱	رابع الخلفاء کی انوکھی توجیہ	۱۹۵
۵۶۲	حضرت ابراہیم کی امامت سے استدلال اور خود ان کے بارہ میں اہل تشیع کا عقیدہ	۱۹۶
۵۶۹	جواب دوم اعترض میں مذکورہ آیت میں امامت سے مراد ثبوت ہے۔	۱۹۷

صفحہ نمبر	مضمون	تعداد شمار
۵۷۵	جواب سوم قرآن کی رو سے ایمان لانے سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں	۱۹۸
۵۷۶	آیت ۱	۱۹۹
۵۷۷	آیت ۲	۲۰۰
۵۸۵	آیت ۳	۲۰۱
۵۹۲	روحانی بیان - از پیر طریقت و امیر شریعت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف (خلع گوجر والہ)	۲۰۲
۵۹۶	تحقیقی بیان از حضرت العلامة مولانا فضل الرحمن (مدینہ منورہ)	۲۰۳
۶۰۴	ایک فروری وضاحت	۲۰۴
	پندرہ مشائخ کے تاثرات	۲۰۵

باب اول

بحث
امامت

باب

بحث امامت

مذہب شیعہ میں اگرچہ امامت و خلافت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ لیکن در حقیقت ان میں کافی فرق ہے۔ اس لیے، تحفہ جعفریہ جلد اول، میں اگرچہ مسئلہ خلافت کی سیر حاصل بحث ہم کر چکے ہیں لیکن مسئلہ امامت ایک علیحدہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس کا الیہ قیود ذکر ضروری تھا۔

اس لیے اس کی تفصیلی بحث ہم تحریر پر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ اس لیے بھی بحث طلب ہے۔ کیونکہ مذہب شیعہ کے دین کا ایک بہت بڑا اصل مانا جاتا ہے۔ یہ بحث ایک مکمل باب کی صورت میں پانچ فصول پر مشتمل ہوگی۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

فصل اول مسئلہ امامت کے متعلق اہل سنت والہما تشیع کے عقائد۔
فصل دوم اہل تشیع کے ہاں امامت کی شرط اولہ مفصول من اللہ ہونا، اور امامت کے لیے خلافت کا تروم، ایمان دونوں امور کی تردید۔

فصل سوم، امامت کی دوسری شرط دو انبیاء کرام کی طرح معصوم ہونا، کی تردید۔
فصل چہارم: ”بارہ عقائد والی حدیث اکثراہل بیت کی خلافت کے لیے نص قطعی ہے۔“
اس کا مطلب اور وضاحت۔

فصل پنجم: ”دین یزیدی اہل سنت کا امام ہے۔ اس مخالفہ کا دندان شکن جواب۔“



فصل اول

مسئلہ امامت کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مسئلہ امامت کا عقیدہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ

سے ماخوذ ہے۔

آیت استخلاف:

وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي
ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

(پ ۱۳۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے۔ کو وہ انہیں زمین میں یقیناً اس طرح خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اور البتہ ضرور انہیں

ان کے پسندیدہ دین کی خاطر مضبوطی عطا فرمائے گا۔ اور خوف کے بعد ان کو ضرور امن عطا فرمائے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا سو وہی نافرمان ہیں۔

آیت استخلاف کا خلاصہ:

خداوند ذوالجلال نے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مومنین سے یہ وعدہ فرمایا۔ کہ ان میں سے صاحبان ایمان و اعمال صالحہ کو میں اپنی خلافت سے نوازاؤں گا۔ پسندیدہ دین پر ایسے مضبوط ہوں گے۔ کہ بغیر کسی خطرہ و خوف کے اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کی عبادت صرف میرے لیے ہوگی۔ شرک سے بالکل پاک ہوں گے۔ ان کی خلافت کا منکر فاسق ہوگا۔

وآیت استخلاف، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بعض حضرات کی خلافت کا اللہ نے وعدہ فرمایا۔ لیکن کسی خلیفہ کا نام لے کر اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہی عقیدہ اہل سنت ہے۔ یعنی اس منصب پر فائز ہونے والا منصوص من اللہ نہیں ہوتا۔ لہذا خلیفہ کا منصوص من اللہ، سمجھنا خلافت قرآن ہے۔ دوسری بات اس آیت کریمہ میں یہ ہے کہ اس موعود خلیفہ کے وقت خوف نہیں بلکہ امن کا دور دورہ ہوگا۔ اور کافر و مشرک کا ان پر تسلط نہ ہوگا۔ یہ بات اللہ رب العزت نے حضرت خلفاء راشدین کے دور میں مکمل فرمادی۔ اس کی تفصیل ہم جلد اول میں شیوہ مفسرین کے حوالہ جات سے لکھ چکے ہیں۔ اور تیسری بات یہ کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ایمان قبول کرنے کے بعد شرک و کفر کا ان کے بارے میں وہم بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور چوتھی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ خلیفہ کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ اس لیے اس کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہوگا۔

ۛ

حدیث خلافت

احادیث مقدسہ میں خلافت کا ذکر دو طرح سے آیا ہے۔ ایک یہ کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے: ”میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی اور اس کے بعد امارت و بادشاہی آجائے گی“، اس حدیث پاک کے مضمون کے مطابق تیس سال کا عرصہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے لے کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ تک خلیفہ رہنے تک پورا ہو جاتا ہے۔ یعنی ”خلافت علیٰ مہناج النبوة“، ابو بکر صدیق سے چلی اور امام حسن پر ختم ہو گئی۔

اہل سنت و جماعت کا اس مقام کے مطابق مزید عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرات سادات کرام اور ائمہ اہل بیت میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ، دونوں خلیفہ برحق تھے۔ ان کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد میں سے امام حسین، زین العابدین، باقر، جعفر، موسیٰ کاظم، موسیٰ رضا، تقی، حسن عسکری رضی اللہ عنہم یہ سب حضرات ولی کامل اور مقام غوثیت کے مالک تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے نہ تو خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور نہ ہی اس منصب پر فائز رہے۔ اہلسنت انہیں صرف مذہبی اہم سمجھتے ہیں۔

احادیث مقدسہ میں ذکرِ خلافت دوسری طرح یوں مذکور ہے۔ آپ نے فرمایا میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے۔ جن پر امت کا اجماع ہو گا اور ان کے زمانہ میں دین غالب رہے گا۔ اس حدیث پاک کے مصداق میں بہت اختلاف ہے۔ کہ یہ بارہ حضرات کون ہیں؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ تک تو سب کا اتفاق ہے۔ ان کے بعد سات کون ہیں؟ اس کے متعلق تفصیلی طور پر ہم پانچوں فصل میں بحث کریں گے مختصر یہ کہ ان بارہ خلفاء میں دو یزید بن معاویہ، داخل نہیں ہے۔ اور جن حضرات نے اسے شال مانا۔ ان کا ایسا کرنا صرف اس لیے ہے۔ کہ حدیث مذکور میں دو امت کا

اجماع ہو گا، اس پر صادق آتا ہے۔ اس سے قطعاً یہ مراد نہیں۔ کہ زید و دیگر خلفاء کی طرح و نیار اور پرہیزگار تھا۔ اس بات کی وضاحت میں ہم خصائل ابن بابویہ لصاد انحن الشیعۃ کے حوالہ جات سے (اور دیگر اہل تشیع کی کتابوں سے) احادیث پیش کر چکے ہیں۔

ان دونوں احادیث اور آیت سابقہ کے پیش نظر ہم اہل سنت کے نزدیک خلافت اور امامت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور منصوص من اللہ، کی شرط ہم کسی کے لیے نہیں مانتے۔ اس لیے ہم امام حسن تک خلافت راشدہ کے قائل ہیں۔ اور ان کے بعد والے سات خلفاء کے متعلق صرف اتنا مانتے ہیں۔ کہ ان کے زمانہ میں دین غالب رہا اور ان پر امامت کا اجماع رہا۔

جس طرح ہم کسی خلیفہ و امام کے لیے منصوص من اللہ کو لے معتقد نہیں۔ اسی طرح ان میں سے کسی کا معصوم ہونا بھی ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ عصمت صرف اولاد آدم میں سے حضرت اہلبیائے کرام کے لیے مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ دوسرا چاہے کوئی کتنا بھی مقرب بارگاہ الہیہ کیوں نہ ہو۔ وہ محفوظ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن معصوم نہیں۔ یہ تھا خلافت و امامت کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ۔

امامت و خلافت کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ

اور شرائطِ خلافت

عقیدہ نمبر (۱) :

اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت و خلافت صرف اور صرف اہل بیت کا حق ہے۔ اور تاقیامت یہ دونوں چیزیں ان کی میراث ہیں

اور یہ کہ خلفاء کی تعداد بارہ تک محدود ہے۔ اس تعداد سے ایک بھی زائد نہیں ہو سکتا۔ ان کے ہاں شرائط امامت درج ذیل ہیں۔

شرائط اول:

امام کے لیے مخصوص من اللہ ہونا لازم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کا تعین ضروری ہے۔ لہذا جو امام اس طریقہ کے بغیر کسی دوسرے طریقہ سے (مثلاً شوریٰ کا منتخب ہو یا کسی غیر رسول کا نامزد ہو) اس منصب پر آئے گا۔ وہ شرط کے نپائے جانے کی وجہ سے نااہل ہوگا۔ اور جو نااہل امامت، امام ہونے کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر، ظالم اور غاصب ہے۔

شرط دوم:

ہر امام کے لیے لازم ہے کہ وہ خلیفہ بھی ہو۔ اسی لیے اہل تشیع جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امام اول مانتے ہیں۔ تو اسی بنا پر انہیں خلیفہ اول بھی مانتے ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جو گیارہ امام ہوئے اہل تشیع ان کو خلیفہ بھی مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ یہ زمین کبھی خلیفہ سے خالی نہیں رہے گی۔ اس لیے اس عقیدہ کے مطابق بارہویں امام کے بعد چونکہ تعداد اکتمہ ختم ہو جاتی ہے۔ کوئی تیسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس بارہویں کی خلافت و امامت قائم رہتی ہے۔ اس لیے انہیں دو امام قائم، کہا گیا۔ اور وہ اس وقت بھی موجود ہیں۔ اور ان کے عقیدہ کے مطابق سامرہ کی غار میں چھبے بیٹھے ہیں۔ قیامت کے قریب باہر نکلیں گے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے۔ کہ ان بارہ ائمہ میں سے اگر چہ ظاہری طور پر تمام کو خلافتِ ارضی نہ مل سکی۔ لیکن خلافتِ حقیقی انہی کی تھی۔ لہذا ان کے علاوہ

جو بھی امام اور خلیفہ بنا۔ وہ ظالم، غاصب اور کافر ہے۔ اسی لیے ان کا خیال (عقیدہ) ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد سے لے کر اپنی شہادت تک تقریباً تیس سال خلیفہ بلا شرکت غیر رہا۔ لیکن اس عرصہ میں پہلے چھبیس سال چونکہ ظاہری خلافت دوسروں کے پاس تھی۔ اس لیے وہ دوسرے غاصب اور فاسق ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ۔ ارشاد شیخ مفید میں مذکور ہے۔

شرط معصوم:

امامت و خلافت کے منصب کے لیے عصمت ضروری ہے۔ یعنی جس طرح نبی کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح امام و خلیفہ کے لیے بھی معصوم ہونا شرط ہے۔

شرط چہارم:

امام و خلیفہ کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ جہاد کرے۔ اور حدود کو نافذ کرے۔ اسلامی مملکت کی حدود و اربعہ کی حفاظت کرے۔ اور خمس و زکوٰۃ وصول کرنے کے علاوہ عدل و انصاف کے قیام کا ذمہ دار ہو۔

عقیدہ ۱۲۱

بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت کا انکار یا ان کے

بجائے کسی دوسرے کا امام بننا کفر ہے۔

اصول کافی؛

عَنِ الْحَسَنِ الْمُخْتَارِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَيَّ اللَّهُ قَالَ كُلُّ مَنْ
زَعَمَ أَنَّهُ إِمَامٌ وَلَيْسَ بِإِمَامٍ قُلْتُ وَإِنْ كَانَ فَاطِمِيًّا
عَلِيًّا قَالَ وَإِنْ كَانَ فَاطِمِيًّا عَلِيًّا -

(اصول کافی ص ۲۲۶ مطبوعہ نولکشور بیع قدیم)

ترجمہ: من مختار سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض
کیا میں آپ پر قربان! اللہ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے۔ اور روز قیامت
قیامت تم ان لوگوں کو دیکھو گے جنہوں نے اللہ پر بہتان باندھا۔ فرمایا
اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے امام نہ ہوتے ہوئے دعویٰ
امامت کیا۔ میں نے کہا خواہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی اولاد سے ہو؟
فرمایا ہاں اگرچہ فاطمی علوی ہو۔

عَنْ ابْنِ يَعْقُورَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا هُمْ عَذَابُ الْيَوْمِ مِنْ
أَدْعَى إِمَامَةٍ مِنْ اللَّهِ لَيْسَتْ لَهُ وَمَنْ جَحَدَ
إِمَامًا مِنَ اللَّهِ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ تَمِيذًا

ترجمہ: ابو یعفر نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سنا۔ فرمایا۔ میں آدمی
ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت نہ تو ان سے گفتگو کرے گا۔ اور نہ انہیں
پاک فرمائے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ پہلا وہ شخص جو اللہ
کی طرف سے امامت کا دعویٰ کرنے سے حالانکہ وہ اس کے لائق نہ ہو۔
دوسرا وہ جو کسی امام کا انکار کرے۔ اور تیسرا وہ جو یہ گمان کرے کہ ان دونوں
(یعنی مدعی امامت اور منکر امامت) میں کچھ اسلام ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ التَّمَرَاتُ حَمْرَانِ ثُمَّ قَالَ يَا
 حَمْرَانُ مَذَا لِمَطْمَرٍ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْعَالَمِ قُلْتَ يَا سَيِّدِي وَمَا لِمَطْمَرٍ
 قَالَ أَنْتُمْ تَسْمُونَهُ خَيْطَ الْبِنَاءِ فَمَنْ خَالَفَكُمْ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ
 فَهُوَ زُنْدِيقٌ فَقَالَ حَمْرَانُ وَإِنْ كَانَ عَلَوِيًّا فَالْهِمِّيَّا
 فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنْ كَانَ مُحَمَّدِيًّا عَلَوِيًّا
 فَالْهِمِّيَّا۔

بخاری اللؤلؤ (جلد ۱۱)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے
 فرمایا۔ میزان، میزان ہے اسے حمران یا پھر فرمایا۔ تیرے اور زندقہ کے درمیان
 مطمر کھینچی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا۔ اسے میرے آقا مطمر کیا ہے؟ فرمایا
 جس سے تم زمین یا عمارت کی پیمائش کرتے ہو۔ سو جو شخص مسئلہ امامت
 میں تمہاری مخالفت کرے وہ بے دین ہے۔ حمران نے کہا۔ مخالفت
 کرنے والا اگر علوی قاطبی ہو تو پھر فرمایا۔ وہ اگر محمدی علوی قاطبی ہی کیوں نہ ہو۔

فَمَنْ ادَّعَى الْإِمَامَةَ وَهُوَ غَيْرُ إِمَامٍ فَهُوَ
 الظَّالِمُ الْمَلْعُونُ وَمَنْ وَضَعَ الْإِمَامَةَ فِي
 غَيْرِ أَهْلِهَا فَهُوَ ظَالِمٌ مَلْعُونٌ وَإِعْتِقَادُنَا
 فِيمَنْ جَعَدَ إِمَامَةً أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٍّ
 ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالْآيَةُ مِنْ بَعْدِهِ أَنَّهُ كَمَنْ
 جَعَدَ نُبُوَّةَ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَإِعْتِقَادُنَا
 فِيمَنْ أَقَرَّ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْكَرَ وَاحِدًا
 مِنْ بَعْدِهِ مِنَ الْآيَةِ أَنَّهُ بِمُتْرَلَةٍ مَنْ
 أَقَرَّ بِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْكَرَ نُبُوَّةَ مُحَمَّدٍ

اعتقاد و تائید صدوق

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ الْمُنْدِرُ لِأَخِيرِنَا كَالْمَذْكُرِ لِأَوْلَانَا وَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الْأَيْمَةُ مِنْ بَعْدِي
 إِثْنَا عَشَرَ أَوْلَهُمْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ بْنُ
 أَبِي طَالِبٍ وَأَخْرَهُمُ الْمَهْدِيُّ الْقَارِئُ مُطَاعَتُهُمْ
 طَاعَتِي وَمَعْصِيَتُهُمْ مَعْصِيَتِي مَنْ أَنْكَرَ وَاحِدًا
 مِنْهُمْ فَقَدْ أَنْكَرَنِي وَقَالَ الصَّادِقُ مَنْ شَكَّ فِي
 كُفْرٍ أَعْدَائِنَا وَالظَّالِمِينَ لَنَا وَهُوَ كَافِرٌ۔

راعتقادات صدوق ترجمہ فارسی

ص ۱۲۸ باب کا و، ششم اعتقاد اور

قائماں مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: جو امام نہ تھا لیکن اس نے دعویٰ امامت کیا۔ وہ ظالم ملعون ہے۔ اور
 جس نے تاہل کو امام بنایا وہ بھی ظالم ملعون ہے۔ اور جس نے حضرت علی
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آنے والے آئمہ رضی اللہ عنہم کی امامت کا
 انکار کیا اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اس نے تمام پیغمبروں کی
 نبوت کا انکار کیا۔ اور اس شخص کے متعلق کہ جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 کی امامت تو مانی لیکن بعد کے آئمہ میں سے کسی کی امامت کا انکار کیا۔ ہمارا عقیدہ
 یہ ہے کہ اس نے تمام پیغمبروں کو مانا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
 کا انکار کیا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم میں سے آخری امام کا منکر
 یوں ہی ہے جیسا کہ اس نے ہمارے پہلے امام کا انکار کیا۔ اور حضور صلی اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد بارہ امام ہوں گے۔ جن میں سے پہلے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آخری امام مہدی القائم ہوں گے۔ ان کی اطاعت میری اطاعت اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا۔ اس نے میرا انکار کیا۔ اور امام جعفر نے فرمایا جو شخص ہمارے دشمنوں اور ہم پر ظلم کرنے والوں کے کفر میں شک کرے گا۔ وہ بھی کافر ہے۔

اصول کافی

عَنْ سُورَةَ بْنِ كَلْبٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ قُلْتُ، قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى
الَّذِينَ كَذَّبُوا عَلَى اللَّهِ وَجُوهُهُمْ مَسْوَدَةٌ قَالَ
مَنْ قَالَ إِنِّي أِمَامٌ وَلَيْسَ بِإِمَامٍ قَالَ قُتِبْتَ وَإِنْ كَانَ
عَلَوِيًّا قَالَ وَإِنْ كَانَ عَلَوِيًّا قَالَ قُلْتُ وَإِنْ كَانَ
مِنْ وَوَلِدِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَ
إِنْ كَانَ .

(اصول کافی ص ۲۳۵ مطبوعہ نولکشور)

طبع جدید

ترجمہ: سورہ بن کلب نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے امام جعفر سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا: قیامت کے دن تم ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹا ہاتھ کیا۔ سیاہ منہ والے دیکھو گے، فرمانے لگے ساس۔ سے مراد وہ شخص ہے۔ جس نے اپنے آپ کو امام کہا۔ حالانکہ وہ امام نہ تھا۔ میں نے پوچھا۔ اگرچہ ایسا کہنے والا علوی ہو؟ فرمایا اگرچہ علوی ہو۔ میں نے پھر پوچھا۔ اگرچہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کی اولاد سے

ہو؟ فرمایا۔ اگرچہ ہو۔

ان حوالہ جات سے آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس کی زد میں کون کون حضرات آتے ہیں۔
 اگرچہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔ یا حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا
 کے بطن اقدس سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن اہل نہ ہوتے ہوئے پھر دعویٰ امامت کرے۔ تو وہ
 زندیق ظالم اور کافر ہے۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ یہ عقیدہ کن کن کو اپنی پیٹ میں لیتا ہے۔

÷

فصل دوم

شرط اول

یعنی امام کے منصوص من اللہ ہونے کی تردید

دلیل اول

آل رسول میں سے مقتدی شخصیات نے ائمہ اہل بیت
میں سے بعض کی امامت کا انکار کر کے خود امام ہو کا دعوے کیا

مقتدی اول

حضرت علی المرتضیٰ کے فرزند محمد بن عقیب نے امام چہارم زین العابدین کے مقابلہ
میں اپنی امامت کا دعوے کیا

امام زین العابدین کا تعارف اہل تشیع کی زبانی

تاریخ ائمہ:

آپ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے فرزند اور شیعوں کے چوتھے امام ہیں۔

بن بر قول جناب شیخ مفید و شیخ طوسی ۱۵ جماد الاولیٰ ۳۸۰ھ (۹۹۱ء) کو مدینہ منورہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۲ سال چند ماہ تک جد بزرگوار حضرت امیر المومنین کی آغوشِ عاطفت میں پرورش پائی۔ پھر ۵۰ھ تک عم معظم اور پدر بزرگوار کے ہمراہ اور ۱۰۰ھ تک ہجری تک محض والد ماجد کے ساتھ رہے۔ بعد واقعہ کربلا خاندان رسالت کے سردار اور شیعوں کے ظاہری امام قرار پائے۔ ۳۴ سال مشغول ہدایت و ارشادِ ناس رہ کر ۲۵ محرم ۹۵ھ (۶۱۲ء) کو طرفِ عالم جاودانی کے رحلت فرمائی۔ اور حنبت البقیع میں اپنے عم معظم امام حسن علیہ السلام کی بغل میں دفن کیے گئے۔

تاریخ ائمہ ص ۲۸۲ چوتھا باب

مطبوعہ لاہور

محمد بن حنفیہ اور ان کا مقام و مرتبہ

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ اور حسین کریمین کے بعد آپ کی اولاد میں سے افضل شخصیت تھے کتب شیعہ میں ہے کہ آپ بہت بڑے عالم، زاہد اور بہادر تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

عمدۃ الطالب

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ أَحَدَ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي
العِلْمِ وَالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ وَالشُّجَاعَةِ وَهُوَ
أَفْضَلُ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (ع) بَعْدَ الْحُسَيْنِ
وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ
إِحْدَى وَثَمَانِينَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَلَهُ سِتُّونَ سَنَةً

وَقِيلَ سَبْعٌ وَسِتُّونَ سَنَةً .

دعا شہرہ عمدۃ الطالب فی انساب آل

ابی طالب تصنیف احمد بن علی الحسینی

شیعی ص ۳۵۲، الفصل الثالث الخ

مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

ترجمہ:

محمد بن حنفیہ زمانے میں علم، زہد، عبادت اور شجاعت میں یکساں تھے۔ اور
آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ماسوا حسنین کریمین
کے سب سے افضل تھے۔ ان کا وصال ۱۸ سالہ ہجری میں ہوا۔ اور ساٹھ
یا ساٹھ سال عمر پائی۔

منشع المقال عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرَّضَا قَالَ كَانَ

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ إِنَّ الْمَحَامِدَةَ تَأْتِي
أَنْ يَعْصِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قُلْتُ وَمِنْ الْمَحَامِدِ
قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ
وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حُدَيْفَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ ابْنُ الْحَنْفِيَّةِ رَحِمَهُ اللَّهُ .

ترجمہ:

امام ابوالحسن رضا فرماتے ہیں۔ کہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
فرمایا کرتے تھے۔ کہ ”محامدہ“ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہیں کر سکتے۔ یا وہی

نے پوچھا۔ کہ محامدہ کون ہیں۔ فرمایا محمد بن جعفر، محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مجالس المؤمنین | در کتاب کشف الغمہ و تاریخ ابن خلکان مسطوراً است کروڑے

از محمد بن الحنفیہ پر سند کہ چوں است کہ پدر تو را در ورطہ قتال و مبارزت ابطال و تنگنائے خیل در حال درمی آورد و برادر تو حسن و حسین را در کف امن و سلامت نگاہ می دارد۔ محمد در جواب گفت کہ ایشان بمنزلہ دو چشم اویند و من بجائے دست او بیم و مقرر است کہ چشم خود را بدست نگاہ دارند۔

(مجالس المؤمنین تصنیف نور اللہ

شوشتری۔ جلد اول ص ۲۷۶

مجلس چہارم در ذکر اکابر دین۔

مطبوعہ تہران)

تاریخ

کشف الغمہ اور تاریخ ابن خلکان میں تحریر ہے۔ کہ ایک دن لوگوں نے جناب محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ آپ کے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما آپ کو تو جنگ کے میدان اور پہلوانوں کے ساتھ زور آزمائی اور پیدل و سوار دشمن کے مقابلہ کے لیے لاتے ہیں۔ اور امام حسن و حسین کو جو آپ کے ہی بھائی ہیں۔ انہیں امن و امان اور حفاظت میں رکھتے ہیں محمد بن الحنفیہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ حسین کو عین رضی اللہ عنہما حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی دو آنکھوں کی طرح ہیں۔ اور میں ان کے ہاتھ کی طرح ہوں۔ اور یہ بات جانی پہچانی ہے۔ کہ ہر شخص اپنی آنکھوں کی تکلیف

کواتھ سے رفع و دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مجالس المؤمنین | محمد مذکور علم و ورع و شجاعت بسیار داشت و رایۃ

امیر المؤمنین علیہ السلام در حرب حمل صفین بدست او بود و بغایت شدید

القوة بود۔ (مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۷۵)

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ و بہادری اور علم بہت زیادہ رکھتے تھے۔

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جنگ حمل اور جنگ صفین میں جھنڈا

ان کے ہاتھ میں تھا۔ یہ اتہائی مضبوط اور صاحب قوت تھے۔

مجالس المؤمنین | اور استیعاب مذکور است کہ حضرت امیر المؤمنین علی

علیہ السلام محمد را بسیار دوست میداشت و بر او شنا میگرد و در فصل او بر اثر

اومی نمود زیرا کہ علی علیہ عبادت و اجتهاد بود و او در حرب حمل و صفین

ہمراہی نمود۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۷۵)

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

کتاب استیعاب میں مذکور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،

جناب محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اچھا دوست سمجھتے تھے۔ اور ان

کی بہت چاہت کرتے تھے۔ ان کی تعریف بھی کرتے۔ اور محمد بن الحنفیہ

کو ان کے ہم عصر ساتھیوں پر فوقیت دیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ عبادت اور
اجتہاد کے زریعے آراستہ تھے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی
کے ساتھ تھے۔

مجالس المؤمنین | در تحفة الاحیاء مسطوراً است کہ در روز حرب جمل حضرت

امیر المؤمنین لوہے کے ظفر سیما و خود را بدست قرۃ العین خویش محمد بن الحنفیہ کہ سرو

جو بار نجات و شجاعت بود اور۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۴۵)

مطبوعہ تہران طبع جدیداً

ترجمہ

تحفة الاحیاء میں تحریر ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر حضرت امیر المؤمنین

علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا جھنڈا حضرت قرۃ العین جناب محمد بن الحنفیہ کے

ہاتھ میں دے دیا۔ کیونکہ یہ بہادری اور شجاعت میں بے مثل

تھے۔

اہل تشیع کی کتب سے مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد بن

الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ حسنین کو یمن کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کی افضل اولاد سمجھے۔

۲۔ ان سے کوئی فعل ایسا سرزد نہ ہوا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ضمن میں آتا

ہو۔

۳۔ بہت بڑے عالم، مجتہد، عبادت گزار اور بہادر تھے۔

۴۔ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے علمبردار تھے۔

۵۔ محامدہ (محمد کے نام والوں کی جمع) میں سے ایک تھے۔

ایسے عظیم المرتبت انسان کو اگر کسی قانون یا اہل کے لحاظ سے (معاذ اللہ) کافر ٹھہرنا پڑے تو اس سے کہیں بہتر یہ ہوگا۔ کہ ایسے قانون کو ہی مردود شمار کیا جائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کا عقیدہ اور ایک اہل یہ ہے۔ کہ وہ امام اور اس کی امامت دو مخصوص من اللہ ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی امام وقت کے خلاف دعویٰ امامت کرتا ہے۔ تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ امام زین العابدین کے دور امامت میں جناب محمد بن الحنفیہ نے دعویٰ امامت کیا۔ لہذا اس قانون کے تحت یہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ یہ دلیل اور اس کا نتیجہ من گھڑت یا محض عقلی ہی نہیں۔ بلکہ اہل تشیع نے اس کی صاف صاف وضاحت کر دی ہے۔ لہذا غلط ہے۔

قیامت میں محمد بن حنفیہ دعویٰ امامت کی وجہ روسیہ

ہوں گے معاذا اللہ

صافی شرح اصول کافی | (اصل) عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ
قُلْتُ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى
الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَيَّ اللَّهُ وُجُوهُهُمْ مَسْرُودَةٌ قَالَ
مَنْ قَالَ إِنِّي إِمَامٌ وَ لَيْسَ بِإِمَامٍ قَالَ قُلْتُ
وَ إِنْ كَانَ عَلَوِيًّا وَ إِنْ كَانَ مِنْ وَ لِدِ عَلِيِّ بْنِ
أَبِي طَالِبٍ قَالَ وَ إِنْ كَانَ۔

(شرح) مراد علوی فرزند علی است

مطلقاً و مراد بولد فرزند ان بے واسطہ

است مثل محمد بن حنفیہ

والصافی شرح اصول کافی کتاب

المجہوز جز سوم حصہ دوم ص ۱۰ باب

ہشتاد و چہارم مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم

ترجمہ راصل

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جبکہ ان سے راوی نے دریافت کیا۔

کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کیا مطلب ہے ”اور قیامت کے دن تو ان لوگوں کو

سیاہ مزدیکھے گا جنہوں نے اللہ پر بھوٹ باندھا، اس کے جواب میں فرمایا۔

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے تئیں امام کہلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ امام نہیں

ہوتے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے پوچھا۔ اگرچہ ایسا کہنے والا علوی اور اولاد علی

میں سے ہی ہو؟ فرمایا۔ اگرچہ ایسا ہی ہو۔

(شرح) ”علوی“ سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مطلق فرزند ہیں۔ اور مراد

”وَدَّ عَسَلِيًّا“ سے یہ ہے۔ کہ جو آپ کے بلا واسطہ فرزند ہیں جیسا کہ محمد بن حنفیہ ہیں۔

اصل اور اس کی شرح دونوں کے اجمال و تفصیل کو سامنے رکھ کر یہی بات نکلے گی۔ کہ

بارہ مخصوص ائمہ میں سے کسی کے دور میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا دعویٰ امامت کرنے والا

عبداللہ پر بہتان لگانے والا ہے۔ اور اس بہتان کی وجہ سے وہ کل قیامت سیاہ منہ والے

ہوں گے۔ چونکہ امام زین العابدین کے دور میں جناب محمد بن الحنفیہ نے دعویٰ امامت کیا

اس لیے شارح اصول کافی نے اپنے قانون کے تحت اس کی مثال دیتے ہوئے محمد بن

حنفیہ کا نام ذکر کیا۔ اور اس رو سیاہ خود ساختہ شرط و قانون کے ذریعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولادِ صلویٰ کو بھی معاف نہ کیا گیا۔

یہی محمد بن حنفیہ ہیں۔ کہ جن کے متعلق گزشتہ سطور میں آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پڑھ چکے ہیں۔ یہ دونوں حضرات جو یقیناً ائمہ اہل بیت ہیں۔ ایسے شخص کی تعریف کر رہے ہیں۔ جو اہل تشیع کے قانون کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لیے مقام غور ہے۔ کہ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست ہے۔ یا ان کے نام اور محبت کی مالا جینے والے سیاہ پوشوں، زنجیروں اور آگ پر کھینے والوں کی؟

پھر ان کی کتب ہی کہتی ہیں۔ کہ ہر امام غیب دان ہوتا ہے۔ تو کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کو جناب محمد بن حنفیہ کی تعریف کرتے وقت اس کا علم نہ تھا۔ کہ یہ خواہ مخواہ دعویٰ امامت کر کے خارج از اسلام ٹھہریں گے۔ ہم ان کی تعریف کیوں کریں؟ اسے تو نافرمان کہنا چاہیے تھا۔ باغی کہنا چاہیے تھا۔ اور اہل بیت کا دشمن کہنا چاہیے تھا۔؟

اس گفتگو سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع نے منصب امامت کے متعلق جو یہ شرط لگا رکھی ہے کہ ہر امام دو منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ یہ شرط ایسی ہے۔ جو ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ عقل و نقل اس کی ہرگز ہرگز تائید نہیں کرتے۔

محمد بن حنفیہ نے دعویٰ امامت کیا۔ اور کیسانی

فرقہ نے امام تسلیم بھی کیا

حضرت محمد بن حنفیہ نے حضرت زین العابدینؑ کے

کہا امام تم نہیں میں ہوں

اصول کافی | عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُتِلَ
 الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْسَلَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنْفِيَّةِ
 إِلَى عَرِيضِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَخَلَا بِهِ
 فَقَالَ لَهُ يَا بْنَ أَخِي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ دَفَعَ الْوَصِيَّةَ وَ
 الْإِمَامَةَ مِنْ بَعْدِهِ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ إِلَى الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 ثُمَّ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ قُتِلَ
 أَبُوكَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَصَلَّى عَلَيَّ
 رُوحِيهِ وَلَمْ يُؤْمِرْ وَأَنَا عَمُّكَ وَصِنُوكِ
 أَبِيكَ وَوَلَادَتِي مِنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فِي سَيْتِي وَقَدْ نَمِي أَحَقُّ بِهَا مِنْكَ فِي

حِدَاثَتِكَ فَلَا تُنَازِعْنِي فِي الْوَصِيَّةِ وَالْإِمَامَةِ
 وَلَا تُحَاجِّجْنِي فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 يَا عْتِرَاتِي اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَدْعُ مَا لَيْسَ لَكَ بِحَقِّ إِيَّاهُ
 أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ إِنَّ أَبِي يَا عْتِرَاتِي صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَأَوْصَى إِلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَتَوَجَّهَ إِلَى الْعِرَاقِ وَ
 عَمِدَ إِلَيَّ فِي ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْتَشْهَدَ بِسَاعَةِ وَ
 هَذَا سَلَامٌ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عِنْدِي
 فَلَا تَعْرِضْ لِهَذَا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ نَقْصَ الْعُمُرِ
 وَتَشْتَتِ الْعَمَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ الْوَصِيَّةَ
 وَالْإِمَامَةَ فِي عَقِبِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا
 أَرَدْتَ أَنْ تَعْلَمَ ذَلِكَ فَانْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْحَجَرِ
 الْأَسْوَدِ حَتَّى نَتَحَاكَمَ إِلَيْهِ وَنَسْأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ
 قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ الْكَلَامُ بَيْنَهُمَا
 بِمَكَّةَ فَانْطَلَقَا حَتَّى آتَا الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ فَقَالَ
 عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ ابْنِ أَبِي
 قَابُطٍ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسَلُّهُ أَنْ يُنْطَلِقَ
 لَكَ الْحَجَرَ ثُمَّ سَلُّ فَابْتَهَلْ مُحَمَّدٌ فِي الدُّعَاءِ
 وَسَأَلَ اللَّهُ ثُمَّ دَعَا الْحَجَرَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ
 عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عْتِرَاتِي كُنْتُ
 وَصِيًّا وَإِمَامًا إِلَّا جَابِكَ قَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ
 فَادْعِ اللَّهَ أَنْتَ يَا ابْنَ أَخِي وَسَلُّهُ فَدَعَا

اللَّهِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا أَرَادَ
 ثُمَّ قَالَ اسْتَلُّكَ بِالَّذِي جَعَلَ فِيكَ مِيثَاقَ
 الْأَنْبِيَاءِ وَمِيثَاقِي الْأَوْصِيَاءِ وَمِيثَاقِ
 النَّاسِ أَجْمَعِينَ كَمَا أَخْبَرْتَنَا مِنَ الْوَصِيِّ
 وَالْإِمَامِ بَعْدَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ قَالَ فَتَحَرَّكَ الْحَجْرُ حَتَّى كَادَ
 أَنْ يَزُولَ عَنِ مَوْضِعِهِ ثُمَّ أَنْطَقَهُ اللَّهُ
 عَزَّ وَجَلَّ بِلسَانِ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ فَقَالَ
 اللَّهُمَّ إِنَّ الْوَصِيَّةَ وَالْإِمَامَةَ بَعْدَ
 الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِلَى عَلِيٍّ
 ابْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَابْنِ
 فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ قَالَ فَانْصَرَفَتْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَ
 هُوَ يَتَوَلَّى عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

(اصول کافی جلد اول ص ۲۴۸ کتاب الحجۃ)

بلی ما یفصل بہ بین دعوی

المحق والبیطل فی امر الامانة

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲- اصول کافی ص ۲۱۸ مطبوعہ کتب

طبع قدیم)

(۳) کشف الغم فی معرفۃ الائمۃ جلد دوم
ص ۱۱۰ فی ذکر فضائل الائمہ
علی بن الحسین الخ مطبوعہ تبریز
طبع جدید

(۴) مفتی الاعمال جلد دوم ص ۲۶
(۵) کتاب الخراج تا لیت طلب
لاوندی شمس ص ۲۳۲، الباب
الخامس فی معجزات الائمہ
علی بن الحسین مطبوعہ قم
طبع جدید

(۶) کتاب چہارہ معصوم جلد دوم
ص ۱۷۸، امامت حضرت سجاد
مطبوعہ تران طبع جدید

ترجمہ

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا جب حضرت امام
حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ تو محمد بن حنفیہ نے کسی کو علی بن حسین
ازین العابدین اس کے پاس بھیجا۔ (اور انہیں اپنے ہاں بلوایا۔) جب تنہائی میں
بیٹھے۔ تو محمد بن حنفیہ نے انہیں کہا۔ اے میرے بھائی کے بیٹے! تمہیں معلوم
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت اور امامت کا معاملہ اپنے بعد
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا اب جبکہ تمہارے والد حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی

روح پر رحمتیں نازل فرمائے۔ لیکن وہ اس معاملہ میں کوئی وصیت چھوڑ کر نہیں گئے۔ دیکھو! میں تمہارا چچا ہوں۔ اور تمہارے لیے تمہارے والد کی مثال ہوں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں۔ میری عمر تم سے زیادہ ہے۔ اس لیے میں تم سے اس سلسلہ کا زیادہ حق وار ہوں اور تمہاری عمر بھی ابھی تھوڑی ہے۔ لہذا تمہیں وصیت کے معاملہ میں اور امامت کے مسئلہ میں جھگڑانا نہیں چاہیے۔ اور نہ ہی کوئی حیل و حجت کرنی چاہیے۔ یہ سن کر امام زین العابدین نے ان سے کہا۔ چچا جان! خدا سے ڈرو۔ اور اس چیز کا امت دعویٰ کرو۔ جس کے تم حق دار نہیں ہو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ میں ایسا نہ ہو کہ آپ جاہلوں میں شمار ہونے لگیں۔ چچا جان! میرے والد گرامی نے یقیناً مجھے وصیت کی تھی۔ جبکہ وہ عراق جانے کی تیاری میں تھے۔ اور انہوں نے جام شہادت نوش فرمانے سے تھوڑا سا پہلے میرے ساتھ یہ عہد کیا تھا۔ اور یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار مبارک (جو میری باتوں کی تصدیق کرتے ہیں) لہذا تمہیں اس بات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔ بصورت دیگر مجھے آپ کی عمر میں نقصان کا خوف لگ رہا ہے اور آپ کی پریشان حالی کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یقیناً وصیت اور امامت کا معاملہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں مقرر کر چھوڑا ہے۔ سو اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس کی حقیقت معلوم ہو۔ تو میرے ساتھ حجرِ سود کے پاس چلیے۔ ہم دونوں اپنا تفسیر اس کے پاں فیصلہ کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اور اس بارے میں اس سے فیصلہ کی درخواست کرتے ہیں۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ گنہگاروں کے درمیان مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی۔ پھر دونوں چلتے چلتے حجرِ سود کے پاس آگئے۔ یہاں پہنچ جانے کے بعد

امام زین العابدین نے جناب محمد بن حنفیہ سے کہا۔ آپ پہل کیجئے اللہ تعالیٰ سے عاجزی کرتے ہوئے سوال کریں۔ کہ وہ آپ کے لیے حجر سود کو قوت گویائی عطا فرماوے۔ پھر سوال کیجئے۔ یہ سن کر جناب محمد بن حنفیہ نے گڑا گڑا کر دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ پھر حجر سود کو لایا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت امام زین العابدین نے کہا۔ چچا جان! اگر آپ واقعی وصیت اور امامت کے حق داں ہوتے۔ تو حجر سود ضرور بول پڑتا۔

پھر جناب محمد بن حنفیہ امام زین العابدین سے بولے۔ اے میرے بھائی کیسی بیٹھا! اب تم سوال کرو۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے گڑا گڑا کر سوال کیا۔ پھر کہا۔ اے حجر سود! میں اس اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر تمہیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ جس نے تیرے اندر خدایاں انبیاء و کرام کی ذات اور ضیاء اور تمام لوگوں کو خدایاں رکھا ہے۔ بتلاؤ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد وہی امام کون ہے؟ یہ سن کر تپتھر حرکت میں آیا۔ ایسا کہ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حجر سود کو قوت گویائی عطا کی۔ وہ صاف ستھری عربی زبان میں بولا۔ اور کہنے لگا۔ کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بعد وصیت اور امامت کا حق حضرت علی بن حسین زین العابدین اکا ہے۔ جو (ایک واسطہ سے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہیں۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد محمد بن حنفیہ واپس لوٹے۔ اور ان کے دل میں حضرت امام علی بن حسین المعروف زین العابدین رضی اللہ عنہ کی محبت اور دوستی موجزن تھی۔

فرق اشیعہ وَفِرْقَةٌ قَالَتْ يَا مَأْمَةٌ مُحَقَّدَةٌ
الْحَنْفِيَّةُ لِأَنَّهَا كَانَ صَاحِبَ رَأْيَةٍ أَبِيهِ يَوْمَ
الْبَصْرَةِ دُونَ أَخَوَيْهِ فَسُمُّوا الْكَيْسَانِيَّةَ وَإِنَّمَا
سُمُّوا بِذَلِكَ لِأَنَّ الْمُتَحْتَارَ بْنَ أَبِي عُبَيْدٍ الثَّقَفِيَّ

كَانَ رَئِيسَهُمْ وَكَانَ يُلقَبُ بِكَيْسَانَ وَهُوَ الَّذِي
 طَلَبَ بِدَمِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ
 عَلَيْهِمَا وَثَارَةً حَقًّا قَتَلَ مَنْ قَتَلَهُ وَغَيْرَهُمْ
 مَنْ قَتَلَ وَادَّعى أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَقِيقَةِ امْرَأَةً
 بِذَلِكَ وَآلَهُ الْإِمَامُ بَعْدَ أَبِيهِ -

(وزن الشیخ تصنیف حسن بن موسیٰ
 زینتی شیعی ص ۲۳ مطبوعہ نجف اشرف
 طبع جدید)

(۲- الشیخ فی التاریخ تصنیف
 محمد حسین ص ۲۸ مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

اہل تشیع میں سے ایک فرقہ وہ ہے۔ جو جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل و
 معتقد ہیں۔ کیونکہ محمد بن حنفیہ یوم البصرہ (جنگ جمل) کے وقت اپنے والد گرامی
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کو اٹھانے والے ہیں۔ ان کے
 دونوں بھائی (علمبراری اور اس جنگ میں شرکت سے) محروم تھے۔ اس فرقہ
 کا نام ”کیسان“ رکھا گیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی
 اس فرقے کا رئیس اور بانی تھا۔ اس کا لقب ”کیسان“ تھا۔ یہ وہی شخص ہے۔
 کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ طلب کیا۔ اور قصاص
 مانگا۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والوں کو چن
 چن کر قتل کیا۔ اور اس کا اعلان تھا۔ کہ مجھے اس کام پر محمد بن حنفیہ نے مقرر کیا ہے۔

اور اپنے والد بزرگوار کے بعد امام وہی ہیں۔

”فرقہ کیسائیہ، کی بنیاد رکھنے والا جناب محمد بن حنفیہ کے امام ہونے کا معتقد تھا۔ اور جن لوگوں نے اس کے اعتقاد کو اپنایا۔ وہی اس کے پیروکار بنے۔ اور یوں ایک ”فرقہ“ معرض وجود میں آیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے مقابلہ امام حسن و حسین کے بھی کچھ لوگ معتقد تھے۔ دوسرے الفاظ میں اس فرقے نے امام حسن و حسین کی امامت کو تسلیم نہ کیا تھا۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے محمد بن حنفیہ کو امام مان لیا تھا۔ لہذا امام زین العابدین کے دور میں یہ لوگ (کہ جنہوں نے حسین کریمین کی امامت کو تسلیم نہ کیا) محمد بن حنفیہ کی امامت سے کیسے دستبردار ہو سکتے تھے۔ اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ اس فرقے نے تین ائمہ اہل بیت کی امامت کا انکار کیا۔ امام حسن، امامت حسین، امامت زین العابدین رضی اللہ عنہم اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اس فرقہ کا بانی مہدیان بن ابی عبید شتقی تھا۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اسے برا بھلا مت کہو۔ یہ ہمارے اسلاف کا بدلہ لینے والا ہے۔ اور ہمیں مال و دولت دینے والا ہے۔“

رجال کشی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ (ع) قَالَ لَا
تَسُبُّوا الْمُخْتَارَ فَإِنَّهُ قَتَلَ قَلْبَنَا
وَ طَلَبَ بِشَارِنَا وَ زَوَّجَ أَرَامِلَنَا وَ
قَسَمَ فِينَا الْمَالَ عَلَى الْعُسْرَةِ۔

(رجال کشی ص ۱۱۵ تذکرہ مختار بن ابی

عبید شتقی مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”خبردار! مختار بن ابی عبید شتقی کو

گالی مت دو۔ اس نے ہمارے (اباؤ اجداد کے) قاتلین کو تریخ کیا۔ اور ان سے
خون کا بدلہ لیا۔ اور ہمارے غیر شادی شدہ افراد کو بیا۔ جا۔ اور شگدستی کے وقت
ہمیں مال و دولت عطا کیا۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ فرقہ کیسانیہ (بروایت فرق الشیعہ احفرت
حسین کریمین کی امامت کا بھی قائل نہ تھا۔ اس کی ایک شیوہ محقق شیخ محمد حسین تاویل بیان کرتا ہے
اور اس بارے میں راجح قول نقل کرتا ہے۔

الشیعہ فی التاریخ | فَقَدْ ظَهَرَ مَذْهَبُ الْكَيْسَانِيَّةِ

عَلَى الْأَرْضِ جِجْ بَعْدَ شَهَادَةِ الْحُسَيْنِ السَّبِطِ
بِسِتِّ مِئَاتٍ وَقَوْلُهُمْ بِإِمَامَةِ مُحَمَّدِ بْنِ
الْحَنْفِيَّةِ كَانَ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ أَيْضًا لَا بَعْدَ
وَفَاةِ عَلِيٍّ (ع) بِدَلِيلٍ فَصْلٍ كَمَا يَظْهَرُ مِنْ
قَوْلِ الشَّهْرِسْتَانِيِّ مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِمَامَةَ
تَشَبَّهَتْ بِالنَّصْرِ ائْتَلَفُوا بَعْدَ عَلِيٍّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ
إِنَّمَا نَصَّ عَلَى ابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ
الْحَنْفِيَّةِ وَهُؤُلَاءِ هُمُ الْكَيْسَانِيَّةُ.

(الشیعہ فی التاریخ تصنیف شیخ،

محمد حسین شیبلی ص ۲۸ مطبوعہ مصر

بجانبہ)

ترجمہ:

مذہب کیسائیہ کے ظہور کے متعلق راجح ترین قول یہ ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ سال بعد اس کا ظہور ہوا۔ اور ان کیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ محمد بن الحنفیہ امام تھے۔ اس کا بھی چرچا اسی دور میں ہوا۔ ایسا نہیں کہ اس عقیدہ کی تردید حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوراً بعد ہوئی۔ جیسا کہ شہرستانی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے (قول یہ ہے) جو یہ کہتا ہے۔ کہ امامت کا ثبوت نص کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس قول کے قائلین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امامت کے بارے میں اختلاف کیا۔ بعض نے یہ کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت محمد بن الحنفیہ کے بارے میں امامت کی نص ان کی طرف سے تھی۔ یہ کہنے والے کیسائیہ ہیں۔

در الشیعہ فی التاریخ،، کے اس حوالہ سے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ مذہب کیسائیہ کا وجود اور امامت محمد بن حنفیہ کا مسئلہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ سال بعد ہونا راجح قول ہے۔ دوسرا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ کیسائیہ فرقہ انہی شیعوں میں سے رکھا ہے۔ جو خلافت و امامت کو منصوص من اللہ، سمجھتے ہیں۔ گزشتہ سوالہ جات کو مد نظر رکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے۔ کہ جناب محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ اور پھر امامت کے منصب پر فائز ہو کر مختار قسطنطنیہ کو قاتلان حسین سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ اور مختار قسطنطنی نے ان کی امامت کی تشہیر میں مرکزی کردار ادا کیا۔ جس کی وجہ سے ان کی امامت کے معتقدین کو اسی مختار کے لقب دوکیسان،، کی نسبت سے کیسائیہ کہا گیا۔ اور یہ فرقہ ایک حقیقت تھا۔ صرف ہوا۔ میں اس کا فرضی وجود نہ تھا۔ رہا یہ معاملہ کہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا دور کب تھا۔ یا

اپنے اپنی امامت کا اعلان کب کیا؟ ہمیں اس سے غرض نہیں۔ یہ اعلان اولاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ہو یا امام زین العابدین کے دور امامت میں ہو۔ بہر حال آٹھ ضرورت ثابت ہے۔ کہ انہوں نے امامت کا بالمقابل دعویٰ کیا۔ اور اس کے ماننے والے بھی کیسائیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

الحاصل:

امامت کا منصوبی میں اللہ ہوتا ایک شرط ہے کہ جس کی وجہ سے جناب محمد بن حنفیہ ایسے عالم کیتا، مجتہد بے مثال اور بہادر آدمی کو اثر اسلام سے اہل تشیع نے خارج کر دیا۔

حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان پر اس قدر عمل تھا کہ جنگ جمل اور صفین میں جھنڈا ان کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے عظیم منصب و مقام کے مالک ہیں۔ حسین کو بھی کوا نکھیں اور خود کو ان کی مخالفت کرنے والا ہاتھ فرما رہے ہیں۔ ان تمام خصوصیات کے ہوتے ہوئے اللہ کی نافرمانی سے بقول امام رضا بچہ ہے لیکن امامت کی مذکورہ شرط نے اتنے بڑے جید عالم، مجتہد، عابد، متقی اور بہادر آدمی کو بروز قیامت دور و سیاہ ثابت کر دیا۔

اے کاش! اس من گھڑت شرط کو اگر ماننا ہی تھا۔ تو اولاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تو معاف کر دیا جاتا۔

لیکن کر بلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے پورے کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دینے والے اگر اولاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ایک اور کو تحریر ہی طور

جہنمی اور کافر و سیاد بنا دیں تو یہ ان کی عادت ہے۔

مذکورہ حوالہ جات سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ شیعوں کا اہل بیت میں سے مشہور افراد کو منصوص من اللہ امام قرار دینا قطعاً و یقیناً

ہے۔ ورنہ چاہیے تھا کہ سب سے پہلے اس بات کا علم حضرت علی کے فرزند محمد بن

حنفیہ کو ہوتا۔ جن کا علم و عمل مشہور زمانہ تھا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی کے فرزند

کو اس قدر اہم مسئلے کی خبر نہ ہو اور آج کے شیعوں کو اس کی خبر ہو۔

۲۔ اہل بیت میں سے یہ مشہور بارہ امام و نیر اولیاء کا طین اور قہار و محدثین کی طرح

مسائلوں کے ذریعہ امام ہیں بسینہ ہی ظاہری خلافت و حکومت کو ان کے لیے

مخصوص مانا صحیح ہے۔ اور نہ ہی ان کی امامت کا منکر کا ہے۔ ورنہ

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ان گنت معتدّر شخصیات کا فر قرار پائیں گی

یہی اس لمبی چوڑی بحث امامت کا خلاصہ ہے۔

مقصداتے ثانی

حضرت زید بن امام زین العابدین کا مقام اور امام

باقر کے مقابلہ میں ان کا دعوئی امامت

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کا مقام؛

تفسیر فرات کوفی فرات قَالَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ
عَبِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَشَكٍ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ
كَيْفَ زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ فِي قُلُوبِ أَهْلِ الْعِرَاقِ
فَقَالَ لَا أَحَدِيكَ عَنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ وَلَكِنْ
أَحَدِيكَ عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ الشَّازِلِيُّ
بِالْمَدِينَةِ قَالَ صَحِبْتُ زَيْدًا مَا بَيْنَ
مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَكَانَ يُصَلِّي الْفَرِيضَةَ
ثُمَّ يُصَلِّي مَا بَيْنَ الصَّلَوَاتِ وَيُصَلِّي اللَّيْلَ

كُلُّهُ وَيَكْتُرُ الشَّيْخَ وَيُرِدُّ رَوْجَاءَ تَسْكُرُهُ
 الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ أَفَصَلَ
 بِمَا لَيْكَةَ مِنْ ذَلِكَ شَرُّ مِرْدَدُ هَذِهِ الْآيَةِ
 لَنْ قُلْتَ لَكَ قَرِيْبًا مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ فَانْتَبَهْتُ
 وَهُوَ رَافِعٌ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَقُولُ السُّهُو
 عَذَابُ النَّمِيَا أَيْسَرُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ ثُمَّ
 انْتَهَبَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ وَقُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ
 لَقَدْ جَزَعْتَنِي فِي كَيْلَتِكَ هَذِهِ جَزَعًا مَا كُنْتُ
 أَعْرِفُهُ قَالَ وَيُحَاكُ يَا نَارِي إِنْ رَأَيْتُ
 اللَّيْلَةَ وَأَنَا فِي سُجُودِي وَاللَّهُ مَا أَنَا
 بِالْمُسْتَقِيلِ يَوْمًا إِذْ دُفِعَ لِي زُمْرَةٌ مِنَ
 النَّاسِ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ تَلْمَعُ مِنْهَا الْإِبْصَارُ
 حَتَّى أَحَاطُوا بِي وَأَنَا سَاجِدٌ فَقَالَ كَبِيرُهُمْ
 الَّذِي يَسْمَعُونَ مِنْهُ أَمْ هُوَ ذَلِكَ فَتَالَعَا
 نَعَمْ قَالَ أَبَشِرْ يُزِيدُ فَإِنَّكَ مَقْتُولٌ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ وَمَصْلُوبٌ وَمَحْرُوقٌ بِالنَّارِ
 وَلَا يَمْسُكَ النَّارُ بَعْدَهَا أَبَدًا
 فَانْتَبَهْتُ وَأَنَا فَزَعٌ وَاللَّهُ يَا نَارِي
 لَوِ دِدْتُ لِي أُحْرِقْتُ بِالنَّارِ ثُمَّ
 أُحْرِقْتُ بِالنَّارِ وَأَنْتَ اللَّهُ أَصْلَحَ
 بِهَذِهِ الْأُمَّةِ أَمْرًا.

(۱۔ تفسیر قرأت کوئی ص ۴۶ تا ۱۴۰)

مطبوعہ مطبع حیدرینہ نجف اشرف)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۸-۲۰)

تاریخ علی بن حسین۔ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ میں نے محمد بن خالد سے پوچھا۔ کہ جناب زید بن علی کے بارے میں اہل عراق کے کیا خیالات و جذبات ہیں۔ کہنے لگے۔ میں تمہیں عراقیوں کی بات نہیں بتا رہا۔ بلکہ مدینہ میں رہنے والے ایک ازلی نامی شخص کی زبانی یہ بات بتا رہا ہوں۔ وہ فرماتے تھے کہ میں مدینہ اور مکہ کے درمیان سفر کے دوران زید بن علی کے ساتھ شریک سفر تھا۔ وہ فرضی نماز ادا فرماتے۔ پھر ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک درمیانے وقت میں نوافل کے اندر مشغول رہتے۔ اور رات بھر اسی طرح نماز پڑھتے گزار دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بکثرت کرتے۔ اور یہ آیت بار بار پڑھتے اور ابی سکرات موت حق کے ساتھ اور یہ وہی ہے جس سے کوکرتا تھا، انہوں نے ایک رات ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر یہی آیت لوٹاتے رہے۔ اور اس وقت اُدھی رات ہو چکی تھی۔ میں جب جاگا۔ تو دیکھا۔ انہوں نے ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور توں کہہ رہے ہیں۔ اے میرے اللہ! دنیا کا عذاب قیامت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت آسان اور نرم ہے۔ پھر میں اٹھا اور ان کے قریب جا کر عرض کیا۔ اے رسول خدا کے بیٹے!

اُپنے آج کی رات اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی عاجزی اور انکساری کی کہ میں نے ایسی عاجزی کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ کہنے لگے۔ اسے نازلی ہاتھ پر افسوس! میں نے آج رات بحالت سجدہ دیکھا۔ خدا کی قسم! میں کل تک زندہ نہ رہوں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ لوگوں کی ایک جماعت میرے سامنے پیش کی گئی ان کے کپڑے ایسے تھے۔ کہ جنھیں دیکھ کر آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس جماعت نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور میں سجدہ میں ہوں۔ تو ان میں سے ایک بڑے نے کہا۔ کہ جس کی باتوں پر وہ سبھی عمل کرتے اور کان لگا کر اس کی باتوں کو سنتے ہیں۔ کیا یہ وہی ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں وہی ہے۔ اس سردار نے کہا۔ اسے زید! تجھے خوش خبری ہو۔ تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے گا۔ سولی چڑھایا جائے گا۔ اور آگ میں جلایا جائے گا۔ پھر اس کے بعد تجھے کبھی بھی آگ نہ چھوئے گی۔ میں اٹھا۔ اور میں ڈرا ہوا تھا۔ خدا کی قسم اسے نازلی! میں چاہتا ہوں۔ کہ مجھے آگ میں جلایا جائے۔ پھر دوبارہ (جسم کو تندرست کر کے) آگ میں جلایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ کا حال بہتر فرماوے۔

حضرت زید بن علی کی شہادت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے افسوس کیا اور ان سے مذاق کرنے والے

کے لیے امام جعفر نے بدعا کی۔

تاریخ ائمہ

جب زید شہید کر کے سولی پر چڑھائے گئے۔ تو ایک شخص نے رات کو خواب

میں دیکھا۔ کہ حضرت رسول خدا اس درخت سے (جس پر جناب زید کو سُوی دی گئی تھی) تکبیر کئے فرماتے ہیں۔ انا لله وانا الیہ راجعون، افسوس یہ لوگ میرے بیٹے کے ساتھ یہ ظلم کر رہے ہیں۔

(عمدة الطالب ص ۲۴۸)

اس وقت آپ کی عمر ۴۳ سال کی تھی۔ اس حساب سے آپ کی ولادت ۸۰ھ میں معلوم ہوتی ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ جب جناب زید کا بدن داری پر چڑھایا گیا، تو کڑی نے جالا لگا کر ان کی شرمگاہ کو چھپا دیا۔ آپ کی شہادت پر مضمک کرتے ہوئے ایک شخص نے دو شعر کہے۔ جس سے آپ کی مذمت مقصود تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان شعروں کو سنا۔ تو دعا فرمائی۔ کہ اے خدا! اگر شعر کہنے والا جھوٹا ہے۔ تو اس پر تو اپنے درندے کو مسلط فرما۔ اس کے کچھ دنوں بعد وہ شخص کو فد کی طرف بلانے لگا۔ تو راستہ میں ایک شیر آیا۔ اور اس کو پھاڑ ڈالا۔ حضرت امام جعفر صادق نے سنا تو فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْجَزَنَا مَا وَعَدَنَا.

ترجمہ:-

اس خدا کا شکر جس نے وہ بات پوری کر دی جس کا مجھ سے وعدہ کیا تھا۔

تاریخ ائمہ ص ۲۶، ۲۷ چوتھا باب

مطبوعہ لاہور

قول امام جعفرؑ

میرے چچا زیدؑ ان شہداء کی مانند ہیں جنہوں

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور میں کریمین کے ساتھ

جام شہادت نوش فرمایا

بحار الانوار

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَيَّابَةَ قَالَ خَرَجْنَا وَ
 نَحْنُ سَبْعَةٌ نَفَرٍ فَأَتَيْنَا الْمَدِينَةَ
 فَدَخَلْنَا عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فَقَالَ أَعِنْدَكُمْ خَيْرٌ عَمِّي زَيْدٍ فَقُلْنَا
 فَدَخَرَجَ أَوْ هُوَ خَارِجٌ قَالَ فَإِنْ أَتَاكُمْ
 خَيْرٌ فَأَخْبِرُونِي فَمَكَّشْنَا أَيَّامًا فَنَأَتْ
 رَسُولُ بِسَامِ الصَّرْفِيِّ بِكِتَابٍ فِيهِ أَمَّا
 بَعْدُ فَإِنَّ زَيْدًا خَرَجَ يَوْمَ الْأَرْبَعَا
 عَشْرَةَ صَفْرٍ فَمَكَتْ الْأَرْبَعَا وَالْخَمِيسَ
 وَقُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقُتِلَ مَعَهُ فُلَانٌ
 وَفُلَانٌ فَدَخَلْنَا عَلَى الصَّادِقِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَرَفَعْنَا إِلَيْهِ الْكِتَابَ فَقَرَأَ وَبَكَى ثُمَّ
 قَالَ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ عِنْدَ اللَّهِ
 أَحْتَسِبُ عَمِّي إِنَّهُ كَانَ نِعْمَ الْعَمْرَأَتِ
 عَمِّي كَانَ رَجُلًا يَدُنِيَانَا وَآخِرَتِنَا مَضَى وَ
 اللَّهُ عَمِّي شَهِيدٌ كَشْهَدَاءِ أُمَّتِ شَهِيدٌ وَآمَعَ
 رَسُولِ اللَّهِ وَعَلِيِّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
 صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ

۱۔ بحار الانوار جلد ۲ ص ۷۵ آئینہ

علی بن الحسین السجاد الخ مطبوعہ تہران

طبع جدید

۲۔ بیون الاخبار الرضا جلد اول ص

۱۹۷ مطبوعہ حیدرآباد اشرف

طبع جدید

ترجمہ:

عبداللہ بن سیدنا سے روایت ہے۔ ہم سات آدمیوں کی ایک
 جماعت مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ مدینہ پہنچ کر ہم امام جعفر صادق رضی
 کی ملاقات کو حاضر ہوئے۔ دوران ملاقات آپ نے ہم سے پوچھا کیا
 تمہیں جناب زید کے بارے میں کوئی علم ہے؟ ہم نے عرض کیا انہوں
 نے یا تو فروج کر لیا ہے۔ یا کرنے والے ہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ اچھا۔ جب
 تمہیں ان کے متعلق کسی بات کا علم ہو۔ تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ ہم وہاں کچھ
 دن ٹھہرے۔ ایک دن بسام مصرفی کا اہلی آیا۔ اور اس کے پاس ایک

رقعہ اس مضمون کا تھا۔ اما بعد ازید نے بروز بدھ صبح کیا۔ اور صفر کے مہینہ کی ابتدائی تاریخ تھی۔ بدھ اور جمعرات دو دن اسی طرح گزر گئے۔ اور جمعہ کے دن ان کو بعد ان کے دیگر ساتھیوں کے شہید کر دیا گیا ہے۔ ہم یہ رقعہ لے کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوئے۔ آپ کو مذکورہ رقعہ دیا۔ پڑھ کر آپ رو دیئے پھر انا اللہ وانا الیہ راجعون کہا۔ اور فرمایا۔ میں اللہ کے حضور اپنے چچا کا حساب لوں گا۔ وہ بہترین چچا تھے۔ میرے چچا ہماری دنیا اور آخرت کے لیے ایک فرد کامل تھے۔ شہید ہو گئے۔ خدا کی قسم! میرے چچا ان شہداء جیسے ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ اور حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں نازل ہوں۔

حضرت زید بن علی نے اپنے رفقاء کے لیے جنتی

ہونے کی ضمانت اٹھائی۔ اور امام جعفر صادق رضی

نے ان کی شہادت کی خبر سن کر آنسوؤں سے اپنی

داڑھی تر کر لی تھی۔

عمیون اخبار الرضاء | عَنِ الْقُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اِنْتَهَيْتُ
إِلَى زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحَسَنِ (ع) صَبِيحَةَ يَوْمٍ

خَرَجَ بِالنُّكُوفَةِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ يُعِينُنِي
 مِنْكُمْ عَلَيَّ قِتَالِ أَتْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ فَوَالَّذِي
 بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا لَا يُعِينُنِي
 مِنْكُمْ عَلَيَّ قِتَالِهِمْ أَحَدٌ إِلَّا أَخَذْتُ بِيَدِهِ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ بِإِذْنِ اللَّهِ
 عَزَّ وَجَلَّ فَلَمَّا قُتِلَ اكْتَرَيْتُ رَاحِلَةً وَ
 تَوَجَّهْتُ نَحْوَ الْمَدِينَةِ فَدَخَلْتُ عَلَى أَبِي
 عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَقُلْتُ فِي نَفْسِي وَاللَّهِ لَأُخْبِرَنَّ
 بِقَتْلِ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ فَيَجْزَعُ عَلَيْهِ فَلَمَّا
 دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ بِي مَا فَعَلَ عَمِّي زَيْدٌ
 فَخَنَقْتَنِي الْعِبرَةُ فَقَالَ قَتَلُوهُ قُلْتُ أَيْ
 وَاللَّهِ قَتَلُوهُ قَالَ فَصَلَبُوهُ قُلْتُ إِي
 وَاللَّهِ فَصَلَبُوهُ قَالَ فَأَقْبَلَ بِيكِي دُمُوعُهُ
 تَسْحَدِرُ عَن جَانِبِي خَذِرَ كَأَنَّهَا الْجَمَانِ
 ثُمَّ قَالَ يَا فَضِيلُ شَهِدْتَ مَعَ عَمِّي زَيْدٍ
 قِتَالَ أَهْلِ الشَّامِ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَكَمْ
 قَتَلْتَ مِنْهُمْ قُلْتُ سِتَّةً قَالَ فَلَعَلَّكَ
 شَاكٌ فِي دِمَائِهِمْ قُلْتُ لَوْ كُنْتُ شَاكًا
 فِي دِمَائِهِمْ مَا قَتَلْتُهُمْ فَسَمِعْتُهُ
 وَهُوَ يَقُولُ أَشْرَكَنِي اللَّهُ فِي تِلْكَ الدِّمَاءِ
 مَضَى وَاللَّهُ زَيْدٌ عَمِّي وَأَصْحَابِي الشُّهَدَاءُ

مِثْلَ مَا مَضَى عَلَيْهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (ع) وَأَصْحَابُهُ۔

(عمون اخبار الرضا تصنیف شیخ

صدوق جلد اول ص ۱۹۸ باب ۲۵

ما جاء عن الرضا ع الخ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

فضیل بن یسار کہتے ہیں۔ کہ میں اس صبح کہ جب زید بن علی نے کوفہ میں خروج کیا۔ ان کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا۔ ان شایموں کے خلاف تم میں سے کون میری مدد کرے گا۔ اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ تم میں سے جو بھی آج میری مدد کرے گا۔ میں کل قیامت کو اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے حکم سے جنت میں لے جاؤں گا۔ پھر جب انہیں شہید کر دیا گیا۔ میں نے ایک سواری کر لے کر پڑی۔ اور مدینہ کی سمت روانہ ہوا۔ یہاں پہنچنے پر میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ قسم خدا! میں انہیں جناب زید کی شہادت کی خبر سناؤں گا۔ جب میں ان کے ہاں آ گیا۔ تو انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میرے چچا کا کیا حال ہے؟ مددہ کی وجہ سے میرا گلابونے سے رُک گیا۔ پھر سنبھل کر میں نے عرض کیا۔ انہیں خدا کی قسم قتل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا انہیں سولی پر لٹکایا گیا۔ میں نے کہا۔ خدا کی قسم انہیں سولی پر لٹکایا گیا۔ رادہ کی کتاب ہے کہ پھر امام جعفر رضی اللہ عنہ رو دیئے۔ آپ کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو آپ کے رخسار کی دونوں جانب موتیوں کی طرح گر رہے تھے۔ پھر پوچھا۔

اسے فضیل! کیا تم بھی شامیوں کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ عرض کیا۔ ہاں
 میں موجود تھا۔ پوچھا۔ تم نے کتنے شامی مارے۔ عرض کیا۔ چھ۔ پھر پوچھا۔
 شاید تم ان کے خون گرانے میں کچھ شک اور تردد رکھتے ہو گے۔ عرض کی۔
 اگر مجھے شک گزرتا تو میں ان کو ہرگز قتل نہ کرتا۔ اس کے بعد میں نے امام
 موصوف کو یہ فرماتے سنا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان شامیوں کے قاتلین
 جیسا ابر عطا فرمائے۔ خدا کی قسم! میرے چچا اور ان کے ساتھ جاہم شہادت
 نوش فرمانے والے حضرات ان حضرات کی مانند ہیں۔ جنہوں نے حضرت
 علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی معیت میں شہادت پائی۔

حضور کے ارشاد کے مطابق جناب زید اور ان کے ساتھی

بغیر حساب جنت میں جائیں گے

بحار الانوار

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الْبَاقِرِ
 عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِلْحُسَيْنِ
 يَا حُسَيْنُ يَخْرُجُ مِنْ صُنْدُوكَ رَجُلٌ
 يُقَالُ لَهُ زَيْدٌ يَتَخَطَّى هُوَ وَأَصْحَابُهُ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَابِ السَّاسِ
 عُزْرًا مُحَجَّلِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

بِلَا حِسَابٍ

(بحار الانوار جلد ۲۴ ص ۱۷۰-۱۷۱)
تاریخ علی بن الحسین الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے آباؤ اجداد کرام سے روایت کرتے ہیں۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے
حسین! تیری پشت سے ایک مروزی بنا لی آئے گا۔ وہ اور اس کے ساتھی
قیامت کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آئیں گے۔ ان کے چہرے
روشن اور تابناک ہوں گے۔ اور بلا حساب جنت میں داخل ہوں۔

الحاصل:

مذکورہ روایات جو کہ مسند اور مرفوع ہیں۔ ہم نے کتب شیعوں میں سے معتبر کتب سے
نقل کیں۔ ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ شخصیت ہیں۔
۱۔ جن کی رحمت شان خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرات ائمہ اہل بیت نے
ذکر فرمائی۔

۲۔ جو دن بھر فرضی نمازوں کے بعد نوافل پڑھتے اور رات بھر یا وہ خدا میں مصروف
رہتے۔

۳۔ جنہوں نے صرف امت کی بہتری کی خاطر جاہ شہادت نوش فرمایا۔
۴۔ جو ان شہداء کی مانند ہیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کی معیت میں شہادت نصیب ہوئی۔

۵۔ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا حساب جنتی ہونے کی بشارت دی۔
 ۶۔ جن کی محبت اور الفت کی وجہ سے خیر شہادت سن کر امام جعفر صادق اتنے رستے
 کو اڑھی مبارک تر ہو گئی۔

۷۔ بروایت بخارا لانا اگر کوئی شخص ان کی شرمگاہ کی طرف (سولی پر لٹکنے کے دوران) دیکھے
 گا۔ وہ دوزخی ہوگا۔

۸۔ حضور ختمی مرتبت نے ان کی شہادت گاہ پر جا کر انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔

۹۔ جن کی شان میں گستاخانہ شعر کہنے والے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 نے بددعا کی۔ جو پوری ہوئی۔

ان خوبیوں اور اوصاف کے مالک کے بارے میں اپنی طرف سے گھڑی گئی ایک
 شرط دو امام کا منصوب من اللہ ہونا، کی وجہ سے کفر اور زندیق ہونے کا فتویٰ دینا اور کل
 قیامت میں ان کے رُوسیاہ ہونے کا اعلان کرنا کوئی عقیدت ہے۔ اور کسی محبت
 اہل بیت ہے۔؟ درحقیقت یہ تو حضرات اہل بیت کے ساتھ اہتہائی لفظ و عداوت اور توہین
 اہمیز سلوک کیا جا رہا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو ان کے حق میں گستاخانہ شعر
 کہنے والے کے لیے بددعا کریں۔ اور بددعاؤں میں اہل بیت، ان کو سرے سے اسلام سے
 ہی نکال باہر پھینکیں۔ تو کیا ایسے فتویٰ بانڈوں کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 بددعا کریں گے۔؟

اگر کوئی شیعوں یہ کہے۔ کہ ہم حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت تسلیم کرتے
 ہیں۔ لیکن ہمارے جس قاعدے کی مخالفت کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ یعنی یہ کہ انہوں
 نے امام وقت کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کیا۔ اس کا کوئی ٹھوس ثبوت درج کرنا چاہیے
 تو لیجئے۔ ہم اہل تشیع کی ہی معتبر کتب سے اس کا ثبوت نقل کر رہے ہیں۔



حضرت زید بن علی کا دعویٰ امامت اور اس

کے لیے دلائل

حضرت زید بن علی نے امام باقر کے مندرجہ فرمایا امام تم، نہیں

میں ہوں

اصول کافی؛

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ بْنِ
الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَخَلَ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ
مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَ مَعَهُ كِتَابٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ
يَدْعُونَهُ فِيهَا إِلَى أَنْفُسِهِمْ وَيُخْبِرُونَ نَسَبَهُ
بِاجْتِمَاعِهِمْ وَيَأْمُرُونَهُ بِالْخُرُوجِ فَقَالَ لَهُ
أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذِهِ الْكُتُبُ ابْتِدَاءُ
مِنْهُمْ أَوْ جَوَابُ مَا كَتَبْتَ بِهِ إِلَيْهِمْ وَ دَعْوَاهُمْ
إِلَيْهِ ؛ فَقَالَ بَلْ ابْتِدَاءُ مِنَ الْقَوْمِ لِمَعْرِفَتِهِمْ
يَحَقُّنَا وَ يَقْرَأُ بَيْنَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ لِمَا يَجِدُونَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ
وَ جَلَّ مِنْ وَجُوبِ مَوَدَّتِنَا وَ فَرْضِ طَاعَتِنَا
وَ لِمَا نَحْنُ فِيهِ مِنَ الصِّبْقِ وَ الصَّنْدِيقِ وَ
الْبَلَاءِ فَقَالَ لَهُ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الطَّاعَةَ مَفْرُوضَةٌ بِمِنْ اَللّٰهِ عَزَّ وَ
 جَلَّ وَسُنَّتُهُ اَمُّهَا فِي الْاَوْلِيَّيْنَ وَكَذٰلِكَ
 يُجْرِيهَا فِي الْاٰخِرِيْنَ وَالطَّاعَةَ لِوَاٰحِدٍ
 مِنَّا وَالْمَوَدَّةُ لِلْجَمِيْعِ وَاَمْرُ اَللّٰهِ يَجْرِي
 لِاَوْلِيَآئِهِ بِحُكْمٍ مَوْصُوْلٍ وَقَضَاٍ مَقْصُوْلٍ
 وَحَتْمٍ مَقْضِيٍّ وَقَدْرٍ مَقْدُوْرٍ وَاَجَلٍ
 مَسْمُوْمٍ يُوْقَتُ مَعْلُوْمٍ فَلَا يَسْتَحِقُّكَ الَّذِيْنَ
 لَا يُوْقِنُوْنَ اَنْتَهُمْ لَنْ يُقْتُوْا عَنْكَ مِنْ اَللّٰهِ
 شَيْئًا فَلَا تَعْجَلْ فَاِنَّ اَللّٰهَ لَا يَعْجَلُ لِعُجْلَةٍ
 الْعِبَادِ وَلَا تَسْتَبِقَنَّ فَتَنْجِزَكَ اللَّيْلَةُ
 فَتَضْرِبَكَ فَالَ فغَضِبَ زَيْدٌ عِنْدَ ذٰلِكَ
 ثُمَّ قَالَ لَيْسَ الْاِمَامُ مِنَّا مَنْ جَلَسَ فِي
 بَيْتِهِ وَاَرْخَى سِتْرَهُ وَثَبَطَ عَنِ الْجِهَادِ
 وَلٰكِنَّ الْاِمَامُ مِنَّا مَنْ مَنَعَ حَوْرَتَهُ
 وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اَللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَ
 دَفَعَ عَنِ رِعِيَّتِهِ وَذَبَّ عَنْ حَرِيْمِهِ -

(اصول کافی جلد اول ص ۳۵۶-۳۵۷)

کتاب الحجۃ، باب

ما یفصل بہ بیان

للحق الخ۔ مطبوعہ تہران

طبع جدید

متوجہ ہو،

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو فر کے لوگوں کے کچھ خطوط لیے امام ابو جعفر کے پاس آئے۔ ان خطوط میں انہوں نے جناب زید کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ اور اپنے جمع ہونے کی اطلاع کی تم کو اور خروج کا حکم دینے دیکھ کر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ خطوط ابتداء ان کی طرف سے ہیں۔ یا تمہارے کسی خط کے جواب میں لکھے گئے۔ یا تم نے اس امر کی انہیں دعوت دی؟ اس کے جواب میں جناب زید نے کہا: ہاں کی ابتداء ان کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہ لوگ ہمارے حقوق سے بخوبی واقف ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری قرابت کا انہیں بخوبی علم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمارے ساتھ دوستی کے وجوب کو اور طاعت کے فرض کو وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور اس لیے کہ انہوں نے ہماری تنگدستی پریشان حالی اور مصائب کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے کدھک اللہ کی طرف سے طاعت فرض کی گئی ہے۔ اور یہ ایسا طریقہ ہے۔ جو پچھلے گورے لوگوں میں چلا آ رہا ہے۔ اور اسی طرح بعد میں آنے والوں میں بھی جاری رہے گا۔ اور ہم میں سے کسی ایک کی طاعت ہے۔ اور ہم تمام سے محبت و دوستی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے اولیاء میں جاری ہوتا ہے یہ حکم متصل جاری ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے امام ہمدانی تک) یہ رجوع ان کی طرف فیصل شدہ ہے۔ اور یقینی امر ہے۔ اور ایک وقت مقررہ تک اس کی مدت معین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ پر یقین نہ رکھنے والے کہیں تمہیں، دعوہ میں نہ ڈال دیں۔ (چونکہ تم امام منصور من اللہ ہونے کا

ارادہ رکھتے ہو لہذا) یہ لوگ، تمہیں عذاب الہی سے نہیں بچا سکتے۔ لہذا تم جلد بازی سے کام نہ لو۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کی جلد بازی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ مصیبت تمہیں عاجز کر دے گی۔ اور نیچے گرا دے گی۔ یہ سن کر جناب زید بن علی کو غصہ آگیا۔ اور کہا۔ ہم میں سے امام ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ اور مکان کے سامنے پردے ڈالے رکھے۔ اور جہاد سے روگردانی کر کے بیٹھ جائے۔ بلکہ ہمارا امام ایسا ہوتا ہے۔ جو اسلامی حدود سے لوگوں کو روکے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرے جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اور رعایا سے ظالموں کے ظلم کو دور کرے۔ اور اپنے حرم دستورات کی حفاظت کرے۔

اس روایت کی تشریح و تفصیل کرتے ہوئے لاقزوبی نے وضاحت و صراحت سے لکھا۔ کہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ نے امام محمد باقر کے مقابلہ میں اپنی امامت کا اعلان کیا اور اس کی وجوہات بھی ذکر کیں۔ ملاحظہ ہو۔

الصافی شرح اصول کافی | پس غضب تا کہ شد زید نزد اہل ایمان

بانیکہ تو امام ہستی و من امام بعد از اہل برائے اہل کہ خروج بسیت کے از شرط امامت است۔ اہل در من است نہ در تو گفت تیسیت امام از جملہ اہل بیت رسول کے کہ شست در خانہ خود و او بخت پردہ خود را و کا سدا جہاد و امر بترک جہاد کرد و لیکن امام زمانہ کے است کہ نگاہاری کرد از ضرر مملکت خود را و جہاد کرد در راہ اللہ تعالیٰ بکار آمدنی جہاد اللہ تعالیٰ و دفع کرد ضرر را از رعیت خود ہاند ضرر را از نگاہا شستن خود۔

العصافی شرح اصول الکافی

جلد دوم جز سوم حصہ اول میں

کتاب الحجۃ باب ہنقا و تہم مطبوعہ
مکتبہ قدیم

ترجمہ:

پس جناب زید بن علی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر غصہ میں آ گئے۔ اور کہا۔ امام تم نہیں بلکہ میں ہوں اس لیے کہ تلوار ہاتھ میں لے کر جہاد کرنا امامت کی شرط میں سے ایک شرط تم میں نہیں بلکہ مجھ میں پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت زید نے مزید فرمایا۔ کہ ہم اہل بیت رسول میں سے وہ شخص امام نہیں ہو سکتا۔ جو گھر میں بیٹھ رہے۔ اور پر وہ ڈال کر خود جہاد سے روگردانی کر لے۔ اور دوسروں کو بھی اس سے روگردانی کی ترغیب دے۔ البتہ ہم میں سے امام وہ ہے۔ جو اپنے ملک کو دشمن کے نقصان سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس سے اس کی دلچسپی ہو۔ اپنی رعیت کے نقصان کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنی مخالفت سے نقصان کو ختم کرے۔

حضرت زید نے امام باقر کی امامت کو دلائل قاہرہ سے

رو کر دیا۔

اصول کافی: عَنْ أَبَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْأَحْوَلُ أَنَّ زَيْدَ
ابْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعَثَ إِلَيْهِ

فَهُوَ مُسْتَخْفٍ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ لِي يَا أَبَا جَعْفَرٍ مَا
تَقُولُ إِنْ طَرَقَكَ طَارِقٌ مِمَّنَا أَتَخْرُجُ مَعَهُ قَالَ
قُلْتُ لَهُ إِنْ كَانَ أَبَاكَ أَوْ أَخَاكَ خَرَجْتُ مَعَهُ
قَالَ فَقَالَ لِي فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ أَجَاهِدُ
هُؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَأَخْرُجُ مَعِيَ قَالَ قُلْتُ لَا مَا
أَفْعَلُ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَالَ فَقَالَ لِي أَتُرْغَبُ
بِنَفْسِكَ عَنِّي قَالَ قُلْتُ إِنَّمَا هِيَ نَفْسٌ وَاحِدَةٌ فَإِنْ
كَانَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ حُجَّةً فَأَلْمُتْخَلِفْتُ عَنْكَ نَائِحٌ وَالْخَارِجُ
مَعَكَ هَالِكٌ وَإِنْ لَا تَكُنْ لِلَّهِ حُجَّةً فِي الْأَرْضِ فَالْمُتْخَلِفُ
عَنْكَ وَالْخَارِجُ مَعَكَ سَوَاءٌ قَالَ فَقَالَ
لِي يَا أَبَا جَعْفَرٍ كُنْتُ أَجْلِسُ مَعَ أَبِي عَلِيٍّ
الْخَوَانَ فَيُلْقِمُنِي الْبُضْعَةَ السَّمِينَةَ وَ
يَبْرِدُ لِي اللَّقْمَةَ الْحَارَّةَ حَتَّى تَبْرُدَ شَفَقَةً
عَلَيَّ وَلَمْ يُشْفِقْ عَلَيَّ مِنْ حَرِّ الشَّارِ إِذَا أَخْبَرَكَ
بِالدِّينِ وَلَمْ يُخْبِرْ نِي بِهِ ؟

(۱- اصول کالی جلد اول کتاب الحجۃ باب

الاضطرار الی الحجۃ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

(۲- بحار الانوار جلد ۲۴ ص ۲۸۰ تاریخ علی

بن الحسین مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ:

ابان سے مروی ہے کہ خبر دی مجھے احوال نے کہ زید بن علی بن حسین نے کسی کو ان کی تلاش میں بھیجا۔ اس زمانہ میں زید چھپا ہوا تھا۔ پس میں ان کے پاس آیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے ابو جعفر! اگر ہم میں سے کوئی اُٹنے والا تمہارے پاس اُٹے۔ تو کیا تم اس کے ساتھ خروج کرو گے۔ میں نے کہا۔ اگر آپ کے باپ یا بھائی ہوں گے۔ تو میں ان کے ساتھ خروج کروں گا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میرا ارادہ ہے کہ اس قوم سے جہاد کرنے کو نکلوں۔ لہذا تم میرے ساتھ ہو۔ میں نے کہا ایسا نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا۔ کیا تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ میں نے کہا میری ایک اکیلی جان ہے۔ آپ کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر روئے زمین پر خدا کی کوئی حجت (منصوص من اللہ امام) ہے۔ تو آپ سے روگردانی کرنے والا ناجی ہے۔ اور آپ کے ساتھ نکلنے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ اور اگر روئے زمین پر کوئی حجت خدا نہ ہو تو آپ سے روگردانی کرنے والا اور آپ کے ساتھ خروج کرنے والا دونوں برابر ہیں۔ انہوں نے کہا اے ابو جعفر! تم کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ جب میں دسترخوان پر کھانا کھاتا تھا۔ تو میرے پدر بزرگوار میرے منہ میں لقمہ دیتے تھے۔ اور عمدہ گوشت کی بوٹیاں مجھے کھلاتے تھے۔ اور گرم لقموں کو پھونک کر ٹھنڈا کرتے تھے۔ تاکہ گرم نہ کھاؤں۔ یہ شفقت تھی میرے حال پر تو جب کھانے کی گرمی میرے لیے برداشت نہ کرتے تھے۔ تو کیا دوزخ میں میرا جانا برداشت کر لیتے بائیں طور کہ جس امر سے تم کو آگاہ کیا مجھے اس کی خبر نہ دی۔

دانشانی ترجمہ اصول کافی جلد اول مترجم ظفر حسن نقوی

شعبی ص ۲۰۰-۲۰۱ مطبوعہ کراچی

ذکر شدہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لاقزونی نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اس قول کی وضاحت کی۔ قول یہ ہے۔ دو اگر امانت برحق میرے لیے نہ ہوتی تو میرے باپ زین العابدین رضی اللہ عنہ اس کی خبر دیتے، للاحظہ ہو۔

صافی:

احول گفت پس زید گفت مرا سے ابو جعفر می نشستم با پدرم بر سر سفره پس بدن می گذاشت پارچه گوشت فر بہ را و خنک میکرد برائے من لقمہ گرم راتا خنک شود تا بخورم برائے ترس آزار بر من آیا نہ ترسید بر من از گرمی آتش و وزخ و فیکہ خیر و اور ترا یا بچہ رستگاری آخرت و رآنست و خیر تدار باں مرادش اینست کہ اگر اینچہ گفتمی حق می بود من گفت۔

(الصافی شرح اصول الکافی جلد

اول جزو سوم حصہ اول ص ۲۳ مطبوعہ

لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

احوال نے کہا۔ پس زید نے مجھے کہا۔ اے ابو جعفر! میں اپنے والد گرامی کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتا تھا۔ وہ موٹے گوشت میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر مجھے کھلاتے تھے۔ اور میرے لیے گرم لقمہ کو ٹھنڈا کرتے۔ تاکہ میں اس کو بغیر تکلیف کے کھا لوں۔ تو جو میری خاطر اتنا غم کیا کرتے تھے۔ وہ دوزخ کی آگ کی گرمی کا میرے لیے غم نہ کھائیں گے۔ پس جب انہوں نے تجھے اس بات کی خبر دی۔ جس میں آخرت کی نجات ہے۔ اور مجھے اس کی خبر نہ دی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جو کچھ تو کہتا ہے۔ حق تھا۔ تو وہ مجھ سے کہہ دیتے۔

ۛ

لمحہ فکریہ

اصول کافی، بحار الانوار اور الصافی کی مستند عبارات آپ نے ملاحظہ کیں۔ یہ عبارات واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہیں۔ کہ امامت کے لیے منصوص من اللہ کی شرط اہل تشیع کی اپنی گھڑی ہوئی شرط ہے۔ کیونکہ اگر یہ شرط ہوتی۔ تو حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ جناب امام باقرؑ کے مقابل میں اپنی امامت کا دعویٰ نہ کرتے۔ اور ان کی امامت کا انکار نہ کرتے۔ اور وہیل کے طور پر یوں نہ کہتے۔ کہ امام کے لیے جہاد کرنا ضروری ہے۔ اور یہ صفت تمہاری بہ نسبت میرے اندر موجود ہے۔ لہذا تمہاری بہ نسبت منصب امامت کا میں زیادہ حق دار ہوں۔

احول کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ امامت منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اور ہر وہ شخص جو اس کا اہل نہیں اگر وہ دعویٰ امامت کرتا ہے۔ تو دوزخی ہے۔ مجھے تمہاری اس بات پر بڑا تعجب آتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ شرط ضروری ہوتی۔ تو میرے والد گرامی مجھے اس کی مخالفت سے باز رکھنے کی ضرورت کوٹھل فرماتے۔ کیونکہ وہ میرے لیے اس قدر خیر خواہ تھے۔ کہ گرم لقمہ تک نہ کھانے دیتے۔ بلکہ ٹھنڈا کر لیتے۔ تو اس قدر شفیق باپ کب یہ برداشت کرے گا کہ امام وقت کی مخالفت کر کے میں دوزخ کی آگ میں جاؤں۔ لہذا اگر یہ شرط ہوتی۔ تو اولاد شفیقت میرے والد ضرور اس سے مجھے آگاہ فرماتے۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امامت کے لیے منصوص من اللہ کی شرط اہل تشیع کی خود ساختہ شرط ہے۔ حضرات ائمہ اس شرط کے قائل نہیں ہیں۔

اہل تشیع اپنے اس ضابطہ کو بروئے کار لاتے ہوئے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کو مخالفت امام کی وجہ سے کافر کہیں گے۔ ایسا کہنا۔ ان کی مقدس بارگاہ میں بہت بڑی گستاخی نہیں؟ اور اس سے اہل بیت کا دل نہ دکھا ہوگا؟ آپ مدعی حق تھے۔ اور ان کی اس صفت کو اہل تشیع نے بھی مانا۔

حوالہ پیش خدمت ہے۔

میرا بیٹا زید حق کا علمبردار ہو گا۔ قول حضرت

علی رضی اللہ عنہ

مقالہ الطالین

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عَلِيٍّ قَالَ يَخْرُجُ يَظْهَرُ الْكُوفَةَ
رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ زَيْدٌ فِي آيَةِ وَالْآيَةُ
الْمَلِكُ لَا يَسْبِقُهُ إِلَّا وَكُونَ وَلَا يُدْرِكُهُ
الْآخِرُونَ إِلَّا مَنْ عَمِلَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ يَخْرُجُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ هُوَ وَأَصْحَابُهُ مَعَهُمُ الطَّوَامِيرُ أَوْ شِبْهُ
الطَّوَامِيرِ حَتَّى يَتَخَطُّوا أَعْتَاقَ الْخَلَائِقِ
تَلْقَاهُمْ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُونَ
هَذَا لَأبي حَلَفٍ الْخَلْفِ وَدُعَاةُ الْحَقِّ
وَيَسْتَقْبِلُهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَيَقُولُ يَا بَنِي قَدْ عَمِلْتُمْ مَا
أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ
حِسَابٍ.

(مقالہ الطالین تصنیف ابوالفرج اصفہانی

ص ۱۳۰-۱۳۱ تذکرہ زید بن علی - مطبوعہ

بیروت مطبع جدیدہ

توجہ:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ کہ میں زید نامی ایک شخص کو پیدا ہو گا۔ جس کے مرتبہ امامت کو اولین و آخرین میں سے کوئی نہ پاسکے گا۔ ہاں جو اس کی مثل اعمال صالحہ کرے گا۔ قیامت کے دن وہ شخص اور اس کے ساتھی صحائف یا مشابہ صحائف لے کر آئیں گے۔ لوگوں کی گردنوں میں پھلانگتے آگے بڑھیں گے۔ ان سے فرشتے ملاقات کریں گے۔ (یعنی انہیں خوش آمدید کہیں گے) پھر ان کے بارے میں فرشتے یوں اعلان کریں گے کہ یہ لوگ سچے جانشین ہیں۔ اور حق کی دعوت دینے والے ہیں۔ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لیے تشریف لائیں گے۔ پھر آپ فرمائیں گے۔ اے میرے بیٹے! تم نے وہ کچھ کیا جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ لہذا اب جنت میں بلا حساب داخل ہو جاؤ۔

دو مقالہ الطالبین، کی روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہما علی حق تھے۔ اور بروز قیامت ان کی شان دیدنی ہوگی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے وقت بلا حساب جنتی ہوتے بلکہ جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیں گے۔ یہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہما ان بارہ ائمہ میں شامل ہیں۔ جو اہل تشیع نے مقرر کر رکھے ہیں۔ جبکہ ان کا نام ان کی فہرست میں نہیں۔ تو ان کا دعویٰ امامت کا اعلان کرنا اہل تشیع کے اصول کے مطابق غلط ٹھہرا۔ کیونکہ ان کے نزدیک دو منصوص من اللہ، وہی بارہ امام ہیں۔ جن کی فہرست میں ان کا نام داخل نہیں۔ اب یہاں سوال اٹھتا ہے۔ کہ باوجود ان بارہ ائمہ میں شامل نہ ہوتے ہوئے انہوں نے دعویٰ امامت کیا۔ اور ان کا دعویٰ امامت حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مقابل میں تھا۔ تو پھر یہ مسلمان کیونکر رہے۔ کیونکہ کسی ایک امام کی امامت نہ ماننا اور اس کے مقابل میں دعویٰ امامت کرنا ان کے نزدیک کفر ہے۔ جب ان کے فتوای کے مطابق یہ دلائل اسلام سے خارج ہوئے

تو پھر ان کے بارے میں مقاتل الطالبین میں مذکورہ فضائل جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ ان کی صداقت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ یعنی ان کا رتبہ بلند و بالا ہونا، فرشتوں کا استقبال کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال فرمانا اور ان کے بلا حساب جنتی ہونے کی بشارت دینا یہ سب باتیں غلط ہوں گی۔ نہ فرشتے کسی غیر مسلم کا استقبال کریں گے۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ اسلام سے خارج شخص کو قیامت کے دن استقبال کرتے ہوئے بلا حساب جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیں گے۔

اب ایک طرف یہ اوصاف مذکورہ ہیں۔ اور دوسری طرف دو منصوص من اللہ، ہوتا ہے دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ اور یہ بھی امر واقع ہے۔ کہ اوصاف مذکورہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان ہوئے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ دو منصوص من اللہ، کی شرط خود الیٰ تشیع نے بنائی اور مقرر کی ہے۔ جو نہ کتاب اللہ میں موجود اور نہ سنت رسول میں اس کی نشاندہی تو اس موازنہ کے بعد تمجیدی نکلے گا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف جو بیان ہوئے۔ وہ حقیقت ہے۔ اور امام کے لیے دو منصوص من اللہ، کی شرط الیٰ تشیع کی من گھڑت ہے۔ جس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ اور جو کچھ ان لوگوں نے اس شرط کے ضمن میں فضائل و مناقب بیان کیے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے بہت پیچ و تاب کھایا۔ وہ از اول تا آخر باطل اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اور میدان تحقیق میں ایک ریت کے گھرنے سے بھی گیا گزرا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بارہ ائمہ کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے

والے کو کافر بھی کہا گیا اور اس کی امامت

کے گن بھی گئے گئے

گزشتہ اوراق میں اصول کافی وغیرہ کتب شیعوہ سے ہم اہل تشیع کا ایک عقیدہ ذکر کر کے وہ یہ کہ جس شخص نے عینہ بدرہ اصول کے علاوہ یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کیا وہ مدعی امامت دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جو ایسے کو خارج الاسلام نہ جانے وہ بھی مسلمان نہیں۔ اس عقیدہ کے بطلان اور من گھڑت ہونے پر اس مقام و موقع کے مناسب ہم ایک گزارش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب زید بن علی رضی اللہ عنہ نے دعویٰ امامت کیا تو بہت شیعیان علی ان کے ہم نوائی گئے۔ لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ جناب زید کی کامیابی کے امکان تقریباً ختم ہو رہے ہیں۔ تو اپنی دریرینہ روایت کو دہرائے ہوئے ان سے طلبہ کی اختیار کر کے لیے بہانے تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خود طواغیت پھر شہید کرنے پر بھی تل گئے۔ ان طلبہ کی پسند شیعوں نے ایک بہانہ یہ ڈھونڈ نکالا۔ کہ زید بن علی رضی اللہ عنہ شیعیان کو اچھے الفاظ سے یاد کرتا ہے اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ لہذا ہمیں ان سے طلبہ ہو جانا چاہیے اس واقعہ کو خود ان کی کتب نے ذکر کیا۔

ناسخ التواریخ

پہلے اصحاب زید بن علی سے کہتے ہیں کہ یوسف بن عمران احوال ابو خیر
گوریدہ و بیہوش امرا و برآمدہ است۔ رؤسائے ایشاں بخد متلدید در آمدند و
گفتند یرحمک اللہ و دلتی ابی بکر و عمر چہ گوئی۔ زید فرمود خدا سے ایشاں را بیامزدو

برحمت بر خوروار فرماید ازل بیت خود شیندہ ام کہ در حق این دو تن جز بہ خیر سخن
 کند۔ سخت تر سخنے کہ من در بارہ ایشاں در آنچه شما مذکور می نماید گویم این است
 انا کنا حق سلطان ما ذکر تہ من رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ والہ وسلم و من الناس اجمعین فدفعونا عنہ
 ولیریلغ ذالک عندنا بہم کفراً وقد ولوا قعدنا
 فی الناس و عملوا بالکتاب والستہ،، بدستیکہ کہ سزاوار تہم
 بہ خلافت و رہبر کی امت از خلفائے پیغمبر و از تمامت مردمان پس ما را از حق ما باز
 داشتند لکن این کردار نہ باں مقام رسید کہ موجب کفر ایشاں گردد و چون ایشاں
 وائی امر مسلمانان شدند بعدالت رفتند و کتاب خلائے و سنت رسول عمل
 نمودند۔

(۱۔ ناسخ التواریح حالات امام جعفر

جلد ۲ ص ۵۳-۵۴ شہادت زید

بن علی و قانع سال یک صد و بیست

دوم ہجری۔ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

(۲۔ عمدة الطالب فی انساب آل

ابی طالب۔ ص ۲۵۶۔ اخبار زید الشہید

مطبوعہ قم۔ ایران)

ترجمہ:

جب حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں (شیعوں) کو یہ معلوم ہو گیا

کہ یوسف بن عمران کے حالات سے واقف ہو چکا ہے۔ اور ان کے معاملہ

کی تفتیش شروع کر چکا ہے۔ تو ان کے سر کردہ لوگ جناب زید کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ اور عرض بجلائے۔ کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ کا ابو بکر اور عمر کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ جناب زید نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی ہے۔ اور اپنی رحمت سے ان کو نوازا ہے۔ میں نے اپنے اہل بیت سے ان کے متعلق اچھی بات کے سوا کبھی کچھ نہ سنا۔ اور ان حضرات کے بارے میں میرے سخت ترین خیالات یہ ہیں۔ کہ بے شک ہم امت و خلافت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام اور دیگر لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔

تو ان حضرات نے (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے اپنی خلافت کا اعلان کر کے جو، ہمیں موقع نہ دیا۔ اور محروم رکھا۔ ان کا ایسا کرنا کوئی کفر کا سبب نہیں بن جاتا۔ (کہ میں انہیں اس بنا پر کافر کہتا پیروں) اور یہ حقیقت ہے۔ کہ جب یہ حضرات منصب ولایت اور خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو انہوں نے لوگوں میں خوب انصاف پھیلایا۔ اور اللہ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کار بند رہے۔

عبارت و وجہ بالا سے معلوم ہوا۔ کہ جناب زید بن علی رضی اللہ عنہ کے دعویٰ امامت کے بعد بہت سے لوگ ان کے ہم نوا اور تائید کرنے والے موجود تھے۔ اگر عقیدہ یہی ہوتا۔ کہ امامت و منصوبی من اللہ، ہوتی ہے۔ تو اولاً خود حضرت زید رضی اللہ عنہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ اور اسی عقیدے کی بنا پر وہ حضرات۔ شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں نہ خود اچھے خیالات رکھتے۔ اور نہ اپنی اہل بیت سے اس قسم کے اچھے خیالات انہیں سننے میں آتے کیونکہ یہ دونوں جبکہ خلفائے ثلاثہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں خلیفہ و امام بنے تھے۔ حالانکہ امامت و خلافت بقول شیخہ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے منصوص من اللہ تھی۔

ثانیاً اگر حضرت زید نے اہل تشیع کے متفق علیہ عقیدہ کی مخالفت کر ہی لی تھی۔ تو پھر کوئی

بھی ان کی ہم نوائی نہ کرتا۔ کیونکہ ایسا کرنا کفر تھا۔ اور اپنے آپ کو کافر کون بناتا ہے؟
 ثالثاً چلو بھولے سے اگر لوگوں نے جناب زید کا ساتھ دیا۔ اور ان کی تائید کر دی۔ تو
 پھر اس سے جان چھڑانے کا بہانہ یہ کیسے بن گیا۔ کہ ان کے حضرات شیخین کے متعلق عیالات
 اچھے نہیں ہیں۔ بلکہ یوں کہتے کہ ہم بھولے رہے۔ امامت منصور من اللہ جناب امام محمد باقرؑ
 کے لیے ہے۔ لہذا ہم غلطی کا اقرار اور اس کی معافی چاہتے ہوئے جناب زید کی اتباع سے
 باز آ رہے ہیں۔ اور امام محمد باقر کی امامت تسلیم کر رہے ہیں۔

رابعاً۔ جب ان فرار اختیار کرنے والوں نے اپنے فرار کا بہانہ یہ بنایا۔ کہ حضرت زیدؑ کی خدمت
 تو ابو بکر و عمر کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حضور نیک تمارکتے ہیں۔ اور انہیں عادل و پابند کتاب و
 سنت قرار دیتے ہیں۔ تو ان پھرنے والوں کے لیے حضرت زید نے لفظ فرض استعمال فرمایا۔
 (یعنی یہ لوگ لافنی ہیں) کیونکہ دائرہ حق سے نکل جانے والے تھے۔ لہذا یہی نام ان کے
 مناسب تھا۔

تو معلوم ہوا کہ جس طرح اہل تشیع کا عقیدہ و امامت منصور من اللہ ہوتی ہے،
 باطل لغو اور من گھڑت ہے۔ اسی طرح یہ عقیدہ بھی خود ساختہ ہے۔ کہ جو شخص بارہ ائمہ کے خلاف
 دعویٰ امامت کرے۔ اس کو کافر نہ سمجھنے والا خود کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کو حقیقت حال
 سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مقصدِ ثالث

حضرت محمد بن عبد اللہ المعروف نسی زکیہ کا مقام اور

ان کا حضرت امام جعفر رضا کے مقابلہ میں دعویٰ

امامت

نتائج ائمہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔

آپ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چھٹے خلیفہ، مسلمانوں کے چھٹے

امام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے فرزند تھے۔

۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ میں (مطابق ۶۶۲ء) روز جمعہ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

۱۶ سال کی عمر تک اپنے دادا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ساتھ اور ۲۱ سال کی عمر تک اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے اور اس کے بعد امام قرار پائے۔

۱۵ شوال ۱۴۸ھ (۱۷۵۰ء) کو ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع
میں دفن کیے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۲۲۱ چٹا باب مطبوعہ لاہور)

نفس زکیہؑ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے

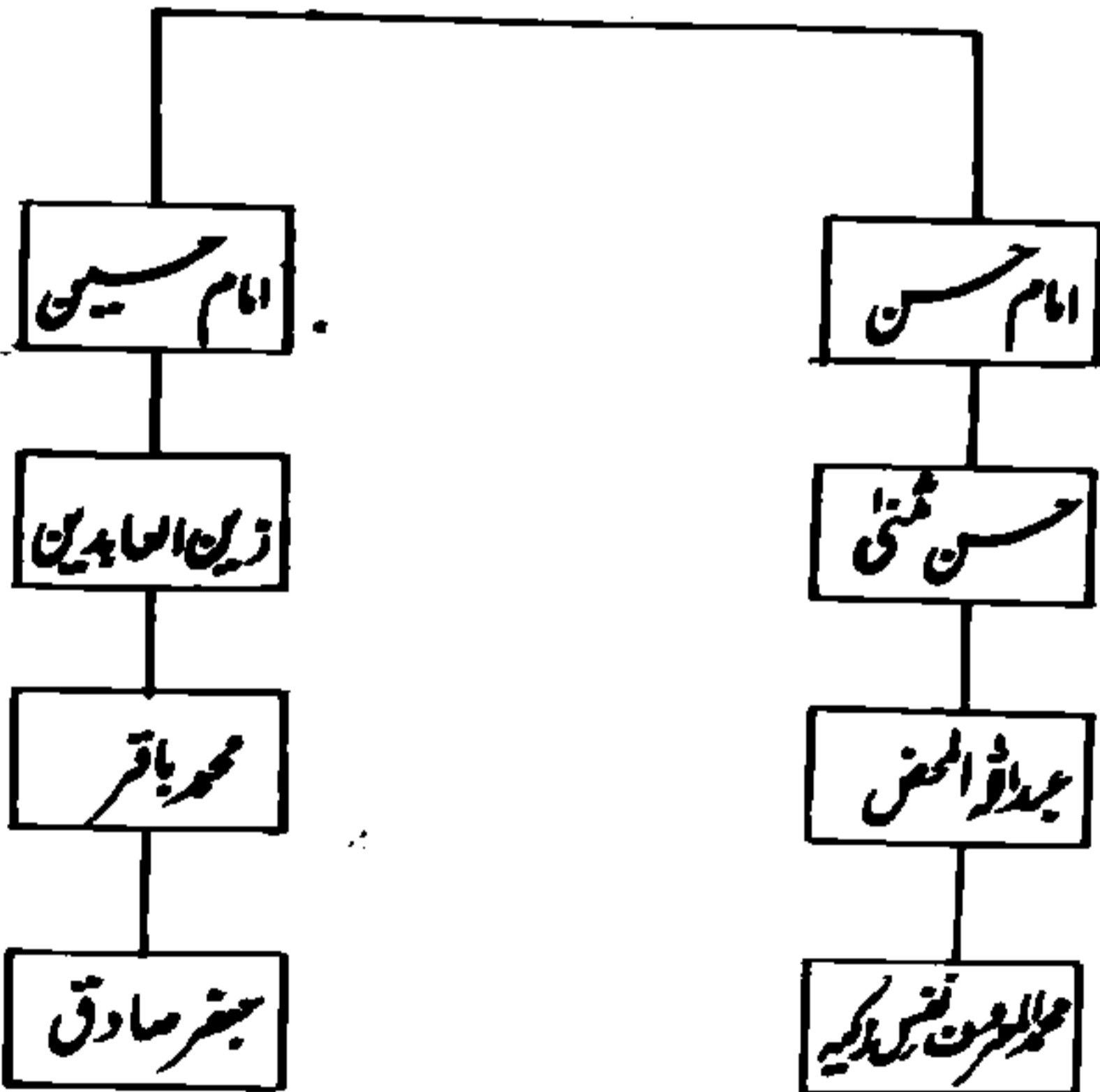
چچا زاد بھائی ہیں۔

جناب محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ شہرہ کے اعتبار سے حضرت امام جعفر صادقؑ

نقشہ ملاحظہ ہو۔

کے چچا زاد بھائی تھے۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ



”نفس زکیہ“ کے فضائل و مناقب از کتب شریفہ

محمد بن عبد اللہ المحض بن حسن بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ”نفس زکیہ“ کے لقب سے مشہور تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں ”مہدی“ کے نام سے شہرت پائی تھی۔ یہ دونوں یعنی نام ان کی شہرت میں کس طرح داخل ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔

مقال الطالبین

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ

وَكَانَ أَهْلَ بَيْتِهِ يُسَمُّونَهُ الْمَهْدِيَّ وَ
يَقْدِرُونَ أَنَّهُ الذِّيءُ، جَاءَتْ فِيهِ الرِّوَايَةُ وَ
كَانَ عُلَمَاءُ آلِ أَبِي طَالِبٍ يَرَوْنَ فِيهِ أَنَّهُ
النَّفْسُ الزَّكِيَّةُ وَأَنَّهُ الْمَقْتُولُ بِأَحْبَارِ
الزَّيْتِ وَكَانَ مِنْ أَفْضَلِ أَهْلِ بَيْتِهِ وَأَكْبَرَ
أَهْلِ زَمَانِهِ فِي عِلْمِهِ بِكِتَابِ اللَّهِ وَحِفْظِهِ
لَهُ وَفِقْهِ فِي الدِّينِ وَشُجَاعَتِهِ وَجُودِهِ وَبَلَمِ
وَكَلِّ أَمْرٍ يُجْمَلُ بِمِثْلِهِ حَتَّى لَمْ يَشْكُ أَحَدٌ
أَنَّهُ الْمَهْدِيُّ وَشَاعَ ذَلِكَ لَهُ فِي الْعَامَةِ وَ
بَايَعَهُ رِجَالُ مَنَ بَنِي هَاشِمٍ جَمِيعًا مِنْ آلِ
أَبِي طَالِبٍ وَآلِ الْعَبَّاسِ وَسَائِرِ بَنِي هَاشِمٍ
شَرَّظَهُمْ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَوْلًا فِي أَنَّهُ
لَا يَمْلِكُ وَإِنَّ الْمَلِكَ يَكُونُ فِي
بَنِي الْعَبَّاسِ فَانْتَهَبُوا مِنْ ذَلِكَ

الْأَمْرَ لَكُمْ يَكُونُوا يَطْمَعُونَ فِيهِ -

(مقاتل الطالبین لابن الفرج الاصبہانی

ص ۳۳۳ تذکرہ محمد بن عبدالشہین

الحسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

توجہ:

محمد بن عبدالشہین الحسن..... ان کو ان کے گھر والے ہمدی کے نام سے پکارتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ یہ وہی شخص ہے۔ کہ جس کے متعلق (ہمدی ہونے کی) روایات آئی ہیں۔ خاندان ابوطالب کے علماء، انہیں "نفس زکیہ" جانتے تھے اور اپنے مقام و اجازت میں "جام شہادت" نوش فرمایا۔ اپنے گھر والوں میں افضل اور اپنے زمانہ میں سب سے بہتر تھے۔ قرآن کریم کا علم اور اس کی یادداشت، دین کی سمجھا شجاعت، سخاوت اور بہادری میں اپنے دور کے ممتاز فرد تھے۔ اور ہر وہ خوبی جو کسی میں بہتری کی وجہ بن سکتی ہے۔ ان میں موجود تھی۔ یہاں تک کہ ان کے ہمدی ہونے میں کسی ایک کو بھی شک نہ تھا۔ ان کا اس صفت سے موصوف ہونا عوام میں مشہور ہو گیا۔ اور بنی ہاشم یعنی خاندان ابوطالب اور عباس کے تمام مردوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہ قول فرمایا۔ کہ یہ (نفس زکیہ) حاکم نہیں ہو سکتے۔ حکومت بے شک بنی عباس میں ہوگی۔ سو لوگ اس اعلان سے ایسے معاملہ میں باپڑے جس میں انہیں پڑنا نہیں چاہیے تھا۔ جب حضرت نفس زکیہ نے دعویٰ امامت کیا تو عباسی خلیفہ منصور نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو جوان کے افواہ نہ تھے۔ گرفتار کر لیا۔ ان کی گرفتاری کی اطلاع امام جعفر کو ملی تو تڑپ کر رہ گئے۔

اولیٰ بنام حال سخت بڑا کریا جس کی تفصیل اصول کافی کی درج ذیل عبارت میں ہے

نفس زکیہ کی گرفتاری پر حضرت امام جعفرؑ

کی تباہ حالی

اصول کافی

لَقَاءُ وَقَعُوا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ الْبَابِ
الَّذِي يُقَالُ لَهُ بَابُ جِبْرِئِيلَ إِطْلَعَ عَلَيْهِمْ أَبُو
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَامَةً رَدَّ آيَهُ مَطْرُوحٍ
بِالْأَرْضِ ثُمَّ إِطْلَعَ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ
لَعَنَكُمُ اللَّهُ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ثَلَاثًا مَا عَلَيَّ
هَذَا عَاهَدْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَلَا بَايَعْتُمُوهُ أَمَا وَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ حَرِيمًا
وَإِيكُنِّي غُيْبَتٌ وَكَيْسَ لِلْقَضَاءِ مَدْفَعٌ ثُمَّ قَامَ
وَإِخْدًا إِخْدَى قَلْبِهِ فَأَدْخَلَهَا رِجْلَهُ وَ
الْأُخْرَى فِي يَدِهِ وَعَامَةً رَدَّ آيَهُ يَجْرُ فِي الْأَرْضِ
ثُمَّ دَخَلَ بَيْتَهُ فَحَمَّرَ حُضْرَيْنِ لَيْلَةً لَمْ يَزَلْ
يَبْكِي فِيهِ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ حَتَّى نَحَفْنَا عَلَيْهِ .

(اصول کافی جلد اول ص ۴۱۱ کتاب الحجۃ)

باب التفصیل بہ بین دعویٰ الحق - الخ

مطبوعہ جہان طبع جدید

ترجمہ

عبداللہ بن ابراہیم جعفری نے کہا۔ کہ بیان کیا ہم سے خدیجہ بنت عمر بن علی نے کہ جب لوگ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے وہ دروازہ جسے باب جبرئیل کہا جاتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اس طرح تشریف لائے کہ آپ کی رواد کا بیشتر حصہ زمین پر تھا۔ پھر باب مسجد سے آپ اندرون مسجد آئے۔ اور جو لوگ وہاں جمع تھے۔ ان سے فرمایا میں بارہ گروہ انصار کیا تم نے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا عہد کیا تھا۔ اسی بیعت کی تھی۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت توڑ کر ائمہ خلافت کی بیعت کی اور ان کے ظلم و ستم جو اولاد رسول پر ہو رہے ہیں۔ ان کو خاموشی سے دیکھ رہے ہو۔ خدا تم پر لعنت کرے واللہ میں ان کی عزت کا چاہنے والا تھا۔ مگر ان کے زمانے سے میں مغلوب ہو گیا یہ فرما کر حضرت وہاں سے چلے ورائے مالیکہ ایک جو تا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ ایک پیر میں یعنی انتہائی اضطراری حالت تھی ایک جوتے میں اپنا پیر داخل کر دیا۔ اور دوسرا ہاتھ میں تھا۔ اور آپ کی رواد کا بیشتر حصہ زمین پر کھج رہا تھا۔ پھر حضرت اپنے گھر میں آئے۔ اور اس غم میں۔ بیس روز تک مبتلائے بخار رہے۔ اور رات دن گریہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمیں آپ کی موت کا خوف ہونے لگا۔

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۱)

(ص ۲۳۸ مطبوعہ کراچی)

مدح نفس زکیہ میں شیعہ شعراء

مقالہ الطاہرین

قال سلمة بن اسلم ثم احدثني الربعة

من جهينة-

انا لارجو ان يكون محمد
به يصلح الاسلام بعد فساد
وملاء عدلا ارضا بعد ملها
واما به يحيا الكتاب المنزل
ويحيا تيمر بالاس ومقول
ضلالا وياتينا الذي كنت امل
وقال ايضا

ان كان في الناس لنا مهديا
يقدر فينا سيرة النبي

فاتة محمد التقي

(مقالہ الطاہرین ص ۲۲۳ تذکرہ محمد

بن عبد اللہ مطبوعہ بیروت مطبع جدید

ترجمہ

سلمان سلم نے جو کہ قبیلہ ربیعہ سے تھا۔ جناب محمد بن عبد اللہ المعروف نفس زکیہ کی شان
میں یہ شعر کہے۔

بے شک ہم امید کرتے ہیں کہ محمد بن عبد اللہ امام ہوں گے اور ان کے اپنے دور میں
اپنی کوششوں سے اللہ پاک کی کتاب کے احکام پر عمل کروا کر اسے زندگی
دیں گے۔ اور ان کے سبب سے ہی اسلام میں فساد رونما ہونے کے بعد
اصلاح ہوگی۔ اور تہمید، نادار اور غریب لوگوں کو نئی زندگی عطا کریں گے۔ (یعنی
ان کی مالی امداد فرمائیں گے) اور یہ زمین جو کہ گمراہی کا گڑھ بن چکی ہے۔ ان کی

کوششوں سے عدل و انصاف کا گوارہ بن جائے گی۔ اور ہمارے پاس وہ چیز ہے
 کہ تشریف لائیں گے جس کی مجھے امید و تمنا ہے
 اسی شاعر نے یہ بھی شعر کہے۔

اگر لوگوں کے درمیان ہمارے بھلے کی خاطر کوئی شخص مسدوی بن کر انا چاہے۔ اور
 اپنی کوششوں سے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قائم فرمائے۔ تو وہ
 شخص یقیناً محمد بن عبد اللہ ہی ہے۔ جو نہایت پرہیزگار ہے۔

ذوالفقار حیدری کے مالک نفس زکیہ تھے

مقال الطابین

ابوالحجاج المنتری قال رایت مُحَمَّدًا یَوْمَئِذٍ
 وَإِنَّ أَشْبَهَ مَا خَلَقَ اللَّهُ بِهِ لِمَا ذُكِرَ عَنْ حَمْرَةَ
 بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَفِرُّ النَّاسُ بِسَیْفِهِ مَا
 یُقَارِبُهُ أَحَدٌ إِلَّا قَتَلَهُ وَمَعَهُ سَیْفٌ لَا وَاللَّهِ
 مَا یَلِیْقُ شَیْئًا حَتَّى رَمَاهُ إِنْسَانٌ كَاتِبًا أَنْظَرُ
 إِلَيْهِ أَحْمَرُ أَرْزُقُ بِسُهُوٍ وَهَمَّتْنَا الْخَيْلُ
 فَنَوَقَفَ إِلَيْهِ نَاحِيَةَ جِدَارٍ وَتَحَامَاهُ النَّاسُ
 فَنَوَجَدَ الْمَوْتَ فَتَحَامَلَ عَلَيَّ سَیْفِهِ فَكَسَرَهُ
 فَسَمِعْتُ جَدِّي یَقُولُ كَانَ مَعَهُ سَیْفٌ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 ذُو الْفِقَارِ

(مقاتل الطالین ص ۲۷۱ تذکرہ محمد

بن عبداللہ ملبورہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ابوالحجاج منقری کا کہنا ہے۔ کہ میں نے لڑتے ہوئے محمد بن عبداللہ نفس، زکیہ کو دیکھا۔ وہ حضرت حمزوں عبدالمطلب کے بہت مشابہ تھے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر بھاگ اٹھتے تھے۔ اور جو قریب آتا۔ آپ اُسے ترس کر دیتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ خدا کی قسم! ان کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ بالآخر ایک آدمی نے انہیں تیر مارا۔ میں گویا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ندق برق لباس میں ملبوس تھا۔ اور ہمیں گھوڑے نے زمین پر پٹخ دیا۔ سو آپ دربار کے ایک کونے میں کھڑے تھے۔ کہ لوگوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے موت آتی دیکھی۔ تلوار کو پکڑا اور اسے توڑ کر رکھ دیا۔ پس میں نے اپنے داوا سے مستند انہوں نے بیان کیا۔ کہ حضرت محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذوالفقار نامی تلوار تھی۔

مقاتل الطالین | عن الاسلمی قال قدم علی ابی جعفر

قادم فقال مر ب محمد فقال صدقت نحن اهل
بیت لانفق۔

(مقاتل الطالین ص ۲۷۳-۲۷۴)

ملبورہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: اسلمی روایت کرتا ہے۔ کہ اُنے والا حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے

پاس آیا۔ اور کہنے لگا محمد بن عبداللہ مقابلہ میں بھاگ نکلا۔ یہ سن کر امام موصوف نے فریاد تو کہتا ہے۔ ہم الی بیت بھاگا، نہیں کرتے۔

نفس زکیہ کا لقب زبان رسالت سے

ناسخ التواریخ چوں محمد دانست کہ دیگر روئے ظفر نخواہد دید۔ بسرائے خویش باز شد و لغز نمود آتشی برافر و خند و حریدہ ماسای جماعتی کہ باو سے بیعت کردہ بودند و آتش انداخت و پاک بسوخت تا کس ایشا زانلا تا از این روئے نفس زکیہ لقب شد و صدق حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یقتل بالحقار الزیت من ولدی نفس زکیہ یعنی از فرزندان من نفس زکیہ در اصحاب زیت کشته می شود۔

رناسخ التواریخ حالات امام حسن
مجتبیٰ علیہ السلام جلد دوم ص ۳۴۷
ذکر خروج نفس زکیہ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ:

جب محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کو معلوم ہو گیا کہ اب کامیابی کے آثار ختم ہو رہے ہیں۔ اپنے گم تشریف لائے۔ اور آگ جلانے کا حکم دیا اور پھر آگ میں ان لوگوں کے ناموں والے کاغذ مکمل طور پر جلا دیئے۔ جن میں ان سے بیعت کرنے والوں کے نام درج تھے۔ تاکہ ان کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہ ہو سکے۔ اسی وجہ سے انہیں "نفس زکیہ" کا لقب دیا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی اس حدیث کا مصداق قرار پائے۔ میرے فرزندوں میں سے نفس زکیہ کو اجار
زیت میں قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے نفس زکیہ کو حضرت امام
مہدی قرار دیا۔

عمدة الطالب

وحكى الشيخ ابو الفرج الاصفهاني ان

الصادق عليه السلام اخذ بركابه ذات يوم حتى

ركب فقتل له في ذلك فقال ويحك هذا مهدينا

اهل البيت۔

عمدة الطالب في انساب آل ابي

طالب ص ۱۰۲، اخبار محمد ذی النض

الزکیہ مطبوعہ قم، طبع جدید

ترجمہ

شیخ ابو الفرج اصفہانی نے حکایت بیان کی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نے ایک مرتبہ نفس زکیہ جناب محمد بن عبداللہ کے گھوڑے کی رباب تمام

کی۔ یہاں تک کہ وہ سوار ہو گئے۔ کسی نے امام جعفر کے اس فعل پر کچھ بطور

اعتراض کہا تو آپ نے فرمایا۔ اے معترض! تجھ پر افسوس ایہ ہم اہل بیت

کے ہمدی ہیں۔

ۛ

بیٹہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

زبان سے مدح نفس زکیب رضی اللہ عنہم

مقالہ الطالبین

عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الَّذِي أُفْلِتَ مِنَ
الْثِّمَانِيَةِ قَالَ لَمَّا أُدْخِلْنَا الْحَبْسَ قَالَ عَلِيُّ
بْنُ الْحُسَيْنِ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ سَخَطِ مِنْكَ
عَلَيْنَا فَاشْدُدْ حَتَّى تَرْضَى فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
الْحُسَيْنِ مَا هَذَا يَرْحَمُكَ اللَّهُ ثُمَّ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ عَنْ فَاطِمَةَ الصُّغْرَى عَنْ أَبِيهَا عَنْ
جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يُدْفَنُ مِنْ وُلْدِي سَبْعَةً
بَشَاطِي الْفُرَاتِ لَمْ يَسْبِقْهُمْ إِلَّا وَكُونَ وَلَا يَدْرِكُهُم
الْآخِرُونَ فَقُلْتُ نَحْنُ ثَمَانِيَةٌ قَالَ هَكَذَا سَمِعْتُ .

مقالہ الطالبین لابی الفرج ص ۱۹۳

تذکرہ علی بن الحسن المطلبی بیروت

طبع جدید

ترجمہ: بیگی بن عبداللہ ان اٹھ قیدیوں میں سے ایک کی طرف سے روایت

کتاب ہے۔ جس کو راکر دیا گیا تھا۔ اس دہائی یافتہ نے کہا۔ جب ہم قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔ تو علی بن حسن (نفس زکیہ رضی اللہ عنہما) کے چچا نے کہا۔ اے اللہ! اگر یہ جو کچھ ہو سکتا ہے۔ تیری تالا شکی کی وجہ سے ہے۔ تو اپنی رضامندی تک ہم پر اور سختی کو یہ سس کر عبد اللہ بن الحسن نے کہا۔ اللہ رحم کرنے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ پھر عبد اللہ نے فاطمہ الصغریٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے اپنی جدہ محترمہ سیدہ فاطمہ الزہرا بنت رسول خدا سے ایک حدیث بیان کی۔ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میرے فرزندوں میں سات کو فرات دریا کے کنارے دفن کیا جائے گا۔ نہ پہلے گزروں لوگوں نے ان کا مرتبہ پایا۔ اور نہ بعد میں کہنے والے اس تک پہنچ پائیں گے۔ میں نے کہا۔ کہ ہم تو آٹھ آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے اسکا طبع (جس طرح میں نے بیان کر دیا) سنا تھا۔

الحاصل

المنشیح کی معتبر کتب سے جو ہم نے جناب محمد بن عبد اللہ المعروف نفس زکیہ کے بارے میں حوالہ جات درج کیے ان حوالہ جات سے چند امود کی ہمیں مراجعت ملتی ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ نفس زکیہ ایسے قدرتی صفت انسان تھے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جیسے نابغہ روزگار نے ان کی رکاب تھا می۔

۲۔ رکاب تھا منے پر معترض کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ در نفس زکیہ اور بیت کے ہمدانی ہیں۔

۳۔ وجہ سلوٹ رضی اللہ عنہما کا انہیں ہمدانی قرار دینا اس امر کی نشان دہی کرتا ہے۔ کہ

امام موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے بخوبی آگاہ تھے جن میں امام ہدی کا تذکرہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ "امام کے منصوص من اللہ ہونے" کے معتقد نہ تھے۔ کیونکہ اگر اس کا علم ہوتا۔ تو آپ خود جبکہ امام تھے۔ تو پھر اپنے ہی دور میں نفس زکیہ کے ہدی ہونے اور ماننے کا کیا مفہوم نکالے گا۔

۳۔ نفس زکیہ اور ان کے رفقاء کے متعلق سیدہ فاطمہ بنت جنت سے ایک روایت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تھی۔ یہ تھی۔ کہ شہید ہونے والے یہ لوگ ایسے ہیں۔ جو اولین و آخرین میں اپنی مثل و نظیر نہیں رکھتے۔

۴۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ان کو "نفس زکیہ" فرمایا۔

۵۔ "نفس زکیہ"، اپنے دور کے علماء فقہاء اور مجتہدین میں سے افضل و اعلیٰ تھے۔

۶۔ بنی ہاشم، آل ابی طالب اور آل عباس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۷۔ نفس زکیہ وہ شخصیت ہیں۔ کہ جن کے دور میں عدل و انصاف کا بول بالا ہوگا۔ دین کی اصلاح

ہوگی۔ اور امام برحق ہوں گے۔ (بقول شاعر)

۸۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سی شجاعت اور جنگی بہادرت اگر تھی۔ تو نفس زکیہ

کے اندر۔

۹۔ بوقت شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ذوالفقار ان کے ہاتھ میں تھی۔

۱۰۔ بوقت شہادت ان تمام لوگوں کے نام نذر آتش کر دیئے۔ جنہوں نے ان سے بیعت

کی تھی۔ تاکہ علم ہونے پر کوئی انہیں تکلیف نہ دے۔ ان کے نفس زکیہ مشہور ہونے

کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

۱۱۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب نفس زکیہ کے شکست کھانے کا کسی نے

تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت پشتہ دے کر بھاگنے والے نہیں۔

۱۲۔ لوگوں نے جب نفس زکیہ کی بیعت توڑ دی۔ تو امام جعفر رضی اللہ عنہ کا اس سے تعلق

نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کا اپنے چچا زاد بھائی امام جعفر

صادق کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ

دولت امویہ کے زوال پر تمام بنو ہاشم اور بنو عباس

نے نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کو متفقہ خلیفہ و امام مانا۔

بنو امیہ پر جب زوال آیا۔ تو بنی ہاشم اور بنی عباس نے ایک مشترکہ مجلس میں یہ فیصلہ کیا کہ ہم نفس زکیہ اور ان کے بھائی کی بیعت کریں گے۔ چنانچہ تمام نے ان کی بیعت کر لی مگر بعد ازاں بنو عباس نے حکومت پر قبضہ کر کے زنت عباسیہ قائم کر دی اور نفس زکیہ کو سولی پر لٹکا دیا۔

ناسخ التواریخ

انگاہ کہ دولت بنی امیہ زوال آمد و بنی مروان ضعیف شدند بنی ہاشم متفق گشتند کہ با پسر ہاشم عبداللہ محض محمد و ابراہیم بیعت کنند۔ و بکتبن از ایشان را بخلافت بردارند۔ پس مجلسی آراستند و بزرگان بنی ہاشم و بعضی از بنی عباس حاضر شدند۔ و کس فرستادند و امام جعفر صادق علیہ السلام را۔ نمودند۔ عبداللہ محض گفت صادق را بے ہودہ طلب نمودید۔ زیرا کہ اور نے شمارا بصواب نخواہد شمرد۔ و درین وقت جعفر صادق از در آمد و نشست و اجتماع ایشان را بسبب پرسید صورت حال را مکشورہ داشتند

اَلْحَضْرَةُ رُوِيَ بِأَعْبَادِ اللَّهِ كَرِيمٍ وَفَرِيدٍ تَوَشَّحَ بِنِي هَاشِمِيٍّ بِكَوْنِهِ تَرَاتُكُمِيٍّ كَرِيمٍ
 وَابْنِيٍّ وَوَعْلَامِيٍّ كَمَا يَسْرُ بَأْسُهُ كَوَانِدُ بَخْلَافَتِ بَرِيٍّ وَارْتِدَادِ عَبْدِ اللَّهِ كَقَوْلِهِ هَذَا مَا حَسَدُ تَرَا
 اَنْبِيَّتِ الْإِشْثَالِ بَازِيٍّ وَارِدٍ تَوَدُّسْتِ فَرَاوَهُ تَأْتُو بَعِيَّتِ كَنِيمٍ فَقَالَ جَعْفَرُ
 وَاللَّهِ إِنَّهَا لَيْسَتْ لِي وَلَهُمَا وَانْتَهَا لِمَا صَاحِبِ الْقَبَاءِ الْإِصْفَرِ
 وَاللَّهِ لَيْسَ عَابِقُ بِيهَا نَسَائُهُمْ وَمَبِيَانُهُمْ وَعِلْمَانُهُمْ
 جَعْفَرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَمُوهُ سَوَكُنْدُ بَأَعْدَائِهِ كَمَا مَرَّ بَخْلَافَتِ نَزْرِيٍّ فَرَمُوهُ آيِدُونَ تَرَاتُكُمِيٍّ
 تَوَرَّاسْتِ مِيَّ اَيْسْتَدُ

تاریخ التواتر مع حالات حضرت امام
 حسن مجتبیٰ علیہ السلام جلد دوم ۲۲۶
 حالات عبد اللہ المحض مطبوعہ تہران
 طبع جدید

توجہ

اس وقت جب کہ نئی امیہ پر زوال آیا اور نئی مروان کو روہ ہو گئے تھے بنی ہاشم اس امر
 پر متفق ہو گئے کہ جناب عبد اللہ المحض کے صاحبزادے محمد اور ابراہیم کی بیعت
 کر لیں۔ ان میں سے ایک کو خلافت کی ذمہ داریاں سونپ دی جائیں۔ لہذا
 انہوں نے ایک مجلس کا انعقاد کیا۔ بنی ہاشم کے بزرگوں اور کچھ بنی عباس
 کے لوگوں نے اس مجلس میں شرکت کی۔ انہوں نے کسی کے ذریعہ امام جعفر صادق
 کو بلوایا۔ عبد اللہ المحض نے کہا۔ جعفر صادق کو بلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ وہ
 تمہاری رائے کو قطعاً درست نہیں کہے گا۔ اسی دوران امام جعفر صادق خود بخود
 دروازے سے داخل ہوئے۔ اور مجلس میں بیٹھ گئے۔ اودان لوگوں سے
 کٹھے ہونے کی وجہ دریافت کی۔ جب صورت حالات کا علم ہوا۔ تو امام

ایم موصوف نے جناب عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ (اسے عبداللہ!) تم نبی ہاشم کے بزرگ آدمی ہو، آپ کو کیوں چھوڑ دیا گیا ہے اور آپ کی بجائے آپ کے دونوں بڑوں کو اور خلافت کیوں سپرد کر رہے ہیں۔ جناب عبداللہ نے جواب دیا۔ کہ تمہیں تو حسد اس امر سے روک رہا ہے۔ کہ تم ان کی بیعت کرو تم ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں۔ یہ سن کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! خلافت کا معاملہ تو مجھے زیادہ ہے اور نہ ہی تمہارے دونوں صاحبزادوں میں سے کسی کے لائق ہے۔ یہ تو زرد قیاد ہائے کائنات ہے۔ خدا کی قسم! اس خلافت کے ساتھ تمام عورتیں بچے اور غلام تک کھسکیں گے۔

مقاتل الطالبین

عن سہیر بن حفص ان تفرأ من لبتی ہاشم
 اجتمعوا بالابوآء من طریق مکة فیہم
 ابراہیم الامام والساجح والمنصور و
 صالح بن علی وعبید اللہ بن الحسن وابتاہ
 محمد و ابراہیم و محمد بن عبید اللہ
 بن عمر و بن عثمان فقال لہم صالح بن
 علی انکم القوم الذین تمتد اعین الناس
 الیہم فقد جمعکم اللہ فی هذا الموضع
 فاجتمعوا علی بیعة احدکم فتنزوا
 فی الافاق وادعوا اللہ لعل اللہ ان یفتح

عَلَيْكُمْ وَيَنْصُرَكُمْ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ لِأَيِّ شَيْءٍ
تَخْرَعُونَ أَنْفُسَكُمْ وَاللَّهِ لَتَدْعَلِمْتُمْ مَا النَّاسُ
إِلَى أَحَدٍ أَمِيلٌ أَعْتَاقًا وَلَا أَسْرَعُ إِجَابَةً مِنْهُمْ
إِلَى هَذَا الْغَتَّى يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ. قَالُوا
فَدُ وَاللَّهِ صَدَقْتَ إِنَّا لَنَعْلَمُ هَذَا قَبَائِعُوهُ
جَمِيعًا مُحَمَّدًا وَبَايَعَهُ إِبْرَاهِيمَ الْإِمَامُ
وَالسَّفَاحُ وَالْمَنْصُورُ وَمَا بَرُّهُ مَنْ حَضَرَ.

(مقائل الطالبین لابی الفرج ص ۲۵۶)

۲۵۷ ذکر انکار عبداللہ بن الحسن وحوالہ الخ

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ

سید محمد بن حنفیہ روایت کرتا ہے۔ کہ قید بنی ہاشم کی ایک جماعت مقام ابوا میں
جمع ہوئی۔ جو مکہ کو مکہ کے راستہ پر واقع ہے۔ ان میں ابراہیم الامام، سفاح
منصور، صالح بن علی، عبداللہ الحسن، ان کے دونوں بیٹے محمد و ابراہیم اور محمد بن
عبداللہ بن عمرو بن عثمان بھی تھے۔ صالح بن علی نے کہا۔ اس وقت تم ہی
وہ لوگ ہو۔ کہ جن کی طرف عوام کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
تمہیں اس مقام پر مل بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا۔ تو تم متفقہ طور پر کسی ایک کی
بیعت کرو۔ پھر اصر اور شہروں میں پھیل جاؤ۔ اور لوگوں کو اللہ کے دین
کی طرف بلاؤ۔ امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کامیابی مقدر کر دے
گا۔ اور تمہاری مدد بھی فرمائے گا۔ یہ سن کر ابو جعفر نے کہا۔ تم کس چیز کے لیے
اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال رہے ہو۔ خدا کی قسم! تم یقیناً جلتے ہو گے۔ علام

میں محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص قابل توجہ نہیں ساورنہ ہی ان سے زیادہ کوئی دوسرا مؤثر ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر حاضرین نے کہا۔ خدا کی قسم! آپ نے سچ فرمایا۔ ہم یقیناً اس بات کو جانتے ہیں۔ پھر ان تمام حاضرین نے جناب محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کی بیعت کی۔ ابراہیم امام سفاح، منصور اور دیگر لوگ بھی بیعت کر چکے۔

کوئی قریشی اور کوئی عربی ایسا نہ رہا جس نے

نفس زکیہ کی بیعتِ امامت نہ کی تھی اور

نفس زکیہ نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے حیرا اپنی امامت

منوائی

اصول کافی

فَظَهَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عِنْدَ ذَلِكَ وَدَعَا
النَّاسَ لِبَيْعَتِهِ قَالَ فَكَتَبْتُ ثَلَاثَ ثَلَاثَةٍ بَايَعُوهُ
وَاسْتَوْثِقَ النَّاسُ لِبَيْعَتِهِ وَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ
قَرَشِيٌّ وَلَا أَنْصَارِيٌّ وَلَا عَرَبِيٌّ قَالَ وَشَاوَدَ
عِيسَى بْنُ زَيْدٍ وَكَانَ مِنْ ثِقَاتِهِ وَكَانَ عَلَى شَرْطِهِ
فَشَاوَرَهُ فِي الْبُعْثَةِ إِلَى وُجُوهِ قَوْمِهِ فَقَالَ
لَهُ عِيسَى بْنُ زَيْدٍ إِنْ دَعَوْتَهُمْ دَعَاءً يَسِيرًا

لَمْ يُجِيبُوا لَكَ أَوْ تَقْلُظْ عَلَيْهِمْ فَخَلَيْتِي وَ
 أَيَّامُهُمْ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ أَمْضِ إِلَى مَنْ أَرَدْتَ
 مِنْهُمْ فَقَالَ إِبْعَثْ إِلَى زَيْنَبِهِمْ وَكَبِيرِهِمْ عِنِّي
 أَبَا عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فَإِنَّكَ إِذَا اغْلِظْتَ عَلَيْهِ عَلِمُوا أَجْمَعًا إِنَّكَ
 سَتَمِزُّهُمْ عَلَى الطَّرِيقِ أَلَيْسَ أَمْرٌ عَلَيْهَا
 أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَوَاللَّهِ مَا بَشَانَا
 أَنْ آتَى بَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى أَوْقَفَ
 بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ عَيْسَى بْنُ زَيْدٍ أَسْلِمْتُ تَسْلِمًا
 فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَحَدَثْتَ
 نُبُوَّةً بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدٌ لَا وَلَكِنْ بَايَعْتَا مَنْ عَلَى
 نَفْسِكَ وَمَالِكَ وَوَلَدِكَ وَلَا تُكَلِّفَنَّ
 حَرْبًا فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ مَا فِي حَرْبِكَ وَلَا فِي قِتَالِكَ وَلَقَدْ
 تَقَدَّمْتُ إِلَى أَبِيكَ وَحَدَّرْتُهُ الَّذِي
 حَاقَ بِهِ وَلَكِنْ لَا يَنْفَعُ حَدْرَدًا مَنْ قَدَرَ
 يَا ابْنَ أَخِي عَيْدِكَ بِالشَّبَابِ وَدَعُ عَنْكَ
 الشُّبُوحَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ مَا أَقْرَبُ بَيْنِي
 وَبَيْنَكَ فِي السِّنِّ فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ إِنِّي لَمْ أُعَارِكَ وَلَمَّا جِئْتُ لِأَنَّكَ

عَلَيْكَ فِي الَّذِي أَنْتَ فِيهِ -

داصول کافی جلد اول ص ۲۴۲ کتاب

الحجۃ باب ما یفصل بہ بیان دعوی

الحق والمبطل فی امور الاماتبہ

مطبوعہ تہران طبع جدید

متوجہ

اس کے بعد محمد بن عبداللہ نے ظاہر ہو کر لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ موسیٰ کا بیان ہے۔ اول بیعت کرنے والوں میں میں تین میں کا تیسرا تھا۔ اور لوگوں نے سچی بیعت کی۔ نہ کسی قرشی نے اختلاف کیا نہ انصاری نے نہ عربی نے۔ اور مشورہ دیا کہ محمد کو عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین نے اور وہ ان کے شکر کے افسر تھے۔ کہ آپ لوگوں کو اپنے رشتہ داروں

کے پاس بیعت کے لیے بھیجیں۔ اگر آپ نے نرمی سے دعوت دی تو وہ قبول نہ کریں گے۔ لہذا سختی سے کام لیجئے۔ اور ان کا معاملہ میرے سپرد کیجئے۔ محمد نے کہا میں نے اختیار دیا جو چاہو کرو۔ اس نے کہا پہلے ان کے سردار اور بزرگ یعنی امام جعفر صادق کے پاس بھیجئے جب آپ ان پر سختی کریں گے۔ تو لوگ سمجھ جائیں گے۔ کہ تم ان کے ساتھ بھی ویسا ہی بڑاؤ کرو گے۔ جیسا ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) کے ساتھ کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد محمد کے پاس امام علیہ السلام کو لایا گیا اور عیسیٰ نے انہیں کہا آپ محمد کی بیعت کر لیجئے جان کی سلامتی اسی میں ہے۔ آپ نے محمد کو مخاطب کر کے کہا کیا تم نے حضرت رسول خدا کے بعد اور موت پیدا کر لی۔ محمد نے کہا نہیں مگر آپ کو بیعت کرنی ہے۔ تاکہ آپ کی جان محفوظ رہے۔ اور آپ کی اولاد

بھی۔ اور آپ کو لڑنے کی تعلیم زدی جائے گی۔ حضرت اس نے فرمایا۔ نہ مجھے کسی سے لڑنا ہے۔ اور نہ مجھ میں قوت جنگ ہے۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا تمہارے باپ سے کہہ چکا ہوں۔ میں نے اس مصیبتِ جوان کو گھیرے ہوئی تھی ڈرایا تھا کہ مقتدرات کے سامنے ڈرانا کیا کام دیتا ہے۔ میرے بھتیجے! تم اس کام کیلئے جانوں کو لو۔ اور بڑھوں کو چھوڑ دو۔ محمد نے کہہ بلحاظ سن میرے اور آپ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ حضرت نے فرمایا میں تم سے نہ بھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ مقابلہ میں آنا چاہتا ہوں۔ اور نہ جس کام کے لیے تم اٹھے ہو اس میں پیش قدمی کرنا چاہتا ہوں۔

کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۱

ص ۲۳۹-۲۴۰

مروج الذهب

ظَهَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ النَّفْسِ
الزَّكِيَّةِ فِي سَرْوَةِ خَسْبٍ وَ أَرْبَعِينَ وَمِائَةٍ
كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَسَنِ بْنِ
الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
بِالْمَدِينَةِ وَ كَانَ قَدْ بُويعَ لَهُ فِي كَثِيرٍ مِنَ
الْأَمْصَارِ وَ كَانَ يُدْعَى بِالنَّفْسِ الزَّكِيَّةِ لِزُهْدِهِ
وَ نُسُكِهِ وَ كَانَ مُسْتَخْفِيًّا مِنَ الْمَنْصُورِ وَ لَمَّا
يُظْهِرُ حَقَّ قَبْضِ الْمَنْصُورِ عَلَى أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ الْحَسَنِ وَ عُمَّمَتِهِ كَثِيرٍ مِنْ أَهْلِهِ وَ

عِدَّتِهِمْ وَلَمَّا ظَهَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِالْمَدِينَةِ
 دَعَا الْمَنْصُورَ إِسْحَاقَ بْنَ مُسْلِمٍ الْعُقَيْلِيَّ وَ
 كَانَ شَيْخًا ذَا رَأْيٍ وَتَجْرِبَةٍ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ
 فِي خَارِجِي خَرَجَ عَلَيَّ قَالَ صِيفٌ لِي الرَّجُلُ
 قَالَ رَجُلٌ مِّنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُو عِلْمٍ وَزُهْدٍ وَوَدْعٍ قَالَ
 فَمَنْ تَبِعَهُ قَالَ وَكُدُ عَلِيٍّ وَوَلَدُ جَعْفَرٍ وَعُقَيْلِ
 وَوَلَدُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَوَلَدُ الزُّبَيْرِ بْنِ
 الْعَوَّامِ وَسَائِرُ قُرَيْشٍ وَأَوْلَادُ الْأَنْصَارِ-----
 ----- وَقَدْ كَانَ تَفَرَّقَ إِخْوَةُ مُحَمَّدٍ وَوَلَدُهُ فِي الْبُلْدَانِ

يَدْعُونَ إِلَى إِمَامَتِهِ - (مروج الذهب لسعودی جلد سوم)

ص ۲۹۲ تا ۲۹۴ / ذکر امام عبداللہ

ابی جعفر المنصور مطبوعہ بیروت طبع جدید

مشورہ

محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا ظہور ۱۲۵ھ
 کو مدینہ منورہ میں ہوا۔ بہت سے شہروں میں ان کی بیعت ہوئی۔ انہیں نفس زکیہ
 کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ زہد اور تقویٰ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ منصور خلیفہ
 سے چھپ کر زندگی بسر کرتے رہے۔ اور اس وقت سامنے آئے جب کہ
 ان کے والد گرامی عبداللہ بن الحسن، ان کے چچا اور ان کے خاندان کے اور
 بہت سے لوگوں کو منصور نے قید کر لیا۔ جب محمد بن عبداللہ نے مدینہ منورہ
 میں ظہور کیا۔ تو خلیفہ منصور نے اسحاق بن مسلم عقیلی کو بلوایا۔ یہ ایک تجربہ کار اور

صاحبِ الراءے بزرگ تھا۔ اس کو منصور نے کہا کہ کچھ لوگوں نے میرے خلاف خروج کر دیا ہے۔

ان کے بارے میں کچھ تباہ و برباد اور خروج کرنے والوں کی صفات بیان کرو
خاص کر اس شخص (محمد بن عبداللہ) کے متعلق حالات بیان کرو۔ اسحاق بن
مسلم نے کہا کہ یہ (محمد بن عبداللہ نفس زکیہ) شخص حضرت خاتونِ جنت
نبیّتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہے۔ صاحبِ علم وزہد اور
تقویٰ ہے۔ پوچھا۔ اس کی کن لوگوں نے اتباع (بیعت) کی ہے۔ کہا حضرت
علی کی اولاد، جعفر کی اولاد، عقیل کی اولاد، عمر بن الخطاب کی اولاد، زبیر بن العوام
کی اولاد اور تمام قریشی و انصار کی اولاد نے ان سے بیعت کر لی ہے۔۔۔۔۔ نہی
دونوں میں امام محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے بھائی اور بیٹے تمام شہروں میں ان
کی امامت کی دعوت دینے کے لیے منتشر ہو گئے۔

فوجِ نفسِ زکیہ اور لشکرِ عباسی

میں باہم خون ریز جھڑپ

منتخب التواریخ

دو صد و چھل و بیس و در ماہ جمادی الآخر جناب محمد بن عبداللہ

بن الحسن المجتبیٰ کہ از بزرگان اہل بیت بود مدینہ طیبہ خروج نمود و عالی منصور را
بقتل رسانید و حجاز را متصرف شد و عملاً اہل مکہ و مدینہ تابع و سے شدند و مالک
بن انس کہ فقیہ مدینہ بود فتوای میداد کہ مردم یاری اولاد بنمایند چوں ایی خبر بسبح
منصور و واقعی رسید برادر زاوہ ولی ہمد خود عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن

عبداللہ بن عباس لا روانہ ہووے بلکہ نہایت قہر سے قتال نمودن با محمد صاحب نفس
الزکیۃ تا اُن کے جمعے از اصحاب محمد گونجند و جمعے کشتہ شدند آخر الام محمد بن قحطبه
طعون شمشیر سے بسیرہ جناب محمذ و او را بنجاک انداخت و سر نازمین اور از
بدن جدا کرد و فرستاد نزد منصور عیسیٰ بن موسیٰ روانہ شد بزیارت بیت اللہ الحرام
و منصور اُن سر نازمین را فرستاد و در زمان نزد پدرش جناب عبداللہ محض چون نظر پدر
بر پسرش افتاد و گفت۔ یحسبک اللہ یرحمک اللہ لقد قتلوک قوامًا
صوامًا، و بال شخص کہ سر محمد را آوردہ بود فرمود۔ قل لصاحبک قد
مقنی شطرنج من عمرک فی النعیمر و بقی شطرنج من۔

در منتخب التواریخ ص ۸۷، ۸۸ تا ۹۴
باب ہشتم فصل ششم در بعضی از وقایع
ہمہ زمان امامت حضرت صادق
علیہ السلام۔ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

جمادی الاخر ۱۲۵ھ ہجری میں جناب محمد بن عبداللہ بن الحسن مہتمی نے مدینہ
منورہ میں خروج کیا۔ آپ اہل بیت کے بزرگوں میں سے تھے۔ منصور خلیفہ
کے مقرر شدہ عامل کو قتل کر ڈالا۔ اور حجاز کو زیر تصرف لے لیا۔ مکہ اور مدینہ کے
لوگوں نے آپ کی اتباع (بیعت) کر لی۔ اور امام مالک بن انس جو مدینہ کے
فقیر تھے، نے ان کی مدد کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ جب یہ خبر منصور و انقی نے
سنی۔ اپنے چچا زاد بھائی اور ولی عہد عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ
بن عباس کو مدینہ کی طرف محمد بن عبداللہ کے پاس جنگ کرنے کے لیے بھیجا
تھی کہ محمد بن عبداللہ کے بہت سے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ایک

جماعت کو قتل کرو یا گید۔ بالآخر محمد بن قحطبه ملعون نے محمد بن عبداللہ کے سینے میں تلوار گھونپ دی۔ اور انہیں زمین پر گرا دیا۔ اور ان کے سرنازمین کو جسم سے جدا کر دیا۔ اور پھر یہ سر منصور کو بھیج دیا۔ عیسیٰ بن محمد یہاں سے بیت اللہ شریف کی زیارت کو روانہ ہو گیا۔ اور منصور نے محمد بن عبداللہ کے سرنازمین کو حیل میں ان کے والد گرامی جناب عبداللہ المحض کے پاس بھیجا۔ والد بزرگوار نے جب اپنے بیٹے کا سر دیکھا۔ تو فرمایا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ یقیناً تمہیں لوگوں نے نمازیں قائم کرنے والا اور روزے رکھنے والا پا کر قتل کیا ہے۔ اور اس شخص کو کہ جس نے یہ سر ان کے پاس پیش کیا تھا۔ فرمایا۔ جاؤ جا کر اپنے صاحب (خلیفہ) سے کہہ دو۔ تیری عمر کا وہ حصہ جو نعمتوں میں گزرنا تھا۔ گزر گیا۔ یقیناً تمہاری اور شگستگی میں گزرے گی۔

حضرت امام جعفر نے اس زکیہ کے باپ

عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن کی

بیعت کرنا چاہی

مقال الطابین

شَرَّخَرَجْنَا جَمِيعًا حَتَّى آتَيْنَا عَبْدَ اللَّهِ فَدَعَانِي
إِلَى بَيْعَةِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ لَهُ جَعْفَرُ إِنَّكَ شَيْخٌ
وَإِنَّ شِئْتَ بِأَيْتَابِكَ وَأَمَّا ابْنُكَ فَوَاللَّهِ

لَا أُبَايِعُهُ وَآدَعُكَ -

دمقائل الطالبین لابن القریج ص ۲۵۴
تذکرہ محمد بن عبدالشون الحسن مطبوعہ
بیروت طبع جدیداً

ترجمہ

راوی کہتا ہے۔ کہ ہم تمام نبی ہاشم کے ساتھ کٹھے ہو کر چل پڑے۔ حتیٰ کہ
جناب عبداللہ محض کے پاس آگئے۔ (یہاں پہنچنے پر ہمیں) محمد بن عبداللہ
نفس زکیہ کی بیعت کرنے کی دعوت دی گئی۔ تو اس کے جواب میں امام
جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے عبداللہ! آپ بزرگ ہیں۔ اگر ارادہ
ہو۔ تو میں آپ کی بیعت کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ کا بیٹا (محمد بن عبداللہ نفس
زکیہ) تو خدا کی قسم! میں اس کی بیعت نہ کروں گا۔ اور تمہیں تمہارے حال پر
چھوڑتا ہوں۔

الحاصل:-

- ۱۔ نبی امیتہ کی حکومت کے زوال کے وقت تمام نبی ہاشم نے متفقہ طور پر عبداللہ
محض کے صاحبزادگان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا ان صاحبزادوں میں سے
ایک محمد بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ بھی ہیں۔
- ۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نفس زکیہ کی امامت کی بحوالہ ناسخ التواریخ مخالفت کی
اور منصور دوانقی کو خلافت کا اہل کہا۔
- ۳۔ امام جعفر صادق نے جہاں نفس زکیہ کی امامت و خلافت کو نہ مانا۔ وہیں انہوں نے

اپنے ہنسے میں بھی اس منصب کے لیے تیار ہونے کی تفسی کی۔

۴۔ جب ابو جعفر کی رائے کے مطابق محمد بن عبداللہ کو قابل اعتماد آدمی کے طور پر پیش کیا گیا تو ابراہیم امام، سفاح، منصور، صالح بن علی اور دیگر معزز حاضرین نے محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۵۔ جب محمد بن عبداللہ نے خلیفہ وقت کے خلافت مدینہ منورہ میں خروج کیا۔ تو تمام قریش انصار اور عرب کے باشندوں نے ان کی بطور امام بیعت کر لی۔

۶۔ محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے خصوصی مشیر کے مشورہ کے بعد جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ تو اگرچہ انہوں نے ان کی بیعت نہ کی لیکن فرمایا کہ اس کام کے لیے جوازوں پر بھروسہ کرو۔ میری طرف سے مخالفت نہ ہوگی۔

۷۔ محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے متعلق جب خلیفہ منصور نے معلومات حاصل کیں۔ تو اسے بتلایا گیا کہ یہ شخص حضرت فاتون جنت کی اولاد میں سے ہے۔ بہت عبادت گزار۔ متقی اور صاحب علم ہے۔ اور ان کی امامت کو تسلیم کرنے والوں میں حضرت علی، جعفر، عقیل، عمر بن الخطاب، زبیر بن العوام اور انصار کی اولاد کے تمام افراد ہیں۔

۸۔ جب محمد بن عبداللہ نے خروج کیا۔ تو خلیفہ وقت نے ان کی سرکوبی کے لیے عیسیٰ بن موسیٰ کی سرکردگی میں ایک لشکر مدینہ منورہ روانہ کیا۔ جنگ میں محمد بن عبداللہ شہید کیے گئے لیکن دعویٰ امامت دستبرداری نہ کی۔

۹۔ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے محمد بن عبداللہ کی امامت کے برحق ہونے اور ان کی مدد کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔

۱۰۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جناب عبداللہ (نفس زکیہ کے والد) کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یعنی اپنی امامت دستبرداری پر راضی ہو گئے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین کرام۔ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ امامت و خلافت دونوں ایک ہی چیز ہیں اور یہ منصب از روئے قرآن و حدیث بارہ حضرات کے لیے مخصوص اور منصوص من اللہ ہے۔ اگر یہی حقیقت تھی۔ تو پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں نبی ہاشم اور دیگر سرکردہ حضرات کی خصوصی مجلسیں برائے تقرری خلیفہ و امام کیوں منعقد ہوتی رہیں؟ ایسے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کیوں نہ بتلایا۔ کہ لوگو! تمہاری مجالس فضول ہیں۔ مشورے سے کوئی شخص خلیفہ یا امام نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ اور میں منصوص من اللہ ہوں۔ لہذا کسی اور کے بارے میں کیوں سوچ رہے ہو۔

امام کا دو منصوص من اللہ، ہونا عجیب شرط ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نہ خود اس امر کو پیش فرمایا۔ اور نہ ہی آپ کے افراد خانہ میں سے کسی نے اس شرط کے بارے میں کہیں تذکرہ کیا۔ اگر یہ شرط ہوتی تو کسی ایک کے کہنے پر خود امام جعفر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر سب کا اتفاق کرنا ضروری تھا۔ کسی دوسرے کی تلاش کی کیا ضرورت تھی؟ اگر امامت دو منصوص من اللہ، تھی۔ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اسے کیوں چھپائے رکھا۔ حالانکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک قول اور فیصلہ ”خبر ابلاغہ“ میں یوں مذکور ہے۔ میں دو آدمیوں سے جہاد کروں گا۔ ایک اُس سے جو امامت کا اہل نہ ہو اور پھر دعویٰ امامت کرے۔ دوسرا وہ جو امامت کا اہل ہے لیکن اس کا دلوں سے نہیں کرتا۔

سوچئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق امام جعفر صادق کو دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔

اگر امامت کے مستحق اور منصوص من اللہ تھے۔ تو ان لوگوں کے خلاف جہاد کرتے جو کسی دوسرے کو امام بنانے کی فکر کر رہے تھے۔ بلکہ امام بنا کر ان کی بیعت بھی کر لی۔

اور اگر مستحق رہتے۔ تو پھر حق کی امانت کو تسلیم کیوں نہ کیا؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اگر اپنے آپ کو در امام مضموم من اللہ، سمجھتے۔ تو پھر جناب عبداللہ محض کے حق میں دستبرداری کا کیا جواز ہو گا اس دستبرداری کی دو ہی تاویلیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو آپ نے صدقِ دل سے ان کی بیعت پر امانت پر امانت فرمایا۔ یا از روئے مذاق اگر صدقِ دل سے امانت فرمائی۔ تو در مضموم من اللہ سے دست برداری کر کے اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کے مرتکب قرار پائے گا اور ایسا آدمی امام و خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر از لاء مذاق کہہ رہے ہیں۔ تو پھر امام کی عصمت اور حقانیت پر وہیہ لگتا ہے۔ یہ بھی ایک امام کے لیے معیوب بات ہے۔

مقتدائے چہارم

حضرت حسین بن علی بن حسن مثلث بن

حسن بن حضرت امام حسن بن علی بن ابی

طالب کا مقام اور امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ

میں امامت کا دعویٰ

امام موسیٰ کاظم کی مختصر سوانح اذتار و یخانیہ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاحبزادے،
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں خلیفہ اور مسلمانوں کے ساتویں امام تھے۔

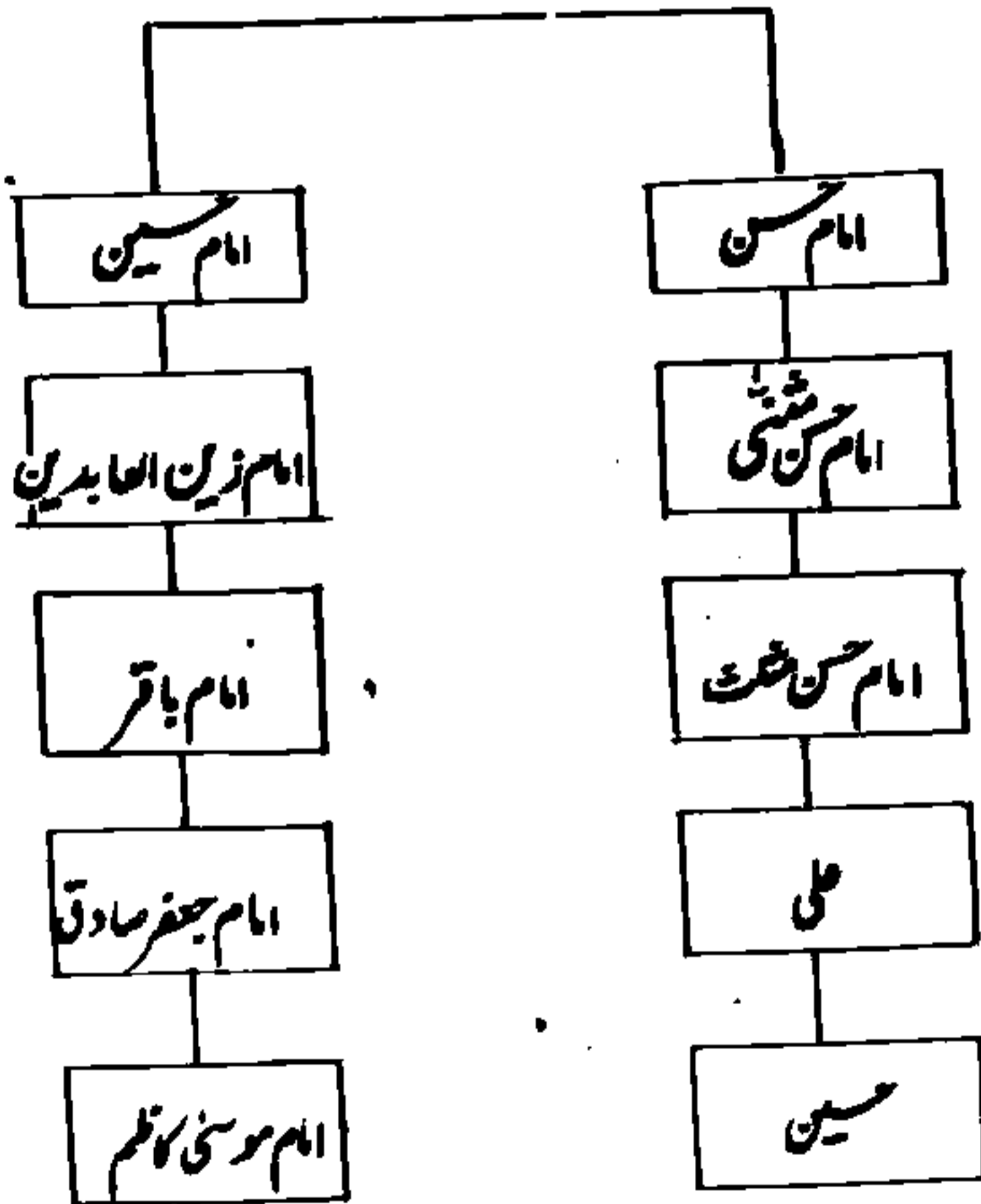
۱۷ صفر ۱۲۸ھ ہجری (۶۴۵ء) کو بمقام ایوان (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) پیدا ہوئے۔ ۲۰ سال کی عمر میں امام مقرر ہوئے۔ ۳۵ سال تک ہدایت و ارشاد فرماتے رہے۔ ۵۵ سال کی عمر میں ۲۵ رجب ۱۸۳ھ (۶۹۹ء) کو قید خانہ میں وفات پائی۔ اور مقام کاظمین (جو بغداد سے ایک میل پر واقع ہے) دفن ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۴۸ تا ۳۵۱ باب مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

حسین بن علی اور ان کا مقام و مرتبہ

جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور جناب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما ہم چچا زاد بھائی تھے۔ اس رشتہ کو ہم درج ذیل نقشہ سے واضح کرتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ



اس نقشہ کی رُو سے معلوم ہوا۔ کہ جناب حسین بن علی اور امام موسیٰ کاظم ایک دوسرے کے چچا کی اولاد ہیں۔ جناب حسین بن علی کی وہ شخصیت ہے۔ کہ ان کے زمانے میں بسنے والے اہل بیت کی اکثریت نے ان کی بیعت تسلیم کی۔ انہوں نے اپنے دور کے ظالم حکمران خلیفہ عباسی ہادی کے خلاف جہاد کیا۔ بالآخر جام شہادت نوش فرمایا۔ مختلف شعرا نے عموماً اور امام حسین رضی اللہ عنہما ان کی شہادت پر اظہار خیال کیا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

یہ دو سر حسین بن علی ہیں جنہوں نے مکہ کے قریب

مقام فنج پر دوسرا کر بلا پیا کر کے علم صداقت بلند کیا۔

سروج الذهب | وفي الحسين بن علي صاحب فتح يقول

بعض شعراء ذاك العصر من ابیات۔

فلا يكيين علي الحسين	بعولة وعلى الحسن
وعلى ابن عاتكة الذي	اثووه ليس له كفن
تركوا بفتح غداة	في غير منزلة الوطن
كانوا كراما قتلوا	لا طائشين ولا جبن
غسلوا المذلة عنهم	غسل الثياب من الدرن
هدى العباد بجدتهم	فلهم على الناس المن

(سروج الذهب مسعودی جلد سوم ص ۲۲۷)

ذکر ایام موسیٰ العادی بن اہمدی مہجور میرزا

طبع جدید

ترجمہ

نوجوان مرد حسین، حسن اور ابن عاتکہ پر میں ضرور گریہ کروں گا۔ وہ ابن عاتکہ کہ جس کو کفن کے بغیر ہی دفن کر دیا گیا۔ مقام فتح پر لوگوں نے انہیں پروس میں صبح سویرے چھوڑا۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ (حسن و حسین اور ان کے ساتھی) جو مکرم و معظم تھے۔ انہوں نے دوران لڑائی نہ بزدلی دکھائی اور نہ سرکشی سے کام لیا۔ انہوں نے ذلت اور رسوائی کو لوں اپنے تن سے جدا کر دیا۔ جیسا کہ کپڑے سے میل دور کر دیا جاتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد کے ذریعہ لوگوں نے راہ راست پائی۔ لہذا ان کے تمام لوگوں پر بہت زیادہ احسانات ہیں۔

منتخب التواریخ:

انام محمد تقی (ع) مرویست کہ بعد از واقعہ کربلا واقع بر سادات عظیم تر از وہ جنگ فتح، واقع شد۔ چوں اہل شکر سر اسے شہداء را نزد موسیٰ بن علی و عباس بن ابی محمد آوردند۔ حضرت موسیٰ بن جعفر (ع)، ہم با جمع کثیر از سادات حسنی در آن مجلس حاضر بودند۔ موسیٰ و عباس از حضرت امام موسیٰ پر سیدند ایں سر حسین است۔

فرمود بلی انا لله وانا الیہ راجعون بعد قسم کہ از دنیا رفت مسلمان و صالح و بسیار روزہ گیرندہ و امر کنندہ بود بہ نیکی باو نہی کنندہ بود از بدیہا و در میان سادات حسنی مثل خود تراشت۔

وچوں اسیراں از سادات را نزد ہادی خلیفہ بردند۔ امر کرد ہمہ

بقتل رسانیدند و در ہماں روز ہادی خلیفہ از دنیا رفت و دلیل خنای دور

قصیدہ تالیف مشہودہ اشارہ کرد۔

افاطمة قومی یا ابنة الخیر فاند بی
 نجور سموتی بارض فلات
 قبور بکوفتہ و اخری بطیبۃ
 و اخری بفتح نالها صلوات

(۱۔ منتخب التواریخ ص ۵۲۰-۵۲۱)

باب نہم فصل ششم در ذکر حالات

بعضی از اصحاب حضرت امام موسیٰ

مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

(۲۔ مقال الطالین صفحہ نمبر ۴۵۳)

ذکر عبداللہ بن اسماعیل مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام تہمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ واقعہ کربلا کے بعد سادات
 پر دو جنگ فتنے، بیاد و سراپڑا لگنی واقعہ نہ ہوا۔ جب وہ لشکر شہدائے کرام
 کے سروں کو موئے بن عینی اور عباس بن ابی محمد کے پاس لایا۔ حضرت
 موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ ایک کثیر جماعت کے ساتھ جن کا تعلق امام حسن
 رضی اللہ عنہ سے تھا۔ وہاں موجود تھے۔ موسیٰ اور عباس نے امام موئے
 سے پوچھا۔ کیا یہ سر حسین کا ہے؟ فرمایا ہاں۔ انا لله وانا الیہ راجعون
 خدا کی قسم! یہ شخص دنیا سے مسلمان، صالح، اور بہت زیادہ روزے
 رکھنے والا گید اور نیکیوں کا حکم دینے والا تھا۔ برائیوں سے رکھنے والا
 تھا۔ اور حسنی سادات میں اس کی مثل نہ تھی۔ پھر جب تیسری سیدیوں

کو خلیفہ ہادی کے ہاں لے گئے۔ تو اس نے ان تمام قیدیوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ اسی دن یہ خلیفہ بھی دنیاسے چل بسا۔ اور وہ جبل خزاہی نے اپنے مشہور قصیدہ تائید میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وہ اسے قاطمہ! اسے بہترین شخصیت کی دختر! اٹھو اور افسوس کرو۔ کیونکہ آسمانی ستارے ایک وسیع میدان میں بکھرے پڑے ہیں۔ یعنی سینہ زادوں کی لاشیں میدان میں بکھری ہوئی ہیں۔ ان شاہزادوں میں سے بعض کی قبریں کوفہ میں ہیں۔ کچھ حضرات مرینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ اور بعض مقام فتح میں آرام فرما ہیں۔

ان سب پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔ اور میرا سلام ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین

بن علی کے مقام شہادت فتح پر پہنچ کر ان

کا جنازہ پڑھا اور انہیں جنتی قرار دیا۔

مقاتل الطالبین

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ إِتَّهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَأَلِيهِ إِلَى مَوْضِعٍ فَجِئَ فَصَلَّى بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ
الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَالَ يُقْتَلُ هُنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي
فِي عَصَابَةٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يُنَزَّلُ لَهُمْ بِأَكْفَانٍ

وَحُتُّوْطٍ مِّنَ الْجَنَّةِ كَسَبِقُ اَرْوَاحِهِمْ وَاَجْسَادُهُمْ
اِلَى الْجَنَّةِ وَ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِهِمْ اَشْيَاءٌ لَمْ تَحْفِظْهَا
رَبُّنَا ۝

مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصفہانی
ص ۲۶۶ تذکرہ عبداللہ بن اسماعیل
مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما المشہور زید شہید سے مروی ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام فتح پر تشریف لائے۔ اور اپنے ساتھ موجود
صحابہ کرام کو نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں
میرے اہل بیت میں سے ایک مرد بہت سے مومنوں کے ساتھ
قتل کر دیا جائے گا۔ ان کے لیے کفن و دفن کا سامان جنت سے اتارا
جائے گا۔ ان کے جسم ان کی روحوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں
گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کے اور بھی فضائل و
مناقب بیان فرمائے۔ لیکن رابطہ اس حدیث کی روایت کرتی
والی کا نام ان کو یاد نہ رکھ سکی۔

مقاتل الطالبین

عَنْ جَعْفَرِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ مَرَّ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِفَيْحٍ فَتَنَزَّلَ فَصَلَّى
رَكْعَةً فَلَمَّا صَلَّى الثَّانِيَةَ بَكَى وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ
فَلَمَّا رَأَى النَّاسُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ يَبْكِي بَكَوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا يُبْكِيكُمْ؟

قَالُوا لَمَّا رَأَيْنَاكَ تَبِيحِي بِكَيْنَا يَا رَسُولَ
 اللَّهِ قَالَ نَزَلَ عَلَيَّ جِبْرَائِيلُ لَمَّا صَبَّيْتُ
 الرِّكْعَةَ الْأُولَى فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ
 رَجُلًا مِنْ وَلَدِكَ يُقْتَلُ فِي هَذَا
 الْمَكَانِ وَاجْعِدِ الشَّهِيدَ مَعَهُ آجُرُ
 شَهِيدَ بَنِي -

(مقالہ الطالبین ص ۲۶۶ - تذکرہ

عبداللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ :-

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح
 مقام فتح سے گزرے ہوئے تھے تو آپ ساری سے نیچے اترے۔ اور ایک رکعت
 پڑھنے کے بعد جب دوسری رکعت پڑھی۔ تو روویٹے۔ جب موجود
 صحابہ کرام نے آپ کو روٹے ہوئے دیکھا۔ تو سب نے رونا شروع کر دیا
 نماز سے فراغت پر آپ نے پوچھا۔ تمہیں کس نے رلایا ہے؟
 کہنے لگے۔

یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو روٹے دیکھا تو ہم نے بھی رونا شروع
 کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ جب میں ایک رکعت پڑھ چکا تھا۔ تو حضرت
 جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم! آپ کی اولاد میں سے ایک مرد اس جگہ شہید کر دیا جائے گا۔ اور
 جو حضرات اس کے ساتھ یہاں جام شہادت نوش کریں گے۔

ان کے لیے دوپہری شہادت کا ثواب ہوگا۔

حسین بن علی کی عبارت و ریاضت

مقالہ الطالین

حَدَّثَنِي أَبُو الْعَرَجِ الْجَمَالُ أَنَّ مُوسَى بْنَ
عِيسَى دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ أَحْضُرْنِي جَمَاعَتَكَ
قَالَ فَجِئْتُهٗ بِمِائَةِ جَمَدٍ ذَكَرَ فَخَتَمَ أَعْنَاقَهَا
وَقَالَ لَا أَفْقِدُ مِنْهَا وَبِرَةً إِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَكَ
ثُمَّ تَهَيَّأَ لِلْمَسِيرِ إِلَى الْحُسَيْنِ صَاحِبِ فَجْحٍ حَتَّى
آتَيْنَا بُسْتَانَ بَنِي عَامِرٍ فَتَزَلَّ فَقَالَ لِي إِذْهَبْ إِلَى
عَسْكَرِ الْحُسَيْنِ حَتَّى تَرَاهُ وَتُخَبِّرَنِي بِكُلِّ مَا رَأَيْتَ
فَمَضَيْتُ فَدَرْتُ فَمَارَأَيْتُ خَلًّا وَلَا فَلَاحًا وَلَا
لَرَأَيْتُ إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ مُبْتَهِلًا أَوْ نَاطِرًا فِي
مُصْحَفٍ أَوْ مُعِدَّ السِّلَاحِ قَالَ فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ
مَا أَظُنُّ الْقَوْمَ إِلَّا مَنْصُورِينَ فَقَالَ وَكَيْفَ ذَلِكَ
يَا ابْنَ الْعَاعِيَلَةِ فَأَخْبَرْتُهُ فَضَرَبَ يَدًا عَلَى يَدِ
وَبِكِي حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّه سَيَنْصَرِفُ ثُمَّ قَالَ
هُنَا وَاللَّهِ أَكْرَمُ عِنْدَ اللَّهِ وَ أَحَقُّ
بِعَافِي أَيْدِيَتِنَا مِنَّا وَلَكِنَّ الْمُلْكَ عِيسَى
وَلَوْ أَنَّ صَاحِبَ الْقَبْرِ يُعِينِي النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَإِلَيْهِ نَاذَعَتَا الْمَلِكَ ضَرْبَنَا
تَحِيُّنُومَهُ يَا سَيْفِ يَا عُدْلَامُ إِضْرِبْ
بِطَبِّكَ ثُمَّ صَارَ إِلَيْهِمْ فَوَ اللَّهُ مَا أَنتَ شَى
عَنْ قَتْلِهِمْ۔

(مقالہ الطالین ص ۲۵۲ تذکرہ

عبد اللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ:

ابو العزیز جاشتر بن نے مجھے حدیث سنائی۔ کہ ایک دفعہ مجھے موسیٰ بن عیسیٰ عباسی
سپاہ سالار نے بلا بھیجا اور کہا۔ کہ اپنے سارے اونٹ لے آؤ۔ میں سوتل
اونٹ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے ان کی گردنوں پر مخصوص نشان لگوا
اور کہا۔ ان میں سے کوئی ایک سوار بھی کم نہ ہونے پائے۔ ورنہ میں تمہاری
گردن اڑا دوں گا۔ پھر حسین صاحب فتح کی طرف جانے کی تیاری کی چلتے چلتے
بستانِ بنی عامر آئے۔ پھر سواری سے نیچے اترا۔ اور مجھے کہا۔ تم حسین کے
شکر کی طرف جاؤ۔ اور ان کی حالت دیکھ کر مجھے تلاؤ۔ میں گیا۔ اور ادھر ادھر
گھوما پھرا۔ میں نے ان میں نہ تو کوئی خرابی دیکھی۔ اور نہ کوئی پریشانی۔ میں نے
ہر ایک سپاہی کو نماز پڑھتے یا اللہ کی بارگاہ میں روتے یا قرآن کویم
کی تلاوت کرتے یا سامان جنگ کی تیاری کرتے پایا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ
کر جب واپس آیا۔ تو میں نے موسیٰ بن عیسیٰ سے کہا۔ میرا ظن غالب ہے
کہ یہ قوم ضرور کامیاب ہوگی۔ اس نے پوچھا۔ اسے ابن فاعلہ! تم نے یہ کیسے

اندازہ لگایا۔ میں نے جو کچھ دیکھا وہ بکلاوید اس نے ہاتھ پر ہاتھ ملا اور رو پڑا۔
 یہاں تک کہ مجھے گمان گزرا کہ وہ واپس لوٹ جائے گا۔ پھر کہا۔ خدا کی قسم!
 وہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں بہت باہر تھے میں سا اور جو کچھ (حکومت) ہمارے
 ہاتھوں میں ہے۔ وہاں کے زیادہ تر دوروں میں لیکن حکومت بانجھ ہو چکی ہے
 اور اگر صاحب قبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حکومت کے بارے
 میں ہم سے بھگڑا کریں۔ تو ہم ان کی ہلک بھی تو اس کے واسطے کاٹ بیٹھیں
 گے۔ (معاذ اللہ) غلام! ڈھول بجاؤ۔ پھر اس کے بعد وہ ان کی طرف چل
 پڑا۔ خدا کی قسم! وہ ان کے قتل سے باز نہ آیا۔ (اولاً نہیں شہید کر کے دوم لید

شکر حسین بن علی کے نگہبان حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

مقالہ الطالین

حَدَّثَنِي نَصْرُ الْحَقَاتِ قَالَ أَصَابَتْنِي
 ضَرْبَةٌ وَأَنَا مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَاحِ
 فَخَّ قَبْرَتِ اللَّحْدِ وَالْعَظْمِ قَبْتُ لَيْلِي
 أَعْوَى وَأَنَا أَخَافُ أَنْ يَجِيئُونِي فَيَأْخُذُونِي
 إِذَا سَمِعُوا الصَّوْتِ فَكَبَّتْنِي عَيْنِي فَرَأَيْتُ
 الشَّيْقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ وَإِلَيْهَا وَقَدْ جَاءَ
 فَأَخَذَ عَظْمًا فَوَضَعَهُ عَلَى عَضُدِي
 فَأَصْبَحْتُ وَمَا أَحْدُ مِرَّةً. التَّوَجُّعِ

قَبِيلًا وَلَا كِتَابًا

مقالہ الطالبین ص ۴۵۷ ذکر میں

خرچ مع ائین صاحب فنچ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

ترجمہ:

نصر بن الحنفیہ کہتا ہے۔ کہ میں جب حسین بن علی صاحب فنچ کے ساتھ تھا۔ تو میں زخمی ہو گیا اور اس زخم سے میرے بازو کی ہڈی اور گوشت تک کٹ گیا۔ وہ رات میں لے بڑی پریشانی اور تکلیف میں کاٹی اور مجھے یہ بھی خطرہ تھا۔ کہ اگر (موسیٰ بن عیسیٰ کے لشکر نے میری آواز سن لی۔ تو وہ مجھے آکر پکڑ لیں گے۔ اسی دوران مجھے نیند سی آگئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس دیکھا۔ آپ نے ہڈی پکڑی اور بازو کے ساتھ جوڑی پھر جنب میں صبح کو بیدار ہوا۔ تو مجھے قطعاً کوئی درد محسوس نہ ہوتا تھا۔

مقالہ الطالبین:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَسَاوِرٍ الْأَهْوَازِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي
جَمَاعَةٌ مِنْ مَوَالِي مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ أَنَّ
لَنَا حَضْرَةَ الْوَفَاءَ جَمَلُوا يَلْقَوْنَنَا الشَّهَادَةَ وَهُوَ يَقُولُ
هِيَ الْآيَةُ الَّتِي لَمْ تَلِدْنِي وَلَمْ أَكُنْ لَقِيتُ حِينَ يَوْمٍ فَنَجَّ وَكَانَ الْحَسَنُ
فَجَعَلَ يُرَدُّ هَا حَتَّى مَاتَ - (مقالہ الطالبین ص ۴۵۷ تذکرہ ذکر
من خراج مع ائین صاحب فنچ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

ترجمہ: عمر بن مساور الاہوازی نے کہا۔ کہ مجھے محمد بن سلیمان کے آزاد کردہ

غلاموں کی ایک جماعت نے بتلایا کہ جب محمد بن سلیمان کی وفات کا وقت قریب آیا لوگ اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگے۔ تو وہ کہہ رہا تھا کہ
 دو کاش کہ میری ماں مجھے ہنسی ہی نہ دے اور نہ ہی میں فیخ کے حسین حسن
 کو رہتا۔

اسی شعر کو اس نے بار بار دہرایا۔ حتیٰ کہ انتقال کر گیا۔

شہادت کہ حسین بن علی پر امام جعفر چہ پہنچے توفیر مایا
 یہاں اہل جنت کی لائیں تڑپیں گی

مقال الطالین

حَدَّثَنَا النَّصْرُ بْنُ قُرْوَانَ قَالَ أَكْرَيْتُ
 جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ
 فَلَمَّا أَرْتَحَلْنَا مِنْ بَعْطِنِ مَرْ قَالَ لِي يَا
 نَصْرُ إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى فِخٍ فَاعْلِمْنِي قُلْتُ
 أَوْلَسْتَ تَعْرِفُهُ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ أَخْبَيْتَنِي أَنْ
 تُغْلِبَنِي عَيْنِي فَلَمَّا انْتَهَيْتَنَا إِلَى فِخٍ دَخَلْتُ
 مِنْ الْمَخِيلِ فَإِذَا هُوَ نَارٌ فِي قَتْنَحْتِ
 فَلَمَّ يَنْتَبَهُ فَحَزَّكَتُ الْمَخِيلَ فَجَلَسَ
 فَقُلْتُ وَدَّ بَلَّغْتَ فَقَالَ حَلِ مَخِيلِي
 فَحَلَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ صَدِ الْقِطَارَ فَوَصَلْتُهُ
 ثُمَّ تَنَحَّيْتُ بِهِ عَنِ الْجَبَادَةِ فَأَنْتَحْتُ

بَعِيْرًا فَقَالَ نَارِيْلِيْ الْاَدَارَةَ وَالزَّكُوَّةَ
 فَتَوَسَّأَ وَمَسَّنِيْ شُرَّ رَكِبٍ فَقُلْتُ لَوْ
 جَعَلْتُ فِذَاكَ رَايِيْكَ فَتَدَصَّعْتَ شَيْئًا
 اَفْتَهُوْا مِنْ مَنَاسِيْكَ الْحَجِّ ؛ فَانَ لَا وَلَكِنْ
 يَقْتُلُ هَهُنَا رَجُلًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فِي
 عِصَابِيَّةٍ تَسْبِقُ اَرْوَاحُهُمْ اَجْسَادَهُمْ
 اِلَى الْجَنَّةِ .

(مقالہ الطالبین ص ۲۲۷ مطبوعہ

بیروت)

ترجمہ:

نفرین قریش نے بیان کیا کہ میں نے جناب جعفر بن محمد کے لیے مرینہ
 منورہ سے کوئٹہ کے لیے ایک سواری کا کرایہ پر لیا۔ پھر جب ہم بلوچ سے
 گزرے۔ تو مجھے فرمایا اے نفر: جب میں مقام فتح بہنچوں۔ تو مجھے
 بتا دینا میں نے کہا کیا آپ اس مقام کو نہیں جانتے۔ کہنے لگے خود
 جانتا ہوں۔ لیکن مجھے ظہر ہے۔ کہ میں میری اونٹن لگا جائے سلاویم
 وراں سے گزر جائیں۔ پھر جب ہم مقام فتح پہنچے۔ میں ان کے کچاوہ کے
 قریب گیا۔ تو کچاوہ کھتا ہوں۔ کہ وہ سو رہے ہیں۔ میں نے کھنگھوٹا لگایا۔
 لیکن وہ نہ جاگے۔ پھر میں نے ان کے کچاوہ کو لایا۔ جس سے وہ اٹھ بیٹھے
 تو میں نے کہا۔ کہ وہ بگڑ (مقام فتح) آگیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا۔
 میرا کچاوہ کھول دو۔ میں نے کھول دیا۔

پھر فرمایا۔ کہ اونٹوں کا قطار ملا دو۔ میں نے ملا دیا۔ پھر میں ایک طرف

ہٹ گیا۔ اور ان کے اونٹ کو بٹھایا۔ تو فرمانے لگے مجھے وضو کے لیے
 لوٹا اور چھوٹا مشکیزہ پکڑاؤ۔ اس کے بعد انہوں نے وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔
 پھر سوار ہو گئے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں قربان! میں نے آپ کو جو کچھ کرتے
 دیکھا۔ کیا یہ افعال حج میں سے تھے؟ فرمایا، نہیں۔ لیکن ایسا اس لیے کئے گئے کہ
 یہاں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بہت سے آدمیوں کے ساتھ
 شہید کیا جائے گا۔ ان کی رو میں ان کے جسموں سے پہلے جنت میں جا میں
 گی۔

الحاصل:

جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہما اہل بیت کی وہ طویل القدر اور عظیم المرتبت شخصیت

تھے۔

۱۔ جن کی شہادت کی خبر سن کر امام موسیٰ کاظم نے انا للہ وانا الیہ راجعون
 پڑھا۔

۲۔ جو بہت زیادہ روزے رکھنے والے تھے۔ تیسری کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے
 والے تھے۔

۳۔ سادات میں یہ اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔

۴۔ جن کے بارے میں امام نقی نے کہا۔ کہ واقعہ کربلا کے بعد واقعہ فنج سے بڑا واقعہ نہ گذرا۔
 جس میں حسین بن علی شہید ہوئے۔

۵۔ جن کی ولادت سے قبل ہی امام جعفر صادق نے ان کی شہادت گاہ کی زیارت کی

۶۔ امام جعفر صادق نے مقام فنج میں شہید ہونے والی کے بارے میں فرمایا۔ ان کی وصال
 ان کے اجسام سے قبل جنت میں داخل ہوں گی۔

۷۔ جنہوں نے اہلبیت سے ذلت کو اس طرح دور کر دیا۔ جس طرح کپڑے سے میل کو دور کر دیا جاتا ہے۔

۸۔ جن کی ولادت و شہادت سے قبل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

۹۔ جن کے کفن و دفن کا سامان جنت سے آیا۔

۱۰۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی شہادت کی خبر جبرئیل امین نے دوران نماز دی۔

۱۱۔ ان کے ساتھ شہید ہونے والا ہر شخص دو شہیدوں کا اجر پائے گا۔

۱۲۔ جیسا ہی قلیعہ ہادی کی طرف سے ان کے ساتھ لڑائی کرنے کی غرض سے آنے والے

موسیٰ بن عیسیٰ نے ان کے ہر قدم کو نیک کاموں میں معروف پایا۔

۱۳۔ جن کے لشکر میں سے نذرانہ غنات کے ٹٹے ہوئے بازو کو خواب میں حضور صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑ دیا۔

۱۴۔ جن کے مقابل لشکر میں سے ایک سپاہی کو بوقت مرگ کلمہ شہادت کی تلقین

کی گئی۔ تو اس نے اس کی بجائے افسوس کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اے میری

ماں نہ جنتی اور میں حسین بن علی کے لشکر کا مقابلہ کرتا ہوں یہی کہتا ہوں اور گیا۔

لحاظ فرمایا:

قارئین کرام! کتب شیعوں سے ہم نے جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف

و فضائل ذکر کیے۔ اہم و عظیم شخصیت کو ایک من گھڑت شرط کے تحت ایمان سے ہی

خارج قرار دینا اور کل قیامت کو رو سیاہ ثابت کرنا کتنی بڑی حماقت اور دیرری

ہے۔ جیسا کہ ہم نے بقید حوالہ ان کی کتب سے ہی ثابت کیا کہ جناب حسین بن علی رضی

نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کیا۔ اب اہل تشیع کی خود ساختہ شرط کو ملحوظ رکھیں۔ تو دلیل اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

چونکہ بارہ ائمہ میں سے کسی امام کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنا کفر ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی امامت و خلافت منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اب جبکہ جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اہل تشیع کی ترتیب کے اعتبار سے ساتویں امام جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے بالمقابل امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو جناب حسین بن علی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔

اور یہی وہ شخصیت ہیں۔ جو اہل تشیع کی شرط کے مطابق تو روسپاہ نہیں ہیں۔ لیکن خود امام موسیٰ کاظم ان کی شہادت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ ان کی عبادت کے گن گار ہے ہیں۔ ان کو سادات کرام میں بے مثل و بے نظیر قرار ہے ہیں۔ ان کے واقعہ کو امام نقی واقعہ کربلا کے بعد جب عظیم واقعہ قرار دے رہے ہیں۔ ان کی شہادت گاہ کی جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ زیارت کر رہے ہیں شہادت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ ادا فرما رہے ہیں۔ ان کے کفن و دفن کا سامان جنت سے آرہے۔ اور ان کے معالمت بوقت مرگ گھر شہادت کی بجائے ان کے خلاف لڑنے پر افسوس کے کلمات ادا کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اگر واقعی یہ روسپاہ دوزخی تھے۔ تو ان حضرات کو اس بارے میں پتہ نہ ہو۔

تہ ہوا۔ حالانکہ اہل تشیع کے نزدیک امام کے لیے عین دان ہونا ضروری ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نص کے مطابق اگر امامت جناب موسیٰ کاظم کے لیے ہی مقرر تھی۔ تو پھر آپ نے حسین بن علی کی خدمت کی بجائے ان کی تحسین اور توصیف کیوں فرمائی۔ اہل تشیع تو انہیں صرف وہ اس جرم،، کی پاداش میں معاذ اللہ دوزخی اور روسپاہ قرار دے رہے ہیں۔ کہ انہوں نے امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ میں امامت

کا دعویٰ کیا۔ لیکن امام موسیٰ کاظم خود ان کو قائم لیل، صائم الایام، امر بالمعروف و نہی عن المنکر قرار ہے۔

ان تمام باتوں سے ثابت ہوا کہ امامت و خلافت کے لیے "متصوص من اللہ" کی شرط اہل تشیع کی اپنی بنائی ہوئی شرط ہے۔ اللہ اول اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں قطعاً کوئی نص نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس معاہدہ ہے۔ کاش اہل تشیع کو بھی کم از کم اتنا فسوس نصیب ہوتا جتنا کہ جناب حسین بن علی کے خلافت لڑنے والے ایک سپاہی کا مذکور ہوا۔

اب بھی وقت ہے۔ موت سے پہلے پہلے اس میں گھرتی شرط پر ضرورہ کرو۔ اور اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ کر فسوس کرتے ہوئے معافی مانگتے ہوئے اپنے رب کے حضور جھک جاؤ۔ وہ مہربان ہے۔ بخشنے والا ہے۔ ورنہ پھر برور مشرک فسوس کرنے سے کچھ ہاتھ دوائے گا۔ اس دن تو کافر و منافق اور مشرک فسوس کا اظہار کریں گے۔ لیکن بے سود۔

دفاعتبر وایا اولی الابصار

حسین بن علی کا امام موسیٰ کاظم کے مقابلہ میں امامت کا

دعوے از کتب شیعہ

گوشہ سطور میں آپ نے جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب کتب شیعہ سے ملاحظہ کیئے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے انہیں جنتی کہہ سادات میں بے مثل شخصیت ہونے کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حامل ہونا یعنی جہاد کرنا یہ وہ صفات ہیں۔ جو کسی امام کے لیے مذہب شیعہ کے مطابق پائی جانا ضروری ہیں۔ جناب حسین بن علی نے کیا امامت کا دعویٰ کیا تھا؟ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضرت حسین بن علی نے امام کاظم سے کہا میری بیعت

کو مگر امام کاظم نے انہیں برا نہیں کہا بلکہ وعادی

اصول کافی،

عَنْ اَبِي اِهْمَدِ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ الْمُفَضَّلِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي
طَالِبٍ قَالَ لَمَّا خَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقْتَوْلُ
يَفْعُ وَاحْتَوَى عَلَى الْمَدِينَةِ دَعَا مُوسَى بْنَ
جَعْفَرٍ إِلَى الْبَيْعَةِ فَأَتَاهُ فَقَالَ يَا ابْنَ عَمِّ
لَا تُكَلِّفْنِي مَا كَلَّفَ ابْنُ عَمِّكَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
فَيَخْرُجُ مِنِّي مَا لَا أُرِيدُ كَمَا خَرَجَ مِنْ أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُنْ يُرِيدُ فَقَالَ لَسْنَا
الْحُسَيْنُ إِنَّمَا عَرَضَتْ عَلَيْكَ أَمْرًا فَإِنْ أَرَدْتَهُ
دَخَلْتَ فِيهِ وَإِنْ كَرِهْتَهُ لَمْ أَحْمِلْكَ عَلَيْهِ
وَإِنَّهُ الْمُسْتَعَانُ ثُمَّ وَدَّعَهُ فَقَالَ لَسْنَا
أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ حِينَ وَدَّعَهُ
يَا ابْنَ عَمِّ إِنَّكَ مَقْتُولٌ فَاجِدِ الضَّرَابَ
فَإِنَّ الْقَوْمَ فُسَّاقٌ يَظْهَرُونَ إِيمَانًا وَ
كُفْرًا وَشُرُكَاءَ وَإِنَّا لِلَّهِ رَاغِبُونَ
أَخْتَسِبُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ عُصْبَةٍ ثُمَّ خَرَجَ

الْحُسَيْنَ وَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ قُتِلُوا أَكْثَرَهُمْ كَمَا قَالَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ -

(۱- اصول کافی جلد ۱ ص ۳۶۶ کتاب

النجباء مايفصل به بين

دعوى المحقق الخ مطبوعه طهران

طبع جديد

(۲- مقال الطالبین ص ۷۷ ص ۴۴ تذکرہ

عبد الشہین اسحاق مطبوعه بيروت

طبع جديد

توجہ:

ابراہیم بن جعفری نے عبد اللہ بن نقیہ سے روایت بیان کی جو کہ عبد اللہ
بن صفوان ابی طالب کے ازاوردہ غلاموں میں سے تھا۔ کہہ کر جب حسین
بن علی کو مقام میں شہید کر دینے لگے تھے۔ نے خون کیا اور دیناے
تو یہاں آکر انہوں نے موسیٰ بن جعفر کو بیت دی۔ (یعنی میرے بھتیجے
بیت کر لو) امام موسیٰ بن جعفر بن کے ہاں آئے اور کہا۔ اسے میرے چچا
کے بیٹے ہجرت اس امر کی کیفیت نہ دو۔ جس کی کیفیت تمہارے چچا کو بھائی
(محمد بن عبد اللہ) نے تمہارے چچا (امام جعفر صادق) کو دی تھی۔ ایسا نہ ہو
کہ میری زبان سے کہہ دینے کلمات نکلیں۔ جو میں کہتا ہوں چاہتا ہوں
کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کا اس کو کہہ پر ایسی باتیں کہنا پڑیں۔ جو وہ کہتا نہیں چاہتے
تھے۔ یہ سن کر جناب حسین بن علی نے اس سے کہا۔ بھائی! میں نے جو کچھ
کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے قبول کر میں۔ اور اگر آپ نے
اچھا نہ جائیں۔ تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔ واللہ تعالیٰ سے ہی مدد ہے۔ پھر

انہیں الوداع کر دیا۔ اور بوقت الوداع ابوالحسن ہوشی
 بن حنفیہ نے کہا سبے چچا زاد بھائی! تمہیں شہید کر دیا جائے گا۔ مذاجب
 یہ وقت آئے۔ تو خوب جان پر کھیل کر لڑنا۔ یعنی یہ مقابل میں سے جس قدر
 لوگوں کو قتل کر سکو۔ قتل کر دینا۔ یہ لوگ فاسق ہیں۔ ظاہر تو ایمان کرتے ہیں۔
 لیکن اندران کے شرک گمسا ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
 میں تمہیں اپنے خاندان کا ہی ایک فرد تصور کرتا ہوں۔ اس کے بعد حسین بن
 علی نے خروج کید پیر جوان کی تقدیر میں تھا ہوا۔ یہ اور ان کے تمام ساتھی،
 شہید کر دیئے گئے۔ عیسا کا نام نے پیش گوئی کی تھی۔

تمام اولاد علی رضی اللہ عنہ حضرت حسین بن علی کی بیعت امامت کی

مقال الطالبین:

وَلَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْهُ أَحَدٌ مِنَ الطَّالِبِينَ
 إِلَّا الْحَسَنُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ
 فَإِنَّهُ اسْتَعْفَاهُ فَلَمْ يَكْرِهْهُ
 حَدَّثَنِي عُنَيْزَةُ الْقَصْبَانِيَّةُ قَالَتْ رَأَيْتُ
 مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ بَعْدَ عَثْمَةَ وَقَدْ
 جَاءَ إِلَى الْحُسَيْنِ صَاحِبٍ فَخَرَّ فَانْكَرَ
 عَلَيْهِ سِمَةَ الرُّكُوعِ وَقَالَ أَحِبُّ أَنْ تَجْعَلَنِي
 فِي مَعْرَةٍ وَحَدِيثٍ مِنْ تَخْلُفِي عَنْكَ فَاطْرُقَ الْحُسَيْنُ

وَتَجَاهِدُوا عَدُوَّنَا فَإِنِ نَحْنُ وَفِينَا
وَفَيْتُمْ لَنَا وَإِنِ نَحْنُ لَكُمْ فَلَا
بَيْعَةَ لَنَا عَلَيْكُمْ۔

(مقالہ الطالین ص ۲۲۹-۲۵۰)

تذکرہ عبداللہ بن اسحاق مطبوعہ بیروت

طبع جدید

ترجمہ:

ارطاة سے مروی ہے۔ کہ جب جناب حسین بن علی صاحب فتح نے بیعت لینے کا اعلان کیا۔ تو یوں کہا میں تم سے بیعت اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا۔ اس کی نافرمانی نہیں ہوگی۔ اور میں تمہیں آل محمد کی رضا کی طرف بلاتا ہوں۔ اور اس بات کو بطور شرط رکھتا ہوں۔ کہ بیعت کے بعد میں اور میرے ساتھی تمام فیصلہ جات اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے مطابق کریں گے۔ رعیت میں عدل ہوگا۔ اور حقوق برابر تقسیم ہوں گے۔ اور یہ بھی کہ تمہیں ہمارے ساتھ مل کر چلنا ہوگا۔ اور ہمارے دشمنوں سے جنگ کرنا ہوگی۔ سو اگر ہم ان شرائط کی پابندی کریں۔ تو تم بھی بیعت پر قائم رہنا اور اگر ہم ان شرائط پر پورا نہ آتوں۔ تو ہماری بیعت کا تم پر باقی رہنا کوئی ضروری نہیں ہوگا۔

ناسخ التواریخ:

حسین بن علی العابد باجماعتی از سادات علوی و جمعی از اہل بیت خود در زمان ہادی عباسی در طلب خلافت بیرون شد۔ و موسیٰ بن عیسیٰ بن علی و محمد بن

سیمان ابن منصور با لشکر کی ساختہ بمقاتلت اوتا تختہ دور سال یکصد و شصت و نہم ہجری و بروایتی در سال یکصد و ہفتاد و در یوم ترویہ دار من فتح قتال داوند جمعی کثیر از سادات علوی مقتول شد و حسین نیز شہید گشت سردار حمل کردہ بنزد ہادی آوردند ہادی کردار ایشان را کردہ داشت۔

رنا سخ التوارخ حالات امام حسن
مجتبیٰ۔ جلد دوم ص ۴۵۴ ذکر احوال
حسین بن علی العابد صاحب فتح۔
مطبوعہ تہران طبع جدیدہ

ترجمہ:

جناب حسین بن علی نے علوی سادات اور اپنے اہل بیت کی ایک جماعت کے ہمراہ ہادی عباسی کے دورِ خلافت میں خلافت و امامت کی طلب کی خاطر خروج کیا۔ موسیٰ بن عیسیٰ اور محمد بن سیمان ابن منصور نے ایک لشکر لے کر ان سے جنگ کی۔ یہ واقعہ ۱۶۹ ہجری یا ۷۸۶ ہجری ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو ہوا۔ مقام فتح پر لڑائی ہوئی۔ علوی سادات کی ایک بڑی جماعت اس جنگ میں شہید ہو گئی۔ اور حسین بن علی نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ پھر ان حسین بن علی کا سراٹھا کر ہادی خلیفہ کے دربار میں لایا گیا۔ ہادی نے ان کے اس فعل کو اچھا نہ جانا۔

حضرت امام کاظم نے حسین بن علی کی بجائے حکومت

وقت کی حمایت کی

اصول کافی؛

وَأَنَا مُتَقَدِّمٌ إِلَيْكَ أَحَدٌ رُكَّ مَعْصِيَتِكَ الْخَلِيفَةَ
وَأُحِبُّكَ عَلَى بِيْرِهِ وَطَاعَتِهِ وَأَنْ تَطْلُبَ لِنَفْسِكَ
أَمَانًا قَبْلَ أَنْ تَأْخُذَكَ الْأُظْفَارُ وَيَكْرِزَ مَكَةَ
الْخَنَازِقِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَتَرْوِحَ إِلَى النَّفْسِ
مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَلَا تَجِدُهُ حَتَّى يَمُنَّ اللَّهُ عَلَيْكَ
بِعَمَلِهِ وَقَضِيلِهِ وَرِثَةِ الْخَلِيفَةِ أَبَقَاهُ اللَّهُ
فِيؤْمِنُكَ وَيَرْحَمُكَ وَيَحْفَظُ فِيكَ أَرْحَامَ
رَسُولِ اللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى
إِنَّا قَدْ أَوْحَى إِلَيْنَا أَنَّ الْعَدَابَ عَلَى مَنْ
كَذَبَ وَتَوَلَّى-

داصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۶

کتاب الحجۃ باب ما یفصل

به بین المحق الخ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

میں تم کو خلیفہ کی مخالفت سے بچانا چاہتا ہوں۔ اور تم کو رعیت و لاسا

ہوں اس کی نیکی حاصل کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی طرف اور اس سے
 امان چاہو قبل اس کے کہ تم اس کے پنجے میں پھنسو اور ہر طرف تمہاری گردن
 میں رستی بند ہے۔ اور ہر طرف سے اپنے لیے راحت طلب کرو۔ اور کوئی
 کوشش نہ کرو۔ یہاں تک کہ خدا تم پر احسان کرے اور خلیفہ کو تم پر مہربان کرے
 خدا اس کو باقی رکھے۔ تاکہ تم کو امان دے۔ اور رسول کے رشتہ داروں کی
 حفاظت کرے۔ سلام ہو طالب ہدایت پر۔ وحی کہتی ہے۔ عذاب اس کے
 لیے ہے۔ جس نے تکذیب کی اور روگردانی کی۔

کتاب التثانی ترجمہ اصول کافی جلد ۱

ص ۲۲۸۔ مطبوعہ کراچی

لمحہ فکریہ:

حوالہ جات مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ امامت و خلافت کو اپنے
 لیے درمنصوص میں اٹھا، نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کا جناب حسین بن علی کو یہ جواب دینا کہ "تم
 خوب قدم جما کر لڑنا۔ لیکن میں اس لڑائی میں شرکت سے معذرت خواہ ہوں۔ بہر حال
 تمہارے لیے دست بدعا ہوں۔ کہ ان فاسقین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں ثابت قدمی
 عطا فرمائے، اس بات کی دلیل ہے۔ اگر موسیٰ کاظم اپنی امامت کو منصوص میں اٹھاتے
 تو یہ جواب نہ دیتے۔ بلکہ صاف صاف کہہ دیتے۔ کہ تمہیں ہرگز یہ زیب نہیں دیتا۔ کہ اپنی
 بیعت کے لیے لوگوں سے رابطہ قائم کرو۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ امام موسیٰ کاظم نے خلیفہ
 وقت اہل بیعت کے حق میں بھی اس کی حکومت کی بقا کی دعا کی۔ اگر اس کی خلافت
 کا جواز نہ ہوتا۔ تو پھر اس کے بقا کی دعا مانگنا ایک امام وقت سے کیوں کر متصور ہو
 سکتا ہے؟

نوٹ:

ان دونوں باتوں میں واضح تعارض موجود ہے۔ یعنی ایک بات یہ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما نے علی کو لڑنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اور ان کے مد مقابل کو فاسق اور مشرک کہہ رہے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ خلیفہ کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امام موسیٰ کاظم (معاذ اللہ) منافقانہ طرز اپنائے ہوئے ہیں۔ نہیں، ہمیں ہرگز ان سے دونوں باتیں سرزد نہیں ہو سکتیں۔ یہ بھی ان بناوٹی ”مجان ائمہ اہل بیت“ کی ناپاک سازش ہے اور آل بیت سے مخفی دشمنی و عداوت کا ایک نمونہ ہے۔ جو میٹھے میں زہر ملا کر عوام کے عقائد کو ذبح کرنے کی ان کی دیرینہ عادت بلکہ فطرت ہے۔

اگر کوئی شیعہ اس تعارض کی یہ توجیہ بیان کرے۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما نے حسین بن علی کے اندرون خانہ اور ولی طور پر دشمن تھے۔ کیونکہ انہوں نے ان کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ لہذا خلیفہ وقت کے حق میں دعا کرنا حق ہے۔ تو اس توجیہ کے بارے میں گزارش ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں امامت و خلافت دونوں کا استحقاق ایک ہی شخصیت میں اور وہ بھی منصور من اللہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ تو اس عقیدہ کی بنا پر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما نے خلافت و امامت دونوں کے مال تھے۔ اگر حسین بن علی کے دعویٰ امامت پر انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ تو ہادی جیسا ہی کے دعویٰ امامت پر رضامندی کا اظہار کیوں کیا جا رہا ہے معلوم ہوا۔ کہ جب امام موسیٰ کاظم وقت کے عباسی خلیفہ کی خلافت کی بقا چاہتے ہیں۔ اور اپنی صرف امامت کا تحفظ کر رہے ہیں۔ تو امامت و خلافت دو الگ الگ امر ہوئے۔ حالانکہ اہل تشیع انہیں ایک ہی سمجھتے تھے۔ اور یہی معلوم ہوا۔ کہ نہ ہی امامت منصور من اللہ ہوتی ہے۔ اور نہ ہی خلافت کے لیے کسی قسم کی نسل کا ہونا ضروری ہے۔ یہی حسین بن علی ہیں۔ کہ دعویٰ امامت کے بعد الوداع کرتے ہوئے امام موسیٰ کاظم نے انہیں بہت سی

ابھی صحتیں کیں ساور جام شہادت نوش کرنے پر ان کی تعریف و توصیف کے ساتھ ان اللہ
وانا الیہ راجعون پڑھا۔ جب امام موسیٰ کاظم انہیں زندگی اور شہادت کے بعد
ان نیک الفاظ سے یاد کر رہے ہیں۔ تو یہ کسے ممکن ہے کہ یہ انہیں خارج از اسلام قرار دیں۔ یہ
سب کثرت ان نام نہاد "شیعیان علی" کے ہیں جن کے زمانہ میں دعویٰ امامت کیا۔ وہ ان
کی تعریفیں کریں۔ اور یہ ہیں کہ صدیوں بعد انہیں برا بھلا کہہ کر نہ جاتے کون سی پرانی عداوت
کا بدلہ لے رہے ہیں۔ ذرا تباہیئے تو کہ آخر حسین بن علی تے کو نسا جرم کیا؟ شریعت کے
کس رکن کی مخالفت کی؟ جس کی بنا پر انہیں کافر اور قیامت کو رو سیاہ ثابت کیا جا رہا
ہے۔ ساتھوں نے اپنی بیعت لینے کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول کی اتباع
لازم ٹھہرائی۔ لوگوں میں عدل و مساوات کا اعلان کیا۔ اس اعلان پر تمام افراد اہل بیت
نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کفن و دفن کو جنتی کہیں
توان اہل تشیع کو کون سی تکلیف ہے۔ کہ جس کی بنا پر انہیں اسلام سے خارج کیا جا رہا
ہے۔ کیا ایسی کا نام دو محبت اہل بیت ہے۔ لیکن یہ سب کچھ امامت و خلافت کے
لیے منصوب من اللہ کی شرط لگانے سے وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ اس لیے یہی بہتر
ہے۔ کہ اس شرط کو من گھڑت قرار دیا جائے۔ اور حضرات اہل بیت
کے احترام کو قائم رکھا جائے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مقتدائے پنجم

امام علی رضا کے مقابلہ میں محمد بن جعفر نے امامت کا
دعا سے کیا

امام علی رضا از تاریخ ائمہ

حضرت امام علی رضا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھویں خلیفہ اور
مسلمانوں کے اٹھویں امام تھے۔ ۱۱۵ھ کی قعدہ ۱۵۳ھ ہجری (۷۷۱ء) کو
مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۳ رذی قعدہ ۲۰۳ھ ہجری (۸۱۸ء) کو
شہر طوس (صوبہ خراسان) میں زہر سے شہید ہو کر وہیں دفن ہوئے۔
خراسان میں حضرت کا روضہ نہایت عالی شان اور عظیم القدر ہے۔
۳۰ سال تک اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے۔ ۱۸۳ھ ہجری میں
امام مقرر ہوئے۔ اور ۵ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔
(تاریخ ائمہ ص ۷۷ تا ۸۵ سوال باب)

محمد بن جعفر کا مرتبہ و مقام از کتب شیعہ

خاندان اہل بیت میں سے محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد دو امیر المؤمنین، کے لقب سے ان کو ہی پکارا گیا۔ یہ اپنی خوبصورتی اور حسن و جمال کی وجہ سے دو بیاج، کہلاتے۔ اہل بیت و دیگر علمائے کرام میں ان کی شخصیت نہایت مستند تھی۔ بڑے بڑے محدثین کرام نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو

مقاتل الطالبین:

وَقَدَّرَوِي الْحَدِيثَ وَ أَكْثَرُ الرِّوَايَةِ
عَنْ أَبِيهِ وَ نَقَلَ عَنْهُ الْمُحَدِّثُونَ مِثْلُ
مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عُمَرَ الْعَبْدِيِّ وَ مُحَمَّدِ بْنِ
سَلَمَةَ وَ إِسْحَاقَ مُوسَى الْأَنْصَارِيِّ وَ
غَيْرِهِمْ مِنَ الْوُجُوهِ۔

(مقاتل الطالبین۔ ص ۵۳۸، تذکرہ

محمد بن جعفر۔ مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

ترجمہ:

یہ کتاب محمد بن جعفر نے حدیث کی روایت کی۔ اور زیادہ تر روایات ان کے اپنے والد گرامی سے ہیں۔ پھر ان سے اکابر محدثین مثلاً محمد بن ابی عمر العبیدی، محمد بن سلمہ، اسحاق بن موسیٰ انصاری وغیرہ نے روایت حدیث کی۔

مقاتل الطالبین:

ذُكِرَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ بِحَضْرَةِ أَبِي الطَّاهِرِ

أَحْمَدَ بْنِ عَيْسَى بْنِ عَيْدِ اللَّهِ فَسَمِعْنَا
 أَبَا الظَّاهِرِ يُحْسِنُ الثَّنَاءَ عَلَيْهِ وَقَالَ
 كَانَ عَابِدًا قَاضِلًا وَكَانَ يَصُومُ
 يَوْمًا وَيَفْطِرُ يَوْمًا.

(مقالہ الطالبعین ص ۵۳۸ تذکرہ محمد
 بن جعفر مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ابو طاہر محمد بن عیسیٰ بن عبد اللہ کے سامنے
 کیا گیا۔ تو ہم نے ابو طاہر سے ان کے بارے میں تعریفی الفاظ سنے۔ فرمایا
 وہ عبادت گزار، علوم دینیہ کے فاضل اور ایک دن روزہ اور دوسرے
 دن افطار کرنے والے تھے۔

محمد بن جعفر رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے شبیہ تھے

فرق الشیعہ:

إِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ دَخَلَ عَلَى أَبِيهِ جَعْفَرَ
 يَوْمًا وَهُوَ صَبِيٌّ صَغِيرٌ فَعِنْدَ اللَّهِ فَكَبَا
 فِي قَمِيصِهِ وَوَقَعَ نَحْرَهُ وَجْهَهُ فَقَامَ
 إِلَيْهِ جَعْفَرٌ وَقَتَلَهُ وَمَسَحَ التُّرَابَ عَنْ
 وَجْهِهِ وَوَضَعَهُ عَلَى صَدْرِهِ وَقَالَ
 سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ إِذَا وُلِدَكَ وَلَدٌ لَشِبْهَتِي
 فَسَمِّهِ بِأَمِّي فَهُوَ شَبِيهِي وَشَبِيهِي

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ -

(فرق الشیعہ ص ۷۶، ۷۷ مطبوعہ

نخعت اشرف - طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن جعفر ایک مرتبہ اپنے والد گرامی امام جعفر صادق کے پاس بچپن میں حاضر ہوئے۔ دوڑ کر آئے۔ اور قمیص گھسیٹے آئے۔ اگر ان کے بالکل سامنے کھڑے ہو گئے۔ امام جعفر اٹھے اور انہیں بوسہ دیا۔ ان کے چہرے سے مٹی جھاڑی۔ اور اپنے سینہ پر بٹھایا۔ اور فرماتے گئے۔ میرے والد گرامی نے مجھے ارشاد فرمایا تھا جب تمہارے گھر کوئی بچہ میرا ہم شکل پیدا ہو۔ تو میرے نام پر اس کا نام رکھنا پس وہ میرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شبیہ ہوگا۔

محمد بن جعفر اور ان کے رفقاء خیر پرست تھے

مقال الطالین:

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
يَحْيَى بْنُ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ مُؤَمَّلًا يَقُولُ
رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ
بِمَكَّةَ فِي سَنَةِ بِيْعَاتِي رَجُلٍ مِنَ الْجَارِوَةِ
وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الصُّوفِ وَسِيمَاءُ الْخَيْرِ ظَاهِرٌ.

(مقال الطالین ص ۱۵۲)

ترجمہ:

یحییٰ بن الحسن کہتا ہے کہ میں نے مؤمل کو یہ کہتے سنا۔ میں نے محمد بن

حضرت کو دوسو بارودی مردوں کے ہمراہ مکہ میں نماز پڑھنے کے لیے جاتے
دیکھا۔ ان لوگوں نے ادنیٰ کپڑے پہن رکھے تھے اور ان پر غیر و بھلائی کے
اُتار نمایاں تھے۔

محمد بن جعفر بہت سخی اور کیاں تھے

مقاتل الطالبین:

كَانَتْ خَدِيجَةُ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ
عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ تَحْتَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ
وَكَانَتْ تَذْكُرُ أَنَّهَا مَا خَدَجَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ قَطُّ
فِي ثَوْبٍ فَرَجَعَ حَتَّى يَهْبِئًا

(مقاتل الطالبین ص ۵۳۸)

ترجمہ:

محمد بن جعفر کی بیوی خدیجہ بنت عبد اللہ بن حسین کہا کرتی تھیں کہ
جب کبھی محمد بن جعفر باہر تشریف لے جاتے تو واپسی پر ان کپڑوں کو جو
انہوں نے زیب تن کیا ہوتا ہے، ہبہ کر دیتے تھے۔
مختصر یہ کہ محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ تھی جو کہ
ایک علیل القدر عالم دین تھے۔ اپنے دور میں کوئی ان کے ہم پل نہ تھا۔
خود عالم حدیث تھے اور بڑے بڑے محدثین کرام نے ان سے حدیث پاک
کی روایت کی۔

صوم داؤدی (ایک دن افطار ایک دن روزہ) کے پابند تھے۔
سخی ایسے کہ ایک کپڑا دوبارہ نہ پہنتے بلکہ کسی مستحق کو ہبہ کر دیتے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس نامور صاحبزادے کو اہل تشیع نے خود ساتھ
شرط امامت کی وجہ سے مورد لعن طعن قرار دیا۔ نواسیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو من گھڑ
شرط کی بنا پر اسلام سے ہی خارج کر دیا۔ کیا یہ آل رسول سے دشمنی نہیں؟

امام علی رضا کے مقابلہ میں محمد بن جعفر اور کئی دوسرے

حضرات کے دعویٰ امامت کا ثبوت

جناب امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے مقابل چھ آدمیوں نے دعویٰ امامت
کیا یہ سب کے سب اہل بیت میں سے تھے۔ اور سزا حسینی سادات تھے۔ ان کی تفصیل
یہ ہے۔

- | | |
|----------------------|--|
| ۱۔ محمد بن ابراہیم۔ | کوفہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔ |
| ۲۔ محمد بن سلیمان۔ | مدینہ منورہ میں امامت کا دعویٰ کیا۔ |
| ۳۔ علی بن محمد۔ | بصرہ میں دعویٰ امامت کیا۔ |
| ۴۔ زید بن موسیٰ۔ | بصرہ میں مدعی امامت تھے۔ |
| ۵۔ ابراہیم بن موسیٰ۔ | بصرہ میں امامت کے دعویٰ دار ہوئے۔ |
| ۶۔ محمد بن جعفر۔ | مکہ مکرمہ اور حجاز کے دار گزار علاقہ قریات میں |

امامت کے مدعی تھے۔

ان حضرات کا امام علی رضا کے ساتھ فاندائی اور نسبی تعلق درج ذیل نقشے سے
اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مروج الذهب

”خروج أبي السرايا، وابن طباطبا وقوم من
العلويين“

وفي سنة تسع وتسعين ومائة خرج أبو
السرايا السري بن منصور الشيباني بالعراق
واشتد أمره و معاً محمد بن إبراهيم
ابن اسمعيل بن إبراهيم بن الحسن بن
الحسن بن علي بن أبي طالب وهو ابن
طباطبا وثبت بالمدينة محمد بن
سليمان بن داود ابن الحسن ابن الحسن
ابن علي رحمه الله و وثب بالبصرة
علي بن محمد بن جعفر بن محمد بن
علي بن الحسن بن علي عليهم السلام
وزيد بن موسى بن جعفر بن محمد
ابن علي بن الحسين بن علي فغلبوا على البصرة
و في هذه السنة مات ابن طباطبا الذي
كان يدعوا اليه أبو السرايا واقام أبو
السرايا مقامه محمد بن محمد بن يحيى
ابن زيد بن علي بن الحسين بن علي و ظهر في هذه
السنة باليمن و هي سنة تسع وتسعين ومائة
إبراهيم بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن

الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَظَهَرَ فِي أَيَّامِ الْمَأْمُونِ بِمَكَّةَ وَ
 نَوَاحِي النُّجَيْفِ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ
 عَلِيٍّ بْنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ وَذَلِكَ فِي سِتَّةٍ مِائَتَيْنِ
 وَدَعَا لِنَفْسِهِ - (مروج الذهب للمسعودی - جلد سوم)

ص ۴۲۹ - ذکر ایام المأمون الخ

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

(ابو السرایا، ابن طباطبہ اور کچھ علوی لوگوں کا خروج)

۱۹۹ھ ہجری میں عراق کے اندر ابو السرایا السمری نے خروج کیا اور اس کا
 معادہ سمٹ ہو گیا۔ اس کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن
 الحسن بن الحسن بن علی المرتضیٰ نے بھی خروج کیا۔ انہی کو ابن طباطبہ کہتے ہیں۔
 اور مدینہ منورہ میں محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی المرتضیٰ نے
 خروج کیا۔ بصرہ میں خروج کرنے والے یہ دو شخص تھے (۱) علی بن محمد بن جعفر
 بن محمد بن علی بن حسن بن علی المرتضیٰ۔ (۲) زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی
 بن حسین بن علی المرتضیٰ۔ انہوں نے بصرہ پر قبضہ بھی حاصل کر لیا۔

اسی سال (۱۹۹ھ) ابن طباطبہ کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ ان کی امامت کی
 طرف دعوت دینے والا ابو السرایا تھا۔ لہذا اس نے ان کی جگہ محمد بن سہلی
 بن زید بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ کو امامت کے منصب پر کھڑا کر دیا۔ اور اسی
 سال یمن میں ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی المرتضیٰ
 مدنی امامت ہوئے۔ اور خلیفہ مأمون الرشید کے دور میں مکہ اور حجاز
 کے گرد نواح میں محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے

امامت کا دعویٰ کیا۔ یہ سنتِ محمد کا واقعہ ہے۔ انہوں نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت بھی دی۔

فائدانِ سادات میں صرف محمد بن جعفر
نے خود کو امیر المؤمنین کہلوا یا۔

مروج الذهب

وَقِيلَ إِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرَ هَذَا دَعَا فِي
بَدءِ أَمْرِهِ وَعُنُقُوا إِنْ شَبَّاهُ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَبَّاطِبَا صَاحِبِ أَبِي التَّرَايَا فَلَمَّا
مَاتَ ابْنُ طَبَّاطِبَا وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
ابْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ دَعَا لِنَفْسِهِ وَ يُسَمَّى
بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ لَيْسَ فِي آلِ مُحَمَّدٍ
فَمَنْ ظَهَرَ لِإِقَامَةِ الْحَقِّ مِمَّنْ سَلَفَ وَ
خَلَفَ قَبْلَهُ وَ بَعْدَهُ مَنْ يُسَمَّى بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
غَيْرَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرَ هَذَا وَ كَانَ يُسَمَّى
بِالذِّي بَاجَةَ لِحُسَيْنٍ وَ بَهَاثِهِ وَ مَا كَانَ
عَلَيْهِ مِنَ الْبَهَاءِ وَ الْكَمَالِ وَ كَانَ لَهُ بِمَكَّةَ وَ
تَوَاجَيْتِهَا قِصَصٌ -

امروج الذهب جلد ۲ ص ۲۲۹

ذکر ایام السامون -

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے۔ کہ محمد بن جعفر نے ابتداً اور اپنی جوانی کے دوران لوگوں کو محمد بن طباطبائی کی امامت کی طرف دعوت دی۔ جو ابوالسراہ کا ساتھی تھا پھر جب ابن طباطبائی کا انتقال ہوا۔ اس کا نام محمد بن ابراہیم بن حسن بن حسن تھا۔ تو خود امامت کا دعویٰ کر کے اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ اور امیر المؤمنین کے نام سے مشہور ہوئے۔ آل محمد میں خروج کرنے والوں کے اندر سے پہلے اور اس کے بعد کوئی ایسا شخص ہوا جو امیر المؤمنین، کے لقب سے مشہور ہوا، ہو یہ صرف محمد بن جعفر کی شخصیت تھی، نہیں سو دیر باج،، بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کا حسن و جمال اور خوبصورتی زبان زد خواص و عوام تھی۔ ان کے حسن و جمال کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ مگر اور اس کے گروہ داع میں (ان کا خروج، دعویٰ امامت اور حسن و جمال کے قصہ جات مہم تھے۔

مقاتل الطالبین

وَظَهَرَ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ
مُحَمَّدٍ بِالْمَدِينَةِ وَدَعَا إِلَى نَفْسِهِ وَبَايَعَ
لَهُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِأَمْرِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَا
بَايَعُوا عَلَيْهَا بَعْدَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ أَحَدًا سِوَى
مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ.

(مقاتل الطالبین ص ۵۳۷۔ مطبوعہ

بیروت لمع جدید)

ترجمہ: ان دنوں محمد بن جعفر بن محمد نے مدینہ منورہ میں خروج کیا۔ اور لوگوں

کو اپنی بیعت کی دعوت دے گی مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے ان کی ادارت کے لیے بیعت کی۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بعد اہل مدینہ نے کسی اور کی ماسوائے محمد بن جعفر کبشیت «امیر المؤمنین» کسی کی بیعت نہ کی۔

مقاتل الطالبین:

عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّ جَمَاعَةً مِنَ الطَّالِبِينَ
اجْتَمَعُوا مَعَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ فَقَاتَلُوا أَهْلَ بَدْوَةِ الْمَسِيبِ
يَمَكَةً قِتَالًا شَدِيدًا وَفِيهِمُ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ
أَقْطُسُ، مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ بْنِ دَاوُدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ
الْحَسَنِ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَعْرُوفُ بِالسَّلِيقِ وَعَلِيُّ
بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عِيْسَى بْنِ زَيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ زَيْدٍ
وَعَلِيُّ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَاتَلُوا مِنْ أَصْحَابِهِ
مَثَلَةً عَظِيمَةً وَطَعَتْهُ خَصِصًا كَانَ مَعَ
مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ فَصَرَعَهُ.

مقاتل الطالبین ص ۵۴۰ تذکرہ

محمد بن جعفر مطبوعہ بیروت مطبع جدید

ترجمہ:

محمد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن جعفر کے ساتھی ان کے ساتھ کٹھے ہوئے اور ہارون السیب کے ساتھ مکہ میں سخت لڑائی کی۔ اس جماعت میں حسین بن حسن اقطس، محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن علی، محمد بن الحسن المعروف بلسیق، علی بن یونس بن زید، علی بن حسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد بن جعفر تھے۔ اس جماعت نے ہارون

المسیب کے لشکر میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ اور ہارون
المسیب کو محمد بن جعفر کی جماعت میں سے ایک خصی آدمی نے نیزہ مار کر زمین
پر گرا دیا۔

لمحہ فکریہ:

گزشتہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے
مقابلہ میں ان کے بالکل قریبی چھ رشتہ داروں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ان حضرات
کے فضائل و مناقب سے کتب اہل تشیع بھری پڑی ہیں۔ ان چھ میں سے محمد بن جعفر
شخصیت ہیں۔ جو قائم اللیل صائم الدہر، سخی، عالم بے مثال، محدث یکتا اور شہم شکل مصطفیٰ
علی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ دعویٰ امامت میں انہیں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ اور اس کے
ساتھ ساتھ خلافت کرنے کا موقعہ بھی پایا۔ جس کی وجہ سے دو امیر المؤمنین، پہلے
اور پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کسی بھی آل بیت کے امام کو نہ مل سکا۔ مدینہ کے
تمام لوگوں نے انہیں امام و خلیفہ تسلیم کیا۔ اور پھر ان کی بیعت میں ہارون المسیب سے
جنگ بھی لڑی۔

اگر امام علی رضی اللہ عنہ کی امامت بقول اہل تشیع منصوص من اللہ ہوتی۔ تو
اس شرط کا اہل بیت میں سے کسی نہ کسی کو ضرور علم ہوتا۔ اور امام علی رضا کو تو یقیناً ہوتا۔
بلکہ ان کے مقابل امام محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی ہوتا۔ کیونکہ آپ بہت بڑے عالم
محدث اور زاہد تھے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ اگر میں نے امامت کا دعویٰ کیا۔
تو عالم، محدث اور زاہد و عابد کہاں مسلمان بھی نہ رہوں گا۔ لیکن انہوں نے دعویٰ امامت
کیا۔ لوگوں نے ان بیعت کی۔ اور امام و خلیفہ تسلیم کیا۔ نہ کسی نے مذکورہ شرط امامت پیش
کی۔ اور نہ ہی امام علی رضی اللہ عنہ نے اس کو وجہ اعتراض بنایا۔

بلکہ امام علی رضی اللہ عنہ کے چچا علی بن جعفر نے تو ان کی مخالفت کرنے پر منیٰ لعین کو
دوبارہ مٹی، مٹی، مٹی قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

اصول کافی،

إِخْوَانُ اللَّهِ نَحْنُ عَمُومَتِهِ بَغِيْنَا عَلَيْهِ۔

(اصول کافی جلد اول کتاب الحجۃ باب ۱ ص ۳۸۰)

ترجمہ

خدا کی قسم! ہم ان کے چچا ہیں۔ ہم نے بھی ان کے خلاف بغاوت کی
تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کا امامت و خلافت کیلئے مرد منصوص من اللہ، کی شرط
لگانا بالکل لغو اور باطل محض ہے۔ ورنہ اس کو تسلیم کرنے کی صورت میں امام علی رضی
اللہ عنہ کے بھائی ان کے چچا اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ اور روسیہ جہنمی قرار پائیں
گے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

مقصد ششم

محمد بن قاسم علوی نے امام علی تقی کے مقابلہ میں امامت

کا دعویٰ کیا

امام علی تقی از کتب شیعہ:

حضرت امام محمد تقی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نوں خلیفہ اور مسلمانوں کے نوں امام تھے۔

۱۰ ربیع الثانی ۱۹۵ھ ہجری (۸۱۱ء) کو پیدا ہوئے اور صرف ۲۵ سال زندہ رہ کر ۲۹ یا ۳۰ ذی قعدہ ۲۲۰ھ (۸۳۵ء) کو زہر سے شہید ہو کر کاظمین میں دفن کیے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۲۶۸ نواں باب)

(مطبوعہ لاہور)

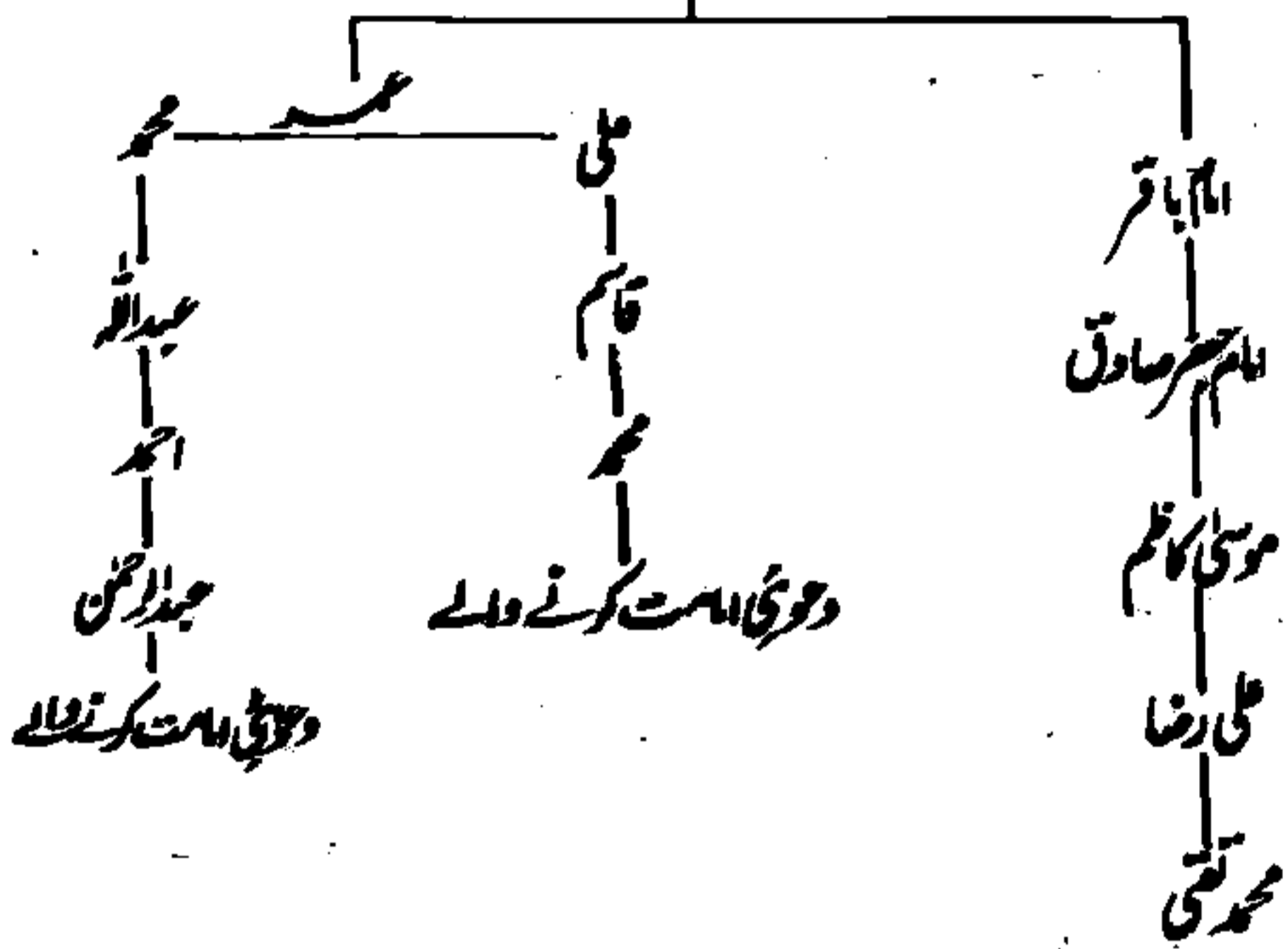
تاریخ ائمہ کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ ۲۲۵ھ تک کا زمانہ وہ تھا جس میں امام تقی امامت و خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ تاریخی شواہد ہیں کہ اسی دور میں دو اور شخصوں نے دعویٰ امامت کیا۔ ان میں سے ایک عبدالرحمن بن احمد بن عبداللہ تھے اور دوسرے محمد بن قاسم علوی تھے۔ (کامل ابن اثیر، ان دونوں حضرات کا امام تقی کے

ساتھ خاندانی اور نبی پر مشتمل درج ذیل نقشہ سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام حسین رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین



نقشہ مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں جن دو شخصوں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ان میں سے ایک ان کے حقیقی چچا تھے۔ (محمد بن قاسم علوی) اور دوسرے ان کے چچا زاد بھائی تھے۔

محمد بن قاسم علوی کا مقام اور دعویٰ امامت

مروج الذهب:

وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ وَهِيَ سَنَةٌ تَمَّعَ عَشْرًا وَمِائَتَيْنِ
 أَخَافَ الْمُعْتَصِمُ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ
 عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
 وَكَانَ بِالنُّكُوفَةِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَالزُّهْدِ وَالْوَرَعِ فِي
 نَهَائِرِ الْوَصْفِ فَلَمَّا خَافَ عَلَى نَفْسِهِ هَرَبَ فَصَارَ
 إِلَى خُرَاسَانَ فَتَنَقَّلَ مِنْ مَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ مِنْ
 كُورِهَا كَمَرُوقٍ وَسَرْخَسٍ وَالطَّلَيْقَانِ وَنَسَا
 فَكَانَتْ لَهُ هُنَاكَ حُرُوبٌ وَكُورَاتٌ وَأَنْفَادٌ
 إِلَى الْيَمِينِ وَ إِلَى إِمَامَتِهِ خَلَقَ كَثِيرًا مِنَ
 الْقَاسِمِ -

مروج الذهب للسنووی جلد دوم
 ص ۲۶۲ ذکر ایام العتصم محمد بن ہارون الرشید
 مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

۲۱۹ھ ہجری میں عباسی خلیفہ العتصم نے جناب محمد بن القاسم بن علی بن
 عمر بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ کو ڈرایا اور حکایا سر یہ کہ تمہیں مہتمم تھے۔ اور
 عبادت، زہد اور تقویٰ میں کامل شخصیت تھے۔ جب انہیں اپنی ذات
 کا خوف محسوس ہوا۔ تو خراسان کی طرف نکل پڑے، ہوئے۔ اس کے

گرد و نواح کے علاقہ جات مثلاً مرو، نخرس، طالقان اور تاس میں گھومے پھرے پھر ان علاقہ جات میں انہوں نے بہت سی لڑائیاں بھی لڑیں۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے ان کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے احکام کی بجا آوری کی۔

مقاتل الطالبین:

و مُحَمَّدُ بْنُ الْعَاصِمِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ
 الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأُمُّهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ
 هُوَسَى بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَيُكْنَى أَبَا جَعْفَرَ
 وَكَانَتِ الْعَامَةَ تُكَلِّبُهُ الصُّوفِي لِأَنَّهُ كَانَ يُدْمِغُ
 لَيْسَ الْخِيَابِ مِنَ الصُّوفِ الْأَمِيصِ وَكَانَ مِنْ
 أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَالِدِينَ وَالزُّهْدِ وَ
 حُسْنِ الْمَذْهَبِ.

(مقاتل الطالبین ص ۱۵۷۷، ۱۵۷۸)

تذکرہ محمد بن قاسم بن علی بطور بیروت

طبع جدید

ترجمہ:

محمد بن قاسم بن علی بن عمران کی والدہ صفیہ بنت موسیٰ بن عمر تھیں۔ ابو جعفر ان کی کنیت مقرر تھی اور علام انہیں ”صوفی“ کہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے سفید رنگ کے اونی پٹے زیب تن کئے ہوتے تھے۔ صاحب علم، فقہ اور زہد تھے۔ ائمہ مذہب کے اعتبار سے بہت خوب تھے۔

ۛ

مقالہ الطالبین؛

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَسَّانٍ فَعَرَضُوا عَلَيَّ مُحَمَّدِ
 بْنِ الْقَاسِمِ كُلَّ شَيْءٍ نَفِيْسٍ مِنْ مَالٍ وَجَوْهَرٍ
 وَغَيْرِ ذَلِكَ فَلَمْ يَقْبَلْ اِلَّا مُصْحَفًا جَامِعًا
 كَانَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاهِرٍ فَلَمَّا قَبِلَهُ سَرَّ
 عَبْدُ اللّٰهِ بِذَلِكَ وَ اِثْمًا قَبِيْلَهُ لِاَنَّهٗ كَانَ
 يُدْرِسُ فِيْهِ قَالَ وَمَا رَاَيْتُ قَطُّ اَشَدَّ
 اِجْتِهَادًا مِنْهُ وَلَا اَعْفَى وَلَا اَكْثَرَ ذِكْرًا لِلّٰهِ
 عَزَّ وَجَلَّ مَعَ شِدَّةِ نَفْسٍ وَ اِجْتِمَاعِ قَلْبٍ مَا
 ظَهَرَ مِنْهُ جَذَعٌ وَلَا اِنْكِسَارٌ وَلَا خُصُوْعٌ فِي الشَّدَائِدِ
 الَّتِي مَرَّتْ بِهٖ وَ اِثْمًا مَا رَاَوْهٗ قَطُّ مَا زَحَاوَلَا هَادٍ وَلَا
 وَلَا ضَا حِكًا .

(مقالہ الطالبین ص ۵۸۴ تذکرہ

محمد بن القاسم مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ

ابراہیم بن عسّان نے کہا۔ لوگوں نے محمد بن القاسم کی خدمت میں قسم کی،
 بہترین چیز پیش کی۔ مال و جواہر وغیرہ میں سے۔ لیکن انہوں نے ان میں
 سے صرف عبداللہ بن طاہر کا جمع کردہ قرآن کا نسخہ قبول کیا۔ اس کے قبول
 فرمانے پر عبداللہ بہت خوش ہوا۔ قرآن کریم کا یہ نسخہ انہوں نے اس لیے
 قبول کیا۔ تاکہ اس کی تلاوت کر سکیں۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے ان سے بڑھ
 کر کسی کو اجتناد کرنے والا، زیادہ معاف کرنے والا اور اللہ کا دلی جمعی کے

ساتھ ذکر کرنے والا نہ پایا۔ ان سے کبھی گریہ وزاری اور بے صبری دیکھنے میں نہ آئی۔ اور اپنے اوپر گزرنے والی پریشانیوں اور مصیبتوں میں کبھی فریاد کرتے نہ دیکھا۔ لوگوں میں سے کسی نے ان کو نہ مذاق کرتے دیکھا۔ نہ فضول، بات کرتے اور نہ ہی کھل کر ہنستے دیکھا۔

لحجہ فکریہ

نواسیہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جناب محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کتب شیعہ سے آپ نے ملاحظہ کی۔

آپ صاحب علم و ورع تھے۔

عالم فقہ اور عابد بے مثل تھے۔

دنیوی استیبار کا نہیں لالچ نہ تھا۔

قرآن کریم سے انتہائی عقیدت تھی۔

بے شمار مصیبتوں میں گھر جانے کے باوجود کبھی کسی نے ان کو فریاد کرتے نہ دیکھا۔

یہ تمام صفات اس امر کی گواہی دے رہی ہیں۔ کہ موسوی مذکور اعلیٰ درجے کے

نیک اور عینی انسان تھے۔ ایمان میں کامل اور بندگی میں مکمل تھے۔ ان صفات حسنہ کا

مالک اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہونا کتنا عظیم شرف ہے۔ لیکن ایک

من گھڑت شرط کی بنا پر اہل تشیع کے نزدیک ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے

صرف اور صرف امامت کا دغلے کرنے پر یہ دائرہ اسلام سے خارج اور رو سیاہ

جہنمی قرار پائے (معاذ اللہ)

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک آل رسول میں سے صرف چند حضرات

(ائمہ اثنا عشریہ) قابل احترام ہیں۔

لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ بلکہ کوئی بھی ان کی شر سے محفوظ نہ رہ سکا۔ ان چہند
 شخصیات کے علاوہ آل رسول میں سے چاہے کوئی کتنا بڑا محدث، عالم، زاہد، سخی،
 عابد، شجاع، اور شہداء میں صبر و استقامت کا پہاڑ ہو۔ ان کے نزدیک وہ قابلِ گردن
 زدن ہے۔ کیا اسی کا نام وہ "مجتبِ اہل بیت" ہے؟
 (فاعتبروا یا اولی الابصار)

مقتدائے عظیم

سید بن عمر نے امام علی نقی کے مقابلہ میں

امامت کا دعویٰ کیا

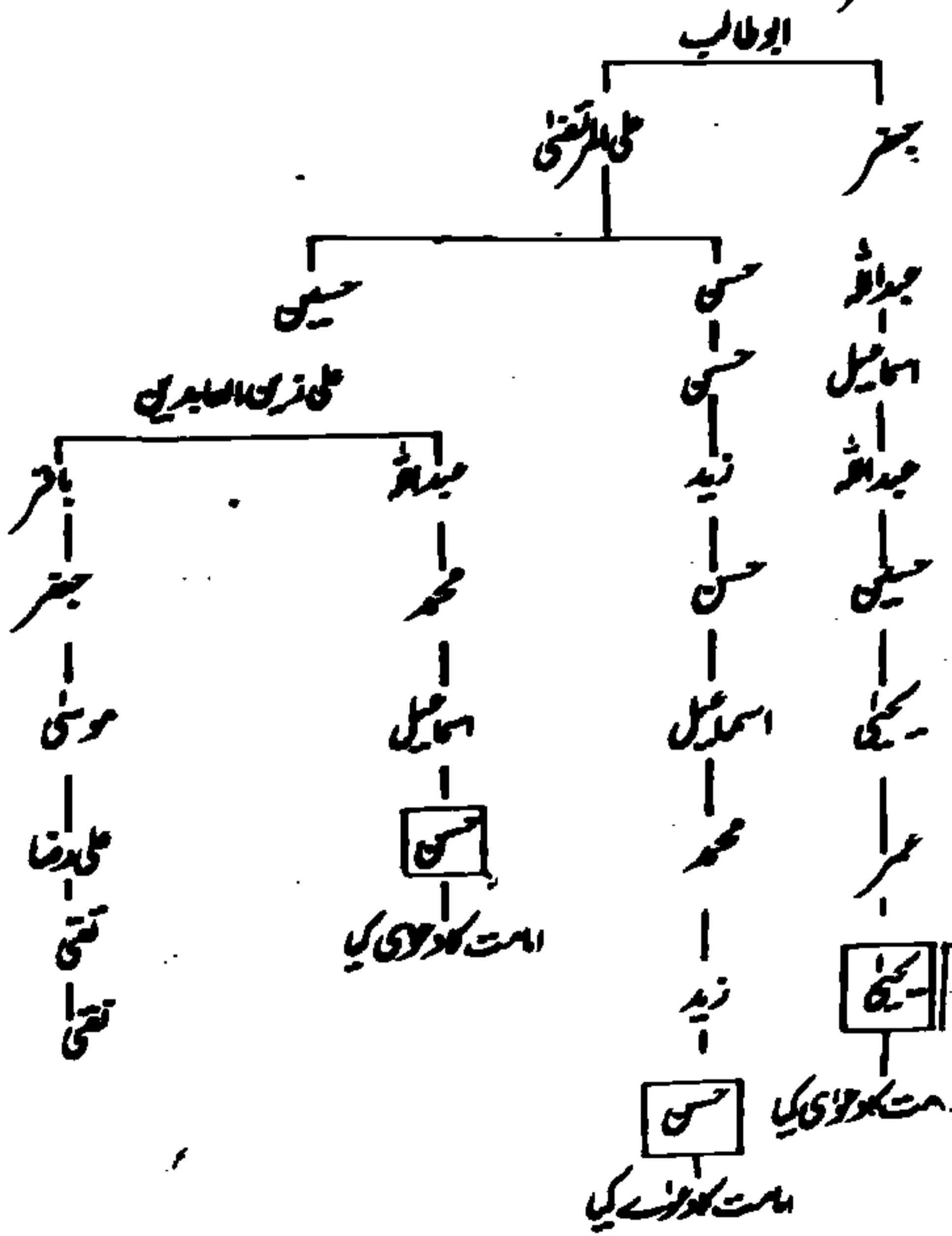
حضرت امام علی نقی از کتب شیعہ: تاریخ ائمہ۔

حضرت امام نقی علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دسویں خلیفہ اور مسلمانوں کے دسویں امام تھے۔ ۵/رجب ۲۱۴ھ (۸۲۹ء) کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۳/رجب ۲۵۴ھ (مطابق ۸۶۸ء) کو زہر سے شہید ہوئے اور بمقام سرمن رائے دفن کئے گئے۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔
تاریخ ائمہ ص ۱۷۱/۳ سوال باب

مطبوعہ لاہور

جناب امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ امامت میں انہی کے خاندان میں سے چند

- افراد نے امامت کا دعویٰ کیا۔
- ۱۔۔ یحییٰ بن عمر نے کوہ میں۔
 - ۲۔ طبرستان میں حسن بن زید نے،
 - ۳۔ قزوین میں حسن بن اسماعیل نے امامت کا دعویٰ کیا۔
- ان تین مدعیان امامت کا یہی تعلق امام علی نقی کے ساتھ درج ذیل نقشہ سے
- لاحظہ فرمائیں۔



اس نقشہ کے مطابق ان تین افراد میں سے ایک چچا زاد بھائی (حسن بن زید) اور دوسرے چچا بھائی بن عمر (اور تیسرے دادا یعنی علی رضا کے چچا زاد بھائی) (حسن بن اسماعیل) ہیں۔ اس نسب نامہ کی توثیق و تفصیل مروج الذهب جلد ۲ ص ۴۲۴ پر ملاحظہ کر لیں۔

حسن بن زید کا دعویٰ امامت (قرن میں)

مروج الذهب:

ظَهَرُوا الْحَسَنَ بْنَ زَيْدِ الْعَلَوِيِّ فِي خِلَافَتِهِ
الْمُسْتَعِينِ - وَ ذَلِكَ فِي سَنَةِ خَمْسِينَ وَمِائَتَيْنِ
ظَهَرَ بِمِثْلِهِ طَبْرِسْتَانَ الْحَسَنَ بْنَ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ
ابْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ
ابْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ نَصِيَ اللَّهُ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمْ قَلْبًا عَلَيْهَا وَعَلَى بَجْرَجَانَ بَعْدَ حُرُوبٍ
كَثِيرَةٍ وَقِتَالٍ شَدِيدٍ وَمَا زَالَتْ فِي يَدِهِ إِلَى أَنْ
مَاتَ سَنَةَ سَبْعِينَ وَمِائَتَيْنِ

(مروج الذهب جلد ۲ ص ۴۸)

ذکر ایام المستعین باللہ

احمد بن محمد طہور بیروت

طبع جدید

ترجمہ:

عباسی خلیفہ المستعین باللہ کے دور میں سن ۵۰ھ ہجری میں طبرستان کے علاقہ میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل نے ظہور کیا۔ یعنی دعویٰ امامت کیا

ان آبادیوں پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اور سر جان بھی زیر تصرف آ گیا۔ جن پر قبضہ کرنے کے لیے بہت سی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ اور بہت قتال کرنا پڑا۔ یہ علاقہ جات ۲۵ھ ہجری یعنی ان کے انتقال کے وقت تک ان کے زیر قبضہ رہے۔

حسن بن اسماعیل کا وراثتِ امامت (قزوین میں)

مروج الذهب:

فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَهِيَ سَنَةُ خَمْسِينَ وَمِائَتَيْنِ
ظَهَرَ بِقَرِّ وَبَيْنِ الْكُرْدِيِّ وَهُوَ الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ
ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ
أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔

(مروج الذهب جلد ۱ ص ۶۹)

ترجمہ:

۲۵ھ ہجری میں قزوین کے نادر حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبد اللہ
نے ظہور کیا۔ یعنی امامت کا دعویٰ کیا۔

❖

سیدنی بن عمر اور ان کا دعویٰ امامت

نوٹ:

چونکہ عنوان میں امام علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں سیدنی بن عمر کی امامت کا دعویٰ تحریر تھا اس لیے ہم نے فقیرانہ طور پر حضرت کے مقام و مرتبہ کو ذکر نہیں کیا۔ تاکہ اختلاف ہونے کے بجائے بن عمر کا مقام و مرتبہ اور دعویٰ امامت کا ثبوت از کتب شیعہ ملاحظہ ہو۔

مرجع الذهب:

وَرَوَى فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَهِيَ سَنَةٌ ثَمَانٍ وَأَرْبَعِينَ
وَمِائَتَيْنِ بِالنُّوْقَةِ أَبُو الْحَسَنِ يَحْيَى بْنُ عُمَرَ
ابْنِ يَحْيَى بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْقَطَّارِ وَأُمِّهِ
فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْقَطَّارِ وَ
قِيلَ إِنَّ ظُهُودَهُ كَأَنَّهَا نُوْقَةٌ سَنَةٌ ثَمَانِينَ
وَمِائَتَيْنِ فَقِيلَ وَحُمِلَ رَأْسُهُ إِلَى بَعْدَادَ
وَصُلِبَ فَصَبَّحَ النَّاسُ مِنْ ذَلِكَ لَمَّا كَانَ فِي
نُفُوسِهِمْ مِنَ الْمَحَبَّةِ لَهُ لِأَنَّهُ اسْتَفْتَحَ
أُمُودَهُ بِالنُّكْتِ عَنِ الدَّمَاءِ وَالتَّوَدُّعِ عَنْ
أَخْذِ شَيْءٍ مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ وَآظَهَرَ
الْعَدْلَ وَالْإِنْصَافَ فَقَالَ لِابْنِ
طَاهِرٍ . . . آيُّهَا الْأَمِيرُ إِنَّكَ لَتَهْتَأُ بِقَتْلِ

رَجُلٍ لَوْ كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَيًّا لَعَزَّي بِهِ -

(مروج الذهب جلد ۱ ص ۶۴، ۶۳)
ذکر ایام المستعین مطبوعہ
بیرت طبع جدید)

ترجمہ:

۲۲۹ء میں کوفہ کے اندر یحییٰ بن عمر بن یحییٰ نے ظہور (دعوتی امامت) کیا۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت حسین بن عبداللہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے دعوتی امامت کوفہ میں ۲۵۰ء میں کیا۔ پیرائیں شہید کر دیا گیا۔ ان کا سر کاٹ کر بغداد لے جایا گیا۔ اور وہاں جب سولی پر لٹکایا گیا تو لوگوں میں سخت اضطراب اور پریشانی لاحق ہوئی۔ لوگ ان سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے لوگوں کے مسائل بغیر کسی قتل و غارت کے حل کیے۔ اور ان میں عدل و انصاف قائم کیا تھا۔۔۔۔۔ (یکٹی بن عمر کی شہادت کے بعد جب عباسی خلیفہ کے ایک نمائندے "ابن طاہر" نے ان کی شہادت اور حکومت کی فتح کی خبر داؤد بن قاسم کو دی۔ تو ابن طاہر کو داؤد بن قاسم نے جو ابا، کہا۔ اے امیر! تو ایک ایسے شخص کی شہادت کی خبر دے رہا ہے۔ اور اس پر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔) اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود ہوتے۔ تو لوگ آپ سے اس پر تعزیت کرتے۔

مروج الذهب:

وَقَدْ رُئِيَ أَبُو الْحُسَيْنِ يَحْيَى بْنُ عُمَرَ بِأَشْعَارِ

كَثِيرَةٌ وَقَدْ آتَيْنَا عَلَى خَيْرِ مَقْتَلِهِ وَمَا رُثِيَ
بِهِ مِنَ الشَّعْرِ فِي الْكِتَابِ إِلَّا وَسَطٌ وَمِمَّا رُثِيَ
بِهِ مَا قَالَهُ فَيْرُ أَحْمَدُ بْنُ طَاهِرٍ الشَّاعِرُ مِنْ
قَصِيدَةٍ طَوِيلَةٍ بِهِ

- ۱۔ سَلَامٌ عَلَى الْإِسْلَامِ فَهُوَ مَوْجِعٌ
 - ۲۔ فَقَدْنَا الْعُلَى وَالْمَجْدَ عِنْدَ اقْتِدَارِهِمْ
 - ۳۔ أَتَجْمَعُ عَيْنٌ مِنْ نَوْمٍ وَمَصْجِعٍ
 - ۴۔ فَقَدْ أَفْقَرْتُ بَيْتَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
 - ۵۔ وَقِيلَ أَلِ الْمَصْطَفَى فِي خِلَائِهَا
 - ۶۔ أَلَمْ تَرَ أَلِ الْمَصْطَفَى كَيْفَ تَصْطَفَى
 - ۷۔ أَخْلَعْتُمْ بَانَ اللَّهِ يَرَى حُقُوقَكُمْ
 - ۸۔ وَأَصْحُوا يَرْجُونَ الشَّفَاعَةَ عِنْدَهُ
- إِذَا مَا مَضَى آلَ النَّبِيِّ فَوَدَّ عَوْا
وَاضْحَتْ عُرُوقُ الْمَكْرَمَاتِ تَصْفَعُ
وَالْحَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ فِي التُّرْبِ مَصْبَعُ
مِنَ الدِّينِ وَالْإِسْلَامِ فَالذَّارُ بَلْقَعُ
وَبَدَّدَ مَفْعَلٌ مِنْهُمْ لَيْسَ يَجْمَعُ
فَقُوسَهُمْ أَمْرُ الْمُنُونِ فَتُسَبِّحُ
وَحَقُّ رَسُولِ اللَّهِ وَبِكُمْ مَصْبَعُ
وَلَيْسَ لِمَنْ يَرْمِيهِ بِالْوَثْرِ يُشْفَعُ

دمشق النزهت جلد ۱ ص ۶۲

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

جناب ابوالحسین یحییٰ بن عمر کی شہادت پر بہت سے اشعار بطور مرثیہ
کئے گئے۔ ہم نے درالکتاب الاوسط میں ان اشعار کو ذکر کیا ہے۔ جو
ان کی قتل گاہ اور شہادت کے وقت ایسے اشعار پڑھے گئے۔ ان مرثیہ
اشعار میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ جو احمد بن طاہر نے ایک طویل
قصیدہ میں کہے ہیں۔

جب آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان جنگ میں الوداع کیا جا رہا ہے

تو اسلام بھی انہیں الوداع کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو سلامتی عطا کرے۔
 آل بیت کے انتقال اور وصال کے بعد ہم نے بزرگی اور بلند مرتبہ کی کھودی
 اور بزرگیوں کے عرش پر کچھ پی طاری ہونے لگی۔ کیا یہ دو باتیں اکٹھی ہو سکتی
 ہیں۔ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے خاک و خون میں
 لپیٹ رہے ہیں۔ اور دوسری طرف انکھ نرم بستر پر سونے کی فکر
 میں ہو؟۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ویران ہو گیا۔ کیونکہ اس کے رہنے
 والے جو دیندار اور اسلام کے ستون تھے، انہیں ختم کر دیا گیا۔ اس گھر میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو قتل کر دیا گیا۔ اور ان کی جمعیت کو بکھیر
 کر رکھ دیا گیا۔ کیا تم دیکھنا نہیں رہے۔ کہ موت کی مال یعنی جنگ ان حضرات
 کو ایک ایک کر کے ہضم کر رہی ہے۔ اور زمین سے اٹھا کر لے جا
 رہی ہے۔

کیا تم یہ خیال کیے بیٹھے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حقوق کی رعایت
 کرے گا۔ اور تم نے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق یا مال
 کر دیئے۔

اور تم شفاعت مصطفیٰ کی امید لگائے بیٹھے ہو۔ کیا کسی تیراوانے
 واسے کی اس کے تیر سے شہید ہونے والا شفاعت کرتا ہے؟۔

مروج الذهب:

وَلَقَدْ قَاتِلَ يُحْيَىٰ جَزَعَتْ عَلَيْهِ نَفُوسُ النَّاسِ جَزَعًا كَثِيرًا
 وَرَخَاهُ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ وَحَزَنَ عَلَيْهِ الْقَعِيدُ وَالْكَبِيرُ وَجَزَعَ لِقَلْبِهِ
 الْعَلِيُّ وَالذَّنِي وَفِي ذَلِكَ يَفْقَهُ بَعْضُ نَحْوَاءِ عَصْرِهِ وَمَنْ جَزَعِ عَلَى قُبْدِهِ

- ۱۔ وَالْمُصَلَّىٰ وَالْبَيْتِ وَالرُّكْنِ وَالْحَجُّو
 جَمِيًّا لَهُمْ عَلَيْهِ عَوِيلٌ
 ۲۔ كَيْفَ لَمْ تَسْقُطِ السَّمَاءُ عَلَيْنَا
 يَوْمَ قَالُوا يَا الْحُسَيْنِ قَتِيلٌ
 ۳۔ وَبَنَاتُ النَّبِيِّ يَنْدِينُ شَجْوًا
 مُوجِعَاتٍ دُمُوعُهُنَّ تَبِيلٌ
 ۴۔ قَتْلَهُ مُذَكِّرٌ لِقَتْلِ عَلِيٍّ
 وَحُسَيْنٍ وَيَوْمَ أَوْدَى الرَّسُولُ

(مروج الذهب جلد ۱ ص ۶۵)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

جب یحییٰ بن عمر کو شہید کر دیا گیا۔ تو لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت
 نے اپنے غم کا اظہار کیا۔ قریب و بعید کے لوگوں نے مرثیہ خوانی کی۔
 چھوٹا بڑا ان پر غمگین ہوا۔ ان کی شہادت پر امیر و غریب سبھی دکھی ہوئے۔
 ہم عصر شعراء میں سے کسی شاعر نے ان کے دکھ درد کے اظہار کے طور
 پر درج ذیل شاعر کہے ہیں۔

مقام ابراہیم، بیت اللہ شریف، رکن یمانی اور حجر سوہبی ان کے قتل
 کیے جانے پر دکھی ہیں۔ جس دن لوگوں نے یہ سنا کہ ابوالحسین یحییٰ بن عمر شہید کر دیئے
 گئے۔ تو کیوں نہ ہم پر آسمان گر پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں دکھ و درد کے
 مارے ان کی جدائی میں رو رہی ہیں۔ اور ان کے آنسو لگا سار بہ رہے ہیں۔ ان کا
 قتل تو ہمیں حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت یاد دلاتا ہے۔ اور امام حسین کی شہادت
 ہماری آنکھوں میں پھرتے لگتی ہے۔ اور وہ وقت یاد آجاتا ہے۔ جب اللہ کے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے سپرد کیا جا رہا تھا۔

❖

لمحہ فکریہ:

جناب امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں جن تین حضرات نے اپنے اپنے ... علاقہ جات میں امامت کا دعویٰ کیا۔ اس کا ثبوت گزشتہ اوراق میں آپ کتب شیعہ سے ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اور ان کی باہمی رشتہ داریاں بھی معلوم ہو چکی ہیں۔ پھر ان میں ہم نے بطور خاص اور صرف نمونہ کے طور پر ان میں سے صرف ایک مدعی امامت جناب یحییٰ بن عمر کے فضائل اور مناقب ذکر کئے۔ یعنی یہ وہ شخصیت تھے۔ جو کہ امامت کے دعویٰ کے بعد اس میں کامیاب و کامران ہوئے۔

ان کو جب سولی پر لٹکایا گیا تو ان کے ایک رشتہ دار داؤد بن قاسم نے عبد اللہ طاہر کو کہہ دیا۔ آج اگر رسول خدا شریعت فرما ہوتے۔ تو پھر بھی تم ان کی شہادت کی خبر آپ کو اُکڑ سنا تے۔ یعنی یحییٰ بن عمر کو شہید کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی گئی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ یحییٰ بن عمر کو اس دور کے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا بھی سمجھتے تھے۔ اور ان کے دکھ کو حضور کا دکھ گروانتے تھے۔ اس دور کے شعراء نے بھی انہی خیالات کو اپنے شعروں میں ذکر کیا۔ اور قابلیں کو محروم الشفاعت کہا۔ لکھا ہے۔

ان کی شہادت پر ہر ایک مرتبہ اور سطح کا آدمی غمزدہ ہوا۔ بلکہ کعبۃ اللہ، حجر اسود تک نے ان کی پریشانی میں ساتھ دیا۔ ان کی شہادت، شہادت حسین اور شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ کرنے والی تھی۔

ان تمام اوصاف اور خوبیوں کو صرف اہل تشیع کے ایک قانون اور شرط نے تو بالا کر کے رکھ دیا۔

یعنی یہ کہ جو شخص بارہ مخصوص ائمہ کے دور میں دعویٰ امامت کرے گا۔ وہ جہنمی اور

قیامت کو رو سیاہ ہو کر اٹھے گا۔ اور یہ کہ امامت و خلافت کی غلامانہ ورزی اتنی بڑی سزا کی موجب اٹل لیے ہے۔ کہ یہ دونوں چیزیں ”منصوب من اللہ“ ہوتی ہیں۔ اہل تشیع کے اس من گھڑت اصل نے امام علی نقی کے تین رشتہ داروں کو بیک جنبہ از قلم تمام اوصاف اور خرابیاں ہوتے ہوئے دوزخی قرار دے دیا۔ اور پھر اس من گھڑت اصل کے دعویدار آل رسول اور اہل بیت سے محبت کے بلا شرکت غیرے دعویدار بھی ہیں۔ بدراوان من گھڑت اصول سے بیچھا چھڑا کر۔ اور طیب و طاہر لوگوں کی ذات پر کفر و شرک اور رو سیاہی کے فتوے لگانے کی بجائے اپنے دل کی سیاہی اور تمیامت کی رسوائی کو دور کرنے کی فکر کرو۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تقدیم ششم

علی بن زید علوی نے امام حسن عسکری کے زمانہ میں

ان کے بالمقابل امامت کا دعویٰ کیا۔

امام حسن عسکری از تاریخ اقصیٰ:

حضرت امام حسن عسکری آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہویں خلیفہ اور مسلمانوں کے گیارہویں امام تھے۔ جمعہ ۸ ربیع الثانی ۲۳۲ھ (۸۴۶ء) کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۳ سال کی عمر تک اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں رہے۔ اور جب ۲۵۴ھ میں حضرت کا انتقال ہو گیا تو مسلمانوں کے امام قرار پائے۔ اور صرف ۶ سال امام رہنے کے بعد آٹھ ربیع الاول ۲۶۱ھ (۸۸۴ء) کو ۲۸ سال کی عمر میں بمقام سامرہ وفات پائی۔ اور وہیں دفن کیے گئے۔

(تاریخ ائمہ ص ۷۶، گیارہواں باب مطبوعہ لاہور)

حضرت امام حسن عسکری کے دور میں بھی چند حضرات نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ان میں حسن بن زید، ابراہیم بن محمد اور علی بن زید کے نام مشہور ہیں۔ ان کے دعویٰ امامت کا ثبوت بحوالہ درج ذیل ہے۔

حسن بن زید کا دعویٰ امامت

مرج الذہب

ظَهَرَ الْحَسَنُ بْنُ زَيْدٍ الْعَسْكَوِيَّ فِي خِلَافَةِ
الْمُسْتَعِينِ - وَ ذَلِكَ فِي سَنَةِ خَمْسِينَ وَمِائَتَيْنِ -
ظَهَرَ يَبْلَا وَطَيْنِ سَنَّانِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ
مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ
الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيْبِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَغَلَبَ عَلَيْهَا وَعَلَى جُرْجَانِ
بَعْدَ حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ وَ قِتَالٍ شَدِيدٍ وَمَا زَالَتْ
فِي يَدِهِ إِلَى أَنْ مَاتَ سَنَةَ سَبْعِينَ وَمِائَتَيْنِ -

(مرج الذہب جلد ۱ ص ۱۶۸)

ذکر ایام المستعین بالله

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

عباسی خلیفہ مستعین بالله کے دور خلافت میں سنہ ۲۵۰ھ میں حسن بن زید
علوی نے ظہور یعنی امامت کا دعویٰ کیا۔ یہ دعویٰ طبرستان میں کیا گیا۔ پھر اس
علاقہ پر اور اس کے ساتھ جرجان پر بھی ان کا تصرف ہو گیا۔

لیکن یہ تصرف بہت سی لڑائیوں کے بعد اور سخت قتال کے بعد
حاصل ہوا۔ اور سنہ ۲۶ھ تک ان علاقہ جات پر ان کا قبضہ رہا۔ پھر سی سال ان
کا انتقال ہو گیا۔

ابراہیم بن محمد کا دعویٰ امامت

کامل ابن اثیر:

ثُمَّ دَخَلَتْ سِتُّ سِتِّ وَخَمْسِينَ وَمِائَتَيْنِ وَفِيهَا
ظَهَرَ بِصَعِيدِ مِصْرٍ اِنْسَانًا عَلَوِيًّا ذَكَرَ اَنَّ اَبْرَاهِيْمَ
بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ يَحْيَى بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ عَلِيٍّ بْنَ
اَبِي طَالِبٍ عَلِيٌّ الْمَلَكُ مَرَّ وَتَعَرَّفَ بِابْنِ
السُّوْفِيَّ -

(کامل ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۳۸)

(سنہ ۲۵۶ ہجری کے واقعات مہلبیہ)

بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

سنہ ۲۵۶ھ میں ایک شخص نے جو علوی تھا۔ سرزمین مصر میں دعویٰ امامت
کیا۔ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اس کا نام ابراہیم بن محمد بن یحییٰ تھا۔ اور وہ ابن الصوفی
کے لقب سے مشہور تھا۔

علی بن زید کا دعویٰ امامت

کمال ابن اثیر:

فِي هَذِهِ السَّنَةِ ظَهَرَ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ الْعَلَوِيُّ
بِالْكُوفَةِ وَاسْتَوْلَى عَلَيْهَا وَأَزَالَ عَنْهَا نَائِبَ
الْمَلِيْقَةِ فَاسْتَقَرَّ بِهَا.

(کمال ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۲۹
۲۵۶ھ کے واقعات) مطبوعہ بیروت
طبع جدید

ترجمہ:

اسی سال ۲۵۶ھ میں کوفہ کے اندر علی بن زید علوی نے امامت کا دعویٰ
کیا۔ اور کوفہ کو اپنے قبضہ میں لیا اس پر خلیفہ المستعین کی طرف سے قائم شدہ
نائب کو معزول کر کے خود اس منصب پر بیٹھ گئے۔

لمحہ فکریہ

امام حسن عسکری کے دور امامت میں جن تین افراد نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا
کتب شیعوہ و سنی سے ہم نے اس کا ثبوت پیش کر دیا۔ یہ تین حضرات بھی قائدانہ رسالت
کے چشم و چراغ تھے۔ جس طرح کہ ان کے قبل ان کے اہل بیت کے زمانہ میں امامت کا دعویٰ
کرنے والے آل رسول کے ہاں فرود تھے۔ یہ سب لوگ اپنے اپنے دور میں علم و تقویٰ اور
زہد و شجاعت میں مشہور تھے۔ اور لوگوں کی کثیر تعداد نے ان کی امامت کو تسلیم کر کے ان
کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی زیرکمان مخالفین سے لڑائی لڑی۔ اور جام شہادت نوش

فرمایا۔ شہادت کے بعد لوگوں نے ان کی تعریف و توصیف میں نظم و نثر میں باتیں کہیں۔ اور ائمہ وقت نے ان کی امامت کو باطل اور اپنی امامت کو منصوروں میں اٹھ کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہ کیا۔ بلکہ ان کے حق میں کلمہ خیر ہی کہتے رہے۔

تو معلوم ہوا کہ امامت و خلافت کا منصوروں میں اللہ ہونا اہل تشیع کی خود ساختہ تشریح ہے۔ اس کا عقلاً نقلاً کوئی ثبوت نہیں۔ اگرچہ ان حضرات کی قدرت طویل تھی۔ جنہوں نے بارہ ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں ان کے اہل بیت کا دعویٰ کیا۔ لیکن ہم نے ان میں سے چند اصحاب کے نام بعد ان کے اوصاف اور کامیابیوں کے ذکر کر دیئے۔ تاکہ اس من گھڑت شرط کی قیامت اور بے اسلی کا پول کھل کر سامنے آجائے۔ اور عوام و خواص ہستی شیعہ تمام لوگوں کے سامنے حقیقت اپنی اصل شکل میں نظر آئے۔ اور اگر کسی کے ذہن میں وہ ہم میں کوئی اس بارے میں عقل یا اعتراض ہو۔ تو وہ دور کر کے سیدھی راہ کو اپنایا جائے۔ وہ سیدھی راہ کہ جس میں نہ تو اہل بیت کرام میں سے کسی کی تفتیش نیکی۔ اور نہ کسی غیر مستحق کو مستحق تعریف بنا دیا جائے۔ امید ہے کہ فقیر کی یہ چند معروضات حقیقت کی تلاش کرنے والوں کو بہت مدد دیں گی۔ اور اگر کوئی شخص ان باتوں سے راہ راست پر آگیا۔ تو میرے لیے دنیا و آخرت میں باعث سعادت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل بیت نبویؐ کا تعظیم و اکرام کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔ اور کل بروز حشر ان کے دامن رحمت میں چھیننے کی سعادت بھی نصیب فرمائے۔ آمین۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں مدعیانِ امامت اور ان کے فرقوں کا اجمالی خاکہ

گزشتہ اوراق میں ہم نے علیحدہ علیحدہ اُن چند حضرات کا تذکرہ کیا۔ جن کے دور میں کچھ لوگوں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور ان مدعیانِ امامت کے فضائل و مناقب بھی مذکور ہوئے۔ اس مسئلہ کے آخر میں ایک حوالہ کے ذریعہ ان تمام مدعیانِ امامت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ اور ان کے ساتھ جس فرقہ کا تعلق اور وجود تھا۔ اس کی نشاندہی بھی آجائے گی۔

النوار نعمانیہ:

وَمَنْ قَالَا إِنَّ الْإِمَامَةَ تَشَبَّهَتْ بِالْعَصْرِ اِخْتَلَفُوا
 بَعْدَ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَا
 إِنَّهُ إِثْمَانُ نَصَّ عَلَى ابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَ
 هُوَ لِأَنَّ الْكِبْرِيَاءَ نَبِيٌّ ثُمَّ اِخْتَلَفُوا بَعْدَهُ فَمِنْهُمْ
 مَنْ قَالَا إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَيَرْجِعُ قَيْمًا لُ الْأَرْضِ عَدْلًا
 وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَا مَاتَ وَانْتَقَلَتْ بَعْدَهُ إِلَى ابْنِهِ أَبِي

هَاشِمٍ وَاقْتَرَفُوا هُوْلَاءِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ
 الْإِمَامَةَ بَقِيَّتْ فِي عَقِيْبِهِ وَصِيَّتُهُ بَعْدَ وَصِيَّتِهِ
 وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ انْتَقَلَتْ إِلَى غَيْرِهِمْ وَاخْتَلَفُوا
 فِي ذَلِكَ الْغَيْرِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ بَنَانُ بِنِ
 سَمْعَانَ الْهُدَى وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ
 ابْنُ حَرْبٍ الْكِنْدِيُّ وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ
 ابْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
 وَهُوَ لَأَنْ كَلِمَتُهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ الدِّينَ طَاعَةٌ
 رَجُلٍ وَأَمَّا مَنْ لَمْ يَقُلْ بِالنَّصِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ بِالنَّصِّ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
 عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَقَالَ لَا إِمَامَةَ إِلَّا فِي الْأَخَوَيْنِ
 الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ثُمَّ هُوْلَاءِ
 اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آجَرَى الْإِمَامَةَ فِي
 أَوْلَادِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ بَعْدَهُ بِإِقَامَةِ
 ابْنِهِ الْحَسَنِ ثُمَّ ابْنِهِ عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ ابْنِهِ مُحَمَّدٍ
 ثُمَّ أَخِيهِ ابْنَ إِيْمَةِ الْإِمَامَيْنِ وَقَدْ خَرَجَا
 أَيَّامَ الْمَنْصُورِ فَقْتِلَا وَمِنْ هُوْلَاءِ مَنْ
 يَقُولُ يَرْجِعُ مُحَمَّدٍ الْإِمَامِ وَمِنْهُمْ آجَرَى
 الْوَصِيَّتَ فِي أَوْلَادِ السُّنَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ
 قَالَ بَعْدَهُ بِبَنَانِ ابْنِهِ زَيْنِ الْعَابِدِينَ

عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ اخْتَلَفُوا بَعْدَهُ فَقَالَ الزَّيْدِيَّةُ
 يَا قَامَةَ ابْنِهِ زَيْدٍ وَ مَذْهَبُهُمْ أَنَّ كُلَّ فَاطِمِيٍّ
 خَدِجٌ وَ هُوَ عَالِمٌ زَاهِدٌ شَجَاعٌ سَخِيٌّ كَانَ إِمَامًا
 وَاجِبَ الْإِتِّبَاعِ وَ جَوَّزٌ وَ أَرْجُوهُ عَنِ الْإِمَامَةِ
 إِلَى أَوْلَادِ الْحَسَنِ ثُمَّ مِنْهُمْ مَنْ وَقَفَ وَ قَالَ
 بِالرَّجْعَةِ وَ مِنْهُمْ مَنْ سَأَلَ وَ قَالَ يَا قَامَةَ
 مَنْ هَذَا حَالَهُ فِي كُلِّ زَمَانٍ دَامَا الْإِمَامِيَّةُ فَقَالُوا
 يَا قَامَةَ الْإِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 نَصًّا عَلَيْهِ ثُمَّ بِإِمَامَةِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا
 السَّلَامُ ثُمَّ اخْتَلَفُوا بَعْدَهُ فِي أَوْلَادِهِ مِنَ الْمُتَنَصِّصِينَ
 عَلَيْهِ وَ هُوَ خَمْسَةٌ مُحَمَّدٌ وَ إِسْمَاعِيلُ وَ عَبْدُ اللَّهِ
 وَ عَلِيُّ وَ الْإِمَامُ مُوسَى الْكَاطِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْهُمْ
 مَنْ قَالَ بِإِقَامَةِ مُحَمَّدٍ وَ هُمُ الْعِمَارِيَّةُ وَ مِنْهُمْ
 مَنْ قَالَ بِإِقَامَةِ إِسْمَاعِيلَ وَ أَنْكَرَ مَوْتَهُ وَ هُمُ
 الْمُبَارِكِيَّةُ وَ مِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ وَقَفَ عَلَيْهِ وَ قَالَ
 بِرَجْعَتِهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ سَأَلَ الْإِمَامَةَ فِي أَوْلَادِهِ نَصًّا
 بَعْدَ نَصِّهِ إِلَى هَذَا الْيَوْمِ وَ هُمُ الْإِسْمَاعِيلِيَّةُ
 وَ مِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِإِقَامَةِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَفْطَحِ
 وَ قَالَ بِرَجْعَتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ لِأَنَّهُ مَاتَ وَ لَمْ
 يُعَقِّبْ وَ مِنْهُمْ مَنْ قَالَ بِإِقَامَةِ مُوسَى عَلَيْهِ
 السَّلَامُ نَصًّا عَلَيْهِ فَقَالَ وَ الْإِدَّةُ فِيهِ وَ نَصَّ

کچھ تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ محمد بن حنفیہ کا انتقال ہی نہیں ہوا۔ بلکہ وہ واپس
 آئیں گے۔ اور زمین میں چاروں طرف عدل ہی عدل کر دیں گے۔ کچھ دوسروں
 نے کہا۔ نہیں۔ بلکہ محمد بن حنفیہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس لیے امامت ان
 کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ پھر یہ بھی آپس میں
 بٹ گئے۔ بعض نے کہا۔ کہ امامت ان کی نسل میں باقی رہے گی۔ اور یہ ایک
 سے دوسرے کی طرف وصیت کے طریقہ پر منتقل ہو گی۔ اور بعض نے کہا۔
 کہ ان سے امامت کسی دوسرے کی طرف (جو ان کی نسل سے نہ ہو گا) منتقل کر
 دی جائے گی۔ اب وہ دوسرا غیر کون ہے؟ اس کے بارے میں پھر ان کا
 باہم اختلاف ہو گیا۔ ان میں سے بعض نے کہا۔ وہ غیر بنان بن سمان المدنی
 ہے۔ اور بعض نے کہا وہ غیر علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ اور کچھ لوگوں نے
 عبداللہ بن حرب الکندی کا نام لیا۔ اور بعض نے کہا وہ عبداللہ بن معاویہ
 بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہے۔ یہ سب کے سب فرقے یہی عقیدہ
 رکھتے ہیں۔ کہ دین دراصل کسی ایک آدمی (امام) کی اطاعت کا نام ہے۔ اس
 لیے ہر دور میں کوئی نہ کوئی امام ضرور ہو گا۔ سنا کہ دین کی شکل باقی رہ سکے۔
 اور جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ
 کے لیے امامت بطور نص کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ امامت
 بطور نص امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ہے۔ اور ان کا عقیدہ
 ہے۔ کہ حسن حسین دونوں بھائیوں کے سوا کوئی اور امامت کا حق دار نہیں
 پھر ان لوگوں کا باہم اختلاف ہو گیا۔ کہ ان کے انتقال کے بعد امامت
 کس کے لیے ہو گی۔ تو بعض نے اس امامت کا مستحق اور اہل امام حسن کی
 اولاد کو قرار دیا۔ اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن پھر ان کے بیٹے عبداللہ

پھر ان کے بیٹے محمد پھر ان کے بھائی ابراہیم یہ دونوں وہ امام ہیں کہ جنہوں نے منصور خلیفہ کے زمانہ میں دعوتِ امامت اکیلا اور شہید کر دیئے گئے۔ اسی وجہ سے ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ محمد دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور امام کہلائیں گے۔

دوسرا گروہ ان میں سے وہ جو کہ امامت کی وصیت کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے مانتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امام حسین کے بعد ان کا بیٹا زین العابدین امام ہے۔ ان کے بعد آنے والے امام میں پھر ان کا اختلاف ہو گیا۔ زید یہ کہتے ہیں کہ امام زین العابدین کے بعد ان کا بیٹا زید امام تھا اور ان کا مذہب و عقیدہ یہ ہے کہ ہر فاطمی جو عالم، زاہد، بہادر اور سخی ہوگا۔ وہ امام ہوگا۔ اور اس کی اتباع واجب ہوگی۔ اور یہ فرقہ امام حسن کی اولاد کی طرف امامت کے لوٹ جانے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ پھر کچھ نے تو توقع کیا۔ اور رحمت کے قائل ہوئے۔ اور بعض نے امامت کو اگے بڑھایا۔ اور ہر زمانہ میں ان اوصاف سے متصف شخص کی امامت کے قائل ہو گئے۔

فرقہ امامیہ یہ کہتا ہے کہ امامت امام محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ کی بطور نص تھی۔ پھر ان کے بعد نص امامت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ امام جعفر کے بعد پھر ان کا اختلاف ہو گیا۔ کہ ان کی اولاد میں سے پانچ وہ کون صاحب ہیں۔ جن کی امامت منصور علیہ السلام ہے۔ وہ پانچ یہ ہیں محمد، اسماعیل، عبداللہ، علی، موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہم۔ لیکن بعض نے محمد کی امامت کا قول کیا۔ یہ قائلین عمار یہ کہلائے۔ بعض نے اسماعیل کو امام تسلیم کیا۔ اور ان کی موت کا بھی انکار کیا۔ یہ مبارکیہ کہلائے۔ ان میں سے

کچھ نے تو مسلمانیت کو یہیں موقوف کر دیا۔ اور ان کی رحمت کے قائل ہوئے اور بعض نے امامت کو آگے بڑھایا اور اسماعیل کی اولادوں سے جائز قرار دیا۔ لیکن اس کے لیے نص کا ہوتا ان کے نزدیک ضروری ہے۔ اور ان کے نزدیک امامت آج بلکہ قیامت تک جاری رہے گی۔ یہ فرقہ اسماعیلیہ کہلایا۔ بعض نے جبرائیل علیہ السلام کی امامت کا قول کیا۔ اور ان کی موت کے بعد ان کی رحمت کے قائل ہوئے۔ کیونکہ یہ فوت ہو گئے تھے۔ لیکن اپنے پیچھے کوئی اولاد (جو وارث امامت ہوتی) نہ چھوڑی تھی۔ کچھ دوسروں نے موسیٰ کی امامت کا قول کیا اور اس کو باقیار نص ثابت کیا۔ ان کے والد گرامی نے ان کے بارے میں نصاً امام ہونے کا فرمایا تھا۔ پھر ان میں بھی اختلاف رونما ہوا۔ تو بعض نے ان پر امامت کو ختم کر دیا۔ اور ان کی رحمت کے قائل ہوئے کیونکہ بیان کے استعمال کے قائل نہیں ہیں۔ بعض نے ان کی موت میں توقف کیا۔ یہ توقع کرنے والے مطور کہلائے۔ بعض نے ان کی موت پر یقین کر لیا۔ اور امامت ان کے بیٹے علی رضا کی طرف منتقل کر دی، یہ فرقہ قلیبیہ کہلایا۔ پھر ان لوگوں کا امام علی رضا کی اولاد میں سے ہر ایک کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔

بہر حال اثنا عشریہ امامت کو علی رضا سے ان کے بیٹے محمد پیران کے بیٹے علی پیران کے بیٹے حسن پیران کے بیٹے ہمدی کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ اور دوسروں نے امامت کو حسن عسکری کی طرف منتقل کر دیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی جعفر کذاب کی امامت کے قائل ہو گئے۔ مسئلہ امامت میں یہ تھا اختلاف (جو ہم نے مختصر فرما کر دیا۔

ۛ

لمحہ فکریہ:

انوار تعالیم کی مندرجہ عبارت سے ثابت ہوا کہ امامت و خلافت کسی مخصوص شخص کے لیے نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر مخصوص ہوتی۔ تو پھر اہل تشیع میں بننے والے فرقے جو مسئلہ امامت کی منسوختی بنیاد پر بنے ہیں۔ ہرگز نہ بنتے۔ اور پھر ان تمام فرقوں کے بانی مبنی حضرات بھی اہل بیت کے ختم و جراح ہیں۔ اگر مخصوص من اللہ والامسلک ہوتا۔ تو دوسروں کو نہ ہی کم از کم گھر والوں کی تو اس کا علم ہوتا۔ یا، انہیں اس منصب پر فائز ہونے والے بتلا دیتے۔ کہ دیکھو۔ تم میں سے کوئی شخص امامت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جو کہے گا۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے۔

کہ کئی ایک بلکہ ہر ایک امام کے دور میں کسی نہ کسی فرد اہل بیت نے دعویٰ امامت کیا۔ نہ دعویٰ کرنے والے کو مخصوص من اللہ کا علم تھا۔ اور نہ جس کے مقابلہ میں دعویٰ کیا گیا۔ اس نے اپنی امامت کے بلا شرکت غیر حتیٰ کے لیے اس کو بطور دلیل پیش کیا۔ دوسری قابل توجہ بات یہ ہے۔ کہ امامت کے لیے دو مخصوص من اللہ، ہونے کی شرط اہل تشیع کے ہاں اصول دین میں سے ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ دین کا کوئی اصل کسی ایسی خبر اور روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو خبر واحد بلکہ خبر مشہور ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے کم از کم خبر متواتر کا ہونا ضروری ہے۔ جس کی عام تعریف یہ ہے۔ کہ اس روایت کے راوی ابتداء سے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر تعداد میں رہے ہوں۔ جن کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہو۔ اس لیے امامت کے بارے میں اس ”و دینی اصل“ کے لیے ایسی ہی روایت ہونا اشد ضروری ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد اس مسئلہ میں لوگوں کے دو گروہ بن گئے۔ ایک محمد بن حنفیہ کے لیے نص ثابِت کرتا ہے۔ دوسرا اس کا منکر ہے۔ اور امام حسن و حسین کے لیے نص ثابِت

کرتا ہے۔ اسی طرح یہ اختلاف اُس کے چلتا رہا۔ اور اس طرح اہل تشیع کے کئی ایک فرقے وجود میں آئے۔ ان ائمہ حضرات کے دور میں بھی یہاں ”خبر متواتر“ کے درجہ تک نہ پہنچ سکا۔ اس لیے اس کا اصول دین میں سے ہونا ہی سمجھا جائے گا۔ کہ یہ افسانہ ہے۔ جو اہل تشیع نے اپنے مخصوص مفاد کی خاطر گھڑا۔ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منصوص ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ اسی من گھڑت اصل کی وجہ سے انہوں نے اہل بیت کرام میں سے اپنے اپنے دور کے ممتاز دینی حضرات مثلاً محمد بن حنفیہ، زید بن علی اور نفس زکریا جیسے لوگوں کو دوزخی ثابت کر دیا۔ چند افراد اہل بیت کے سوا کوئی بھی ان کے فتوے سے نہ بچ سکا اہل بیت کرام کی جس قدر توہین ان نام تہاد مجتوں نے کی۔ کوئی غیر مسلم بھی کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تشیعوں کے رھویں امام

کی بحث

امام مہدی کے بارے میں اہل سنت اور اہل تشیع

کے عقائد

امام مہدی کی بیسرت اور حالاتِ ندگی

(از کتب اہل سنت)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف روایات آئیں ہیں۔ ان میں سے جو صحیح ترین اور عقل و نقل کے موافق ہے۔ وہ یہ ہے۔ قیامت کے قریب تشریف لائے والے مہدی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ میرے ہم نام ہوں گے۔

ان کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔ ان کے ظہور کے وقت دنیا میں ظلم و ناانصافی کا چرچا ہوگا۔ یہ آئیں گے۔ تو ظلم و جور کی جگہ عدل و انصاف سے زمین

کو بھریں گے۔ اہل عبارت ملاحظہ ہو۔
الحاوی:

وَ أَخْرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ بِأُمَّتِي فِي آخِرِ
الرَّمَانِ بِلَا مُشَدِّدٍ مَرَّتَ سُدَّتَا نِيهِمْ حَتَّى
تَنْصِبُوكَ الْأَرْضُ عَنْهُمْ فَيَبْعَتُ اللَّهُ رَجُلًا مِنْ
عِتْرَتِي فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا
مِدَّتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا.

الحاوی للفتاویٰ سیوطی جلد دوم

ص ۶۵ / الاشارة الواردة في المحدثی

مطبوعہ فیصل آباد

ترجمہ:

امام حاکم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے لکھا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آخری زمانہ (قرب قیامت) میں میری امت
پر ان کے حاکموں کی وجہ سے سخت آزمائش اور مصیبت نازل ہوگی۔ یہاں تک
کہ زمین ان پر تنگ ہو جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک مرد
کو بھیجے گا۔ وہ زمین میں عدل و انصاف اس طرح قائم کرے گا۔ جس طرح اس
سے پہلے اس میں ظلم و جور جاری تھا۔

چالیس سال کی عمر میں امام مہدی کا ظہور

ہوگا

الحاوی للفتاویٰ:

اخرج الحاکم عن عبد اللہ بن الحارث قال ینخرج
المہدی وهو ابن اربعین سنة ککاتبه رجل من بنی
اسرائیل۔

الحاوی للفتاویٰ جلد دوم ص ۷۳

ترجمہ:

امام حاکم نے حضرت عبد اللہ بن حارث سے حدیث ذکر کی۔ فرمایا۔ امام مہدی
جب تشریف لائیں گے۔ تو ان کی عمر چالیس سال ہوگی۔ اور وہ یوں نظر
آئیں گے۔ گریا بنی اسرائیل کا ایک نوجوان ہے۔

الحاوی للفتاویٰ:

یخرج المہدی یمدہ اللہ بثلاثۃ الای من الملئکة
یضربون وجوه مخالفہ وادبارہ یریدعت وهو
ما بین الثلاثین الی الاربعین۔

الحاوی للفتاویٰ جلد دوم ص ۷۳

ترجمہ:

جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتوں کو ان کی
دو کے لیے بھیجے گا۔ یہ فرشتے ان کے مخالفین کے مونہوں اور پشتوں

پر ضربات لگائیں گے۔ امام مہدی کی بعثت کے وقت عمر تیس چالیس کے لگ بھگ ہوگی۔

امام مہدی ۴ سال تک حکومت فرمائیں گے

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کتنے عرصہ تک حکومت کریں گے؟ روایت میں اس کی تعداد مختلف مذکور ہے۔ سات، نو، اسی اور چالیس کا تذکرہ تھا ہے۔ لیکن ان میں راجح اور قرین قیاس چالیس سال ہے۔

الحاوی:

اخرج الحاکم عن مباح قال يمكث المهدي فيهم
سعا وثلاثين سنة. واخرج ايضا عن اوطاة قال
بلغني ان المهدي يعيش اربعين عاما ثم يموت على
فواشہ۔

(الحاوی للفتاویٰ جلد دوم ص ۶۸)

ترجمہ:

امام حاکم نے مباح سے روایت کی۔ فرمایا کہ امام مہدی لوگوں میں تیس سال قیام فرمائیں گے۔

اور حاکم نے ہی اوطاة سے یہ روایت کی۔ فرمایا۔ بے شک امام مہدی رضی اللہ عنہ چالیس سال زندگی گزاریں گے۔ پھر اپنی موت مر جائیں گے

خلاصہ:

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا قرب قیامت تشریف لانا ہی ہے۔ بوقت

ظہوران کی عمر چالیس برس ہوگی۔ اور صحیح روایات کے مطابق چالیس سال تک قیام فرما کر حقیقی موت کے ذریعہ واصل باللہ ہوں گے۔ گویا بوقت وصال آپ کی مجموعی عمر اسی برس ہوگی۔ اگرچہ یہ عمر لمبی نظر آتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے۔ کہ امام موصوف جناب امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ جو کہ بقول شیعہ سامرہ کی غار میں اب بھی چھپے بیٹھے ہیں۔ اور اصلی قرآن (جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا) ذوالفقار حیدری اور صحیفہ فاطمہ ان کے پاس موجود ہے۔

بہر حال جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو یہ زمین جو ان کی تشریف آوری سے قبل ظلم و بربریت کا نمونہ ہوگی۔ عدل و انصاف کی مجسم تصویر بن جائے گی۔ علاوہ ازیں جو روایات ان کی طویل عمری کے بارے میں مذکور ہیں۔ ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ قرین قیاس اور ترجیح اسی کو تھی۔ جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

امام مہدی کی سیرت اور حالات زندگی (از کتب شیعوں)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے کہ دو امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی صاحبِ زمان اور امام قائم ہیں۔ آپ ۱۵ شعبان بروز جمعہ ۲۵۶ھ ہجری بمقام شہر سرمن پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد گرامی کا نام امام حسن عسکری ہے۔ اور والدہ کا اسم گرامی زہرا فاطمہ ہے۔ اپنے والد گرامی کے انتقال کے وقت ان کی عمر پانچ چھ برس کی تھی۔ جب ان کی عمر شریف ۹ برس کی ہوئی۔ تو ۲۶۵ھ میں سرداب نامی غار میں چھپ گئے تھے۔ اور ابھی تک وہیں چھپے بیٹھے ہیں۔ اور مناسبت موقع پر باہر نکلیں گے۔

اہل تشیع نے امام مہدی کی شخصیت کو عجیب و غریب افسانوں کی آماجگاہ بنایا۔ اوپر ذکر شدہ اردان کے عقیدے اور ان کی کتب سے جو ہمیں چند موٹی موٹی باتیں (افسانے)

معلوم ہوئیں۔ وہ یہ ہیں۔

افسانہ اول:

امام ہدی کی پیدائش کے متعلق

افسانہ دوم:

امام ہدی کے غائب رہنے کے زمانہ کی تقسیم کے متعلق

افسانہ سوم:

ان کے غیب ہونے کی وجوہات کے متعلق

افسانہ چہارم:

غیبت کبریٰ میں ان کے قیام کی جگہ اور ان کی حکومت کے متعلق

افسانہ پنجم:

امام قائم کے ظہور کی کیفیت اور اس کے بعد کی کارکردگی کے متعلق

یہ پانچ عدد افسانہ جات اور ان کی تفصیل ہم اہل تشیع کی معتبر کتب سے پیش کر رہے ہیں۔

شیعوں کا

افسانہ اول

امام مہدی کی پیدائش اور ابتدائی حالت

حق الیقین:

کتاب مذکورہ میں امام مہدی کی پیدائش کے بارے میں طویل مضمون درج ہے جو ہم اس کا صرف خلاصہ درج کر رہے ہیں۔ اصحیح ترین قول کے مطابق امام مہدی کی والدہ کا نام دوزخس، تھا۔ جویشو مابن قیصر روم کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک خواری ریشمون، کی نسل سے ان کا تعلق تھا۔ زخس، کا اصل نام ”طیکہ تھا، خواب کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ائمہ اہل بیت ان کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ اور دوران خواب، ہی ان کو مشرف باسلام کیا۔ اور امام حسن عسکری سے ان کا نکاح بھی کر دیا۔ پھر اہم سن ریحی اللہ عنہ نے عالم خواب میں ہی طیکہ کو ایک ترکیب کھائی۔

وہ یہ کہ فلاں روز اسلامی شکر کے ساتھ قیصر کی لڑائی ہوگی۔ تم اپنے آپ کو جنگی قیدیوں میں شامل کر لینا۔ اس طرح یہ طیکہ قیدی ہو کر بغداد آگئی۔ اور یہاں آکر اس نے اپنا نام ”زخس“ رکھ لیا۔ جو عام طور پر لونڈیوں کا ہوتا ہے۔ امام نعتی نے سامرہ سے ایک شخص بشیر بن سلیمان کو بغداد بھیجا۔ تاکہ وہ اس لونڈی کو خرید لائے۔ چنانچہ دو سو اشرفی کے عوض اس نے طیکہ کو خریدا۔ اور پھر امام کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(حق الیقین ص ۱۹۶ / باب پنجم در اثبات وجود امام دوازدهم مطبوعہ جیدریہ ایران)

اصول کافی:

علی بن محمد نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد اور حسن کہ علی بن ابراہیم نے ۲۷۹ھ میں بیان کیا کہ مجھ سے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن علی بن عبدالرحمن بن عبدی سے عبدی سے عبد قیس سے اس نے خود بن علی سے اس نے ایک مرد فارسی سے جس کا اس نے نام بتایا کہ میں سامرہ میں امام حسن عسکری کے دروازہ پر آیا آپ نے بغیر میرے اذن طلب کیے مجھے بلایا جب میں داخل ہوا اور سلام کیا تو فرمایا اے فلاں تیرا کیا حال ہے؟ بیٹھ جا۔ پھر آپ نے میرے خاندان کے مردوں اور عورتوں کا حال پوچھا۔ پھر فرمایا تم کس غرض سے آئے ہو۔ میں نے کہا آپ کی خدمت میں رہنے کے لیے فرمایا۔ اچھا تم اس گھر میں رہو چنانچہ میں حضرت کے نوکروں کے ساتھ رہنے لگا۔ میرا کام یہ تھا کہ سودا سلت بازار سے خرید لاتا تھا۔ اور میں بغیر اذن حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا جب آپ مردانے حصے میں ہوتے تھے۔ ایک دن میں سنے گھر کے اندر حرکت سنی حضرت کی آواز آئی ٹھہر جا۔ یہ سن کر میری ہمت نہ ہوئی کہ باہر نکلوں اور نہ اندر آسکوں پھر ایک کینز نکلے جس کے پاس ایک ڈھکی ہوئی چیز تھی۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا اندر آ جاؤ میں داخل ہوا آپ نے کینز کو پکالا اور فرمایا۔

اصول کافی:

اَكْتَفِي حَقًّا مَعَكُمْ فَكَشَفْتُ عَنْ عُنُقِمْ اَبْيَضَ
 حَسَنِ الْوَجْهِ وَ كَشَفْتُ عَنْ بَطْنِيهِ فَاِذَا اشْعُرُوْهُ
 نَابِتٌ مِّنْ كُنْبَتِيْهِ اِلَى سُرَّتِيْهِ اَخْضَرَ كَيْسٌ بِاَسْوَدَ
 فَقَالَ هَذَا صَاحِبِكُمْ ثُمَّ اَمَرَهَا فَحَمَلَتْهُ
 فَمَا اَبَتْهُ بَعْدَ ذَلِكَ حَتَّى مَضَى اَبُو مُحَمَّدٍ

فَقَالَ صَوءٌ بِنِ عَليِّ قُلْتُ لِمَ لَوِ مِثِّي كَمَا كُنْتُ تَقْدِرُ
 لَهُ مِنَ السِّنِينَ قَالَ سِئَلَتْنِي قَالَ الْعَبْدُ مَا قُلْتُ
 لِيَصُوءٌ كَمَا قَدَّرَ لَهُ أَنْتَ قَالَ أَدْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً
 قَالَ أَبُو عَلِيٍّ وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَنَحْنُ نَقْدِرُ لَهُ إِحْدَى
 وَعِشْرِينَ سَنَةً

(۱۔ اصول کافی جلد اول ص ۱۵۵ کتاب الحجۃ

باب مولد العاصب علیہ السلام

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی

جلد اول ص ۴۴۶ کتاب الحجۃ

باب ذکر صاحب امر علیہ السلام

مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

یعنی جو کچھ تیرے پاس ہے۔ اسے کھول دے۔ اُس نے کھولا تو وہ ایک
 نہایت خوبصورت صاحبزادے تھے۔ فرمایا کہ ان کے شکم کو بھی کھول دو۔
 میں نے دیکھا کہ سینہ سے ناف تک سبز بال تھے۔ کالا کوئی نہ تھا۔ مجھ
 سے فرمایا۔ یہ تمہارے امام ہیں۔

اس کے بعد کینز اٹھا کر لے گئی۔ اس کے بعد میں نے امام علیہ السلام کی وقتاً
 تک پھر کبھی ان کو نہ دیکھا۔ ضوہ بن علی نے ان سے پوچھا۔ تم نے ان کی
 عمر کا کیا اندازہ کیا۔ کہا دو سال۔ عبیدی نے کہا میں نے ضوہ سے پوچھا۔
 تمہارا کیا اندازہ ہے۔ کہا چودہ سال اور ابو علی اور ابو عبد اللہ نے کہا ہمارا
 اندازہ اکیس سال ہے۔

اصول کافی:

ولقد ورد على السلطان واصحابه في وقت وفاة الحسن
ابن علي ما تعجبت منه وما ظننت انه يكون و
ذلك انه لما اعتل بعث الى الجان ابن الرضا
قد اعتل فركب من ساعته قياد الى دار الخلافة
ثم رجع مستعجلا ومعه خمس من خدم
امير المؤمنين كلهم من ثقاته وخاصته فيهم
نحرير فامرهم بالاختلاف اليه وتعاهده
صباحا ومساء قلما كان بعد ذلك بيومين او
ثلاثة اخيرا انه قد ضعف فامر العتبيين
يلزوم داره وبعث الى قاضي القضاة فاحضره
مجلسه وامر ان يختار من اصحابه عشرة ممن يوثق به
في دينه وامانتة وورعه فاحضرهم فبعث
بهم الى دار الحسن وامرهم يلزومهم ليلا ونهارا
فلم يزلوا هناك حتى توفي عليه السلام فصارت
سر من راي ضيقة واحدة وبعث السلطان الى داره
من قتشها وقتش حجرها وختم على جميع ما فيها
وطلبوا اثر ولده وجاءوا بنساء يعرفن الحمل
قد خلن على جواريه ينظرن اليهن فذكر بعضهن
ان هناك جارية بها حبل فجعلت في حجره ووكل
بها نحرير الخادم واصحابه ونسوة معهم

ثُمَّ أَخَذَ وَابْعَدَ ذَلِكَ فِي تَهْنِئَةٍ وَعَظَلَتْ
السُّوقَ وَرَكِبَتْ بِنُوهاشِمَ وَالْقَوَادِدَ وَابِي قَسَائِرَ النَّاسِ
إِلَى جَنَازَتِهِ، فَكَانَتْ سَرْمَنَ رَأَى يَوْمَئِذٍ شَبِيهَا
بِالْقَيْمَةِ فَلَمَّا فَرَعُوا مِنْ تَهْنِئَةٍ بَعَثَ السُّلْطَانُ إِلَى أَبِي
عَيْسَى ابْنَ الْمُتَوَكِّلِ فَأَمَرَهُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَلَمَّا وَضَعَتْ
الْجَنَازَةَ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ دَنَا أَبُو عَيْسَى مِنْهُ فَكَشَفَتْ عَنْ
وَجْهِهِ فَعَرَضَهُ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ مِنَ الْعُلُوِيَّةِ وَالْعَبَّاسِيَّةِ
وَالْقَوَادِدِ وَالْكِتَابِ وَالْقَضَاةِ وَالْمَعْدَلِينَ وَقَالَ
هَذَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّضَا مَا تَحْتَفَتُ
أَنْفَهُ عَلَى فَرَّاشِهِ حَضْرَهُ مِنْ حَضْرِهِ مِنْ خَدَمِ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ وَثِقَاتِهِ فَلَانَ وَفَلَانَ وَمِنَ الْقَضَاةِ فَلَانَ وَ
فَلَانَ وَمِنَ الْمُتَطَبِّبِينَ فَلَانَ وَفَلَانَ ثُمَّ غَطَّى
وَجْهَهُ وَأَمَرَ بِجَمَلِهِ فَحَمَلَهُ مِنْ وَسْطِ دَارِهِ وَدَفَنَهُ
فِي الْبَيْتِ الَّذِي دَفَنَ فِيهِ أَبُوهُ فَلَمَّا دَفَنَ أَخَذَ
السُّلْطَانُ وَالنَّاسُ فِي طَلَبِ وَلَدِهِ وَكَثُرَ التَّفْتِيشُ فِي
الْمَنَازِلِ وَالذُّوْدِ وَتَوَقَّفُوا عَنْ قِسْمَةِ مِيرَاثِهِ وَلَمْ
يَزَلْ الَّذِينَ وَكَلُوا بِحِفْظِ الْجَارِيَةِ الَّتِي تَوَهَّمُ الْحَمْلَ
لَا زَمِينَ حَتَّى تَبَيَّنَ بِطَلَانِ الْحَمْلِ عَنْهُنَّ فَلَمَّا بَطَلَ
الْحَمْلُ عَنْهُنَّ قَسَمَ مِيرَاثَهُ بَيْنَ أُمَّهِ وَ
أَخِيهِ جَعْفَرٍ وَادْعَتْ أُمَّهُ وَصِيَّتَهُ وَشَبَّهَتْ
ذَلِكَ عِنْدَ الْقَاضِي.

(۱) اصول کافی ص ۲۲۵ مطبوعہ نکتہ

طبع قدیم

(۲) اصول کافی جلد اول ص ۴۰۵

کتاب الحج باب مولد ابی محمد الحسن

بن علی علیہ السلام مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

بے شک تحقیق خلیفہ معتمد علی اللہ اور اس کے یاروں پر امام حسن کی وفات کے بعد ایک واقعہ وقوع میں آیا۔ کہ جس سے میں نے تعجب کیا مجھے گمان نہ تھا۔ کہ وہ واقعہ وقوع میں آئے گا۔ وہ یہ کہ جب امام حسن بن علی بیمار ہوئے۔ تو بادشاہ نے میرے باپ عبداللہ وزیر کو بلا بھیجا۔ کہ ابن رضا (حسن مسکری) بے شک بیمار ہو گئے۔ پس میرا باپ اسی وقت سوار ہو کر جلدی خلیفہ کے گھر پہنچا۔ اور پھر جلدی واپس آیا اور اس کے ساتھ امیر المومنین معتمد علی اللہ کے پانچ نوکر تھے۔ جو اس کے ثقات و خواص میں سے تھے۔ ان پانچوں میں نحر برہمی تھا۔ میرے باپ نے ان کو حکم دید کہ حسن مسکری کے گھر کے دروازے پر حاضر رہو۔ اور اس کی خبر رکھو۔ اور اس کا حال دریافت کرتے رہو۔ اور طیبیان حانق کی ایک جماعت کو بلا کر حکم دید کہ حسن مسکری کے پاس آمد و رفت رکھو۔ اور صبح و شام ان کی خبر لیتے رہو۔ جب اس پر دو مہینے روز گزر گئے۔ تو میرے باپ کو خبر دی گئی۔ کہ حسن کمزور ہو گئے ہیں۔ پس آپ نے ان طبیبوں کو حکم دید کہ حسن کے گھر کے دروازے پر حاضر رہو۔ اور قاضی القضاة کو بلا بھیجا۔ اور اس

کاپٹی مجلس میں حاضر کر کے حکم دیا کہ تم اپنے یاروں میں سے ایسے دس شخص کا انتخاب کر لو۔ جن کی دیانت و امامت اور پرہیزگاری پر لوگوں کو اعتماد ہو۔ قاضی نے ایسے اثنی عشر کو حاضر کیا۔ میرے باپ نے قاضی کو ان کے ساتھ حسن عسکری کے گھر کی طرف بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ رات دن ان کے پاس حاضر رہو۔ وہ وہیں حاضر رہے۔ یہاں تک کہ حسن عسکری علیہ السلام نے وفات پائی۔ اور ستر راتوں تک مالہ و نقان بن گیا۔ خلیفہ معتد نے امام موصوف کے گھر میں ایک جماعت کو بھیجا جنہوں نے گھر کی۔ اور حجروں کی تلاشی لی۔ اور جو کچھ گھر میں نکلا اس پر مہر لگا دیا۔ اور حسن کے بڑے کے لیے جستجو کی۔ اور وہ عورتیں بلائی گئیں۔ جو حمل کی شناخت کر سکتی تھیں۔ وہ امام کی کنیزوں پر داخل ہوئیں۔ اور انہیں دیکھتی تھیں۔ بعض عورتوں نے ذکر کیا کہ یہاں ایک کنیز ہے۔ جس کو حمل ہے۔ وہ کنیز حجریں بند کر دی گئی۔ اور اس پر تحریر فادوم اور اس کے ساتھی اور عورتیں مقرر کر دی گئیں۔ بعد ازاں غسل و کفن کی تیاری کی گئی۔ اور بازار بند ہو گئے اور بنو ہاشم یعنی اولاد علی و اولاد عباس اور سرداروں اور محروروں اور قاضیوں اور مسلم العدالت لوگوں کو دکھایا۔ اور کہا۔ کہ یہ حسن بن علی بن محمد بن رضا ہیں جو اپنی اہل سے اپنے بستر پر مرے ہیں۔ موت کے وقت آپ کے پاس امیر المؤمنین کے خدام ثقات میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں اور فلاں اور طبیبانِ حاذق میں سے فلاں اور فلاں حاضر تھے۔ بعد ازاں آپ کا متہ ڈھاتپ دیا گیا۔ اور جنازے کے اٹھائے جانے کا حکم دیا۔ پس گھر کے صحن سے اٹھایا گیا۔ اور اس گھر میں دفن کیے گئے جس میں ان کے والد مدفون تھے۔ جب دفن ہو چکے تو خلیفہ اور لوگ حسن کے بیٹے کے لیے جستجو کرنے لگے۔ اور کنیزوں کے مکانوں اور لوگوں کے گھروں کی خوب تلاشی لی۔ اور امام کی

میراث کے تقسیم کرنے میں توقف کیا۔ وہ لوگ جن کے سپرد اس کنیز کی نگہبانی تھی۔ جس پر حمل کا وہم تھا۔ برابر حاضر رہے یہاں تک کہ ظاہر ہو گیا۔ کہ حمل نہیں ہے۔ جب امام کی کنیزوں سے حمل کا خیال باطل ہو گیا۔ تو امام کی میراث ان کی والدہ اور ان کے بھائی جعفر میں تقسیم کی گئی۔ اور ان کی ماں نے جعفر کے وصی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور وہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو گیا۔

لحسن فکریہ:

امام ہمدی کے بارے میں ہم نے گزشتہ اوراق میں جو حوالہ جات پیش کیے۔ جن میں ان کی پیدائش وغیرہ کا تذکرہ تھا۔
ایسے ذرا ان کو باہم ملا کر دیکھیں۔ تاکہ حقیقت کے کھلنے میں راستہ صاف ہو جائے۔ اور اس افسانہ کا علم ہو جائے۔

در بحر الجواہر، کے حوالہ سے بطور اختصار معلوم ہوا کہ

- ۱۔ حکیم نامی عورت کی لونڈی تریس اور پھر اس کے ساتھ امام حسن عسکری کی بددوباش۔
- ۲۔ تریس نامی اس عورت کے ہاں پیدا ہونے والے ”ہمدی“، کو پرتوں کا اڑا کر لے

جاتا۔

۳۔ چالیس دن کے بعد واپس لے آتا۔

کون سی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے؟

اصول کافی کی مندرجہ عبارت سے معلوم ہوا کہ

۱۔ ”امام ہمدی، کی پیدائش ۵۵ھ میں ہوئی۔

۲۔ ان کا نام ہ۔ ح۔ ہ۔ د (محمد) رکھا گیا۔

جب اسے مخفی ہی رکھنا تھا۔ تو نام کی ضرورت کیا تھی۔ اور سن پیدائش کس لیے

نہ پر نہیں ضبط کیا گیا؟

”فارسی، نامی شخص کی زبانی کہ اس نے امام مہدی کو دیکھا۔ ان کے سینہ سے نان تک
بہ پال تھے۔

ان کی عمر اس وقت دو سال تھی۔

ایک اور بتلانے والے کے نزدیک پرودہ برس، اور کمیس سال کی تھی۔

اسی عمر میں ایک کنیز اس بچے کو کپڑے میں پیٹ کر لائی

اندازہ لگائیں۔ ایک ہی بچہ اور اس کی عمر ۲، ۱۲، ۱۱ اور ۲ سال ہو سکتی ہے؟ کیا ۲ یا ۲۱

سالہ بچہ کپڑے پیٹ کر لایا جاتا ہے۔

کیا جس کو ظاہر نہ کرنا ہو۔ اور مخفی ہی رہنا ہو۔ وہ ۲۱ سال تک ظاہر کیوں رہا۔ لوگوں کو

کیوں دکھایا گیا۔؟

وقت کے خلیفہ معتمد نے حسن عسکری کی وفات کے وقت ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا کہ

ان کے کسی جانشین کا علم ہو سکے۔ یہاں تک کہ مل کے شبہ کی صورت میں میراث تقسیم

کرنے سے روک دی گئی۔ اور پھر شبہ باطل ٹھہرا۔ اور میراث تقسیم ہوئی۔

حسن عسکری کی والدہ ماجدہ جو ایک ولیہ کاملہ تھیں۔ انہوں نے خلیفہ وقت کے مقرر کردہ

قاضی کے سامنے پیش ہو کر اپنے اس بیان کی تصدیق کے طور پر کچھ دلائل پیش کیے۔ کہ

مرنے والے امام حسن عسکری کا وصی ان کا بھائی جعفر ہے۔ قاضی نے دلائل اور شواہد کی بنیاد

پر اس کو تسلیم کر لیا۔

کیا ایسی نیک بخت اور تقویٰ سے مزین عورت یہ نہ جانتی تھی۔ کہ مرنے والے

کا ایک بیٹا ہے۔ جو حقیقت میں ان کی جگہ امام اردھی ہے۔ اور پھر جب خلیفہ وقت

اور اس کے مقرر کردہ آدمیوں نے پوری چھان بین کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ حسن عسکری کی کوئی

فریبتہ اولاد نہیں۔ حالانکہ وہ اس کھوج میں تھے۔ کہ کہیں سے کوئی اس بارے میں بات

ہاتھ آئے۔ ہر طرف سے مایوسی اور امام حسن عسکری کی والدہ کے دغاے میں باہم اتفاق تھا۔ تو قاضی نے جناب جعفر کے وصی ہونے کا فیصلہ دے دیا۔ تو معلوم ہوا کہ امام مہدی نہ تو خود ابھی پیدا ہوئے۔ نہ ہی ان کی والدہ اور والدہ کبھی وجود ہوا یا ہے۔ جو جب احادیث قرب قیامت ان کا اپنے والدین کے ہاں تولد ہوگا۔ نہ کہیں وہ غائب ہیں۔ نہ کہیں اس زمانہ میں ان کا وجود۔ اس لیے امام غائب اور امام زمانہ یا صاحب الزمان کے نام جو اہل تشیع نے امام مہدی کے لیے گھر رکھے ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ شیخ علی کی سی کہانیوں کی طرح یہ بھی ایک افسانہ ہے۔ اور دھوکہ دہی بلکہ دھوکہ خوردنی کا ایک عظیم اور بہت بڑا سراپ ہے۔ جب پیدا ہی نہیں ہوئے۔ تو غائب کہاں ہو گئے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

شیعوں کا

افسانہ دوم

امام غائب کی غیبت اور اس کی اقسام

امام ہمدی کو شیعوں لوگ "امام غائب" بھی کہتے ہیں۔ ان کے غائب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ پیدائش کے وقت سے ہی امام ہمدی کو یہ خوف لاحق تھا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ لہذا اس ڈر کے مارے وہ پیدائش کے وقت سے ہی غائب ہیں اس عقیدے کی تفصیل کے مطابق امام ہمدی کی غیبت دو حصوں میں بانٹ دی گئی۔ پہلا حصہ وہ ہے جو تقریباً ۱۲۷۴ سال کا ہے۔ ان چوتھتر سالوں میں ابتدائی مگر کے پانچ سال اپنے والد کے ساتھ گزارے۔ اور اس کے بعد اہتر سال تک غائب تو رہے۔ مگر اس غیبت کے دوران امام ہمدی اپنے شیعوں کی تمنائیں اور خواہشات پورا کرنے کے بعد ان کی تکالیف اپنے مشیروں کے ذریعہ دور فرماتے رہے۔ گویا مجموعی طور پر یہ غیبت (جو کہ غیبت منفری کہلاتی ہے) اہتر یا چوتھتر سالوں پر مشتمل ہے۔ اس عرصہ کے گزر جانے کے بعد امام موصوف کی غیبت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ اور خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اس کی اہتمام کی ہوگی۔ جس طرح جناب امام ہمدی کی پیدائش کو ان لوگوں نے رومانی افسانوی جامہ پہنایا۔ اسی طرح

امام موسوی کی غیبت منقری کو عجیب و در عجیب روایتوں سے چوں چوں کامر بہ بتاریخ جنہیں عالی الذہن اور غیر متعصب آدمی اگر تلاش حق کی خاطر دیکھے پڑھے۔ تو ہماری بات کا سو فیصد یقین کر لے گا۔ لیجئے اس افسانہ کی تعویذی سی تشریح اور وہ بھی ان کی کتابوں سے۔

تذکرۃ الائمہ:

یہ سند صحیح مروی است کہ امام حسن عسکری آنحضرت سے ابراہیم بن عثمان شیعیاں خود نمود
 و ازاں حضرت مسأل می پرسیدند۔ و آنحضرت مسیح وار جواب می داد و
 مشکلات ایشان را حل می نمود تا مدت ہفتاد و نہ سال آنحضرت بشیران خودی
 رسانند و این ہفتاد و نہ سال را غیبت منقری می گویند۔ بعد ازاں غیبت کبری
 آنحضرت است۔ و کلا اثبات الوکالہ آنحضرت چہار نفر بودند۔ اول ایشان
 عثمان بن سعد عمر است کہ امام حسن اور اوکیل گردانید۔ و بعد از او پسرش وکیل بود
 محمد بن عثمان چوں وفات محمد بن عثمان نزدیک شد
 جماعت بسیار از اکابر و شیوخ بر سرش ریختند و گفتند بعد از تو وکیل چه کس خواهد بود۔
 در جواب گفت کہ بعد از من وکیل حسین بن روح بود۔ نختی است چوں وفات
 حسین نزدیک شد میان نمود کہ بعد ازاں وکیل علی بن محمد سر است و چوں علی بن
 محمد را وفات نزدیک شد علماء و اکابر شیعہ روئے گفتند کہ یکسی وصیت نما
 در جواب گفت کہ **لِلّٰہِ اَمْرٌ وَّہُوَ بِالْفَنۃِ وَبِکَسٰی وَصِیۃٌ** نہ کرو۔ و ایشان
 را خبر داد کہ بعد از من وکیل خواهد بود و اُل و دستہ سیمد و نہ ہجری بود کہ وفات
 یافت و ہر کہ بعد از ثمری ادعائے وکالت نمود اکابر شیعہ اُل را کافر می دانند۔
 (تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی ص ۱۲۹ اسامی
 وکلائے آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

صحیح سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ کہ امام حسن عسکری نے امام ہدی کو صرف مخصوص شیعوں کے لیے ظاہر کیا۔ لوگ ان سے سوال پوچھا کرتے۔ اور وہ انہیں مسیحانہ طور پر جوابات دیا کرتے۔ اور ان کی مشکلات حل فرمایا کرتے۔ اور یہ معاملہ تہتر سال تک جاری رہا۔ اس ۷۳ سالہ عرصہ کو غیبت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد کا زمانہ غیبت کبریٰ ہے۔ امام ہدی کے اس زمانہ میں چار وکیل تھے۔ جن کی وکالت ثابت تھی۔ ان میں سے پہلا وکیل عثمان بن سعد مهران تھا۔ کہ جس کو امام حسن عسکری نے وکیل مقرر کیا تھا۔ اہل کے بعد اس کا بیٹا محمد بن عثمان وکیل بنا۔ جب محمد بن عثمان کے انتقال کا وقت قریب آیا۔ تو بڑے سے بڑے شیعوں کے پاس آئے اور پوچھا آپ کے بعد وکالت کس کی ہوگی؟ کہا میرے بعد حسن بن روح زونختی وکیل ہوگا۔ جب حسین بن روح کی وفات قریب آگئی۔ تو کہا کہ میرے بعد علی بن محمد سمری وکیل ہوگا۔ جب اس وکیل کا وقت مرگ قریب ہوا۔ شیعا کا رہنے اس سے پوچھا کہ کسی کے حق میں وصیت کر جاؤ۔ جواب دیا۔ امر سبھی اللہ ہی کا ہے۔ وہ اس کو صحیح مقام پر پہنچائے والا ہے۔ یہ کہہ کر وصیت نہ کی۔ اور کہا کہ میرے بعد وکیل نہیں ہوگا۔ یہ واقعہ ۳۰۹ھ کا تھا۔ جس میں اس کی وفات ہوئی۔ اب جو شخص دو شریکوں کے بعد وکالت کا دعویٰ کرے گا۔ اکابر شیعوں اس کو کافر سمجھتے ہیں۔

و غلبت صحف کی، کے زمانہ میں امام ہدی کی اپنے

شیعوں سے تحائف بھی قبول کرتے رہے

چهارده معصوم:

امام زمان را با ہفتاد و ہفتے کرہ مسائل آہنا لایدوم و ما جہ نمودہ و نشان
سوغات و صحت و ہایا و صاحبانش را آہنا خواستہ میان فرماید۔

چهارده معصوم ص ۱۶۰-۱۷۰ جلد دوم

دوران زندگی امام ہدی و مطبوعہ تبریز

طبع جدید

ترجمہ:

مختلف اطراف سے جب لوگ امام حسینؑ کی زیارت کو آتے اور سوال و

جواب کا سارا چاہتے تو آپ ان لوگوں کو امام ہدی کی طرف بھیجا دیتے ان کے

سوالات کا جواب دے دیتے اور سوالات سمجھ جاتے اور یہ طریقہ

کے لئے والوں کو بھی امام ہدی کے ہاں دعا کروانیے تھے۔

امام ہمدی کے ظہور کے متعلق کیے گئے دو وعدوں

میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک بھی پورا نہ کیا ۔

اصول کافی:

عَنْ أَبِي حَمْرَةَ الثَّمَالِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ يَا ثَابِتُ ابْنَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
قَدْ كَانَ وَقَّتْ هَذَا الْأَمْرَ فِي السَّبْعِينَ فَلَمَّا قُتِلَ
الْحَمَيْنُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ اشْتَدَّ حَصْبُ اللَّهِ
تَعَالَى عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَخْرَجَهُ إِلَى أَرْبَعِينَ وَ
مِائَةٍ فَحَدَّثْنَا فَأُذِنَتْ الْحَدِيثُ فَكَشَفْتُمْ
قَنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَقْتًا
عِندَنَا وَيَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُشِيتُ وَحِثُّهُ
أَمُّ الْكِتَابِ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ فَحَدَّثْتُ بِذَلِكَ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ هَذَا حِكَاوَةٌ
كَذَلِكَ

داصول کافی جلد اول میں ۳۶۸ کتاب الحج

باب كراهية التوقيت مطبوعہ

تہران - طبع جدید

ترجمہ: ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو سنا کہ فرماتے تھے

اسے ثابت اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امر (ظہور مہدی) کا وقت سنہ معین کیا تھا۔ جب امام حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوئے۔ تو خدا کا غضب اہل زمین پر سخت ہو گیا۔ پس اسے سنہ ۱۲ھ تک تاخیر کر دیا۔ ہم نے تم سے بتا دیا۔ گو تم نے ہماری حکایت کو فاش کر دیا۔ اور ہمارے سز کے پروے کو پھاڑ دیا۔ اس کے بعد نہ اتنے ہمارے نزدیک کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ خدا مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے۔ (جو چاہتا ہے) اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ ابو حمزہ کا قول ہے کہ میں نے اس حدیث کی حکایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ بے شک ایسا ہی تھا۔

ظہور مہدی کے متعلق حضرت علی کے مقرر کردہ زمین زمانے بھی غلط نکلے

اصول کافی:

عَنِ الْأَسْبَغِ بْنِ بَنَاتَةَ قَالَ أَقْبَلْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
عَلِيَّ السَّلَامَ فَتَوَجَّدْتُ مَتَّفِكِرًا أَيَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ
فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا لِي أَرَاكَ مُتَنَكِّرًا تَنْكُتُ
فِي الْأَرْضِ أَرْتَعِبُ مِنْكَ فِيهَا فَقَالَ لَا وَاللَّهِ مَا
رَغِبْتُ فِيهَا وَلَا فِي الدُّنْيَا يَوْمًا قَطُّ وَلَكِنِّي فَكَّرْتُ
فِي مَوْلُودٍ يَكُونُ مِنْ ظَهْرِي الْحَادِي عَشَرَ مِنْ وُلْدِي
هُوَ الْمَهْدِيُّ الَّذِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا
كَمَا مَلَأَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا تَكُونُ لَهُ غَيْبَةٌ وَخَيْرَةٌ

يَصِدُّ فِيهَا أَقْوَامٌ وَيَهْتَدِي فِيهَا آخَرُونَ فَذَكَرْتُ
 يَا أَمِيرَ السُّؤْمِنِينَ وَكَمْ تَكُونُ الْحَيْرَةَ وَالغَيْبَةَ
 قَالَ سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سِتَّةَ أَشْهُدٍ أَوْ سِتَّةَ
 سِنِينَ -

داصول کافی جلد اول ص ۳۳۸ کتاب الحجۃ
 باب فی الغیبتہ مطبوعہ تہران طبع جدیداً

ترجمہ:

راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک روز امیر المومنین علیہ السلام کو متفکر دیکھا۔ آپ
 لڑھی کی نوک سے زمین کرید رہے تھے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین میں آپ
 کو متفکر پارہا ہوں۔ کیا آپ کے دل میں رغبتِ سلطنت ہے فرمایا، نہیں میرے
 دل میں نہ کسی دن اس کی رغبت پیدا ہوئی ہے اور نہ دنیا کی۔ سوچ رہا ہوں
 اس مولود کے بارے میں جو فرزند گیارہویں امام کی پشت سے ہوگا۔ اس کا
 نام ہمدی ہوگا۔ جو زمین کو عدل و داد سے اسی طرح بھر دے گا۔ جس طرح وہ
 ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور ہوگی اس کے لیے غیبت اور حیرت۔ اور کچھ لوگ
 ہدایت پائیں گے۔ اور کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین
 یہ حیرت اور غیبت کتنے دن رہے گی۔ (تا کہ بعد اس کے مومنین کو اطمینان ہو)۔
 فرمایا بعض کو چھ دن بعض کو چھ ماہ اور بعض چھ سال۔

دکتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول

ص ۲۰۲ مطبوعہ کراچی

کشف الغمہ:

عَنْ دَالِحِ بْنِ مَيْثِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ

السَّلَامُ يَقُولُ لَيْسَ بَيْنَ الْقَائِمِ وَقَتْلِ النَّفْسِ
الزَّكِيَّةِ أَكْثَرُ مِنْ خَمْسِ عَشْرَةَ لَيْلَةً.

(۱- کشف الغم جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۴۰)

فی علامات قیام القائم مطبوعہ

تبریز طبع جدید

۲- بحر الجواهر صفحہ نمبر ۱۲۴۲

مطبوعہ ایران

ترجمہ

صالح بن یحییٰ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ تمہاری
کونسی زکریہ کی شہادت اور ائمہ و امام ہندی کے قیام و ظہور کے درمیان
پندرہ دنوں سے زیادہ کا وقفہ ہوگا۔

لمحہ فکریہ

اختیار دوم کی زد کے دائرہ میں نے اہل تشیع کی کتب معتبرہ و تصانیف کی یہ بیانات
از خود ان کے مستندات کا جواب بھی پیش کر رہی ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے کچھ بھی
اضافہ نہیں کیا اور حوالہ جات کے علاوہ امام حسینؑ کی زندگی و نبوت جعفریہ کی قدرت
بہتر یا چوبہتر سالوں پر مشتمل تھی اس دوران وہ لوگوں کے حوالہ جات کا جواب بھی دیتے رہے
تعمالت اور مذاکرے بھی قبول فرماتے رہے۔

مدت مقررہ گزرنے کے بعد ان کے چار وکیل کے بعد وگرسے سائین اور حاجت مندوں
کی ضروریات کے حل کے لیے امام غائب اور ان سائین کے درمیان رابطہ برقرار رہتا ہے
رہے۔ لیکن ہوا امام کا نظر آئے۔ اور روکالت کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس کے

بعد وکالت بھی ختم اور امام صاحب مستقل فائب اور اپنے نام لیاؤں سے بالکل روٹھے ہوئے
 کہیں چھپ گئے اب کسی سوال کا نہ کوئی جواب اور نہ کسی مشکلات میں گمراہ شیعوہ کی داد دی
 اور مشکل کشائی تہتر سال کے بعد ناراضگی میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ساتھ ساتھ وکیلوں کو ذریعہ بتایا۔
 خود سامنے نہ آئے۔ پھر وکیلوں کو بھی ہٹا دیا اور مسکو ہی ختم کر دیا۔ گویا زبانِ حال سے یہ فرما
 دیا۔ جاؤ شیعو! تمہاں قابل نہیں کہ میں یا میرا کوئی وکیل تم سے گھستے گھرے۔ اور پھر ابھی کی زبان
 کہلایا۔ جو بھی ان چار وکلاء کے بعد میری وکالت کا دعویٰ کرے۔ اسے پکا کافر سمجھنا۔ کیا
 خوب منطقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
 مخاطب فرما کر یہ وعدہ ہے۔ **و للآخرۃ خیر لکم من الاولیاء ان کامرآتہن فالاحقر علیہ**
 سے بہتر ہوتا ہے لیکن امام فائب کا معاملہ اہل تشیع نے اٹک کر دیا۔ تہتر سال تک خود داد دی
 اور زیارت سے شرف کرتے رہے۔ بعد میں خود سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہو گئے
 اور درمیان میں وکلاء کو واسطہ بنایا۔ پھر وکلاء کے ذریعہ یہی بات نہ بن سکی۔ اور خود روپوش ہو گئے
 اب کوئی کسی قسم کی بات حیرت اور تعلقات باقی نہیں رہے یعنی حیرتوں زمانہ غیبت بڑھتا
 جا رہا ہے۔ امام موصوف کی دعوائی قوتوں میں اس کی قدر کی آ رہی ہے۔ اور امام فائب اب شیعوں
 سے بالکل علاحدہ ہو کر چھپ کر بیٹھ گئے۔

ابن اثیر کا دوسرا پہلو یہ کہ امام فائب کی غیبت کے مسئلہ میں پہلے ان حواصی یا ختم اور
 تمام ہناد ختموں نے حضرت علی کو مقرر و جہ کو بہ نام کرنے کی ترکیب نکالی۔ ان کے متعلق بتلایا۔
 وہ زمین کرید رہے تھے اور امام ہمدی کے بارے میں گمراہی سوچ میں تھے۔ پوچھنے پر فرمایا
 کہ امام ہمدی کی غیبت اور حیرت نے حیرت زدہ کر دیا ہے۔ سائل نے پوچھا۔ امام موصوف کے
 فائب رہنے کا کتنا عرصہ ہے۔ فرمایا۔ چھ دن، چھ ماہ، چھ سال۔ لیکن یہ تمام مدتیں ایک ایک
 کے گزر گئیں۔ لیکن امام نہ آیا۔ اور نہ کوئی آثار نظر آئے۔ باخبری مدت چھ سال اگر چھ صدیوں پر مشتمل
 ہوتی تو بھی بات نہ بن سکتی۔ پندرہویں صدی بارہویں ہے۔ اور امام تشریف لائے۔ کیا اس قسم

کی لائینی باتیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہیں۔ بہ عا شاو کلا! یہ تو خود ان کی لاف زنی ہے اس کے بعد جبکہ حضرت علی کی بیان کردہ مدت گزرنے اور امام کے ظہور نہ ہونے پر اس دور کے تکفوں نے اپنا پرانا بار لے لیا۔ اور حضرت علی کو خوب بدنام کر دیا۔ پانسہ پٹا۔ اور دوسرا تیر چلایا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا۔ اور ان کی زبانی لوگوں کو سنایا کہ امام ہمدی عشر میں جلوہ کریں گے۔ جب یہ سال بھی بیت گیا۔ اور امام بدستور غائب رہا۔ تو پھر امام باقر کی طرف سے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ بھائیو! ہونا تو ایسے ہی تھا۔ لیکن اس دوران امام حسین رضی اللہ عنہ کو کر بلائی اور شامی کوئی تمگساروں نے تلو طو ڈال کر محنت کا واسطہ دے کر اپنے ماں بلا کر سر قلم کر دیا۔ تو اللہ پاک ان سے ناراض ہو گیا۔ بس کی وجہ سے مدت ظہور میں ستر سال کا اضافہ کر دیا گیا۔ اب ان کا شمار ۱۲۴ھ میں ہو گیا۔ لوگ اس سال منتظر تھے۔ انتظار کی مدت بھی گزر گئی۔ اور امام باقر کا وہ بہانہ بھی نہ چلا۔ تو ان کی طرف سے دوسرا بہانہ ظالموں نے ڈھونڈ نکالا۔ وہ یہ کہ امام قائب کے ظہور کا وقت نفس زکیہ (محموبی جبرائیل) کی شہادت کے بعد آئے گا۔ چلو ان لیلایاب نفس زکیہ کی شہادت بھی ہو چکی۔ یہ ۱۲۵ھ کا واقعہ تھا۔ مگر امام صاحب میں کشیوں کے کسی ایک وقت مقرر پر تشریف لانے والے نہیں۔

تیسرا پہلو یہ کہ امام حسن عسکری کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ جس کو «امام قائب» امام القائم اور امام ہمدی کے نام دیئے گئے۔ وہ اپنے ہی والدین کو جس سے بہت پہلے ظاہر ہونے والے ثابت کیے جا رہے ہیں۔ امام حسن عسکری ۱۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے ہاں تولد فرمانے والا بچہ اگر زیادہ دیر سے بھی آیا۔ تو نفس زکیہ کی شہادت کے وقت آئے گا۔ جو ۱۲۵ھ میں رونما ہوئی۔ امام باقر نے فرمایا۔ کہ ان کی تشریف آوری ۱۲۵ھ میں متعین تھی۔ یعنی اپنے والد سے (۲۳۲ - ۶۰ - ۱۶۲) ایک سو باسٹھ سال قبل تھی۔ لیکن پھر موخر ہوئی۔ اور ۶۰ سال کا مزید عمر دیا گیا۔ اب ۱۲۴ھ میں آئیں گے۔ (۲۳۲ - ۱۴ - ۹۲) یعنی انویں سال قبل از ولادت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ۔

جب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا دوسرا مقررہ وقت بھی گزر گیا۔ اور امام ہدی کی تشریف نہ لائے۔ تو لوگوں کو تسلی و تسخنی دیتے ہوئے۔ بلکہ جان چھڑاتے ہوئے فرمایا۔ تم شیعہ لوگوں نے ہمارے لازم کو فاش کر دیا۔

لہذا اب امام القائم کے زمانہ ظہور کو اللہ تعالیٰ نے بالکل مخفی کر دیا ہے۔ یہ انسانہ بات اہل تشیع کی معتبر کتاب سے ماخوذ و مرقوم ہیں۔ جو خود امام ہدی کی مصدقہ ہے۔ گویا اس کتاب کے اندر درج شدہ افسانہ جات کو امام القائم کی تصدیق حاصل ہونے کی وجہ سے خود ان کی بائیں قرار دے کر امام ہدی سے بھی فراڈ کیا گیا۔ یہی کتاب ہے۔ کہ جس کے بارے میں یار لوگوں کو خیال ہے۔ کہ قرآن کریم میں تو تحریف و تنقیح موجود ہے۔ لیکن اصول کافی وہ کتاب ہے۔ جس کی امام ہدی نے تصدیق کی ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ یہ کتاب کس وقت امام ہدی کے پاس پیش ہوئی۔ اور کہاں لے کر مصنف گیا۔ اگر اس کتاب کے تصنیف کرنے والے نے مکمل کرنے کے بعد امام موصوف کی خدمت میں برائے تصدیق پیش کی۔ یا ایک مسئلہ لگا کر پیش کرنا۔ تو پھر ان کے مستقل مخفی کرنے اور رہنے کا کیا مقصد ہو گا۔ جو امام محمد باقر کی طرف منسوب کیا گیا۔ اگر وہ اب بھی مسائل و عبارات کی تصدیق فرماتے ہیں۔ تو خود یا بذریعہ وکالت۔ اگر خود ہیں۔ تو اس کا پتہ اور اگر بذریعہ وکالت ہے۔ تو وکیل کون ہے؟ اور اس کا مجوز خود کافر ہے۔ خدا را سوچئے کیا ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ کیا مناظرہ پیش کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور ائمہ اہل بیت کی سچی اور سچی تعلیمات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین شتر امین

ظہور مجددی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں

کی لائینی تاویلات

تاویل نمبر ۱۱

صافی: مراد ایں جاوے علم امت بوقت ظہور مجددی موجود پیش آنا کہ
ظاہر شود۔

(صافی شرح اصول کافی ص ۲
جز سوم مطبوعہ گلشن)

ترجمہ:

یعنی ان وعدوں سے مراد یہ ہے کہ امام مجددی موجود کے ظاہر ہونے سے قبل
اس کے وقت ظہور کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ وقت ظہور مجددی یعنی سترہ اور پندرہ سالہ کی
بعض شیعہ علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ اگر امت سے مراد ان کے ظہور کا وقت نہیں ہے
بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام مجددی کے ظہور کی اطلاع پہلے پہل سترہ
میں دینا تھی۔

لیکن بوجہ تاویل اس نے اس اطلاع کو مزید ستر سال کے لیے مؤخر کر دیا۔ لیکن شیعہ
فطی کرنے سے پھر بھی باز نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس اطلاع کو بالکل ہی منقطع کر دیا۔
یہ تاویل لائق دہن کرنے کی۔ اور عقل پر پردہ ایسا پڑا کہ اس تاویل کے لیے جو موضوع باندھا
وہی اس کی تردید کر رہا ہے۔

صافی

ایں باب بیانِ نبی اللہ تعالیٰ است از تعیین وقتِ ظہورِ مہدی موعود و درین باب
شش حدیث است۔

الصافی شرح اصول کافی جلد اول
کتاب الحجۃ جزو سوم
حصہ ۲ ص ۲ باب کراہیت التوقیت
مطبوعہ لکھنؤ

ترجمہ:

یہ باب اس بارے میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امام مہدی موعود کے ظہور کے
وقت کا تعیین کرنے سے نہی فرمادی ہے۔ اس موضوع کے مطابق اس
باب میں چھ حدیثیں مذکور ہوں گی۔

تردید اس طرح ہو رہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ظہورِ مہدی کے وقت معین سے منع
فرمایا۔ نہ کہ امام مہدی کے ظہور کے علم سے۔ جس سے پتہ چلا کہ سنا ہے جو وقت معین ہوا۔ وہ
ظہورِ مہدی کے علم کا نہ تھا۔ بلکہ ظہورِ مہدی کا وقت تھا۔ (جو بعد میں غلط ثابت ہوا۔

تاویل دوم:

مذکورہ حدیث کے مترجم ظفر حسن امروہی نے علامہ مجلسی کی طرف سے ایک تاویل
ذکر کی۔ ملاحظہ ہو۔

الشافی:

علامہ مجلسی نے اس حدیث کے متعلق اپنی کتاب مرآة العقول میں جو تحقیق
فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ نے کتاب الغیبت

میں اور اکمال الدین صدوق میں بھی ایسا ہی ہے۔ راوی نے کہا میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا۔ کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ستر سال تک کا زمانہ بلا و مصیبت کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد سکون و اطمینان ہوگا۔ وہاں سے شیعوں کو ابو حمزہ نے کہا۔ کہ ستر سال تو گزر چکے۔ اس کے بعد ہم نے اطمینان نہیں دیکھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے ثابت! اللہ عزوجل نے ظہور حق کے لیے وقت مقرر کیا تھا۔ اور اثنا عشری میں سے کسی امام کے عہد میں باطل پر اس کا غلبہ ظاہر کیا تھا۔ ستر سال میں بارہویں امام کا ظہور یہ امر امور بدائیہ میں سے ہے۔ اور ستر سال سے امام حسین علیہ السلام کا تعلق اس طرح ہوگا۔ جبکہ مراد لی جائے کہ بلا کی تعمیر چھاڑ کی ابتداء کیوں کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے حق کی طلب کا سلسلہ چند سال پہلے شروع کر دیا تھا۔ اور امام رضا علیہ السلام کی ولی عہد ہی کا ستر سال ہے۔ میں (علامہ مجلسی) کہتا ہوں۔ کہ تواریخ مشورہ کے لحاظ سے یہ حساب ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ کیونکہ شہادت امام حسین علیہ السلام ۱۰۶۱ھ میں ہوئی۔ اور امام رضا علیہ السلام خراسان تشریف لے گئے ستر سال اس صورت میں یہ صحیح ہوگا۔ جبکہ ان سنہین کا تعلق ابتدائے تاریخ بعثت سے ہونہ کہ وقت ہجرت سے۔ خروج حسین کا درحقیقت آغاز ہوا تھا معاویہ کے مرنے سے چند سال پہلے۔ کیونکہ اہل کوفہ نے مراسلت شروع کر دی تھی۔ اسی زمانہ میں دوسرے واقعہ کے متعلق اشارہ ہے۔ خروج زید بن علی کے متعلق جو ۱۲۲ھ میں ہوا۔ اگر ابتدائے بعثت لیا جائے۔ تو یہ زمانہ ۳۵ سال ہوتا ہے۔ اور یہ زمانہ قریب ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے جس کا ذکر حدیث میں ہے۔ اگر وہ فتح پالیتے تو یقیناً آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کا وعدہ پورا کرتے۔

اور زیادہ واضح بات یہ ہے۔ کہ حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حکومت نبی امیر کے ختم ہونے یا ان کے کمزور پڑ جانے اور ابو مسلم خراسانی کے غلبہ کی طرف۔ اس نے چند خط حضرت امام جعفر صادق کو حضرت کی بیعت کرنے کے متعلق لکھے۔ لیکن بمصالح کثیرہ آپ نے قبول نہ کیا یہ سبب ہوا امر امامت میں ان کی طرف رجوع کرنے کا لیکن شیعوں سے چونکہ کتمان امر میں کوتاہی ہوئی۔ اور امام کی پوری پیروی نہ ہو سکی۔ لہذا حکومت کے معاملہ میں تاخیر واقع ہوئی۔ سفاح عباسی کی بیعت ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ اور مرو میں ابو مسلم کا داخلہ اور خلافت کی بیعت لینا ۱۳۳ھ میں تھا۔ اور خروج ابو مسلم خراسانی کی طرف ۱۳۸ھ میں تھا۔ اور یہ سب سال موافق ہجرت ہیں۔ اگر ان کو بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لیا جائے تو حدیث میں بیان کردہ سنین سے پوری پوری موافقت ہو جاتی ہے۔ اور اگر کن ہجری نبوی مراد ہوں۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ تو یہ اشارہ ہو گا مختار کے ظہور کی طرف کیونکہ ان کا الادوا بتبع سال نبی امیر کا تھا۔ اور حق کو اپنے مرکز کی طرف لوٹانے کا وہ ۶۶ھ میں قتل کیے گئے۔ اور دوسرا امر یعنی ۱۴۰ھ والا تو یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے امر امامت کے ظہور کے متعلق ہو گا۔ اور ان کے شیعوں کے مشرق و مغرب میں پھیل جانے کے متعلق۔ اور ان کے اقارب کی ایک جماعت کا خروج غفائے عباسیہ پر اس خبر کی صحت کے لیے ایسے امور کے ظہور کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ سن ۶۶ھ کو شہادت حسین سے موافق کرنے کی۔ کیونکہ یہ بیان ہے تقدیرات مکفونہ کا جن کا تعلق لوح محفوظ و انبیاء سے ہے۔ اور ان تغیرات سے جو ان میں واقع ہوں۔ اگرچہ ان کی کیفیت وجہت معلوم نہ ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ بیان بطور استعارہ تمثیلیہ ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ اگر علم الہی میں قتل حسین اس وقت میں نہ ہوتا تو امر فراخی کو سن ۶۶ھ میں ظاہر کرتا اور

اور اگر اس کے علم میں شیعوں کا اسرارِ خطیر بیان کرنا نہ ہوتا تو اس کی دو چند مدت میں
ظاہر کر دیتا۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۵)

باب ۸۱ مطبوعہ کراچی)

الحال:

مذکورہ عبارت میں ظفر حسن امر وہو محانتے حدیث زیر بحث کی تاویل میں جو کچھ ادھر ادھر
کیا گیا اس سے قاری کو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

غلام صریح ہے کہ امام محمد باقر نے ۱۰۰۰ھ کا جو زمانہ بیان فرمایا۔ وہ ظہور مہدی کا زمانہ نہیں
بلکہ اس سے مراد شیعوں کے سکون و اطمینان کا زمانہ ہے۔ اس تاویل کی تین واقعات سے
مناسبت بیان کی۔ پہلا امام حسین کے خروج کی تیاری کا زمانہ اگرچہ ہجرت کے اعتبار سے ۱۰۰۰ھ
بنتا ہے۔ لیکن یہاں سن ہجرت کی بجائے اعلان نبوت کا زمانہ ہے۔ اس اعتبار سے یہ تقریباً
سال کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا زمانہ جو ۱۰۰۰ھ بیان ہوا۔ اس میں بھی اہل تشیع کو سکون نصیب نہ
ہوا۔ کیونکہ یہ زمانہ امام رضا کی ولی عہدی کا دور تھا۔ لیکن ملاحسی نے ان دونوں واقعات
کو درست قرار نہیں دیا۔ لیکن محسبی کا کہنا ہے۔ کہ اگر امام رضا کی بجائے
زید بن علی کے خروج کا واقعہ لیا جائے۔ تو اس وقت شیعوں کو واقعی اطمینان و سکون تھا۔
لیکن خروج زید بن علی ۱۰۰۰ھ میں ہوا اس لیے یہاں ہجرت کی بجائے بعثت مراد لیتا ہے اور ۱۰۰۰ھ
کو پوری دہائی کے ذریعہ ۱۰۰۰ھ سمجھتا ہے۔

ان تاویلات کے بعد مترجم ایک اچھی تاویل پیش کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ۱۰۰۰ھ کا وقت اس
طرف اشارہ کے لیے ہے۔ کہ نبی امیر کی حکومت کمزور پڑ جائے گی۔ ابو مسلم خراسانی کا غلبہ ہوگا
خراسانی نے امام جعفر کو بیعت کا لکھا تھا۔ لیکن چند مصلحتوں کی بنا پر امام نے غلیفہ بنا پسند نہ کیا۔

اس لیے سفاح عباسی کی بیعت ۱۲۳ھ میں ہوئی۔ ۱۲۳ھ میں سکون اہل تشیع کی ایک تاویل یہ کی گئی کہ یہ زمانہ مختار ثقفی کا زمانہ ہے۔ جو ۶۶ھ میں قتل کر دیا گیا اس قرب کی بنا پر اسے ۱۲۳ھ کہا گیا۔

ابن ربیع اور فاسد تاویلات کی اگر یا تفصیل خرابیاں بیان کی جائیں تو صفحات و کنار ہیں لیکن چند سطور پیش کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ تاویل کرنے والے نے اہل تشیع کے امن و سکون، کو مرکزی بات کے طور پر پیش کیا۔ جس کے گرد مختلف ادوار گھومتے دکھائے امام حسین رضی اللہ عنہ کا زمانہ شہادت اور خروج کیا سکون و اطمینان کا زمانہ تھا۔ آپ نے بخوشی دین اور مکہ کو چھوڑ کر کربلا میں ڈیرا جمایا تھا۔ ۱۲۳ھ کو امام رضا کی دلی مدد سے سکون شیعوں خود بلا ترقی مجلسی کے قول سے برباد ہو گیا۔ اور زید بن علی کے دور پر چسپاں کرنے کی کوشش کی یہی زید بن علی ہیں کہ جنہوں نے امام جعفر کے مقابلے میں دعویٰ امامت کیا۔ اور معتقدات شیعہ کے نزدیک خارج از اسلام ہوئے۔ انہوں نے امامت کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ امام برحق امام جعفر کو قید بھی کیا۔ جب یہ مسلمان ہی نہیں۔ اور پھر انہیں بے دردی سے قتل کیا گیا۔ کیا یہ دور سکون و اطمینان کا دور کہلا سکتا ہے؟

لہذا ثابت ہوا۔ کہ حدیث اصول کافی کی جو تاویلات کی گئی ہیں۔ وہ غلط محض ہیں۔ حالانکہ حدیث اہل تشیع کے محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ کوصات ظاہر کہ ان دونوں زمانوں سے (۱۲۳ھ، ۱۲۴ھ) افراد امام ہدی کے ظہور کا زمانہ ہے۔ ان کے علم اور شیعوں کی خوشی کا دور اور تہی امیہ کے زوال کے آثار وغیرہ تاویلات ہرگز درست نہیں۔

خال نوٹ:

گزشتہ سطور میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ ان احادیث سے جو ظہور ہدی کے بارے میں ہیں۔ لازم آتا ہے۔ کہ بیٹا اپنے باپ سے بہت عرصہ

پہلے پیدا ہو جائے۔ حالانکہ ایسا محال ہے۔ اور پھر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے زنگ میں پیش کر کے اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہا گیا کہ وہ بیٹے کو اس کے باپ سے کئی سال پہلے پیدا کرنے کا وعدہ فرما رہا ہے۔ اس اعتراض یا انفرادی جواب مرآة العقول میں ملاحظہ فرمائیے۔

مرآة العقول:

قوله عليه السلام ستة ايام لعله مبني على وقوع
البدء في هذا الامر.

مرآة العقول جلد ۲ ص ۱۲۳
کتاب الحج باب فی الغیبة
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا امام ہمدی کے ظہور کے متعلق چھ دن کا وعدہ ذکر
فرمانا شاید سکا امامت میں دوبارہ ہمارے واقعہ ہونے پر اس کا
دارومدار ہو۔

مسئلہ بیدارگی تفصیلی بحث دوسرے مقام پر ہو چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کسی کام کا ارادہ یا حکم صادر فرما دے۔ اور اس کے بعد معلوم ہو جائے کہ مصلحت کسی
اور کام میں ہے۔ اس لیے اس پہلے کام کو چھوڑ کر دوسرے کو کرنے کا ارادہ فرما دے۔
کہلاتا ہے۔

و ان معنی قولنا بیدالہ تعالیٰ انہ ظہرنا من الامریا

لعمریکن ظاہرا،

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کو ”بیدار“ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے پہل اس کو کسی امر کا

بہتر ہونا ظاہر ہوا۔ حالانکہ وہ درحقیقت ایسا نہ تھا اس کو ہم بدلو کہتے ہیں۔
 غلامیہ ہے کہ اگر حدیث صحیح ہے (جیسا کہ شیوخ محققین کا دعویٰ ہے) تو بیٹا اپنے باپ
 سے برسوں پہلے تشریف لے اُسے۔ یہ بھی محال۔ یا اللہ تعالیٰ نے انجام کار سے ناواقف
 ہونے کی بنا پر غلط اطلاع دی۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایسے کہنا بھی محال۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نہ یہ
 حدیث صحیح ہے۔ اور نہ اس کی تاویلات کی کوئی گنجائش تھی۔ جب بنیاد ہی ٹکٹی ہے تو اس
 پر تعمیر کا کیا فائدہ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

شیعوں کا

افسانہ سوم

امام غائب کے غائب ہونے کی وجوہات کے متعلق

ابن تہیج کا ایک ڈاکٹر نے لکھا ہے کہ امام قائم غائب اس لیے ہوا کہ اسے اپنے قتل ہو جانے کا خوف تھا۔ علامہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ لِلْعَلَامِ غَيْبَةً قَبْلَ أَنْ يَقُومَ قَالَ قُلْتُ وَ لِمَ؟ قَالَ يَخَافُ وَأَوْ مَا يَبِيدُهُ إِلَى بَطْنِهِ ثُمَّ قَالَ يَا زُرَّارَةُ وَهُوَ الْمُنْتَظَرُ.

اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۳

کتاب الحجۃ باب الغیبة

مطبوعہ تہران، طبع جدید

ترجمہ: زرارہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ خدا کا

غلام (امام ہدی) کے لیے ظاہر ہونے سے قبل غائب رہنا ہے میں نے پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ وہ ڈرتا ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے امام جعفر نے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا زرارة۔ وہی منتظر ہے۔

اصول کافی؛

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِيِّ قَالَ سَأَلَنِي أَصْحَابُنَا
بَعْدَ مَضِيِّ أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ أَمْسَلَ
عَنِ الْإِسِيرِ وَالْمَكَانِ فَخَرَجَ الْجَوَابُ إِنَّ
دَلَّتْهُمْ عَلَى الْإِسِيرِ إِذَا عَنُوهُ وَإِنْ عَرَفُوا
الْمَكَانَ دَلُّوا عَلَيْهِ۔

داصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۳۲

کتاب الحجۃ باب النہی

عن الاسیر، مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتقال کے بعد ہمارے اصحاب نے کہا۔ کہ میں حضرت صاحب الامر سے ابن کا نام اور جگہ معلوم کروں۔ جواب آیا۔ کہ تم نام معلوم کرو گے تو لوگ اسے شہرت دیں گے۔ اور یہ ہمارے خاندان کے لیے مفرت رساں ہوگا اور اگر مکان کا بت چل گیا تو چڑھ دوڑیں گے۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول

ص ۳۹۵)

اصول کافی:

عن ابن التریاب عن ابی عبد اللہ قال صاحب هذا الامر لا
یسئته باسمه الا کافراً

را اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۲۳
کتاب الحجۃ، مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ:

راوی کتاب ہے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ صاحب الامر کو ان کے
نام سے نہ پکارے گا۔ مگر کافر۔

توضیح:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ اتنا خوفناک دور تھا
کہ حضرت صاحب الامر کا نام لینا اور ان کو موجود کہنا جان جو کھوں کا معاملہ تھا۔
(اشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول،

ص ۲۹۵ مطبوعہ کراچی)

«اصول کافی» میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام ہمدانی کے غائب ہونے
کی وجہ و قتل ہو جانے کا خوف، مذکور ہے۔ اسی لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان کا
نام لینے سے بھی منع کر دیا۔ کیونکہ ایسی صورت میں فائدان اہل بیت مصائب کا شکار ہو
جاتا۔ لیکن یہ وجہ خود اہل تشیع کے عقائد کے خلاف ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کا عقیدہ
یہ ہے۔

اصول کافی:

ان الائتمة يعلمون متى يموتون وانهم لا يموتون

إِلَّا يَلْتَحِبُّكَ مِنْهُمْ۔

(اصول کافی کے ایک باب کا عنوان)

ترجمہ:

یقیناً حضرات ائمہ کرام اپنی موت کے وقت کو جانتے ہیں۔ اور وہ اپنے اختیار سے ہی مرتے ہیں۔ اگر یہ نہ چاہیں تو کوئی انہیں مار نہیں سکتا۔ ایک اور باب کا عنوان صاحب اصول کافی نے یوں باندھا ہے۔

اصول کافی:

ان الائمة يعلمون علم ما كان وما يكون واثته
لا يخفى عليهم شيء۔

ترجمہ:

بے شک حضرات ائمہ کرام ماکان اور مایکون کا علم رکھتے ہیں۔ اور شان یہ ہے کہ ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔

تو حضرات ائمہ کرام میں سے امام ہمدی بھی ہیں۔ لہذا ان کی صفات بھی یہی ہونی چاہیں اب جب کہ ان کو اس بات کا علم ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک مجھے زندہ رہنا ہے۔ و جہاں کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ اور اپنے اسلاف کے دشمنوں کا انتقام لینا ہے۔ اور شرق و غرب کا مالک بننا ہے۔ پھر کہیں جا کر میری موت کا وقت آئے گا۔ اور میں اپنی مرضی سے مروں گا۔ جب آپ ان صفات سے متصف ہیں۔ تو پھر موت سے ڈرنا اور اس ڈر کے مارے چھپ جانا اس کا تصور امام ہمدی کے بارے میں کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ چلو بقول اہل تشیع ان کے غائب ہونے کی یہی وجہ تھی۔ لیکن ایسا جبکہ پوری دنیائے اسلام ایران، عراق، شام، حجاز، پاکستان وغیرہ سبھی ان کے حامی اور جانثار ہیں۔ اب وہ کیوں تشریف نہیں لاتے۔ اور اگر ایذا کے جسمانی کا خطرہ ہے۔ تو اس سے گھبرانے کی کیا ضرورت

اور اس کی وجہ سے چھپنے کا کیا جواز؟

کیا حضرات انبیائے کرام متائے نہ گئے انہیں کیا اذیت و مشقت کا سامنا کرنا پڑا؟ بلکہ ایسی اذیت تو بلند ٹی درجات کا سبب بنتی ہے جو کہ اللہ کے ہر نیک بندے کی ولی تمنا ہوتی ہے۔ کہیں ایسا کہہ کر امام ہمدی کو بلند ٹی درجات سے محروم رکھنے کی سیکم تو نہیں؟ حضرات قادیان کرام۔ آپ نے امام القائم کے غائب ہونے کی وجہ اور پھر اہل تشیع کے ائمہ کے بارے میں معتقدات بھی ملاحظہ فرمائے۔ کیا ان دونوں میں کوئی مطابقت ہو سکتی ہے؟ یہ تو نہیں کہا جاسکتا۔ مذکورہ صفات ائمہ محض سرسری فضیلت تھیں۔ نہیں بلکہ یہ صفات اہل تشیع کے ہاں شرائط امامت میں سے ہیں۔

لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یا تو امام ہمدی کا خوف کے مارے چھپ جانا ان کی امامت کی نفی کرتا ہے۔ یا وہ صفات ان کے علم میں نہ تھیں۔ لیکن مذکورہ صفات سے ناواقف ہونا بھی امام کی شان امامت کو ختم کر دیتا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

قال ابو عبد الله عليه السلام احي امام لا يعلم ما يبويه
واطي ما يمير قليس ذلك بعجبة الله على خلقه۔

(اصول کافی جلد اول ص ۱۲۵)

کتاب الحجۃ، مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو امام یہ نہیں جانتا۔ کہ اسے کن مصائب اور حالات سے واسطہ پڑنے والا ہے۔ اور یہ کہ وہ کدھر کا رخ اختیار کرے گا۔ تو ایسا امام لوگوں پر اللہ کی طرف سے حجت نہیں ہے (یعنی وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔)

شیعوں کا

افسانہ چہارم

غیبت کبریٰ کے زمانہ میں امام غائب کے مقامِ قیام

اوران کی حکومت کے متعلق

جیسا کہ گذشتہ ادراک میں امام غائب کے دو دور بیان ہوئے۔ ایک غیبت صغریٰ جو تقریباً ۳۵ سال تک رہی۔ اور دوسری غیبت کبریٰ جو ۳۰۰ سال تک اور اس کے بعد جو کچھ عرصہ کے لیے امام اپنے دکلاؤں کے ذریعہ لوگوں کے مسائل کا جواب دیتے رہے۔ ان چاروں دکلاؤں کے انتقال کے بعد سے لے کر آج تک بلکہ قیامت کے قیام سے کچھ عرصہ پہلے تک شیعوں کو بڑی شدت سے ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ ابن بطوطہ، (مشہور مؤرخ) نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے۔

و بعد ازاں شہرِ مدینہ میں پہنچا۔ جو دریا سے فرات کیساتھ پھیلا ہوا ہے اس شہر کے باشندے سب کے سب اثنا عشریوں میں یہاں ایک مسجد ہے۔ جس کے دروازے پر رشیم کا پر وہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے اور غائب ہو گئے۔ محمد مذکور ان

کے نزدیک امام ہمدی منتظر ہیں۔ ان میں سے ایک سوادھی ہر روز
 لڑائی کے ہتھیار لگا کر مسجد کے دروازے پر کتے ہیں۔ ان کے ساتھ زین و
 لگام سے آگے ایک گھوڑا ہوتا ہے۔ اور وصول اور ترم ہوتے
 ہیں۔ وہ یوں پکارتے ہیں۔ اے صاحب زمان! ظلم و فساد بکثرت ہو گیا
 ہے۔ یاپ کے خروج کا وقت ہے۔ تاکہ خدا آپ کے ذریعہ حق و باطل میں
 فرق کر دے۔ وہ رات تک ٹھہرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی
 یہی عادت ہے۔

(نورالابصار فی مناقب آل بیت

النبی المختار للشیخ الشہید ص ۱۵۲)

ایک طرف تو ان کے ماننے والوں کا یہ عالم ہے۔ جو آپ نے بھی پڑھا اور دوسری
 طرف مذہب شیعوں کے اہل ایک مجتہد صاحب دو ماباقر مجلسی، لکھتے ہیں۔

شیعوں کے بقول امام ہمدی بلا مغرب
 میں آج بھی حکومت کر رہا ہے۔

تذکرۃ الائمة:

و کتاب نزعہ الناظر مسطور است کہ امر وز مکان حضرت الام در جزائر مغرب
 است کہ انرا طیر خوانند۔ وہر یک از اولاد ذکور آنحضرت طاہر و قائم در جزیرہ
 از ان جزائر حاکم اند و مؤیدان قول آنکہ در شام شہری ہست جزیرہ نام است
 سید صالح شیخ لاموم ان ولایت است ان فقیر یا خبر داد کہ با در مکہ بودیم،
 شخصی را دیدم کہ در بازار متی میگردد وزری در دست میداشت و میخواست

کہ بفرود شد کسی از او این زدرانی خرید بدو گفتم تو را چه حالت است گفت چند
درہم دارم و کسی از من نمی گیرد۔ نمی دانم کہ چه کنم۔ گفتم بنی بمانی چون نگاه کردم
سکہ او این بود۔

اللَّهُ رَبُّنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا وَالْمَهْدِيُّ إِمَامُنَا۔ پرسیدم کہ تو از
کجائی۔ گفتا از بلاد مغربم در میاں دریائے اخضر و ناز پادشاہیت کہ نام او
ہمد کا است و این سکہ بنام مبارک او است۔ و عمر بسیار دارم و من گفتم
کہ کیست این ہمد کا و از کدام طاقتہ است انگشت طلب گزارشت کہ حرف
مزن اگر تو شیعہ کا میدانی من از آن درہم اللہ اعلم نہ یادہ از او گفتم و در عرض دوام
شامی و اوم و چوں بولایت آوردم ہر یک از دوستان برسم تبرک
از من بروند۔

ذکر الائمة طاباقر مجلسی ص ۱۳۱-۱۳۲

ذکر اسامی و کلامے آنحضرت و جماعتی

کہ آنحضرت را دیده اند و ملبومہ تبران

طبع جدید

ترجمہ:

نزعہ الناظر کتاب میں تحریر ہے۔ کہ ان دنوں امام ہمدی رضی اللہ عنہ کلکان
مغربی جنتوں میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ جسے علمبرہ کہتے ہیں اور آنحضرت
کے بیٹے طاہر اور قاسم ان جزیروں میں سے ایک جزیرہ پر حاکم ہیں۔ اور اس
بات کا تائید یوں کہ ملک شام میں حزیں نامی ایک شہر ہے۔ مید صالح شیعہ
اس کا باشندہ ہے۔ اس نے مجھ فقیر کو بتلایا۔ کہ ہم ایک مرتبہ ملک میں تھے۔
کہ منی کے بازار میں ایک شخص کو پھرتے دیکھا۔ اور اس کے ہاتھ میں سوناتا تھا۔

جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ لیکن کوئی بھی وہ لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تمہاری کیا حالت ہے۔ کہنے لگا۔ یہ چند روز ہم ہیں۔ سان کا خریداری کوئی نہیں ملتا۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ یہ سن کر میں نے اسے کہا۔ مجھے دکھاؤ۔ جب میں نے ان دراہم کو دیکھا۔ تو ان پر یہ عبارت کندہ تھی۔

واللہ ہمارا رب ہے، محمد ہمارے نبی ہیں۔ اور ہمدی ہمارے امام ہیں، بسک نے پوچھا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ کہنے لگا میں بلاد مغرب سے تعلق رکھتا ہوں۔ جو دریائے اخصر کے درمیان واقع ہیں۔ ہمارے بادشاہ کا نام ہمدی ہے۔ اور یہ سکہ ان کے مبارک نام سے چلتا ہے۔ سان کی عمر بہت زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ ہمدی کون ہیں۔ اور کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ اس نے انگلی ہونٹوں پر رکھی اور کہا۔ خاموش! اگر تو شیخ ہے تو جان جائے گا۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ میں نے اس سے نوادس درہم شامی درہموں کے عوض لیے۔ اور جب اپنے ملک واپس پہنچا تو میرے دوستوں میں سے چند ایک نے بطور تبرک وہ درہم مجھ سے لیے۔

تذکرۃ الائمہ:

علی بن عزالدین استرآبادی نقل میکند کہ کائے سید علی دقاق کہ جد و پدر اور در کمال علم و درجہ و شہرت و دولت عرب مشہور بودند حکایت کرد کہ پیش از این پنج سال با جماعتی در دیار شام بودم تا گاہ کشتی پیدا شد نہ بطریق کشتیہا محمود۔ چوں بنزدیک رسیدم مریے کہ در آنجا بودند رفیقیم بہ پیش و احوال پد رسیدیم چنان معلوم شد کہ قریب یک ماہ است کہ در دیار گم کردہ اند و با بادانی نہ رسیدہ اند پس احوال پرسیدہ کہ شما در چه دین ہستید۔ چوں معلوم کردند کہ بر دین اسلام خوشدل شدند اما محمد بودند تا آنکہ تحقیق کردند کہ

برطریق انہی عشریم۔ بیکبارگی رام شدند۔ ویکنا رکی آمدند۔ وایشان را ترغیب
 کردیم بیکبارگی اعتقاد مردم این ولایت و ارزانی و فراوانی نعمت گمان ایشان
 یقین شد کہ مخالفت در این ولایت نمی باشد پس بیرون آمدند و نماز ظہر را بجماعت
 گزارند و در ہم بسیار بیرون آوردند کہ چیز بجز بیدند و سکہ آن در اہم بنام مبارک
 امام ہمدی بود۔ ملعون مخالفی در میان جماعت ما بود با منافق دیگر گفتند این جماعتی
 لافچی انداگر در ہم را در ولایت شام بدر میاوردند ایشان را اندائے بیغ میفر
 ماتید۔ مردمان چوں این سخن را بشنیدند شب نہ ایستادند و فی الحال در کشتیہائے
 خود سوار شدند و از ہما نراہ کہ آمدہ بودند مراجعت کردند و رسید مشا را الیہ فرمود کہ
 ہنوز نزد پدر و اقربائے من از آن در اہم چہاڑ تکہ باقیست۔

(مذکرۃ الائمہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۲ مطبوعہ

ہران، طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن عزالدین استرآبادی نقل کرتا ہے۔ کہ سید علی بن دقاق جس کے آباؤ اجداد
 علم و تقویٰ اور شیعیت میں عرب کے اندر مشہور تھے۔ حکایت بیان کرتا ہے
 کہ آج سے پانچ سال قبل ایک جماعت کے ہمراہ میں ملک شام میں تھا۔
 اچانک ہم نے ایک کشتی دیکھی۔ جو عام کشتیوں کی طرح نہ تھی۔ جب نزدیک
 آئی۔ تو ہم اس میں سوار آدمیوں کے قریب گئے۔ اور ان کے حالات دریافت
 کیے۔ ایسا معلوم ہوا۔ کہ تقریباً ایک مہینہ سے وہ دریا میں راستہ گم کیے ہوئے
 ہیں۔ اور اس عرصہ میں کوئی آبادی انہیں نظر نہ آئی۔ ہم نے پوچھا۔ تم کس
 دین سے تعلق رکھتے ہو۔ جب انہیں ہمارے بارے میں علم ہوا۔ کہ ہم مسلمان
 ہیں۔ تو بہت خوش ہوئے۔ لیکن کچھ ڈرے سے تھے۔ پھر جب انہیں معلوم

ہوا۔ کہ ہم اثنا عشریہ شیعہ ہیں۔ تو فوراً وہ رام ہو گئے۔ اور خشکی پر آگئے۔ ہم نے انہیں اپنے علاقہ کے لوگوں کے اچھے عقائد اور مال و دولت کی فراوانی کے متعلق ترغیب دلائی۔ ان کا گمان یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کہ اس ولایت میں کوئی مخالفت نہیں رہتا۔ لہذا وہ باہر آئے اور نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ اور بہت سے درہم باہر نکالے۔ تاکہ کچھ خریدیں۔ اور ان درہم پر امام مہدی کا مبارک نام لکھا ہوا تھا۔ ایک ملعون ہماری جماعت میں ہمارا مخالفت بھی تھا۔ اس نے ایک اور منافق سے کہا۔ یہ رافضی ٹولہ ہے۔ اگر یہ درہم ہم ولایت شام لے چلیں۔ تو وہاں کے حکمران ان کو واجبی سزا دیں گے۔ ان لوگوں نے جب یہ بات سنی۔ رات کو ہی کوچ کیا۔ کشتیوں میں سوار ہو کر اسی راستہ سے واپس پلٹ گئے جس سے آئے تھے۔ اور سید علی بن وفاق نے کہا۔ کہ اب بھی میرے والد اور بعض قریبی رشتہ داروں کے پاس ان درہم میں سے چار ٹکے باقی ہیں۔

بحرالجواہر:

در کتاب نزہۃ الناظر مسطور است کہ امروز مکان حضرت صاحب در جزیرہ از جزائر مغرب است کہ آن را علقیہ خوانند و ہر یک از اولاد کور، آنحضرت کہ طاہر و قاسم و ہاشم و ابراہیم و عبدالرحمن سلام اللہ علیہم باشند در جزیرہ از آن جزائر حاکم اند و نام آن جزائر این است۔ فاعلم، مبارکہ، صالحیہ خضریہ، بیضاویہ نوریہ۔ و سکن آنحضرت در جزیرہ ایست کہ آن را کا طیہ گویند و زوجہ آنحضرت از دختران البریت است۔

(بحرالجواہر ص ۴۵۶)

ترجمہ:

نزہتہ الناظر کتاب میں تحریر ہے۔ کہ ان دونوں امام مہدی مغربی جزیروں میں سے علقمہ نامی جزیرے میں رہائش پذیر ہیں۔ اور ان کے بیٹے، طاہر، قاسم، ہاشم، ابراہیم اور عبدالرحمن ہیں۔ ان جزائر میں سے ایک جزیرہ کے حاکم ہیں۔ جزائر کا نام یہ ہے۔ ناعمہ، مبارکہ، صالحیہ، خضریہ، بیضاریہ، نوریہ، اور خود امام مہدی کی رہائش جزیرہ کاظمیہ کے اندر ہے۔ اور آپ کی زوجہ ابولیت کی بیٹیوں میں سے ایک ہے۔

انوار نعمانیہ:

نورٌ فی بِلَادِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَسَاكِينِ أَوْلَادِهِ
الطَّاهِرِينَ حَالِ هَذِهِ الْغَيْبَةِ الْكُبْرَى ذَكَرَ الْمَوْلَى
الْفَاضِلُ الْمُتَّقِبُ بِالرِّضَا عَلِيُّ بْنُ قَتِّحِ اللَّهِ الْكَاشَانِيُّ۔
..... فَقَالَ أَنَا وَأَهْرَبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ
ابْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُرْسِيِّ بْنِ جَعْفَرِ
ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ طَالِبٍ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ الَّذِي أَتَزَلَّ اللَّهُ فِيهِ وَكُلِّ
شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامِ مَبِينٍ
..... ثُمَّ أَمَرْنَا يَا قَامَةً بِالضِّيَافَةِ فَبَقِينَا
عَلَى ذَلِكَ ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ وَلَمْ يَبْقَ فِي
الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا جَاءَ إِلَيْنَا وَحَادَثَنَا فَبَدَأَ
الْقَضِيَةَ الْأَيَّامِ الثَّمَانِيَةَ سَأَلَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ
أَنْ يَتَّوَمُوا النَّبَا بِالضِّيَافَةِ فَقَتَّحَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ

فَكَثُرَتِ الْأَطْعِمَةُ وَالْفَوَاكِيهِ وَعَمِلَتْنَا الْوَلَائِمُ
وَبَقِيْنَا فِي تِلْكَ الْمَدِينَةِ مَسَنَةً كَامِلَةً فَعَلِمْنَا
وَتَحَقَّقْنَا أَنَّ تِلْكَ الْمَدِينَةَ مَسِيرَةٌ شَهْرَيْنِ بَعْدَهَا
مَدِينَةٌ اسْمُهَا الرَّايِقَةُ سُلْطَانُهَا الْقَاسِمُ بْنُ
صَاحِبِ الْأَمْرِ مَسِيرَةٌ مِنْهَا شَهْرَيْنِ وَهِيَ عَلَى
تِلْكَ الْقَاعِدَةِ وَلَهَا دَخْلٌ عَظِيمٌ وَبَعْدَهَا مَدِينَةٌ
اسْمُهَا الصَّافِيَةُ سُلْطَانُهَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ صَاحِبِ
الْأَمْرِ وَبَعْدَهَا مَدِينَةٌ أُخْرَى اسْمُهَا ظَلُومٌ
سُلْطَانُهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ صَاحِبِ الْأَمْرِ مَسِيرَةٌ
رُستاقِهَا وَضِيَاءُهَا شَهْرَانِ وَبَعْدَهَا مَدِينَةٌ
أُخْرَى اسْمُهَا عَنَّا طَيْسُ سُلْطَانُهَا هَاشِمُ بْنُ صَاحِبِ
الْأَمْرِ وَهِيَ أَعْظَمُ دَخْلًا وَمَسِيرٌ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ
فَيَكُونُ مَسِيرَةٌ هَذِهِ الْمَدِينِ الْخَمْسِ وَالْمَمْدَكَةِ
مِقْدَارَ سَنَةٍ لَا يُوجَدُ فِي أَهْلِ تِلْكَ الْخَطِّطِ وَ
الضِّيَاعِ غَيْرُ الْمُؤْمِنِ الشِّيْعِيِّ الْمُؤَخِّدِ الْقَائِلِ بِالْبِرَائَةِ
وَالْبَوْلَايَةِ الَّذِي يُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزُّكُوتَ بِأَمْرٍ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ سَلَا طَيْبُهُمْ أَوْلَادُ
إِمَامِهِمْ يُحْكَمُونَ بِالْقَدْلِ وَبِهِ يَأْمُرُونَ
وَلَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مِثْلُهُمْ
وَلَوْ جُمِعَ أَهْلُ الدُّنْيَا لَكَانُوا أَكْثَرَ
عَدَا قِتْلَهُمْ عَلَى ائْتِلَافِ الْأَدْيَانِ

وَالْمَذَاهِبِ وَلَقَدْ أَقْمَنَّا عِنْدَهُمْ
سَنَةً كَامِلَةً نَتَرَقَّبُ وَرُودَ صَاحِبِ
الْأَمْرِ إِلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ زَعَمُوا
أَنَّهَا مَسْنَةٌ وَرُودِهِ فَلَمَّ يُوَفِّقُنَا اللَّهُ
لِلْبَظْرِ الْبَرِّ .

داؤد نعمانیہ جلد ۲ ص ۵۸ تا ۶۳

نور فی ذکر بلاوہ مع مطبوعہ تبریز

طبع جدید

ترجمہ:

غیبت کبریٰ کے زمانہ میں امام مدنی اور ان کے اولاد کے مساکن کی
نورائیت کے بارے میں یہ فصل ہے۔
فتح اللہ کاشانی نقل کرتا ہے۔ کہ ایک شیعوں نے اپنے والد کی معیت میں
سمندر کا سفر کیا۔ جب وہ سرسبز جزیرے پر پہنچے۔ تو وہاں کے بادشاہ سے
لاقات ہوئی۔ تو اس شیعوں نے بادشاہ سے عرض کی۔ آپ کا نسب کیا ہے
بادشاہ نے کہا۔ میں طاہر بن محمد (امام مدنی) ہوں۔ اور حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ
نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ دو اور شہر کا کہ ہم نے امام حسین میں محفوظ کر رکھا
ہے، پھر اس بادشاہ نے، ہمیں اپنے ہاں بطور مہمان ٹھہرنے کا کہا۔ ہم وہاں
اٹھ دن رہے۔ اور اس شہر کے تمام باشندے ایک ایک کر کے
ہمارے پاس آئے۔ اور ہم سے بات چیت کی۔ جب اٹھ دن گزر
گئے۔ تو ان لوگوں نے بادشاہ سے ہمارے لیے درخواست کی۔ کہ انہیں

ہمارا ہمان بننے کی اجازت دی جائے۔ اجازت ملنے پر انہوں نے ہمارے لیے بہت سے میوہ جات اور خورد خورنی اشیاء جمع کیں۔ اور ہمارے لیے مہمانی کرتے رہے۔ ہم وہاں ایک سال تک مقیم رہے۔ یہیں معلوم ہوا۔ اور تحقیق کی۔ تو پتہ چلا کہ یہ نہر دو مہینوں کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے اُگے ایک شہر تھا۔ جس کا نام رالیقہ تھا۔ اور اس کے بادشاہ کا نام قاسم تھا۔ جو امام ہمدی کے صاحبزادے تھے۔ ان کی حکومت بھی دو مہینوں کی مسافت تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بھی پہلے شہر کی طرح تھا۔ اور آمدنی اپنی خاصی تھی۔ اس کے بعد ایک اور شہر صافیہ نامی تھا۔ جس کے حکمران کا نام ابراہیم بن امام ہمدی تھا۔ اس کے بعد ایک اور شہر ظلوم نامی تھا۔ اور اس کے حکمران کا نام عبدالرحمن بن امام ہمدی تھا۔ اس کے مضافات سمیت اس کی آبادی بھی دو مہینوں کی مسافت تک تھی۔ اس کے بعد ایک اور شہر تھا جس کا نام عنایس تھا۔ اس کے بادشاہ کا نام ہاشم بن امام ہمدی تھا۔ اس کی آمدنی بہت زیادہ تھی۔ اور اس کی لمبائی چوڑائی چار ماہ کی مسافت کے برابر تھی۔ تو ان تمام پانچ شہروں (علاقہ جات) کی مجموعی لمبائی چوڑائی، ایک سال کی مسافت کے برابر تھی۔ ان تمام علاقہ جات اور زوادیوں میں صرف شیوہ مومن موجد رہتے تھے۔ جو تیرہ بازی اور ولایت کے معتقد تھے نماز پڑھتے زکوٰۃ ادا کرتے اور نیکی کا حکم دیتے برائی سے منع کرتے تھے۔ ان پانچوں ممالک کے حکمران امام غائب القائم (امام ہمدی) کی اولاد میں۔ اور وہ عدل و انصاف سے حکومت کر رہے ہیں۔ روئے زمین پر ان کی کوئی مثل نہیں۔ اگر پوری دنیا کے لوگ جمع کر دیئے جائیں۔ تو دین و مذہب کے اختلافات کے باوجود سب لوگوں سے زیادہ ہیں۔ ہم ان کے ہاں ایک سال

مکمل ٹھہرے۔ اور دوران قیام امام مہدی کے ظہور اور تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے۔ کیونکہ ان آباویں کے باشندوں کا یہ خیال تھا کہ اس سال امام مہدی تشریف لانے والے ہیں۔ لیکن امام القائم کی زیارت سے ہم بے توفیقے رہے۔

احتجاج طبری؛

وَهُوَ الَّذِي تَطْوَى لَهُ الْأَرْضُ وَبِذَلِكَ لَهُ
كُلُّ صَغْبٍ يَجْتَمِعُ إِلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِهِ
عِدَّةُ أَهْلِ بَدْرٍ ثَلَاثَ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ
عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَقْاصِي الْأَرْضِ وَذَلِكَ
قَوْلُ اللَّهِ آيَتًا تَكُونُ آيَاتٍ بِكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا
إِنِ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَإِذَا اجْتَمَعَتْ
لَهُ هَذِهِ الْعِدَّةُ مِنْ أَهْلِ الْإِخْلَاصِ أَظْهَرَ
اللَّهُ أَمْرَهُ فَإِذَا اكْتَمَلَ لَهُ الْعَقْدُ وَهُوَ عَشْرَةُ
الْأَلْفِ رَجُلٍ مَخْرَجٍ بِأُذُنِ اللَّهِ فَلَا يَزَالُ يُعْتَلَمُ
أَعْدَاءَ اللَّهِ حَتَّى يَرْضَوْا عَزًّا وَجَلًّا -

احتجاج طبری جلد دوم ص ۱۲۵

ذکر اجوبہ علیہ السلام علی اسئلہ سنی مطبوعہ

نعت اشرف طبع جدید

ترجمہ:

امام مہدی کی وہ شخصیت ہے کہ ساری زمین ان کی خاطر پھیٹ کر رکھ دی جائے گی۔ اور ہر شکل ان کے قدموں میں ڈھیر کر دی جائے گی۔ ان کے ارد گرد

اہل بدر کی تعداد میں تین سو تیرہ ساتھی جمع ہو جائیں گے۔ یہ حضرات تمام روئے زمین سے جمع ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے وہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا بے شک اللہ ہر شئی پر قادر ہے، پھر جب اتنی تعداد میں مخلص لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا امر ظاہر فرمائے گا۔ پھر جب تعداد میں ہزار مکمل ہو جائے گی۔ تو اللہ کے حکم سے وہ تشریف لے آئیں گے۔ اور پھر اللہ کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو جائے۔

مذکورہ روایات کا خلاصہ:

لاباقر مجلسی نے چند ایسے واقعات ذکر کیے۔ جن سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ امام مہدی اس وقت مغربی جزائر میں سے ایک جزیرہ میں حکومت کر رہے ہیں وہاں ان کے نام کا سکہ چلتا ہے۔ وہ سکہ لاباقر مجلسی نے خریدا۔ امام غائب کے علاوہ ان کی اولاد زینہ بھی وہاں جزیرہ میں حکمرانی کر رہی ہے۔ ان صاحبزادگان اور ان کے زیر تصرف جزائر کے نام اور ان کا رقبہ وغیرہ بھی بیان کیا گیا۔

لمحۃ فکریہ:

امام مہدی (امام غائب) جبکہ اس دنیا میں حکومت کر رہے ہیں۔ اور لوگوں نے ان کے ممالک دیکھے۔ اور ان کا سکہ بھی خریدا۔ ایک سال بھر کی مسافت کے برابر یہی جوڑی حکومت والا جزیرہ مغربی جزائر میں کہاں ہے؟ دنیا کا جغرافیہ تہنہ بڑے ملک سے نا آشنا ہے۔ صرف انہی کتابوں میں ان کا نام اور حدود و رقبہ کا پتہ چلتا ہے۔ اگر یہ امر واقعی ہے۔ تو پھر امام مہدی امام غائب کیونکر کھلائے۔ ان کی حکومت برسوں سے

سے چل رہی ہے۔ ان کے نام کا سکہ جاری ہے۔ ہزاروں لاکھوں مربع میل پران کی اور ان کے فرزندوں کی حکومت ہے۔ اس کے باوجود یہ غائب ہیں۔ اور اپنے قتل کے خوف سے پیچھے ہوئے ہیں۔ اتنی بڑی حکومت کا حاکم اور پھر قتل کا خوف؟ دیکھئے موجودہ دور میں ایک شیعہ رہنما آیت اللہ خمینی جو ایران کا مذہبی رہنما ہے۔ اس نے پوری دنیا کو لٹکا رہا ہے۔ کیا اہل تشیع کا امام غائب موجود رہنما خمینی سے بھی گیا گزرا ہے؟ پھر اس کے لیے فرضی واقعات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ابن بطوطہ کے بقول دریائے فرات کے کنارے ایک مسجد میں وہاں کے باشندے روزانہ امام غائب کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ اسی طرح جزیرہ میں ایک سال بسر کرنے والے انتظار کر کے تھک گئے۔ لیکن امام غائب نہ آئے۔ ایک طرف ان کی حکومت کے چرچے اور افسانے گھڑے جا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کی آمد کے لیے فرما دیں کی جا رہی ہیں۔ انتظار ہو رہا ہے۔ لیکن بے سود۔ گھوڑا سجا کر اڑھول تمام کرنا اسلحہ سے مسلح ہو کر ان کی حمایت کرنے والے بعد گریہ و زاری مبلاتے ہیں۔ لیکن امام مہدی پر قتل کا خوف ایسا طاری ہے۔ کہ وہ کسی کی سنتے ہی نہیں۔ خود اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ جب امام مہدی کے چاہنے والے مخلصین کی تعداد ۳۱۳ ہو گئی۔ تو ان کے ظہور کا اعلان ہو گا۔ اور جب ایک ہزار ہو جائیں گے۔ تو وہ تشریف لے آئیں گے۔ چونکہ ابھی تک وہ نہ تشریف لائے نہ ان کی تشریف آوری کا کوئی اعلان ہو۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابھی تک پوری زمین پران کے تمام لیواؤں میں ۳۱۳ بھی مخلص نہیں ملتے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اس وقت لاکھوں کی تعداد میں شیعہ جو امام غائب کو اپنا بار ہواں امام تسلیم کرتے ہیں۔ وہ ان کے بارے میں مخلص نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ امام مہدی کہیں ان سے ہی خوف نہ کھاتے ہوں۔ کہ اگر اس وقت وہ تشریف لے آئیں۔ تو یہی غیر مخلص اور نام نہاد محبت کے دعویدار نہیں قتل کر دیں گے۔ تو بات کسی حد تک درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ائمہ کا قتل ان کا پرانا شیوہ ہے۔ اور اسی لیے امام جعفر صادق نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ منافقوں کی تمام علاتیں

ہمارے شیعوں میں موجود ہیں۔ (رجال کشی ص ۲۵۴ ذکر ابوالخطاب) اور امام رضا کا ارشاد ہے کہ ایک ہزار شیعوں میں سے ایک بھی مخلص نظر نہیں آتا۔ بلکہ تحقیق کی جائے تو تمام مرتد تکلیس (بحوالہ مجمع المعارف حاشیہ برہلیۃ المتقین ص ۷ طبع قدیم) اور اگر یہ تمام موجود شیعہ مخلص ہیں۔ تو امام ہمدی کے خروج کی مقررہ تعداد کب پوری ہوگئی۔ اب تو انہیں تشریف سے آنا چاہئے۔ مختصر یہ کہ امام ہمدی کے بارے میں اسباب و وجوہ غیبت جو آپ نے کتب شیعہ سےلاحظہ کیے۔ وہ سراسر گپیں اور لغویات ہیں۔ اگر کوئی منصف شیعہ بھی ان عبارات کو حق کی تلاش کے سلسلہ میں پڑھے۔ تو سمجھ جائے گا۔ کہ انراہل بیت کے کلام میں اس قسم کا تناقض اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ یہ سب کچھ اہل تشیع کی پالیسیاں اور مکاریاں ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے افسانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماوے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

شیعوں کا

اَفْسَانَةُ پَتَجَنہ

امام غائب کے ظہور کی کیفیت اور اس

کے بعد کی کارکردگی کے متعلق

اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ امام مہدی جب تشریف لائیں گے۔ تو بالکل ننگے ہوں گے۔ سورج کی ٹیکہ کے سامنے تشریف فرما ہوں گے۔ اور سب سے پہلے ان کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ یہ کوئی اہمیت نہیں جو ہم شیعہ لوگوں پر لگا رہے ہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے۔ اور ان کی معتبر کتب سے ثابت ہے۔ جو اہل ملاحظہ ہو۔

حق الیقین

نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چون قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید خدا اور یاری کند بملائکہ و اول کسیکہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعد از آن علی (ع) و شیخ طوسی و نعمانی از حضرت امام رضا (ع) روایت کردہ اند کہ از علامات ظہور حضرت قائم (ع) آنست کہ بدن برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہد شد و منادی ندا خواہد کرد کہ

ایں امیر المومنین است برگشتہ است کہ ظالماں را ہلاک کند۔

(حق الیقین تصنیف ملا باقر مجلسی ص ۲۱۹)

باب پنجم در بیان اثبات رجعت
مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعمانی روایت کرتا ہے۔ کہ جب قائم آل محمد امام
مہدی (تشریف لائیں گے۔ تو فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد
کے گا۔ اور سب سے پہلے ان کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ ان
کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ اور شیخ طوسی و نعمانی نے امام رضا
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ امام مہدی کے ظہور کی علامات میں سے
ایک علامت یہ ہوگی کہ وہ تنگے جسم سورج کی ٹیکہ کے سامنے تشریف لائیں گے
اور ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ کہ یہ امیر المومنین میں۔ اور اس لیے تشریف
لائے ہیں۔ تاکہ ظلم کرنے والوں کو ہلاک کریں۔

روایت مذکورہ بالا سے بالتصریح معلوم ہوا۔ کہ امام مہدی کے متعلق تنگے جسم تشریف لانا
اہل تشیع کو بدنام کرنے کے لیے ہم نے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ خود ان کی کتب میں مسطور ہے
اس روایت کا آخری حصہ کہ جس میں امام موصوت کی رجعت کا مقصد بیان کیا گیا۔ یعنی وہ ظالموں
کو سزا دیں گے۔ تو ایسے ان سے پوچھیں کہ وہ ظالموں سے مراد کون لوگ ہیں۔ اور ان کی
سزا کی کیفیت کیا ہوگی۔؟

امام مہدی خروج کے بعد ابو بکر صدیق،

عمر فاروق اور سیدہ عائشہ صدیقہ کو کوٹے

لگائیں گے

حق الیقین:

دور رجعت ایشاں را بردشمنان ایشاں غالب خواہم کرد کہ انتقام خود را از ایشاں
بکشند پس تاویل آیات چنین است وی خواہیم کہ منت گزاریم بر آنہا کہ ایشاں
راضیست گردانیدہ اندوز زمین کاہل بیت و سالت اندوگردانیم ایشاں را
امان و گردانیم ایشاں را و ارضان زمین کہ پادشاہی روئے زمین برائے
ایشاں سلم گردد و ممکن و اقتدار بدیم ایشاں را در زمین کہ باطل را براندازند و حق
را ظاہر گردانند و بنامیم بغیر عون و ہامان یعنی ابو بکر و عمر و لشکر ہائے ایشاں،
و این ہاں کہ غضب حق آل محمد کردند منہم یعنی ازال محمد آنچه خدا میکردند از
گشتن و عذاب،

(حق الیقین ص ۱۲۱۶ باب پنجم در

بیان اثبات رجعت، مطبوعہ

تہران)

ترجمہ:

ان (امام مہدی) کے تشریح لائن کے بعد ہم انہیں ان کے دشمنوں پر
قلبہ عطا کریں گے۔ تاکہ ان سے بدلے لیں۔ لہذا آیات کی تاویل اسی

طرح ہے۔ درہم چاہتے ہیں کہ ان اہل بیت پر احسان کریں۔ حتیٰ کہ زمین میں کھردر کر دیا گیا تھا۔ اور ہم ان کو امام بنائیں۔ اور زمین کا وارث بنائیں۔ کیونکہ تمام زمین کی بادشاہی انہی کے لیے مستم ہے۔ اور انہیں اقتدار اور زمین پر قدرت عطا کریں۔ تاکہ باطل کو بھگا کر حق کو ظاہر کریں۔ اور فرعون و ہامان یعنی ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھیوں کو تبتلائیں۔ کہ تم وہ لوگ ہو۔ جنہوں نے آل محمد کے حقوق غصب کیے۔ اور انہیں قتل و سزا کے خوف سے ڈراتے رہے۔

حق الیقین:

از امام محمد باقر علیہ السلام کہ چون قائم مآظہر شہود عا کشفہ راز نہ کند تا براہ حد بزند
و انتقام قاطمہ را بکشند۔

(حق الیقین ص ۲۱۹ در بیان اثبات

رحمت و مطہرہ تہران)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے قائم (امام مہدی) ظاہر ہوں گے۔ تو عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ ان پر (زنا کی) حد جاری کریں اور حضرت فاطمہ کا ان سے انتقام میں۔

اباقر مجلسی کی دونوں عبارتوں سے اہل تشیع کا عقیدہ جو سامنا آتا ہے۔ وہ یہ

ہے۔ کہ امام قائب جب ظاہر ہوں گے۔ تو معاذ اللہ اپنی روحانی والدہ کو زنا کی سزا کوڑوں کے ذریعہ دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال یعنی ابوبکر و عمر کو سزا دیں گے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ ان کا من گھڑت اور کافرانہ عقیدہ ہے۔ یہ ان لوگوں نے خواہ خواہ امام مہدی کے بارے میں افسانے گھڑ رکھے ہیں۔ اور یہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ جب امام تشریف لائیں گے۔ تو ایسے لوگوں کو ضرور کوڑے لگائیں گے۔ جو اماموں

کے لیے عیب دان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے۔ اور موت و حیات ان کے قبضہ میں مانتے ہوں گے۔ ذرا پچانیئے یہ عقیدہ کن لوگوں کا ہے؟
یہی رجال کشی کی عبارت دیکھیں۔

رجال کشی:

قَالَ يَا مَصَارِفُ إِنَّ عَيْسَى لَوْ سَكَتَ عَمَّا قَالَتْ
النَّصَارَى فِيهِ لَكَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُصِغَرَ
سَمْعَهُ وَيُعْمَى بَصَرَهُ وَكَوَسَكَتُ عَنَّا قَالَ فِي
أَبْوَالِ الْخَطَابِ لَكَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ
يُصِغَرَ سَمْعِي وَيُعْمَى بَصَرِي ----- عَنْ ابْنِ
بَصِيرٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) إِنَّهُمْ
يَقُولُونَ قَالَ وَمَا يَقُولُونَ؟ قُلْتُ يَقُولُونَ
تَقَدَّرَ قَطْرَ الْمَطَرِ وَعَدَدَ الشُّجُومِ وَوَزَنَ
الشَّجَرِ وَوَزَنَ مَا فِي الْبَحْرِ وَعَدَدَ الثَّرَابِ
فَرَفَعَ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ
مُبِّحَانَ اللَّهِ مَا يَعْلَمُ هَذَا إِلَّا اللَّهُ -----
مِنَ الْمُفْضَلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ
(ع) يَقُولُ لَوْ قَامَ قَائِمًا بَدَأَ بِكَذَابِ الشَّيْعَةِ
فَتَتَلَّهُمْ

(رجال کشی تعنیف ابو عمر و محمد بن

عمر الکشی ص ۲۵۳ تذکرہ ابوالخطاب

مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق نے مجھے خطاب کر کے فرمایا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ کیا۔ اگر عیسیٰ اس پر خاموشی اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کو حق پہنچتا تھا۔ کہ ان کے کان بہرے کر دیتا۔ ان کی آنکھیں اندھی کر دیتا۔ اور اگر میں بھی ابوالخطاب کی باتوں کو سن کر خاموش ہو جاتا تو بھی اللہ کو حق پہنچتا تھا۔ کہ میرے کان بہرے کر دیتا۔ اور میری آنکھیں اندھی کر دیتا۔ ابولعبیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر سے عرض کی۔ کہ شیعوں کو آپ کے بارے میں کچھ کہتے ہیں۔ پوچھا کیا کہتے ہیں۔ عرض کیا وہ کہتے ہیں۔ کہ آپ بارش کے قطروں کی تعداد، ستاروں کی گنتی، درختوں کے پتوں کی تعداد، سمندر اور دریا میں موجود شیار کا وزن اور مٹی کے ذروں کی تعداد جانتے ہیں۔ یہ سب تو آپ نے آسمانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ اور دو مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ پھر فرمایا خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کوئی نہیں جانتا..... مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا آپ نے فرمایا۔ اگر ہمارے قائم (امام ہدی) تشریحات لائیں۔ تو آپ بکواسی اور جھوٹے شیعوں سے جہاد کا آغاز فرمائیں گے۔ اور انہیں قتل کر کے دم میں لیں گے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام ہدی کا اول تو رجعت فرمانے کا عقیدہ ہی سرے سے غلط ہے۔ اور دوسرا جب وہ تشریحات لائیں گے۔ تو امت کے شدید ترین لوگوں اور بد عقیدہ شیعوں کو تہمت کریں گے۔ نہ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور عین نبیؐ کو منراویں گے۔

ۛ

خلاصہ:

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بقول شیعوہ امامت منصوص من اللہ ہوئی، تو ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کے دعوای دار لوجہ منصوص نہ ہونے کے، جہنمی اور رو سیاہ ہونے۔ حالانکہ زید بن علی اور نفس زکیمہ وغیرہ کو تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی قرار دیا ہے فرشتے بروز قیامت ان کا استقبال کریں گے۔ اسی طرح دیگر مدعیان امامت جو آل بیت کے افراد تھے۔ ان کو من گھڑت شرط کی بنا پر کافر اور جہنمی قرار دے کر "اہل بیت سے محبت" کا حق ادا کیا جا رہا ہے؟ درحقیقت یہ ان حضرات کی توہین اور بہت بڑی گستاخی ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار

بیل دوم

امامت اور خلافت کے کسی خاص

کے لیے مخصوص ہونے کا اللہ تعالیٰ

کی طرف سے انکار

فرات کو فی؛

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مَسْعَدٍ الْقُرَّارِيُّ مَعْنَنَا عَنْ
 جَابِرٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْسَ
 لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ قَالَ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ بَلَى وَاللَّهِ
 لَسَدَّكَانَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ فَقُلْتُ لَهُ جَعَلْتُ فِدَاكَ
 فَمَا تَأْيِيدُ قَوْلِيهَا رَأَيْتَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ قَالَ
 إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ أَنْ
 يَكُونَ إِلَّا مَرْيَمَ الْأَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ (ع) مِنْ بَعْدِهِ فَأَبَى
 اللَّهُ شَرْقًا وَكَيْفَ لَا يَكُونُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأُمْرِ شَيْءٌ وَقَدْ فَوَّضَ إِلَيْهِ فَمَا حَلَّ
كَانَ حَلًّا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَا حَرَّمَ كَانَ حَرَامًا إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(تفسیر قرأت کو فی مطبوعہ حیدرآباد)

نہج اشرف ص ۱۹

ترجمہ:

جعفر بن فراری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ فرماتے
ہیں۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے لیس لک من لاوشئ
آیت پڑھی۔ سن کر امام موصوف نے فرمایا۔ ہاں۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو اختیار تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میں قربان! پھر اس آیت کی کیا تاویل
(معنی) ہوگی۔ فرمایا۔ بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنا کی کہ
آپ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اختیار مل جائے۔ تو اللہ تعالیٰ
نے اس سے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں اختیار
دیا تھا۔ حالانکہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفویض فرما دیا تھا۔ پھر جو آپ نے
حلال کر دیا۔ وہ تا قیامت حلال رہے گا۔ اور جس کو حرام ٹھہرایا تا قیامت
حرام ہی رہے گا۔

حضرت علی کے لیے خلافت منصوص ہونے

سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

تفسیر قمی:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخِلَافَةَ مِنْ بَعْدِي ثُمَّ بَعْدَهُ

أَبُولِكَ فَتَأَلَّتْ مِنْ أُنْبِيَائِكَ هَذَا قَالَ أَنْبِيَائِكَ هَذَا قَالَ بَنِي
 الْعَلِيمِ الْخَيْرِ -
 (تفسیر قمی سورۃ تحریم زیر آیت،

وإذا مسر النبي إلى بعض أزواجه

(حدیثاً۔)

ترجمہ:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد خلافت
 کی ولایت ابو بکر صدیق کے لیے ہے۔ اور ان کے بعد تمہارے والد کے
 لیے پوچھنے لگیں۔ یہ آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا۔ اس اللہ نے جو عظیم و خیر
 سے مجھ پر اطلاع دی ہے۔

ارشاد شیخ مفید:

فَتَهَيَّضُوا وَيَقِي عِنْدَهُ الْعَبَّاسُ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ
 وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَأَهْلُ بَيْتِهِ خَاصَّةً فَقَالَ لَهُ
 الْعَبَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ تَكُنْ هَذَا الْأَمْرُ فِينَا
 مُسْتَقَرًّا مِنْ بَعْدِكَ فَبَشِّرْنَا وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّا
 نَغْلِبُ عَلَيْكَ فَاقْضِ بِنَا فَقَالَ أَنْتُمْ الْمُسْتَضْعِفُونَ مِنْ
 بَعْدِي وَأَصَمْتُمْ فَتَهَيَّضُ الْقَوْمُ مَرِيكُونَ قَدْ يَلْسُوا
 مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ -

(۱۔ ارشاد شیخ مفید ص ۹۹ باب فی اللب

(رسول اللہ بدوآء و کفت)

(۲۔ اعلام الوری للطبرسی ص ۱۲۲

بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ

(بوقتِ وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرات صحابہ کرام میں قلم و دوات لانے کا اختلاف بڑھ گیا۔) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اٹھ جانے کا حکم دیا۔ (وہ تمام اٹھ کھڑے ہوئے۔ صرف حضرت عباس، فضل بن عباس علی بن ابی طالب اور مخصوص اہل بیت کے افراد باقی بیٹھے رہے۔ حضرت عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر یہ امر (خلافتِ امامت) آپ کے بعد مستقل طور پر ہم میں ہی رہنا ہے۔ تو آپ اس بارے میں خوشخبری سنا دیجئے۔ اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ ہم منسوب ہو جائیں گے۔ تو پھر ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجئے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے بعد بے بس کر دیئے جاؤ گے۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ موجود لوگ اٹھے۔ اور روتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔ کیونکہ وہ اپنے لیے مستقل طور پر امامت و خلافت کے بارے میں حضور سے ناامید ہو گئے۔)

لمحہ فکریہ:

مقام غور ہے۔ کہ اگر ائمہ حضرات کے لیے امامت و خلافت منصوص من اللہ تھی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی المرتضیٰ کے لیے اس منصب کے حصول کی دعا کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔؟ اگر وہ ہم گزرے کہ اپنے تو منصوص من اللہ کی توثیق کے لیے دعا مانگی۔ تو بھی اس کا جواب یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول نہ کی۔ اور اسی طرف امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ناظر ہے۔

علاوہ ازیں اگر ایسا ہی تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بعد ابو بکر اور ان کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے خلیفہ بننے کی پیش گوئی کیوں فرمائی؟ پھر حضرت عباس

نے اس منصب کے لیے اپنے خاندان میں مخصوص طور پر رہنے کی التجا کی۔ جو منظور نہ ہوئی اور حاضرین مایوس ہو کر روتے ہوئے نکل کھڑے نہ ہوتے۔ تو معلوم ہوا کہ امامت و خلافت کا منصب،، ہونا محض شیعہ اختراع ہے۔ نہ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور نہ ہی ارشادات نبویہ و ارشادات ائمہ اس کے مؤید ہیں۔

حضرات ائمہ اہل بیت نے اپنی

امامت کے منصوص ہونے کا خود

بھی انکار کیا ہے۔

اگر کوئی اور خلیفہ بن جائے تو میں سب سے زیادہ

مطلع ہوں گا۔ قول علی

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اس منصب کے لیے مجبور نہ کرو۔ تم کسی اور کو امام و خلیفہ بنا لو۔ میں بھی تمہاری طرح اس کے ماتحت رہنا پسند کروں گا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ:

دَعُوْنِيْ وَالتَّمِسُوْا عَثِيْرِيْ۔۔۔۔۔ وَرَآنْ تَرَكَتُمُوْنِيْ

فَاَنَا كَا حَدِ كُمْ وَ لَعَلِّي اَسْمَعُكُمْ وَاَطُوْعَكُمْ لِمَنْ
وَلَيْتُمْوَهُ اَمْرُكُمْ وَاَنَا لَكُمْ وَرِيْرًا خَيْرًا لَكُمْ مَبِيْنِي
اَمِيْرًا۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۹۲ ص ۱۳۶ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں نے حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی بیعت پیش کش کی تو آپ نے انہیں
فرمایا۔) تم مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو ماور میرے سوا کسی دوسرے کو اس
منصب کے لیے تلاش کرو..... اور اگر تم مجھے چھوڑ دو گے (اور خلیفہ
نہ بننے کی میری بات مان لو گے۔) تو پھر میں بھی تم میں سے ایک ہی ہوں
گدا اور امید ہے۔ کہ ثناء خلیفہ وقت کے احکام میں تم سے زیادہ دل جمعی
سے سنوں۔ اور اس پر تم سے بڑھ کر عمل پیرا ہوں۔ میرا تمہارے لیے
وزیر بننا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر (خلیفہ و امام) بنوں۔

میرے گلے میں کسی کی بیعت کا طوق پر چکا

ہے۔ قول علی

نہج البلاغہ

الذَّلِيْلُ عِنْدِي عَزِيْرٌ حَتَّى اُخْذَ الْحَقَّ لَهٗ وَالْقَوِيُّ
عِنْدِي ضَعِيْفٌ حَتَّى اُخْذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِيْنَا عَنِ
اللّٰهِ قَتَا عَاكَ وَسَلَمْنَا بِاللهِ اَمْرَهُ اَتْرَانِي الْكُذِبُ

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ لَأَنَّا
 أَوْلُ مَنْ صَدَقَهُ فَلَا أَكُونَ أَوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ
 فَتَنَلْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا طَاعُوا قَدْ سَبَقَتْ بِيَعْتِي وَ
 إِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِيَغَيِّرِي-

(نیچ البلاغہ خطبہ ۳۷ ص ۸۱ مطبوعہ

بیروت، طبع جدید)

ترجمہ:

ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق نہ لوں
 اور ہر مضبوط میرے نزدیک اس وقت تک کمزور ہے جب تک میں اس سے
 حق وصول نہ کر پاؤں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہوئے۔ اور اللہ ہی کی ہم
 نے اس کا امر سپرد کر دیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 جھوٹ باندھوں گا۔ خدا کی قسم! میں ہی تو وہ شخص ہوں جس نے سب پہلے
 آپ کی تصدیق کی۔ لہذا میں آپ پر جھوٹ باندھنے میں پہل نہیں کر سکتا۔
 میں نے اپنے معاملہ (امر خلافت و امامت) میں خوب غور و فکر کیا۔ تو
 مجھے یہی نتیجہ نظر آیا کہ میرا اطاعت کرنا اپنا تک میری بیعت سے آگے بڑھ
 گیا۔ یعنی خلیفہ کوئی دوسرا بن جائے اور میں اس کی اطاعت کروں۔ یہ
 بات راجح نظر آئی اور یہ بھی مجھے اپنا تک دکھائی دیا۔ کہ میری گردن میں
 کسی دوسرے (خلیفہ و امام) کی بیعت کا پختہ ہمد لٹکا ہوا ہے۔

نیچ البلاغہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت
 امامت کو اپنے لیے ممنوع نہ سمجھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے
 لکھا کہ جب لوگ ابو بکر صدیق و عمر فاروق کو مل کر خلیفہ بنائیں۔ تو تم ان کی خلافت کو تسلیم

کرتے ہو۔ لیکن مجھے جب لوگوں نے خلیفہ بنایا تو تمہیں اعتراض ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے لیے خلافت بلا فصل اور اس کے منصوص ہونے کے ہرگز ہرگز قائل نہ تھے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے میں خلیفہ بلا فصل اور منصوص سمجھتے۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی۔ وہ اس طرح کہ میں ابو بکر صدیق کی بیعت نہ کروں۔ کیونکہ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے میثاق لیا ہوا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ یہ میثاق و عہد کیا واقعی تھا۔ یا ایک سنی سنائی بات ہے۔ تو اس کا ثبوت حاضر ہے۔

ابن میثم:

قَوْلُهُ فَتَنْظَرْتُ فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي أَيْ
طَاعَتِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِيمَا
أَمَرَنِي بِهِ مِنْ تَرْكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي لِلْقَوْمِ فَلَا
سَبِيلَ إِلَى الْإِمْتِنَاعِ مِنْهَا وَقَوْلُهُ وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي
عُنْتِي لِغَيْرِي أَيْ مِيثَاقُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدُهُ إِلَيَّ يَعدَمُ الْمَشَاقِقَةَ وَقِيلَ الْمِيثَاقُ
مَا لَزِمَهُ مِنْ بَيْعَةٍ أَوْ بَعْدَ إِيقَاعِهَا أَيْ فَإِذَا
مِيثَاقُ الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِي فَلَمْ يَمِثْنِي الْمُنَافِقَةُ
بَعْدَهُ -

(شرح، پنج البلاغہ لابن میثم۔ جلد دوم)

ص ۹۷ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ میں نے غور و فکر کیا تو ایک اچانک مجھے طاعت کرنا بیعت لینے پر سبقت کرنا نظر آیا، اس کا مطلب یہ ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لڑائی نہ کرنے میں جس کا آپ نے حکم دیا یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں قوم سے بیعت لیتا پھروں۔ لہذا اب مجھے اس کے خلاف کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا وہ میری گردن میں غیر کا میثاق ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میثاق اور آپ کا یہ عہد لینا کہ تم نے میرے بعد دنگا فساد نہیں کرنا میں اس کے سامنے تسلیم خم کرتا ہوں اور کہا گیا ہے کہ اس میثاق سے مراد وہ میثاق ہے۔ جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینے کا تھا۔ تو معنی یہ ہوگا کہ قوم نے جب ابو بکر صدیق کے خلیفہ ہونے پر ان کی بیعت کر لی۔ اب مجھ پر بھی ایسا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ میں یہ عہد کر چکا ہوں۔ کہ قوم کی مخالفت نہیں کروں گا۔ لہذا اب میرے لیے اس کے بعد مخالفت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

وہ ابن میثم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی تشریح میں صاف صاف لکھ دیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت اور ان کی بیعت سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ یعنی خلافت ابو بکر اور بیعت ابو بکر یہ دونوں باتیں پختہ عہد کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ اپنے اوپر لازم کر رہے ہیں۔ اگر خلافت حضرت علی المرتضیٰ کے لیے منصوص ہوئی۔ تو پھر اس سے دستبردار ہی اللہ کی نافرمانی نہ ہوگی۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے لیے خلافت کو منصوص نہ سمجھتے تھے۔

÷

حضرت حسین کرمین اپنے لیے خلافت

کے منصوص ہونے کا انکار کیا۔

رجال کشی؛

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ
 كَتَبَ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا أَنْ
 أَقْدِمُوا أُمَّتِي وَالْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِي عَلَيَّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ
 قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَقَدِمُوا النَّهْمَ فَأَذِنَ
 لَهُمْ مُعَاوِيَةَ وَأَعَدَّ لَهُمُ الْخُطْبَاءَ فَقَالَ يَا حُسَيْنُ
 قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ فَالتَفَتُ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 يَنْظُرُ مَا يَأْتِي مُرَّةً فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ لِمَا مَعِيَ يَعْنِي الْحُسَيْنَ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ -

درجال کشی ص ۱۰۲ مطبوعہ کربلا ذکر
 قیس بن سعد

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ امیر معاویہ
 نے امام حسین کی طرف رقعہ بھیجا۔ کہ تم، حسین اور اصحاب علی میرے پاس آؤ۔
 ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی تھے۔ یہ سہ
 شام پہنچے۔ اور امیر معاویہ انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ ان کے
 لیے خطیب مقرر فرمائے۔ پھر کہا اے حسین! اٹھو اور امیر معاویہ کی بیعت

کر۔ یہ اٹھے اور بیعت کی۔ تو میں نے امام حسین کی طرف دیکھا۔ کو وہ مجھے (قیس) کیا حکم دیتے ہو۔ تو امام حسین نے فرمایا۔ قیس! امام حسن میرے امام ہیں۔ (انہوں نے جو کچھ کیا میں اس پر راضی ہوں۔ لہذا تم بھی امیر معاویہ کی بیعت کر لو۔)

تلخیص الشافی:

فَكَيْفَ يُقَالُ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي بِيَدِهِ إِلَى
التَّهْلُكَةِ وَقَدْ رُوِيَ أَنَّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَ
ابْنِ سَعْدٍ اخْتَارُوا مِنِّي إِذَا التَّارُجُوعُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي
أَقْبَلْتُ مِنْهُ أَوْ أَنْ أَضَعَ يَدِي عَلَى يَدِ يَزِيدٍ فَهُوَ ابْنُ
عَتِيٍّ يَرَى فِي رَأْيِهِ وَإِنَّمَا أَنْ تَسِيرُ وَإِنِّي إِلَى ثَغْرِ
مِنْ ثَغُورِ الْمُسْلِمِينَ فَتَاكُونَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِهِ لِي
مَا لَوْ عَلَيَّ مَا عَلَيَّ۔

(تلخیص الشافی تعینت ابو جعفر طوسی)

جلد ۱۸ ص ۱۸۶ فصل فی ذکر

الحسن والحسین۔ مطبوعہ قم

ایران، طبع جدید

ترجمہ:

کیسے کہا جاسکتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت سے ڈالا۔ تحقیقی مردی ہے۔ کہ آپ نے عمر بن سعد سے کہا میری طرف سے تمہیں دو باتوں کا اختیار ہے یا تو مجھے واپس اس جگہ جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔ یا پھر میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں۔

آخر وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ میرے بارے میں وہ خود بہتر سوچ لے گا۔
یا تم مجھے مسلمانوں کے کسی باڈر کی طرف بھیج دو۔ تاکہ میں ان میں شامل ہو
جاؤں۔ اور پھر ان کے نفع و نقصان میں میں بھی ان کے برابر کا شریک ہو
جاؤں۔

لحد فکریہ:

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ حضرات حسین کریمین نے حضرت امیر معاویہ کی
خلافت و امامت پر ان کے ہاتھ بیعت کی۔ اور امام حسین تو یزید کی بیعت کرنے پر بھی آمادہ
تھے۔ لیکن ابن زیاد نے ایسا نہ ہونے دیا۔ بہر حال یہ آمادگی اور وہ بیعت کر لینا دونوں
اس امر کی دلیل ہیں کہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنے لیے امامت و خلافت کو
منصوم نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر منصوم من اللہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی امامت و
خلافت کو پایہ تکمیل تک خود پہنچاتا چاہے حالات کیسے ہی بگڑ کیوں نہ جلتے۔ کیونکہ یہ
اس کی عطا کی ہوئی ذمہ داری تھی۔ اور نہ ہی امام حسن و حسین کسی غلط آدمی کو بیعت کی پیشکش
کرتے اور نہ ہی کسی غیر منصوم کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ یہ سب کچھ اسی طرف اشارہ کرتا
ہے۔ کہ امامت و خلافت کسی مخصوص شخص کے لیے منصوم نہیں ہوتی۔

امام زین العابدین نے بھی امامت و خلافت

کے منصوم ہونے سے انکار کیا

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ایک گوشہ نشین اور یاد خدا میں زندگی بسر کرنے
والی شخصیت تھے۔ ان کے بارے میں اہل تشیع کا اگرچہ یہ عقیدہ ہے کہ آپ اللہ کے

تھے۔ اور خلیفہ بھی تھے لیکن اس کے باوجود تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے نہ خلافت کی۔ نہ اللہ کی مدد کو نافذ کیا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں کسی کے امام برحق ہونے کے لیے زیادہ شرائط میں سے ہیں۔ بلکہ آپ نے تو خلافت ظاہری کے قبول نہ کرنے کی نذر مان رکھی تھی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

خدا کی قسم جیتے جی خلافت کو ہاتھ نہ لگاؤں

گاہ امام زین العابدین رضی

تاریخ ائمہ

حسین نے حضرت سے پوچھا تم کون ہو۔ حضرت نے فرمایا میں علی بن الحسین ہوں۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حسین بن عمیر ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت اس کو پہچان گئے کہ یہ کہلا میں شکر یزید کے ساتھ تھا اور بڑے بڑے ظلم کیے تھے۔ مگر حضرت نے ان باتوں کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور اس سے پوچھا اب میں جاؤں؟ اس نے کہا نہیں یزید مر گیا اور دیاب نے خلیفہ کے ہو گئے ہیں۔ لوگ ایسے شخص کی تلاش میں ہیں جس کی بیعت کریں۔ آپ میرے ساتھ شام تشریف لے چلے۔

نابھہ پوری دنیا کو آپ کا

تابع کر دوں۔ کیونکہ اس وقت روئے زمین پر آپ کے سوائے کوئی امام برحق نہیں ہے۔ آپ ہی مسلمانوں کے بائندہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا میں

نے خدائے عزوجل سے نذر کی ہے۔ کہ (ظاہری پادشاہت قبول نہیں کروں گا۔ یہ فرما کر حضرت نے اپنا اونٹ بڑھایا اور حسین بن نمیر کے خیمہ کے دروازے پر وہ کل سامان اتار کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۹۴ چوتھا باب،

حالات امام زین العابدین -

مطبوعہ لاہور)

شیعوں نے امام زین العابدین کو یزید کا غلام
بتا دیا۔

روضہ کافی:

بِمَا أُرْسِلَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا تَلَيْتَهُ لِقَرَشِي فَقَالَ لَهُ
عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَقِرَّ
لَكَ الْيَسَّ تَعَلَّيْنِي كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ
يَا لَأَمْسٍ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَةُ اللَّهِ بِلِي
فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ قَدْ أَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ
أَنَا عَيْدٌ مُكْرَهُ فَإِنْ شِئْتَ أَمْسِكْ وَإِنْ
شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَةُ اللَّهِ أَوْلَى
لَكَ حَقَّتْ دَمَكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ ذَلِكُ

مِنْ شَرَفِكَ -

(۱) - الروضه من الکافی جلد ۸ ص ۶۷۸

حدیث یزید لعنہ اللہ مع

علی بن الحسین الخ مطبوعہ

تہران طبع جدید

(۲) - جلال العیون جلد دوم ص ۶۷۸

زندگی امام سجاد و مصائب و احزان

انحضرت - مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ:

یزید دوران خلافت حج کی غرض سے جب مدینہ منورہ پہنچا۔ تو ایک قریشی کو بولا

کہ اس سے اپنی فضیلت کا اقرار کروانا چاہتا ہوں۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ جس پر

اسے قتل کروا دیا۔ پھر یزید نے امام زین العابدین کو بکوا دیا۔ اور انہیں بھی

وہی کچھ کہا۔ جو قریشی نے جو ان کو کہا تھا۔ زین العابدین نے یزید کو جواب دیا۔

کہ اگر میں تیری فضیلت کا اقرار کروں تو کیا مجھے بھی قریشی کی طرح قتل کروا دے

گا؟ یزید بولا۔ ہاں۔ تو امام زین العابدین نے کہا۔ اچھا میں تمہاری خواہش

کا اقرار کرتا ہوں۔ میں مجبور غلام ہوں۔ اگر چاہے تو مجھے رکھ لے۔ اور چاہے

تو بیچ ڈال۔ یہ سن کر یزید نے کہا۔ تو نے بہت اچھا کیا۔ اپنا خون بھی پچایا

اور تمہاری بزرگی پر بھی کوئی حرت نہیں آیا۔

ملحد فکریہ:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی فضیلت کا اقرار کیا۔ تو یہ یعنی اس کی

خلافت و امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ اگر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کو اپنے حق میں منصوص من اللہ یا منصوص من الرسول سمجھتے۔ تو پھر یہ یہ جیسے شخص کی فضیلت کا اقرار کیوں کرتے؟ اگر رگ شیعیت پھر کے۔ اور اس بیعت و اقرار کو تفتیہ پر محمول کیا جائے۔ اور مجبوری اور ڈرپو کی کی ایک تصویر بھی جائے۔ تو یہ غلط ہوگا۔ کیونکہ کتب شیعہ اس بات کی بھرپور تائید و توثیق کرتی ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں آنے والے تمام امام جس طرح علم و فضل میں تمام لوگوں پر سبقت لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح شجاعت و جوانمردی میں بھی ان کی کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ لہذا ڈرنا کیسا؟

اصول کافی:

قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم نحن في الامر والفهم والحلال والحرام نجري هجري واحد۔

اصول کافی جلد اول ص ۲۷۵
 كتاب الحجۃ باب في ان
 الاثمة في العلم والشجاعة
 والطاعة سوا مطبوعه
 تہران طبع جدید

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم (یعنی ان کے اہل بیت) علم اور شجاعت میں برابر ہوتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ ہم حکومت دانائی اور حلال و حرام کے معاملہ میں ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں۔
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ہر امام کا بہادر ہونا ضروری

ہے۔ تو پھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو ڈر کے مارے، بیعت کرنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ بالفرض ایسا ہوا۔ تو بھی امامت و خلافت کے منصوص ہونے کی عمارت و عظیم سے زمین پر گر پڑے گی۔

کیونکہ ان قائلین سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ جب اللہ اور اس کا رسول ایک شخص کو امام و خلیفہ مقرر کریں۔ تو اس کا اس تقرر ہی سے ہٹ جانا دو اعتبارات سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو ہٹنے والے کو اللہ اور اس کے رسول کے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ اس کا دفاع نہ کر سکے۔ یا اس کے منصوص ہونے کی تردید ہوگی۔ ان دونوں اعتبارات میں سے دوسرے اعتبار کے ثبوت موجود ہیں۔ وہ یہ کہ امام زین العابدین نے نذرمان رکھی ہے۔ کہ میں خلافت و امامت ظاہری قبول نہ کروں گا۔ حالانکہ اس نذر پر کوئی خوف و رعب طلای نہ تھا۔ اب فیصلہ کیجئے۔ کہ امام زین العابدین تو خلافت و امامت ظاہری نہ کرنے کی نذرمان رہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تا عمر آپ خلیفہ اور امام نہیں بنیں گے۔ اور شیعہ آپ کو ظاہری خلیفہ و امام ماننے پر مصر ہیں۔ جس کا مطلب یہ کہ آپ نے اپنی نذر پوری نہ کی۔ اب کس کی بات مانی جائے؟

اگر امام زین العابدین قولاً اور فعلاً امامت کی تردید فرما رہے ہیں۔ تو لہذا اس طرح کہ میں نے نذرمان لی ہے۔ کہ امامت قبول نہیں کروں گا۔ اور فعلاً اس طرح کہ بزرگی بیعت قبول کر رہے ہیں۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ خدا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نزدیک امامت و خلافت میں "منصوص من اللہ" کا تصور ہونا ناقابل قبول ہے۔ آپ نے ساری زندگی نہ امامت کی اور نہ خلافت سنبھالی۔

حاشیہ

دنیا میں شیعیت کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شیعہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ثابت کر دکھائے کہ آپ نے خلافت کا دعویٰ کیا یا ظلیفہ وقت کے خلاف اور اپنے حق میں خروج کیا۔ یا انہوں نے کچھ عرصہ سند خلافت پر جلوہ فرمایا تو اس ثبوت کو ہم پہنچانے والے کو ہم بیس ہزار روپیہ نقد انعام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حقیقت سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا امامت و خلافت کے

منصوص من اللہ ہونے کے انکار

اصول کافی:

قال له ابو عبد الله عليه السلام اني لمر انا زعك
ولم ارجع لا تقدم عليك في الذي انت فيه۔

دا اصول کافی جلد اول ص ۳۶۲

کتاب الحجۃ ما یفصل بہ

بین دعویٰ المعوق المظہور بہ ان یلعج صید

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زید بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا میں تمہارے ساتھ نہ تو جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ مقابلہ میں آنا چاہتا ہوں۔ اور نہ ہی تمہارے کام (اہمیت و خلافت) میں پیش قدمی کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت امام جعفر نے عبد اللہ محض کی بیعت کرنا چاہی مقاتل الطالبین

ثُمَّ خَرَجْنَا جَمِيعًا حَتَّى اتَيْنَا عَبْدَ اللَّهِ فَدَعَانِي
إِلَى بَيْعَةِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ لَهُ جَعْفَرُ إِنَّكَ تَفْتِيحُ
إِنْ شِئْتَ بِأَيْتِكَ وَأَمَّا بَيْنَكَ فَوَاللَّهِ لَا أَبِيعُهُ
وَأَدْعُكَ -

(مقاتل الطالبین لابی الفرج ص ۲۵۴)

تذکرہ محمد بن عبد اللہ بن حسن مطبوعہ

بیروت طبع جدید

ترجمہ:

(محمد بن عبد اللہ نفس زکریہ کی بیعت کے لیے جمع ہونے والے لوگ کہتے ہیں کہ) پھر ہم ان کے والد کے پاس اکٹھے ہو کر آئے۔ وہاں ہمیں محمد بن عبد اللہ کی بیعت کی دعوت دی گئی۔ یہ سن کر امام جعفر صادق نے کہا آپ (عبد اللہ) بزرگ آدمی ہیں۔ اگر آپ اپنی بیعت کروانا چاہیں۔ تو میں تیار ہوں۔ لیکن تمہارا بیٹا (محمد) تو خدا قسم! میں اس کی بیعت نہ کروں گا۔

اور تمہیں الوداع کہہ دوں گا۔

حضرت امام جعفر نے اپنی بیعت لینے سے انکار
کر دیا

مرآة العقول؛

وَالْأُظْهَرُ عَلَىٰ هَذَا أَنَّ تَكْوُنَ إِشَارَةً إِلَى
إِنْقِرَاضِ دَوْلَةِ بَنِي أُمَيَّةٍ أَوْ ضَعْفِهِمْ
وَاسْتَيْلَاقِ أَبِي مُسْلِمٍ عَلَىٰ خُرَاسَانَ وَفَتْحِ
كُتُبَ إِلَى الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتُبًا يُرِيدُ
الْبَيْعَةَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمْ يُقْبَلْ
لِمَصَالِحِ كَثِيرَةٍ.

مرآة العقول تصنیف اہل اہل باقر مجلسی
شمسی جلد ۱۲ ص ۱۸۱، کتاب الحجۃ
باب کراہیۃ التوقیت مطبوعہ
تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام ہمدی کے ظہور سے مراد حق کے ظہور کا زمانہ ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے
جو کہ امام جعفر کا زمانہ بنتا ہے۔ اس تاویل کے مطابق اس کا ظاہر تراشاد یہ
ہوگا کہ بنی امیر کی حکومت ختم ہونے کو ہے۔ یا وہ کمزور پڑنے والی ہے۔ یا
جڑ سے اکھڑنے والی ہے۔ اور ابوسلم کے خراسان پر قبضہ کی طرف اشارہ
ہے۔ ابوسلم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف بہت سے رقوبات

کے جن میں ان سے بیعت کا اظہار کیا گیا تھا۔ تو امام موصوت نے بہت سی
 معلومتوں کے پیش نظر اس کی بیعت نہ لی (یعنی اپنے لیے امامت و خلافت
 کو قبول نہ کیا۔)

امام جعفر کا اپنے امام منصوص من اللہ ہونے

سے صاف صاف انکار

بصائر الدرجات

عَنْ سَلِيمَانَ خَالِدٍ قَالَ بَيْنَا مَعَ أَبِي
 عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي تَقْيِيقِهِ لَهُ اسْتَأْذَنَ
 عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَأَذِنَ لَهُمْ
 فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
 إِنَّ نَاسًا يَا تُونَنَا يَزْعُمُونَ أَنَّ
 فِيكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِمَامًا مَقْتَرَضًا لَطَمَتِ
 فَقَالَ مَا أَعْرِفُ ذَلِكَ فِي أَهْلِ بَيْتِي قَالُوا
 يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ أَنْتَ هُوَ
 قَالَ مَا قُلْتُ لَهُمْ ذَلِكَ قَالُوا يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
 إِنَّهُمْ أَصْحَابُ خَلْوَةٍ وَأَصْحَابُ بَوْرَجٍ
 وَهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ أَنْتَ هُوَ فَقَالَ
 هُمْ أَعْلَمُ وَمَا قَالُوا قَالُوا
 فَلَمَّا دَاوَهُ أَتَتْهُمْ فَتَدَا عَضْبُوهُ

فَخَرَجُوا۔

(بصائر الدرجات الکبریٰ فی فضائل
 آل محمد تصنیف ابو جعفر محمد بن حسن
 فروغ شیبی ص ۹۵ تا ۹۶ جزو رابع
 باب ما عند الائمہ مطبوعہ
 تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سليمان خالد سے روایت ہے۔ کہ ہم امام جعفر صادق کے ہمراہ ان کے باغ
 میں تھے۔ تو کوفہ کے کچھ لوگوں نے ان سے ملاقات کی اجازت چاہی آپ
 نے اجازت دے دی۔ حاضر ہو کر کہنے لگے۔ اے ابو عبد اللہ! کچھ لوگ
 ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم اہل بیت میں ایک امام ہیں۔ جن کی
 اطاعت فرض قرار دی گئی ہے۔ امام جعفر نے فرمایا۔ میں اپنے اہل بیت
 میں ایسا کوئی آدمی نہیں پاتا۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے ابو عبد اللہ! لوگوں
 کا آپ کے متعلق خیال ہے۔ فرمایا۔ میں نے تو انہیں ایسا کہنے کو نہیں کہا۔
 انہوں نے پھر عرض کیا۔ ابو عبد اللہ! وہ لوگ صاحب مشورہ، تنہائی پستند اور
 صاحب تقویٰ ہیں۔ ان کا خیال آپ کے متعلق ہے۔ فرمایا۔ وہ اپنے قول کو زیادہ
 جاننے والے ہیں؟ (یا میں اپنے متعلق زیادہ جانتا ہوں) جب ان کو قہر
 نے دیکھا کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ ان کی گفتگو کی وجہ سے غصہ میں آگئے ہیں تو
 وہ وہاں سے چل دیئے۔

اصل و اصول شیعہ:

صادق آل محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں

تھک چکی تھیں یا ضحکلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے مواقع چلتے رہتے تھے
 بنا برائیں دلی ہوئی صداقتیں اور سچی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح ابھریں۔ اور
 روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطرے کے باعث جو لوگ لقیہ میں تھے۔ وہ
 بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی اور راہ میں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین
 میں رات دن ایک کر دیئے۔ ہاں۔ تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و
 آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے تھا۔ دریں حق عام ہوا۔ اور لوگ
 جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو تشیع کی نشرو اشاعت
 کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان
 شیعیت کی باتیں شروع نہیں کرتے تھے۔ دریا کے فیض جاری تھا۔
 تشنگان معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی پیاس بھی
 بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن و شادو میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ
 میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا کہ و حدثنی جعفر
 ابن محمد، یعنی یہ روایت مجھ سے حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے
 بیان فرمائی ہے۔

(۱۔ اصل الشیخہ و مولیٰہا (عربی) تصنیف

محمد حسین آل کاشغری المخطا ص ۱۲۱،

مطبوعہ مصر قاہرہ

(۲۔ اصل و اصول الشیخہ (اردو ترجمہ)

مترجم این حسن نخعی ص ۵۲ تا ۵۲ مطبوعہ

(لاہور)

ۛ

خلافت مجھے اس آتی ہی نہیں امام جعفر رضی اللہ عنہما

ناسخ التواریخ:

فَقَالَ جَعْفَرٌ وَاللَّهِ إِنَّهَا لَيْسَتْ لِي وَلَا لِهَيْمًا وَإِنَّهَا
لِمَسَاحِبِ الْقُبَاءِ الْأَصْفَرِ.

(ناسخ التواریخ امام حسن مجتبیٰ
جلد دوم۔ (مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جب کسب کی بیعت کا کہا گیا) تو انہوں
نے فرمایا۔ خدا کی قسم! امامت و خلافت نہ مجھے زیا ہے۔ اور نہ ان دونوں
(نفس زکیہ اور ان کے والد ماجد) کو۔ یقیناً ہے تو زور قبائروں کے ہے۔ منصور
عباسی خلیفہ کا)

ملحہ فکریہ:

مندرجہ بالا عبارات باتگ وٹل کہہ رہی ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آپ
کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف "ومنصوص" خلیفہ و امام ہرگز نہیں سمجھتے تھے مذہب
شیعہ کی اصح الکتب (اصول کافی) سے واضح ہو گیا۔ کہ امام جعفر نے اپنے فائدان میں سے
اپنے چچا کو کہا۔ کہ امامت و خلافت جس کے آپ دعویٰ دار ہیں۔ میں اس کا ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ
آپ کا فرمان۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں۔ کہ آپ ہی خلیفہ و امام تھے۔ اب ان لوگوں کی بات
پر یقین کیا جائے۔ یا امام موصوف کی بات پر۔ پھر امام موصوف نے حضرت محمد بن عبد اللہ
ذکیہ کو فرمایا۔ کہ تمہاری بیعت نہیں کروں گا۔ لیکن تمہارے والد کی بیعت کر سکتا ہوں۔ کیا

”و منصوص“ امامت و خلافت سے دستبردار کی ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں امام جعفر نے جب دیکھا کہ تمام ہاشمی اور ہاشمی لوگوں نے نفس زکیہ کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے۔ تو فرمایا کہ امامت و خلافت نہ میرے لیے اور نہ نفس زکیہ کے لیے بلکہ ابو جعفر مسموم و واقعی کا حق ہے پھر یہی شخص خلیفہ بھی مقرر ہوا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلافت اور امامت سے انکار اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ دونوں باتیں منصوص نہیں ہوتیں۔

ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ جیسا کہ جعفر نے اپنی جوانی کی بہاریں دکھلا رہے تھے اور اس پر پورا جوین تھا۔ تھیہ کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ اور ہر طرف مذہب جعفریہ کے جھوٹے گلے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ کوفہ کی ایک مسجد میں چار ہزار مولوی ڈاکر اور مجتہد یک وقت درس و تدریس میں مشغول تھے۔ ایسے دور میں کوفیوں کے ایک گروہ سے گفتگو کرتے ہوئے بہت سے بھلے انسانوں کی طرف سے امام جعفر کے امام ہونے کے خیال کو خود امام نے ٹھکرا دیا۔ اور اپنی خلافت و امامت کا انکار کر دیا اور انکا ان پیغام رسالوں پر برس پڑے۔ پیچاروں کو بھاگتا پڑا۔ اور جان پھوڑانی پڑی۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی دلیل اس امر کی مل سکتی ہے کہ خلافت و امامت ”و منصوص من اللہ“ نہیں ہوتے۔

اس کے باوجود اہل تشیع امام جعفر کو اپنا امام مانتے ہیں۔ اور ان کے مقال امامت کا دعویٰ کرنے والے کو اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ اور جنہی قہر دے کر رو سیاہ ثابت کرتے ہیں۔ تو یہ ان کی اہل بیت سے اہتمام درجہ کی دشمنی ہے۔ اور حسد و بغض ہے۔

چیلنج

میں چیلنج کرتا ہوں۔ کہ تمام شیعہ ایک حدیث مرفوعہ اس معاملہ پر پیش کر دیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی کیا اس کا دعویٰ کیا۔ یا اس کے لیے خروج کیا۔

تو اس ثبوت پیش کرنے والے کو مبلغ میں ہزار روپے نقد انعام دیں گے۔ اور اگر کوئی ثبوت نہیں سکے۔ اور نہ ہی اس کے گواہوں کو قبول کرنے کی ہمت کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔ اور اس آگ سے ڈرو۔ جس میں نفس زکیہ، محمد بن عبداللہ اور دیگر حضرات اہل بیت کو ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

فان لم تفعلا اولن تفعلا فانتقوا النار الی
وقودها الناس والحجارة اعدت للكفرین

امام موسیٰ کاظم اور سن عسکری ۱۰۰۰ھ کے بھی
امامت و خلافت کے منصوص نئے کاندھوں کا ان کا کیا

امام موسیٰ کاظم نے دولت عباسیہ کے دائمی قیام کی دعا کی
اور حکومت کے مخالفین کو دانتا

اصول کافی:

شَدَّ اَكْتَبُ اِلَىٰ بِخَبْرٍ ذَا لِكَ وَاَنَا مُتَقَدِّمٌ
اِلَيْكَ اَحْذَرُكَ بِمَعْصِيَةِ الْعَلِيْفَةِ
وَ اُحِبُّكَ عَلَيِّ بِرِّهِ وَ طَاعَتِهِ وَ اَنْ
تَطْلُبَ لِنَفْسِكَ اَمَانًا قَبْلَ اَنْ تَاْخُذَكَ
الْاُظْفَارُ وَ يَلْزَمَكَ التَّمَاتِقُ مِنْ كُلِّ
مَكَانٍ فَتَرْوِحَ اِلَى النَّفْسِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ
فَتَرْوِحَ اِلَى النَّفْسِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَ لَا تَجِدُهُ
حَتَّىٰ يَمُنَّ اللهُ عَلَيْكَ بِعَمَّتِهِ وَ فَضْلِهِ وَ رِقَّةِ
الْحَلِيْفَةِ اَبَقَاهُ اللهُ فَيَوْمِنُكَ وَ يَرْحَمُكَ
وَ يَحْفَظُ فَيْكَ اَرْحَامَ رَسُوْلِ اللهِ وَ السَّلَامِ
عَلَيَّ مِنْ اَتْبَاعِ الْهُدَىٰ اِنَّا قَدْ اَوْحَىٰ اِلَيْنَا اَنَّ

الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ -

(اصول کافی جلد اول ص ۳۶، ۳۷)

کتاب الحجۃ بابا یفصل

بہ بین دعویٰ المحقق الخ

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

(امام موسیٰ کاظم نے یہ خط حسین بن علی کو اس وقت لکھا جب حسین نے خروج کیا۔) پھر امر مذکورہ کے بارہ میں لکھتا ہوں۔ میں تم کو خلیفہ کی مخالفت سے بچانا چاہتا ہوں۔ اور تم کو رغبت دلاتا ہوں۔ اس کی نیکی حاصل کرنے اور اس کی اطاعت کی طرف اور اس سے امان چاہو قبل اس کے کہ تم اس کے پنجہ میں پھنسو۔ اور ہر طرف سے تمہاری گردن میں رسی بندھے۔ اور ہر طرف سے اپنے لیے رحمت طلب کرو اور کوئی کوشش نہ کرو۔ یہاں تک کہ خدا تم پر احسان کرے۔ اور خلیفہ کو تم پر مہربان کر دے۔ خدا اس کو باقی رکھے۔ تاکہ تم کو امان دے۔ اور رسول کے ذمہ داروں کی حفاظت کرے۔ سلام ہو طالب ہدایت پر۔ وحی کہتی ہے۔ عذاب اس کے لیے ہے۔ جس نے تکذیب کی اور روگردانی کی۔

کتاب الشافی حصہ دوم ترجمہ اصول

کافی ص ۴۴۸، مطبوعہ کراچی۔

✦

حکومت کی طلب مت کرو یہ امر تباہ کن ہے

امام حسن عسکری

چہارده معصوم:

کلمات امام حسن عسکری با آنکہ از منبع علوم غیبی سرچشمہ گرفتہ تھاسی ہم بازندگانی
اورا شستہ و از شہرت طلبی و مخاطرات اجتماعی سخن گفتہ میفرماید۔ ایتاک
والاذاعۃ و طلب الریاسۃ فانہما یکیدعون الی
التہلکۃ۔

(چہارده معصوم ص ۵۶۶، کلمات
حضرت عسکری (ع) مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

امام حسن عسکری کے کلمات باوجود اس کے کہ علوم غیبیہ کے چشمہ سے نکلنے تھے
ان کی زندگی کے ساتھ بھی مناسبت رکھتے ہیں۔ آپ نے شہرت طلبی اور
اجتماعی مخاطرات (حکومت) کے متعلق ارشاد فرمایا۔ لوگو! شہرت طلبی اور
ریاست طلبی (حکومت) سے ہر ممکن بچو۔ کیونکہ یہ دونوں (تباہی و بربادی
کا بلوا ہیں۔

لمحدہ فکریہ:

امام موسیٰ کاظم اور امام حسن عسکری کے ارشادات آپ نے ملاحظہ کیے۔ امام موسیٰ کاظم

اپنے چچا زاد بھائی حسین بن علی کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ خلیفہ وقت ابو عباسی تھا، کی مخالفت نہ کرو۔ حتیٰ کہ اپنے اس خلیفہ کے لیے دوام کی دعا مانگی۔ اس سے ہر عقل و خرد کا مالک یہی نتیجہ نکالے گا کہ اگر موسیٰ کاظم اپنے تئیں منصوص من اللہ امام و خلیفہ سمجھتے تھے۔ تو پھر اپنے مد مقابل غیر منصوص کی خلافت کی مخالفت سے کیوں ڈرا رہے ہیں اور اس کے حق میں اللہ سے دعائیں کیوں مانگ رہے ہیں؟ کیا امام و خلیفہ کسی کافر کی اطاعت کرنے اور اس کے حق میں دعا و خیر کرنے سے خود امامت و خلافت پر قائم رہ سکے گا؟ موسیٰ کاظم کے اس قول کے جواب میں اہل تشیع دو تئیں، اکا بہارا لیں۔ تو پھر بھی ڈر کے مارے دو نہی من المنکر، پر تو عمل نہ ہوا۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین کو یہ وصیت تھی۔

منج البلاغہ؛

لا تتركوا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر فيولت
عليكم شراركم ثم تدعون فلا يستجاب لكم۔

(منج البلاغہ خطبہ ۲۷ ص ۲۲۲)

چھوٹا سا نزم

ترجمہ:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہرگز ترک نہ کرنا۔ ورنہ تم پر شر بیزار لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔

اگر امام موسیٰ کاظم اس خلیفہ عباسی کو خلیفہ برحق سمجھتے ہیں۔ تو پھر امامت و خلافت کے لیے وہ منصوص، ہوتے کی شرط کدھر گئی؟ اور اگر غاصب سمجھتے تھے۔ تو اس کی اطاعت اور اس کے حق میں دعائے خیر کیوں کی؟ تو معلوم ہوا کہ امامت و خلافت کے لیے وہ منصوص من اللہ، ہونا امام موسیٰ کاظم کے نزدیک ہرگز نہ تھا۔

اسی طرح امام حسن عسکری نے ظاہری خلافت کو اچھا نہ سمجھا۔ اور اپنے احباب کو اس

سے دور رہنے کی تلقین و تنبیہ کی۔ اور اسے ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ قرار دیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر امامت و خلافت و منصوص من اللہ، ہوئی۔ تو امام حسن عسکری اس کی ترمیم دیتے۔ اور لوگوں کو اس کے فوائد پھر اس کی اطاعت کی طرف بلاتے۔ توجیب امام زین العابدین نے پوری زندگی خلافت نہ کرنے کی نذر مانی۔ اور اس کو پورا کیا۔

امام جعفر صادق نے اپنے متعلق خلافت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بھلے مانسوں سے منہ پھیر لیا۔ اور لاطمی کا اظہار کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کر لیتے کا اظہار فرمایا۔

امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کر لی۔

امام موسیٰ کاظم نے عباسی خلیفہ کی اطاعت کرتے کا حکم دیا۔ اور اس کے حقی میں محائے

خیر کی۔

امام حسن عسکری نے اس (خلافت و امامت) مصیبت سے ساتھیوں کو دور رہنے کی تلقین کی۔

امام حسن حسین نے امیر معاویہ کے بلاوے پر ان کی بیعت کر لی۔

اور

حضرت علی المرتضیٰ نے امامت و خلافت کی بجائے محض وزارت لینا پسند کیا۔

تو امامت و خلافت کے منصوص من اللہ، ہونے کی شرط کدھر گئی۔ اور ان اکابر ائمہ

کے بارے میں شرط لگانے والے کیا کہیں گے؟

امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے کی شرط اگر تسلیم کر لی جائے۔ تو اس کی نص

جس امام و خلیفہ کے لیے ہو۔ اس سے نہ تو کوئی دوسرا یہ منصب چھین سکتا ہے اور نہ خود صاحب

منصب کسی کے حق میں دستبردار ہو سکتا ہے۔ دیکھئے اہل تشیع جب حضرت آدم۔ ہارون

اور داؤد علیہ السلام کی خلافت کو منصوص من اللہ کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں۔ تو کیا ان حضرات میں سے کسی نے بھی کسی دوسرے کے لیے دست برداری کی ہے۔ یا کسی اور کے لیے اس منصب کو ثابت کر کے اس کی بیعت کی ہے۔ اگر کوئی شیعریہ بات ثابت کر دے۔ کہ حضرات انبیائے کرام کی نبوت غضب ہو گئی۔ تو میں ہزار روپیہ نقد انعام لے۔

یہ چیلنج اس لیے کر رہا ہوں۔ کہ یہ لوگ ائمہ اور خلفاء کرام کی امامت و خلافت کو بھی منصوص من اللہ کی شرط سے مشروط کرنے کے لیے حضرات انبیائے کرام (خصوصاً آدم، داؤد اور ارون علیہم السلام کا سہارا لیتے ہیں۔ بھلے بس یہ تو بتلائیں۔ کہ یہ حضرات تو اللہ تعالیٰ کے زمین میں خلیفہ بن کر تشریف لائے۔ یعنی وہ خلیفہ اللہ تھے۔ لیکن ہماری گفتگو خلیفہ الرسول میں ہوں ہی ہے۔ خلیفہ اللہ تو منصوص من اللہ ہیں ہی خلیفہ الرسول کے لیے کوئی نص قرآنی پیش کرو۔ اور یہ بھی ان شیعوں کو بتلانا چاہیے۔ کہ جب ہمارے رب نے ہمارے قرآن میں انبیائے کرام کی خلافت نام لے کر ذکر فرمائی۔ لیکن اسی قرآن، اسی کتاب نے ہمارے پیغمبر کے خلاف کاہن تک ذکر کیا ملاوٹا زین ان حضرات انبیائے کرام کی خلافت قائم و دائم ہی کسی کے حق میں دستبرداری کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ تو پھر حضرات ائمہ اہل بیت کی امامت سے دستبرداری اور اس کا غضب ہو جانا کیونکر تسلیم ہو گا۔ حالانکہ شیعہ لوگ امامت کو نبوت سے افضل گردانتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اس کی تفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ افضل میں غضب اور دستبرداری بلکہ محاذ آرائی ہو۔ تو مفضل میں یہ باتیں بطریقہ اولیٰ پائی جانی چاہیں۔ لیکن ایک مرقع متصل متواتر حدیث غضب نبوت کے بارے میں پیش کر دیں۔ یا خلیفہ منصوص من اللہ حضرات انبیائے کرام کی خلافت سے نفرت اور دوسروں کے لیے فقہ سازگار کرنے کی کوئی ایک ایسی دلیل پیش کر دیں۔ تو میں ہزار کا نقد انعام پاؤں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فالتقوا النار التي الخ

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل سوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ

اصول خلافت سے امامت و خلافت کے

منصوص من اللہ ہونے کی تردید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت و امامت کے موضوع پر حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس کی عبارت یہ تھی۔

مہاجرین و انصاریں کی بیعت کر لیں وہی امام برحق ہوتا ہے

نسخ البلاغہ:

إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ
وَعُثْمَانَ عَلَىٰ مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيَّ فَلَمْ يَكُنْ
لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ، وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ، وَإِنَّمَا
الشُّرُوزِي لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنْ اجْتَمَعُوا

عَلَى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ إِهَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضَى .

(نسخ البلاغہ خطبہ ص ۲۶۶ مطبوعہ بیروت)

(لمع جدید)

ترجمہ:

بے شک میری بیعت ان لوگوں نے کی جنہوں نے صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی کی بیعت کی تھی۔ اور اسی چیز پر بیعت کی۔ جس پر ان سے کی تھی لہذا حاضر اور موجود کو اس کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں۔ (بلکہ ضرور قبول کرنا ہوگی) اور نہ غائب کو اس کے رد کرنے کا جواز بے شک مشورہ لینے اور مینے کا حق مہاجرین اور انصار کو ہے۔ سو اگر وہ کسی آدمی کو متفق ہو کر منصب امامت پر فائز کر دیں۔ تو ان کے ایسا کرنے میں یقیناً اللہ کی رضا اور خوشنودی ہوگی مذکورہ خطبہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رہنما اصول عطا فرمائے۔ ایک یہ اصل کہ خلافت و امامت کے منصب کے لیے مسلمانوں کی اکثریت کا قبیلہ قابل قبول ہوتا ہے۔ جیسا کہ دور صحابہ کرام میں مہاجرین و انصار کے پاس یہ حق تھا۔ اسی حق کو حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی امامت و خلافت کی دلیل بنا کر پیش کیا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امامت و خلافت کو مخصوص من اللہ سمجھتے تو مہاجرین و انصار کی متفقہ بیعت کا جواز نہ دیتے کوئی قرآنی آیت تلاوت فرماتے۔ یا کسی حدیث نبوی کو بطور دلیل پیش کرتے۔ مسلمانوں کی اکثریت کا کسی کو امام چن لینا۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کا منظر ہے جب اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہے۔ تو پھر ایسا طریقہ غلط کیونکر ہو سکتا ہے؟

دوسری بات اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوئی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کو برحق خلیفہ مانتے تھے۔ اس لیے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی جس کا تفصیلی ذکر کتب جعفریہ جلد اول میں دیکھیں اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ان تین خلفاء کو معاذ اللہ) غاصب سمجھتے (جیسا کہ شیعوں کہتے ہیں) تو ان کی خلافت و امامت کے طریقہ کو بطور دلیل پیش نہ کرتے۔ ورنہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غاصب قرار پائیں گے۔ لہذا اس دلیل کو پیش کر کے آپ نے یہ بھی سمجھا دیا کہ دیکھو! میں ان تین کے بعد خلیفہ ہوں۔ یعنی جو تھا خلیفہ ہوں۔ دو خلافت بلا فصل، کی واضح تردید قرآن ہی واقعہ صغین؛

شَرَّ قَالَ أَمَا يُعَدُّ ! فَإِنَّ اللَّهَ بَعَثَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَأَنقَذَ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ
وَالْغَيْشِ بِهِ مِنَ الْهَلَكَةِ وَجَمَعَ بِهِ بَعْدَ
الْفُرْقَةِ شَرَّ قَبِضَهُ اللَّهُ وَفَدَّ آدَى مَا
عَلَيْهِ شَرَّ اسْتَحْلَفَ النَّاسُ أَبَا بَكْرٍ شَرَّ
اسْتَحْلَفَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ وَآخَسَنَ السَّيْرَةَ
وَغَدَا فِي الْأُمَّةِ وَفَدَّ وَجَدْنَا عَلَيْهِمَا
أَنْ تَوَلَّيَا الْأَمْرَ دُونَنَا وَنَحْنُ آلُ رَسُولٍ
وَإِحْقَ بِالْأَمْرِ فَغَفَرْنَا ذَلِكَ لَهُمَا

(واقعہ صغین ص ۱۲۹)

ترجمہ:

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تو آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو گمراہی اور ہلاکت سے بچایا۔ اور گروہوں میں بٹ جانے کے بعد آپ کو بیچ کر انہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے اٹھایا۔ آپ نے اپنی تمام ذمہ داریاں بخوبی بناہ دی تھیں۔ آپ کے

بعد لوگوں نے ابو بکر صدیق کو خلیفہ بنایا۔ پھر ابو بکر نے حضرت عمر کو خلافت عطا کی۔ یہ دونوں سیرت کے اعتبار سے بہترین آدمی تھے۔ اور امامت میں ان دونوں نے عدل و انصاف سے کام لیا۔ ہم نے ان کی صرف یہ افسوسناک بات دیکھی۔ کہ یہ دونوں ہماری موجودگی میں نظام حکومت کی باگ دوڑ سنبھال بیٹھے۔ حالانکہ ہم رسول اللہ کی آل ہیں۔ اور اس منصب کے زیادہ حق دار تھے۔ تو ہم نے ان کی یہ لغزش بھی معاف کر دی۔ کیونکہ ایک خلیفہ و امام کو جو کرنا چاہیے ان دونوں نے وہی کچھ کیا ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان اقوال سے معلوم ہوا۔ کہ خلیفہ کے لیے منصوص کرنا اللہ کی شرط ہرگز نہیں۔ بلکہ شرط بالکل باطل اور لغو محض ہے۔ ہاں آپ یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے خلیفہ و امام کے لیے قرآن و حدیث کے مطابق عدل و انصاف سے حکومت کرنا ضروری ہے۔ ماسی لیے حضرت علی المرتضیٰ کو اگر شیخین کے خلیفہ بنتے ہیں مہولی سی ناراضگی تھی بھی تو عدل و انصاف سے حکومت کرنے کی وجہ سے وہ معاف کر دی لیکن یاد رہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ آل منصب خلافت کے لیے منصوص من اللہ میں ہوں۔ تم کیوں اس پر متمکن ہو گئے؟ بلکہ آپ نے اپنی ناراضگی کا اظہار ان الفاظ سے کیا۔ ووان تسولیا الامم ردوننا، یعنی ہم سے خلیفہ بنتے وقت تم نے مشورہ نہ کیا۔ حالانکہ خلافت اجتماعی مشورہ سے ہوتی ہے۔ اور اگر ان سے شیخین مشورہ لے لیتے تو وجہ ناراضگی بھی ختم ہو جاتی۔ جو بعد میں ختم ہو گئی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معاف کر دیا۔ اگر معتقدات اہل تشیع کو دیکھا جائے۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ کو نہ ان کی خلافت تسلیم کرنا چاہیے تھی۔ نہ ان کی بیعت کرنی چاہیے تھی۔ اور نہ ہی ان کی معافی کا اعلان کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ جب منصوص من اللہ خلیفہ ٹھہرے۔ تو ان کے مقابلہ میں ہی ان کے ہوتے ہوئے

شیعین نے خلافت کا دعویٰ نہیں بلکہ بالفعل خلافت کی۔ تو اس کی وجہ سے وہ (معاذ اللہ) جہنمی اور کافر بن گئے۔ ایک جہنمی اور کافر (جو کفر پر ہی مر گیا تب ہی جہنمی ہوا) کے لیے تو اللہ کے ہاں بھی مغفرت نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ ایسے کو بخشنے کا کیا حق رکھتے ہیں؟ جب کہ تاریخ گواہ ہے کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے خلافت سے دست برداری نہیں کی اور اسی منصب پر متمکن ہوتے ہوئے دارِ قافی سے رخصت ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز اس بات کو تسلیم نہ کرتے تھے کہ اہمیت و خلافت و منصوص من اللہ، ہوتی ہے۔ یہ اہل تشیع کی دو گمراہی ہوئی، شرط ہے۔ نہ قرآن میں اس کا ثبوت، نہ احادیث میں اس کا وجود اور نہ حضرات ائمہ کے اقوال اس کے مؤید اور حاکم۔ انہیں حقیقت تک رسائی عطا فرمائے۔ اور اسے سمجھنے کی توفیق اور قبول کرنے کی ہمت عطا کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل چہارم

مسئلہ ”بدا“ سے امامت و خلافت
کے منصوص ہونے کی تردید

”منصوص من اللہ“ کی شرط امامت اور خلافت کے لیے ایسا پارے ماتھیوں نے
اختراع تو کر لی لیکن یہ ان کے گلے ہی پر لگتی۔ اور ایسی پڑی۔ کہ اس سے جان چھڑانے
کے لیے انہیں حضرات ائمہ اہل بیت کو استعمال کرنا پڑا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے معتقدین اور محبین کو فرمایا۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے میرے
بعد منصب امامت و خلافت کے لیے میرے بیٹے اسماعیل کا نام تجویز فرمایا ہے۔
یعنی اسماعیل بطور امام منصوص من اللہ ہے۔ لیکن خدا کا کرنا کہ اسماعیل نامی یہ فرزند امام جعفر
صادق کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا۔ اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کہ بقول
امام اسماعیل کو ایک دن کی امامت بھی نصیب نہ ہوئی۔ یہ کیسی منصوص من اللہ امامت تھی؟
اس کا کیا جواب بن پڑتا۔ کہہ دیتے ایسا امام جعفر نے نہیں کہا تھا۔ لیکن کہہ کر جو
منکر جائے وہ دوسرا، کس کام کا؟ ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔ جو امام جعفر کی طرف منسوب
کر کے پھیلائی گئی۔ خود بری الذمہ ہیں۔ اب جواب دے تو گھر والا ہی دے۔ اس لیے چہ

ان "مومنوں" کو امام نقی کا سہارا لینا پڑا اگر کے زعم، ہوتے ہوئے ان کے حضور یہ بات ہوتی تو متہ پر مارتے۔ لیکن بیٹھ بیٹھ پیچھے تو لوگ خدا کو بھی معاف نہیں کرتے (معاذ اللہ معاذا اللہ) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ چونکہ امام ہیں۔ ان کی بات ان کی تھوڑی اشک کی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس اعلان میں کچھ اللہ تعالیٰ پر حروف آتا تھا۔ اس لیے امام نقی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ کا "بدر" کہا گیا۔ اور وہ بھی ایسا کہ جیسا در بدر ہے، کبھی اسے بھی نہیں ہوا۔

اصول کافی:

عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ
 أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضَى ابْنُهُ
 أَبُو جَعْفَرٍ وَإِنِّي لَأَفِكِرُ فِي نَفْسِي أُرِيدُ أَنْ
 أَقُولَ كَا تَهُمَا أَعْنِي أَبَا جَعْفَرٍ وَأَبَا مُحَمَّدٍ
 فِي هَذَا الْوَقْتِ كَأَبِي الْحَسَنِ مُوسَى وَ
 إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ وَإِنْ قِصَّتَهُمَا كَقِصَّتِيهِمَا إِذْ كَانَ
 أَبُو مُحَمَّدٍ الْمُرَجَّبَا بَعْدَ أَبِي جَعْفَرٍ
 فَأَقْبَلَ عَلَيَّ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 قَبْلَ أَنْ أَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَا هَاشِمٍ
 بَدَأَ اللَّهُ فِي أَبِي مُحَمَّدٍ بَعْدَ أَبِي جَعْفَرٍ مَا
 لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ لَهُ كَمَا بَدَأَ لَهُ فِي مُوسَى
 بَعْدَ مَضَى إِسْمَاعِيلَ مَا كَشَفَتْ بِهِ عَنْ حَالِهِ
 وَهُوَ كَمَا حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ وَإِنْ كَرِهَ

الْمُبْطِلُونَ وَأَبُو مُحَمَّدٍ ابْنِي الْخَلْتِ
مَنْ يَعِدُنِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ
وَمَعَهُ إِلَهٌ إِلَّا مَامَةٌ

(امول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۲)

کتاب الحجۃ، باب

الاشارة والنص علی ابی

محمد الخ، مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

علی بن محمد نے اسحاق بن محمد سے روایت کی۔ اور اسحاق نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی کہ کہا ابو ہاشم نے کہ میں ابوالحسن (امام تقی) علیہ السلام کے پاس تھا جب کہ ان کا بیٹا ابو جعفر وفات پا چکا تھا اور میں اپنے جی میں فکر کر رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کہہ دوں کہ گویا یہ دونوں یعنی ابو جعفر اور ابو محمد (امام حسن عسکری) اس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو بیٹوں ابو الحسن موسیٰ (کاظم) اور اسماعیل کی مانند ہیں۔ اور ان دونوں کی حکایت ان دونوں کی حکایت کی مانند ہے۔ کیونکہ ابو محمد (حسن عسکری) ابو جعفر کے بعد امام بنائے گئے۔ پس پیشتر اس کے کہ میں بولوں۔ امام ابوالحسن (علی تقی) علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ ہاں اسے ابو ہاشم اللہ تعالیٰ کو ابو جعفر کے بعد ابو محمد کے بارے میں بڑا واقع ہوا۔ اور وہ امر ظاہر ہوا۔ کہ جس سے اس کا حال کھل گیا۔ اور یہ امر یونہی ہے۔ جس طرح تیرے دل میں گزرا اگرچہ اہل باطل برائے ہیں۔ اور ابو محمد حسن عسکری میرا بیٹا میرے بعد میرا قائم مقام ہے

اور اس کے پاس مایحتاج الیہ کا علم ہے۔ اور اس کے پاس سامانِ امانت ہے۔

”بدا، اور اس کی تعریف

تصحف اثنا عشریہ؛

يَقَالُ بَدَأَ لَهُ إِذَا ظَهَرَ لَهُ رَأْيٌ مُخَالَفٌ
لِلرَّأْيِ الْأَوَّلِ وَهُوَ الَّذِي حَقَّقَهُ الشَّيْخُ
فِي الْعُدَّةِ وَأَبُو الْفَتْحِ الْكِرَاجِيُّ فِي كُنْزِ
الْعَوَائِدِ وَالَّذِي حَقَّقَهُ الْمُرْتَضَى فِي
الذَّرِّيَّةِ وَيُشْعِرُ بِهِ كَلَامُ التَّطْبَرِسِيِّ
هُوَ أَنَّ مَعْنَى قَوْلِنَا بَدَأَ لَهُ تَعَالَى أَنَّهُ
ظَهَرَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ مَا لَمْ يَكُنْ ظَاهِرًا.

(تصحف اثنا عشریہ ص ۱۱۴۵)

ترجمہ:

جب کسی شخص کو اپنی پہلے رائے کے مخالف کوئی نئی رائے ظاہر ہو تو اسے اس کا دوبدار، کہتے ہیں۔ اور یہی معنی شیخ نے عدۃ الاصول میں، ابو الفتح نے کنز العوائد میں ذکر کیے۔ اور کتاب الذریعہ میں مرتضیٰ کی تحقیق اور بربسی کا کلام اس طرف اشارہ کرتا ہے ”واللہ تعالیٰ کو بداء ہو گیا، کا معنی یہ ہے۔ کہ اس کا کوئی ایسا امر ظاہر ہو گیا۔ جو پہلے ظاہر نہ تھا۔“

نوٹ:

صاحب تصحف اثنا عشریہ علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے یہ

عربی عبارت ایک شیوہ کتاب دو اعلام الہدیٰ فی تحقیق الابداء، اسے نقل فرمائی ہے فیہما
راقم الحروف کے پاس یہ کتاب نہیں لیکن شاہ صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے میلنے
حرف بکرت نقل کر دی۔

چہار دہ معصوم:

بداد و لغت معنی تہجد و ظہور رائے تازہ ایست و اصطلاحاً دروکی مر
معنی است۔

۱۔ بدای و در علم۔ وائل جنیں است کہ برائے شخصی خلاف اپنے می دانستہ
ظاہر شود۔

۲۔ بدای در ارادہ۔ وائل بدیں طریق است کہ بر خلاف ارادہ سابق ارادہ
دیگرے کہ حق است ظاہر شود۔

۳۔ بدای در امر۔ وائل بدیں معنی است کہ شخص اولاً بچیز امر نماید پس بر خلاف
اں امر کند۔

(چہار دہ معصوم جلد دوم ص ۱۸۹)

بداد و نظر امید۔ ملبوعہ تہران طبع بیروت

ترجمہ:

لغت میں بداد کا معنی تہجد اور نئی رائے کا ظاہر ہونا ہے۔ اور اصطلاحاً
اس کے تین معنی (استعمال) ہیں۔

۱۔ علم میں بداد یہ اس طرح کہ ایک آدمی کو اپنے علم اور اپنی دانستہ کے خلاف
ظاہر ہو جائے۔

۲۔ ارادہ میں بداد۔ یہ اس طرح کہ پہلے ایک ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس کے خلاف نیا
ارادہ کو لیا۔ جو کہ حق ہو۔

۲۔ حکم میں بداد۔ کوئی شخص کسی کام کا حکم دیتا ہے۔ لیکن پھر اس کے خلاف نیا حکم دیتا ہے۔

مختصر یہ کہ دو بداد، کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ایک پہلے رائے قائم کی تھی۔ پہلے ایک علم تھا پہلے ایک ارادہ تھا یا پہلے کسی کام کے کرنا کا حکم دیا۔ لیکن یہ سب غلط نکلے۔ ان کے بعد نئی اور درست رائے ظاہر ہوئی، نیا اور صحیح علم آیا، نیا اور سچا ارادہ کیا اور نیا اور حق و صداقت کا حکم دیا۔

گویا دو بداد، میں غلطی سے صحت اور جہالت سے علم کی طرف انتقال بہر حال موجود ہے۔ اور یہ بداد کی صورت میں اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ انسان کی مذکورہ حالتوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اور انجام کار سے جہالت ٹپک رہی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے "بداد"، مانا جائے۔ تو وہاں بھی اس کا مفہوم موجود ہوگا۔ اور دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ماننا پڑے گا۔ کہ وہ غلطی پر تھا۔ پھر صحت نظر آئی۔ اس نے غلط ارادہ کیا پھر اس کی صداقت ظاہر ہونے پر نیا ارادہ کر لیا۔ اس نے غلط حکم دے دیا۔ لیکن حکم کی صحت ظاہر ہونے پر پہلا واپس لے لیا اور نیا حکم دے دیا۔

(العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

واقع "بداء" پر احادیث از کتب شیعہ

اصول کافی؛

عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَعْيُنٍ عَنْ أَحَدِ هِمَا عَلِيَّيْهِمَا
السَّلَامُ قَالَ مَا جُعِدَ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدَأِ
وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عَمِيرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي

عَبَدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا عَظَّمَ اللّٰهُ بِمِثْلِ الْبَدَأِ.

(اصول کافی جلد اول ص ۴۶ کتاب

التوحيد باب الابداء مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر اور امام جعفر میں سے کسی نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کسی اور چیز کے

ساتھ ایسی عبادت نہیں کی گئی جو بداء اس کے ساتھ کی گئی۔ امام جعفر صادق

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی دو بداء کچھ ساتھ تعظیم کو تلبے مثل

تعظیم ہے۔

اصول کافی:

عَلِيٌّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الرِّيَّانِ بْنِ الصَّدِّقِ قَالَ

سَمِعْتُ الرَّضَا يَقُولُ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا قَطُّ

اِلَّا يَتَحَرَّبُ الْخَمْرَ وَاَنْتَ يُقَرِّئُ اللّٰهَ

بِالْبَدَأِ.

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۸

کتاب التوحيد باب الابداء

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو دو باتوں

کا ضرور حکم دیا۔ ایک شراب کی حرمت کا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی ذات

کے متعلق دو بداء اس کے اقرار کا۔

اصول کافی:

بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنِ ابْنِ جَمْلُوْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ
عَنِ ابْنِ رِثَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَجَّاجِ وَعَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عَمْرٍو جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يَبْعَثُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ أُمَّةً وَاحِدَةً
عَلَيْهِ بِهَاءِ الْمَلُوكِ وَسَيِّمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَذَلِكَ أَنَّهُ
أَوَّلُ مَنْ قَالَ بِالْبَدَأِ.

اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۴

کتاب الحجۃ، باب

موالد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم، مطبوعہ تہران، طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب کو تھا ایک امت اٹھایا جائے
گا جس پر بادشاہوں کا سا جلال اور پیغمبروں کے سے نشان ہوں گے
اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی پہلے شخص میں جو در بدر، کے قائل ہوئے

نوٹ:

اصول کافی کے شارح ملا قزوینی نے الصافی میں "بدر، کا معنی پیشانی کید اور پیشانی
کا وقوع اسی وقت ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص کام کر کے فارغ ہو جائے۔ اور پھر اسے
اپنے کیے ہوئے کام کی غلطی کا علم ہو جائے۔ جو پہلے نہ تھا۔ لہذا اس معنی کی نسبت،
اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بہا بہت بے دینی اور بہت بڑی جرات ہوگی چونکہ الی شیعہ

کے عقائد میں ”دبدار“ داخل ہے۔ تو اس تجرأت کی ابتداء کس نے کی؟ اصول کافی میں اس کا بانی جناب عبدالمطلب کو قرار دیا گیا۔

بہر حال بات یہ ہو رہی تھی۔ کہ جب امام جعفر صادق نے اپنے بیٹے اسماعیل کے لیے امامت، بطور نص بیان فرمائی۔ اور ان کا بیٹا ان کی زندگی میں ہی چل بسا۔ تو لوگوں نے تعجب کیا۔ کہ کیسا درمنصوص امام، تھا۔ کہ ایک دن بھی امامت کرنا نصیب نہ ہوئی تو بار لوگوں نے اس کو ”اللہ کی بداد“ کہا۔ اور یہ بداد بھی اپنی نوعیت کا واحد بداد تھا۔

مسئلہ امامت میں دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو ”دبدار“ ہوا

معاذ اللہ

امام علی نقی نے اعلان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد میرے بیٹے ابو جعفر کو امام مقرر کر دیا ہے۔ لیکن جب ابو جعفر امام علی نقی کی زندگی میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ تو لوگوں میں پریشانی دیکھنے میں آئی کہ جب امامت ”دمنصوص من اللہ“ تھی۔ تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے امامت کا اعلان کیوں کیا۔ جس کی زندگی میں امامت کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اور جب وقت آیا۔ تو یہ ”دمنصوص من اللہ“ دنیا چھوڑ چکے تھے۔ اس اضطراب اور پریشانی کا جواب اہل تشیع نے امام علی نقی کی زبانی یہ دیا۔ کہ امام علی نقی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو میرے بیٹے ابو جعفر کے امام بنانے میں ”دبدار“ ہو گیا تھا۔ دراصل اس نے ابو جعفر کی بجائے حسن عسکری کا اعلان کرنا تھا۔ لیکن اعلان ہو گیا۔ اور جس کے بارے میں اعلان کیا گیا۔ انہیں وقت امامت ملا ہی نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کو پشیمانی اور ندامت ہوئی۔ اور پھر سے نیا اعلان ہو گیا۔ کہ امامت اب ابو جعفر کی بجائے حسن عسکری کی ہوگی۔

سننے والا کہہ سکتا تھا۔ کہ یا امام! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ بھول گیا

اور غلط اعلان کر دیا۔ کبھی ایسا ہوا بھی ہے۔ تو اس اٹھنے والے اعتراض کو بھی امام علی نے دُور فرماتے ہوئے کہا۔ دیکھو! یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے دو بدار، کا عقیدہ عبدالمطلب کی ایسا ہے۔ اور اس کا بالفعل مظاہرہ اس سے قبل بھی ہو چکا ہے۔ وہ اس طرح کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ تم اپنے بیٹے اسماعیل کے بارے میں اعلان کر دو۔ کہ تمہارے بعد مسند امامت پر وہ بیٹھے گا۔ لیکن یہ لڑکا تو اپنے والد امام جعفر کی زندگی میں ہی انتقال کر گیا۔ مسند امامت پر بیٹھنا نصیب ہی نہ ہوا تو اس موقع پر امام جعفر نے بھی اپنے چاہنے والوں کی پریشانی کا حل یہ بتلایا تھا۔ دوستو! میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں امامت کے اعلان میں اللہ تعالیٰ کو دو بدار، ہو گیا تھا۔ لیکن دو ٹوں قسم کے دو بدار، میں ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ اور بے عیب ذات کو بھی کم بنتوں نے اپنی خواہشات کی بعینہٴ چڑھا دیا۔ امامت و خلافت کے منصوص من اللہ ہونے نے کیا کیا گل کھلائے۔ فرضی طور پر امام کی طرف ان کے بیٹے کے لیے نص گھڑی۔ جب وہ پوری نہ ہوئی۔ اور بات بنتی نظر نہ آئی۔ تو اس غلط اور من گھڑت شرط کے جوابات حضرات ائمہ کی طرف سے دینے شروع کر دیئے۔ اور جب انہوں نے خود ساختہ جوابات حضرات ائمہ کو بے بس کر دیا۔ تو اندھوں کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سو جھی، اللہ تعالیٰ کی عیب ذات کو دو بدار، کے چکر میں لا ڈالا۔ اور پھر خرگوش کی سی ایسی چھلانگ لگائی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دو بدار، کا ماننا آنا، آنا، ہم قرار دے دیا۔ کہ اس عیبی عظمت اس عیبی عبادت کوئی دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔ یعنی دو بدار، کا اقرار اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنے کا سب سے عظیم اور اعلیٰ طریقہ ہے۔ اور دو بدار، کا اقرار عبادت ہونے کے اعتبار سے اپنی مثل نہیں رکھتا۔ حاشا للہ۔ والعیاذ باللہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا۔

ایک وضاحت:

اُپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ ہم اہل سنت بھی ان پاکیزہ شخصیات کے ساتھ لفظ امام کا اطلاق کرتے ہیں۔ مثلاً امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام ہدی۔ تو اس لفظ سے مغالطہ نہ لکھائیں۔ کہ اس سے مراد ہمارے نزدیک وہی ہے۔ جو اہل تشیع کے نزدیک ہے۔ بلکہ ہم ان حضرات کی روحانی امامت کے قائل ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کے ناطے سے روحانیت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان کی امامت کے لیے قرآن کریم میں یا احادیث نبویہ میں یا خود ان حضرات کے ارشادات میں کوئی نص موجود ہے۔ تو ہم کھلے بندوں اعلان کرتے ہیں۔ کہ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں تک اعلان کرتے ہیں کہ منصوص من اللہ، کہنے والو! تم میں کوئی ایک دلیل پیش کر دو۔ کہ امام و خلیفہ کی امامت و خلافت کے لیے نص کا ہونا شرط ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کہیں اس قرآن میں ہو جو ان کے امام القائم کے پاس فار میں موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل پنجم

امامت و خلافت کے منصوص من اللہ

ہونے سے خود شیعوں کا انکار

حلیۃ الابرار؛

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ أَوْلِيَّ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) حِينَ قُبِضَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَنْ كَانَ الْأَمْرُ مِنْ
بَعْدِهِ فَقَالَ لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ قُلْتُ فَكَيْفَ صَارَ
فِي غَيْرِكُمْ قَالَ إِنَّكَ قَدَسْتِ قَافِيَهُمُ الْجَوَابَ
إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا عَلِمَ أَنَّ يَفْسُدُ فِي الْأَرْضِ
وَيُنكحُ الْفُرُوجَ الْحَرَامَ وَيُحْكَمُ بِغَيْرِ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَرَادَ أَنْ يَلِيَّ
ذَلِكَ غَيْرُنَا.

(مجلتہ الابار جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۲)

باب التاسع والعشرون

مطبوعہ قم ایران طبع جدید

ترجمہ :

فضیل بن یسار سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام باقر یا امام جعفر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال شریف کے بعد امر ولایت، کس کا حق تھا۔ فرمایا۔ ہم اہل بیت کا۔ میں نے پوچھا تو پھر دوسروں میں کیونکر منتقل ہو گیا۔ کہنے لگے۔ اچھا اگر تم پوچھنا ہی بیٹھے ہو۔ تو جواب سنو۔ اللہ رب العزت نے جب دیکھا کہ زمین میں فساد ہی فساد ہو جائے گا۔ اور حرام شرمگاہوں میں طمی شرع ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ جات دیے جائیں گے۔ تو اس نے "امر ولایت" کو دوسروں کی طرف منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اہل تشیع کی اس تاویل سے بات مانت ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اللہ نے اپنے اذلی ابدی علم کی بنا پر اہل بیت کو خلافت و امامت نہ دی۔ کیونکہ ان کے لیے مناسب نہ تھی۔ جب اللہ نے ہی ایسا کیا۔ تو منصوب من اللہ شرمگاہ گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم قدیم کی بنا پر بخوبی جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابو بکر، پھر عمر بن الخطاب پھر عثمان غنی اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خلیفہ ہوں گے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے لیے دو خلافت بلا فصل، کا منصوب من اللہ ہونا بالکل باطل اور بے اصل ٹھہرا۔

خلافت بلا فصل کا ذکر ہم نے اس لیے کیا۔ کہ شیعوں کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال شریف کے بعد تاقیامت بارہ اماموں کے لیے امامت و خلافت منصوص من اللہ ہوئی۔ جب اس عقیدہ کی بنا پر پہلے امام حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ تو ان کی خلافت منصوص من اللہ ہوئی۔ اور ان کے مقابلہ میں خلیفہ بننے والے ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی (فامصب ہوئے اب مذکورہ بالا عبارت میں جب خود شیعوں تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی جانتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی کا خلیفہ بننا مناسب نہ ہوگا۔ اس لیے اس منصب کے مناسب جو ہے اس کو خلیفہ بنایا گیا۔ تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ امامت و خلافت کے منصوص من اللہ کی شرط من گھڑت اور بے اصل ہے۔

فصل سوئم

شیعوں کے نزدیک امامت کی شرط

دوم یعنی امام و خلیفہ کے لیے معصوم

ہونے کی تردید

گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اہل تشیع کے نزدیک امام کے لیے خلیفہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امامت و خلافت کے مستحق شخص کے لیے ان کے نزدیک معصوم ہونا ضروری ہے۔ اسی شرط کی بنا پر ان لوگوں نے خلافت صدیقی، فاروقی اور عثمانی کے معاملہ میں اہل سنت کو ہدیت تنقید بنایا۔ وہ اس طرح کہ ان تینوں حضرات کے قبل از اسلام زمانہ میں گناہ کا وقوع امر لایہی ہے۔ لہذا جب ان کی عصمت متحقق نہیں۔ تو ان کی خلافت درست نہیں۔

لیکن جس طرح ”منصوص من اللہ“ کی شرط کا کوئی ثبوت ان کے ہاں نہیں۔ بلکہ حضرات ائمہ اہل بیت کے تردید ہی اقوال موجود ہیں۔ اسی طرح شرط عصمت بھی ہے۔ جلیل القدر ائمہ اہل بیت مثلاً حضرت علی المرتضیٰ حضرت امام زین العابدین

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے اقوال اس بارے میں واضح ہیں کہ ان حضرات نے اپنی عصمت کو درست قرار نہیں دیا۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

مجھے خطا سے معصوم مت سمجھو۔ حضرت علی رضی

بجاء البلاغہ

وَلَا تَطْمَئِنُّوا بِئِيسْتِثْقَالًا فِي حَقِّ قَيْدِ
بِي وَلَا اِلْتِمَاسِ اعْتِطَامٍ لِنَفْسِي فَإِنَّهُ
مَنْ اسْتَشَقَلَ الْحَقَّ اَنْ يُقَالَ لَهُ اَوِ الْعَدْلَ
اَنْ يُعْرِضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا اَثَقَلَ
عَلَيْهِ فَلَا تَكْفُؤُوا عَن مَقَالِهِ بِحَقِّ اَوْ هَشْوَرٍ
بِعَدْلِ قَائِي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقِ اَنْ اَخْطِئَ
وَلَا اَمِنَ ذَلِكُ مِنِّي فِعْلِي اِلَّا اَنْ يَكْفَ اللَّهُ مِنِّي
نَفْسِي مَا هُوَ اَمَلِكُ بِهِ مِنِّي۔

(بجاء البلاغہ مخطیہ نمبر ۳۱۶ ص ۲۳۵)

خطبہا بعضین، مطبوعہ بیروت
طبع جدید

ترجمہ:

تم میری نسبت یہ گمان نہ کرو کہ جو حق مجھ سے کہا جائے۔ وہ مجھ پر ناگوار
گزرنا ہے۔ اور نہ یہ گمان کرو میں اپنی ذات کے لیے القاب عظمت
کا خواہاں ہوں کیونکہ جو شخص اس بات کو ناگوار سمجھتا ہے۔ کہ اس سے حق
کہا جائے۔ یا اس پر عدل پیش کیا جائے۔ اس پر حق و عدل پر عمل کرنا اس

سے بھی ناگوار ہوتا ہے۔ اس لیے تم حق کہنے یا عدل سے مشورہ دیتے
 ہو۔ کیونکہ میں بذاتِ خود خطا کرنے سے برتن نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے
 فعل میں خطا سے مامون ہوں۔ مگر یہ کہ خدا مجھے ایسے فعل کی توفیق عطا فرمائے
 جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔

شیطان نے میری باگ دوڑ سنبھال

رکھی ہے حضرت امام زین العابدین

حیضہ کاملہ:

قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عَنَانِي فِي سُوءِ الظَّنِّ
 وَضَعْتُ الْيَقِينَ فَاَنَا أَشْكُو سُوءَ مُجَاوَرَتِهِ لِي
 وَطَاعَةَ نَفْسِي لَهُ وَاسْتَعَصِمْتُكَ مِنْ مَلَكَتِهِ
 وَأَتَضَرَّعُ إِلَيْكَ فِي صَرْفِ كَيْدِهِ عَنِّي۔

(حیضہ کاملہ سجاوید تعینت علی نقی،

فیض الاسلام۔ ص ۲۲۴، الدعاء

الثانی والثلاثون،

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

تحقیق شیطان نے بد ظنی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ دوڑ سنبھال
 لی ہے۔ اور میں اس کی بڑی سلطنت سے شکایت کرتا ہوں۔ اور اپنے

نفس کو اس کی اطاعت کرنے کی بھی شکایت کرتا ہوں۔ اور میں اس کے تسلط سے تیرا دامن تھامتا ہوں۔ اور اس کے مکر و فریب کے دور کرنے میں تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔

صحیفہ کاملہ:

فَإِذَا كَانَ عُمْرِي مَرُّ نَعَا لِلشَّيْطَانِ فَأَقْبَضْتِي
إِلَيْكَ قَبْلَ أَنْ يَسْبِقَ مَقْتِكَ إِلَيَّ أَوْ لِيَسْتَحْكِمَهُ
غَضَبِكَ عَلَيَّ -

(صحیفہ کاملہ ص ۱۳۱، مطبوعہ تہران)

طبع جدید

ترجمہ:

جب میری عمر شیطان کی چراگاہ بن جائے۔ تو مجھے اپنی طرف بلا لینا۔
(موت عطا کر دینا) قبل اس کے تیری ناراضگی مجھے آپکے پاس یا تیرے غضب
مجھ پر مضبوط گرفت کرے۔

ہمیں معصوم سمجھنے والوں پر خدا کی لعنت

انہوں نے جھوٹ، ہماری طرف

نسوب کر دیا

رجال کشی:

فوالله ما نحن الا عبید الذی خلقنا واصطقانا
ما نقدر علی ضرر ولا نفع ان رحمتنا فبرحمتہ وان عذبتنا

فبذنوبنا والله مالنا على الله من حجة ولا معننا من
الله براءة وانا الميتون ومقبورون ومنشرون ومبعوثون
وموقوفون ومسئولون ويلهم مالهم لعنتهم والله
لقد آذوا الله واذوا رسوله (ص) في قبورهم وامير المؤمنين
وفاطمة والحسن والحسين وعلي بن الحسين ومحمد
بن علي (ع)

(رجال کشتی میں ۱۹۶ تذکرہ مغیبتوں
سید مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

خدا کی قسم! ہم اس اللہ کے ادنیٰ بندے ہیں۔ جس نے ہمیں پیدا کیا اور
پسند فرمایا۔ ہم نفع و نقصان کی قدرت نہیں رکھتے۔ اگر ہم پر رحم ہوتا
ہے۔ تو اس کی رحمت سے اور اگر تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے
گناہوں کی وجہ سے۔ خدا کی قسم! اللہ پر ہمیں کوئی حجت نہیں۔ اور نہ
ہی ہمارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی بچاؤ کا سٹریٹجی ہے۔ ہم
بھی مرنے والے، قبروں میں جانے والے، دوبارہ اٹھائے جانے
والے، قیامت کے میدان میں اکٹھے ہونے والے، خدا کے سامنے
کھڑے ہونے والے اور اعمال کے بارے میں سوال کیے جانے
والے ہیں۔ بربادی ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ائمہ اہل بیت
پر بہتان تراشی کی۔ ان پر خدا کی لعنت ہے۔ شک ایسے لوگوں نے
اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ اس کے رسول کریم کو قبر میں دکھ پہنچایا اور حضرت
علی المرتضیٰ، حسین کریمین، فاطمہ الزہراء، علی بن حسین اور محمد بن علی کو

دکھایا۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے حضرات ائمہ اہل بیت کرام کے اقوال و ارشادات سے ہم نے ثابت کر دکھایا۔ کہ خلیفہ و امام کے لیے عصمت، کا ہونا کوئی شرط نہیں۔ امام جعفر اپنے بارے میں عصمت کے قائل کو زیادتی کا مترکب قرار دے رہے ہیں۔ اور ایسا شخص ان کے نزدیک ملعون ہے۔ اور پورے خاندان اہل بیت کو ناراض کرنے والا اور تکلیف پہنچانے والا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ارشاد میں امام کی ضرورت کے ساتھ اس کے اوصاف کے بارے میں فرمایا۔
شیخ البلاغۃ:

وَ اِنَّكَ لَا بَدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اِمِيْرٍ يَزُوْ فَاجِرٍ۔

شیخ البلاغۃ خطبہ منگس ۸۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

ترجمہ:

لوگوں کے لیے امام ہونا لازمی ہے۔ چاہے وہ نیک ہو یا فاجر۔

آخری بات:

حضرت علی المرتضیٰ کا درج بالا قول مسئلہ امامت و خلافت میں شرط عصمت میں دو ٹوک فیصلہ کر رہا ہے۔ کہ اچھا بڑا دونوں قسم کے امام و امیر بن سکتے ہیں۔ ان کے لیے عصمت کی کوئی شرط نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ائمہ بنی العابدین

اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے اقوال بھی گزر چکے۔ موجود قرآن کو تو یہ لوگ ایسے ہی محرف اور نامکمل سمجھتے ہیں۔ آبا کران کے پاس روایات و احادیث ائمہ ہی تھیں۔ جو ان کے ہاں قرآن سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یا کم از کم اس کے برابر ہیں ہم نکان سے ایسے شواہد پیش کر دیئے۔ جو ایک منصف اور حق کی تلاش رکھنے والے کے لیے اس معاملہ میں مکمل راہنمائی کرتے ہیں۔ اور دو ٹوک انداز میں یہ بتلا رہے ہیں کہ امامت و خلافت کے لیے عصمت کا بطور شرط ہونا اہل تشیع کی اختراع ہے۔ ان کی خود ساختہ شرط ہے نہ اس کی کوئی حقیقت اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت اور دلیل پائی جاتی ہے۔ اسی لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما ان پر لعنت بھیجی۔ انہیں اللہ کی پھٹکار کا سزاوار قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ایک کتاب جسے قدرت نے شاہکار بنا دیا

عظمت اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جانشین محقق اسلام علامہ محمد طیب نقشبندی مدظلہ العالی

☆ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار و افتراق کی فضا کو ختم کر کے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔

☆ ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔ جن کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

☆ محبت اہل بیت اطہار کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار کے متعلق بے صبری، بے قراری جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں بیٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔

☆ اس قدر دلنشین انداز، جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں

☆ لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔

باب سوم

اہل سنت پر امامت یزید
سے متعلقہ اعتراضات

اعتراض اول

”یزید، اہل سنت و جماعت کا امام ہے“

بیچ

فقہ حنفی مرتبت علی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے ”کہ میرے بعد بارہ خلفاء
خاندان قریش میں سے ہوں گے، اس ارشاد نبوی کا مصداق آئمہ اثناعشرہ رضی اللہ عنہم
میں سنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے امام ہدیٰ موعود تک بارہ امام ہیں لیکن
اہل سنت و جماعت نے اس ارشاد نبوی کا مصداق اپنے طور پر یوں متعین کیا کہ ان
بارہ ائمہ میں انہوں نے ”یزید بن معاویہ، کو بھی امام و خلیفہ مانا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدینی
السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب در تاریخ الخلفاء، میں یوں ذکر فرمایا:

تاریخ الخلفاء:-

وَإِضَاحُ ذَلِكَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَجْتِمَاعِ
إِنْقِيَادَ مُتَابِعِيهِ وَالذِّمِّيَّ وَقَعَ أَنَّ النَّاسَ
اجْتَمَعُوا عَلَى أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ
عَلِيٌّ لِأَنَّ وَقَعَ أَمْرَ الْحَكَمِيِّينَ فِي صَفِيِّينَ قَيْسِيٍّ
مُعَاوِيَةَ يَوْمَئِذٍ بِالْخِلَافَةِ ثُمَّ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى
مُعَاوِيَةَ عِنْدَ صَلَاحِ الْحَسَنِ ثُمَّ اجْتَمَعُوا عَلَى وَلَدِهِ
يَزِيدَ وَلَمْ يَنْتَظِمُوا لِلْحَسَنِ أَمْرًا قَبْلَ ذَلِكَ

ثُمَّ لَمَامَاتٍ يَزِيدُ وَقَعَ الْإِخْتِلَافُ إِلَى أَنْ
اجْتَمَعُوا عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ بَعْدَ قَتْلِ ابْنِ
الزُّبَيْرِ ثُمَّ اجْتَمَعُوا عَلَى أَوْلَادِهِ الْأَرْبَعَةِ الْوَلِيدِ
ثُمَّ سُلَيْمَانَ ثُمَّ يَزِيدَ ثُمَّ هَشَامٍ وَتَخَلَّلَ بَيْنَ
سُلَيْمَانَ وَيَزِيدَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَهُوَ لِأَرْبَعَةِ سَبْعَةٍ
بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَالثَّانِي عَشَرَ هُوَ الْوَلِيدُ
بْنُ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ
لَمَامَاتٍ عَمَّهُ هَشَامٌ -

تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۱۱ فصل

مدت الخلفاء فی الاسلام مطبوعہ

مطبع جدید

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ”میرے بعد بارہ خلفاء ہوں
گے،“ کی وضاحت اور تفصیل پھر یوں ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے ارشاد پاک میں جو در اجماع امت، کا ذکر فرمایا۔ تو اس سے مراد
ان خلفاء کی بیعت پر امت کی آمادگی ہے۔ اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ارشاد کے مطابق واقع ہوا۔ وہ یہ کہ لوگوں نے سب سے پہلے صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع کیا۔ پھر ان کے بعد علی المرتضیٰ حضرت عمر،
حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عوام نے اطاعت
کی۔ اور ان کی بیعت کی۔ پھر جب جنگ صفین میں ثنات مقرر کرنے کا واقعہ
پیش آیا۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس وقت خلافت کے
نام سے نامزد کیا گیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کی (ام خلافت میں) صلح ہو گئی۔ (اور امام موصوت نے خلافت سے دستبردار
فرمائی) تو لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت اور اطاعت کر
لی۔ پھر ان کے بیٹے یزید پر عوام کا اتفاقِ اطاعت ہوا۔ لیکن حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ کے بارے میں معاویہ پر اجتماع نہ ہوا تھا۔ کہ آپ کو شہید کر
دیا گیا۔

پھر اس کے بعد جب یزید مر گیا۔ تو اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور لوگ پھر
سے عبد الملک بن مروان پر متفق ہو گئے۔ یہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر کے
شہید ہونے کے بعد کی بات ہے۔ پھر اسی عبد الملک بن مروان کے
چاروں بیٹوں پر لوگوں کا اتفاق رہا۔ یعنی ولید، سلیمان، یزید اور ہشام۔
سلیمان اور یزید کے درمیان حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور خلافت
ہے۔ تو اس طرح خلفاء راشدین کے بعد یہ سات اشخاص کے بعد دیگرے
مسند خلافت پر ٹھکن ہوئے۔ اور بارہواں خلیفہ در ولید بن یزید بن عبد الملک
تھا کہ جس پر لوگوں نے اس وقت اتفاق کیا۔ جب اس کا چچا ہشام فوت
ہو گیا۔

طریقہ استدلال :-

علامہ حلال الدین السیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ارشادِ نبوی کی اس تفصیل و توضیح
سے یہ بات بالکل واضح ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ اماموں کے متعلق
پیش گوئی میں ایک امام "یزید" بھی ہے۔ اور علامہ السیوطی سینوں کے نہایت معتبر اور
مستند عالم محقق ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت "یزید" کو امام اور خلیفہ مانتے
ہیں۔ لہذا جو ایسے شخص کو خلیفہ و امام مانتا ہو۔ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا

ردمانی رشتہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ شخص ہے جس کے گرد میدانِ کربلا کا واقعہ گھومتا ہے۔ جس میں خانوادہ اہل بیت پر ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ تو معلوم ہوا۔ یہ لوگ ”محبِ رسول“ نہیں۔ بلکہ ”محبِ یزید“ ہیں۔ اور یہ مسلم امر ہے۔ کہ دنیا میں جس کی جس سے محبت ہوگی۔ بروز محشر اسی کے ساتھ ہوگا۔

لہذا ان سنیوں کو کل قیامت میں یزید کی معیت حاصل ہوگی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قریب تک نہ آنے دیں گے۔ اور آپ کی اہل بیت کا بھی ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

آگاہی :-

جو طعن ابھی ذکر کیا گیا۔ ہم اس کے متعلق وضاحت سے گفتگو کریں گے۔ لیکن سرِ دست اتنی گزارش ضرور کر دیتے ہیں۔ کہ یہ طعن کربلا کا ایک ایسا پلندہ ہے۔ کہ اسے پڑھ کر بعض بھولے بھالے سنی حضرات بھی اس شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کہ علامہ جلال الدین سیوطی ایسے محقق شخص نے یزید کو بھی ان بارہ خلفاء میں سے ایک لکھا ہے۔ کہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی تھی۔ اور شیعوہ حضرات اس طعن کو اس قدر بیجا تک انداز میں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ اس طعن کے ذریعہ ”یزید“ کا سہارا لے کر سنیوں کو قابلِ ملامت گردانیں۔ اور پھر اسی تیر سے دوسرا شکار یہ کریں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق امام سیوطی کے ذکر کردہ حضرات نہیں۔ کیونکہ ان میں یزید بھی آتا ہے۔ بلکہ ان سے مراد وہی بارہ امام ہیں۔ جن کے شیعوہ قائل ہیں۔ اس لیے وہ کوشش کر کے یہ ثابت کرنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ کہ امامت و خلافت کے حق دار صرف ائمہ اہلبیت ہی ہیں۔ اور وہ بارہ ائمہ ہیں۔ جن کی پیش گوئی حضور ختمی مرتبت نے فرمائی تھی۔ لیکن اس ضمن میں وہ جل وینے اور دھوکہ فریب سے کام لے کر یہ باور کرانا چاہتے

ہیں۔ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ (صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی) کی خلافت مہرورہ تھی۔ بلکہ باطل تھی۔ اور حضور کے ارشاد میں مذکورہ بارہ ائمہ میں سے یہ نہ تھے۔

بنا براین ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس طعن کا تفصیل کے ساتھ رد لکھیں۔ تاکہ حق و باطل یوں معلوم ہو جائیں۔ جیسا سورج کی روشنی۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے۔ کہ ہمارے وہ بھائی دوستی جو اس عبارت اور طعن سے کچھ ڈوگمگانے لگتے ہیں۔ ان کی دادرسی ہو سکے۔ اور بد عقیدگی کے دلدل میں گرنے سے ان کو بچایا جاسکے۔ اور طعن کرنے والے اور ان کے حامی اگر حق و انصاف کے طالب ہوں۔ تو انہیں صحیح راستہ مل جائے۔ باقی توفیق ہدایت اللہ واحد کے قبضہ قدرت میں ہے۔

واللہ یهدی من یشاء الحی صراط مستقیم

جواب اول:۔ بارہ امام اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے۔

شیعہ لوگوں نے حدیث مذکورہ کو جس بنا پر طعن کی بنیاد قرار دیا۔ ان کا ایسا کرنا ہی از اول تا آخر غلط اور سراسر باطل ہے۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ حدیث مذکورہ تو ان بارہ ائمہ کے متعلق تھی جنہیں شیعہ مانتے ہیں۔ لیکن سنیوں نے اس کا مصداق کچھ اور لوگوں کو بنا لیا ہے اور ان میں سے یزید بھی ایک ایسا شخص ہے۔ جو امام و خلیفہ ہے۔

تو ایسے ذرا نظر انصاف سے دیکھیں۔ کہ کتب شیعہ نے جو امامت و خلافت کا معیار بیان کیا۔ کیا اس معیار کے مطابق اور تمام ائمہ اہل بیت کے مطابق ان کے مقرر کردہ بارہ کے بارہ ائمہ پورے اترتے ہیں۔ وہ شرائط جو ان کی کتب میں مذکورہ ہیں۔ ان کے مطابق تمام ائمہ اہل بیت حدیث مذکورہ کے مصداق ہرگز نہیں بن سکتے۔ بلکہ صرف تین حضرات ہی ہیں۔ جو ان شرائط کے حامل ہیں۔ کتب شیعہ میں مذکورہ شرائط امامت و خلافت ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر آپ خود ان شرائط کو حضرات ائمہ اہل بیت میں سے تین

کو چھوڑ بانی پر منطبق کریں۔ تو خود بخود بات واضح ہو جائے گی۔

علم الحیوۃ :- شیعوں کے اصولِ خلافت ہی بارہ اماموں کی امامت کا رہیں

تو یہ اول در بیان اُن کے پیش عصرے خالی از امام نہی باشد و اُن امام از جانبِ
خدائی باید منصوب باشد۔

”بدانکہ امامت عبارت است از اولیٰ بقدرت او صاحب اختیار بودن
در دین و دنیا است بجائینی حضرت رسول (ص) و در ضمن دلائل بر وجود نبی
ظاہر شد کہ صلاح ناس و ہدایت ایشان در رفع نزاع و جدال از ایشان بدین
قیمتی و ریشی میسر نمی شود۔ چنانچہ حضرت امام رضا (ع) در علی فضل بن شادان
فرمود است کہ چون خداوند عالمیان مرسوم را با مرے چند تکلیف فرمودہ و
اندازہ چند از برائے او امر و نواہی خود مقرر ساخت و امر فرمود کہ ایشان
از حدود تعدی کنند کہ صورت فساد ایشان است پس ناچار است کہ برایشان
اینے بگمارد کہ مانع ایشان گردد۔ تعدی کردن و ارتکاب محرمات نمودن
زیرا اگر چنین شخصے نباشد، بحکس لذت و منفعت خود را از برائے مفسدہ
کہ بدیگرے عائد گردد ترک نخواہد کرد۔ چنانچہ ظاہر است از نفوس طبائع
مردم۔ لہذا خدای تعالیٰ و امامے برائے ایشان مقرر فرمود کہ ایشان را منع
نمائند از فساد و حدود احکام الہی را در میان ایشان جاری سازد۔ چنانچہ
ظاہر است کہ بیچ فرق از فرق و ملتے از ملتے تعیش و بقائے ایشان بدوں
سرکردہ و ریشے بنودہ۔ چون جائز باشد کہ حکیم علیہم السلام خلق را خالی گزارد
از امامے کہ مصلح احوال ایشان باشد و با دشمنان ایشان محاربہ نماید۔ و غنائم و
صدقات را در میان ایشان بعد از قسمت نماید۔ و اقامہ جمعہ و جماعت

درمیان ایشیاں بنجائید۔ و دفع شہر ظالم از مظلوم بکنند ایضا اگر امام سے درمیان
مردم بنائند کہ حافظ دین پیغمبر باشد ملت مند می شود و دین بر طرف شود
احکام الہی متغیر و متبدل گردد،

(عین الحیوۃ مصنفہ تلایا قرآنیہ مجلسی ص ۶۹ تنویر اول
مطبوعہ تہران طبع جدید)

جنگ پہلی تنویر اس بارہ میں ہے۔ کہ کوئی دور امام سے خالی نہیں ہوتا۔ اور وہ امام
اللہ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ امامت کا مطلب ہے رسول کی جانشینی میں امت مسلمہ
کے دینی اور دنیاوی امور کے متعلق سب سے زیادہ لائق تصرف اور صاحب
اختیار ہونا۔ اور نبی کے وجود کے ضروری ہونے کے دلائل میں ظاہر ہو
چکا ہے۔ کہ لوگوں کی اصلاح و ہدایت اور ان کے مابین جھگڑے اور فساد ختم
کرنا وغیرہ امور کسی ناظم اور رئیس کے بغیر ناممکن ہیں۔ چنانچہ امام رضائے
فضل بن شادان کے ظل میں فرمایا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو چند
چیزوں کا ملک بنایا اور کچھ اوامر و نواہی مقرر کیے۔ اور کچھ حدود مقرر
کیں۔ کہ ان سے تجاوز نہ کرنا ورنہ تمہیں نقصان ہوگا۔ تو پھر ضروری تھا
کہ ان پر ایک امین مقرر کیا جائے جو انہیں ظلم و ستم کرنے اور حرام کاموں
کے ارتکاب سے روکے۔ اگر ایسا شخص نہ ہو تو ہر شخص مقصد برآری کے
لیے دوسرے کا نقصان کرنے سے باز نہ آئے۔ جیسا کہ انسان کی فطرت
سے یہ بات ظاہر ہے! لہذا اللہ نے ان پر ناظم اور امام قائم کیا۔ جو انہیں
فساد و تعدی از حدود سے روکے۔ احکام الہی ان میں جاری کرے۔
چنانچہ یہ ظاہر ہے۔ کہ کوئی فرقہ اور کوئی گروہ ایک سرکردہ سربراہ کے بغیر

نہیں ہوتا۔ تو یہ کیسے جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خلی کو ایسے امام سے خالی رکھے جس کا یہ کام ہے کہ ان کے احوال کی اصلاح کرے۔ ان کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ مال غنیمت اور دیگر صدقات ان میں انصاف کے ساتھ تقسیم کرے جمہ اور جماعت کا اہتمام رکھے اور مظلوم سے ظالم کی شر زدور کرے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان امام نہ ہو تو دین پیغمبر اور اس کی امت مٹ جائے۔ اور احکام الہی تبدیل ہو کر رہ جائیں۔ الخ

(ترجمہ عین الحیوۃ مصنفہ طاباقر مجلسی ص ۶۹)

تذویر اول مطبوعہ تہران

حدیقتہ الشیعہ:-

جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ نبوت کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد اللہ پر لازم ہے۔ کہ ایک امام قائم کرے جو خود بھی پیغمبر ہی کی مثل ہو۔ جو لوگوں کی رہنمائی کرے۔ ان تک احکام الہی پہنچائے اور شریعت کی حفاظت کرے۔ تو معلوم ہو گیا کہ ایسا شخص ضروری ہے کہ صفت عصمت و طہارت سے متصف ہو۔

(حدیقتہ الشیعہ مصنفہ احمد بن محمد المعروف
مقدس اردبیلی ص ۱۴ مطبوعہ تہران ذکر نوم
عصمت امام)

خمس وصول کرنا امام وقت کی ذمہ داری ہے۔

اصل الشیعہ و اصولہا :-

وَيُقَسَّمُ سِتَّةَ أَقْسَامٍ ثَلَاثَةٌ لِلَّهِ وَ
لِرَسُولِهِ وَ لِذِي الْقُرْبَىٰ وَ هَذِهِ السِّتَامُ
يَجِبُ رَفْعُهَا إِلَى الْإِمَامِ إِنْ كَانَ ظَاهِرًا
وَ إِلَى نَائِبِهِ وَ هُوَ الْمُجْتَهِدُ الْعَادِلُ إِنْ
كَانَ غَائِبًا يَدْفَعُ إِلَى نَائِبِهِ فِي حِفْظِ
الشَّرِيعَةِ وَ سَدَانَةِ الْمِلَّةِ وَ يَصْرِفُهُ عَلَى
مُهَيِّمَاتِ الدِّينِ وَ مَسَاعِدَةِ الضُّعَفَاءِ وَ
الْمَسَاكِينِ .

راصل الشیعہ و اصولہا ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر

مصنف محمد حسین آل کاشغری العطار

ترجمہ :- مال غنیمت کو چھ حصوں میں بانٹا جائے گا۔ ان میں سے تین حصے اللہ

اس کے رسول اور ذوالقربی کے ہوں گے۔ اور یہ تینوں حصے امام کے حوالے

کرنا واجب ہیں بشرطیکہ وہ ظاہر موجود ہو۔ اور غائب ہونے کی صورت

میں اس کے نائب یعنی مجتہد عادل کو دیا جائے گا۔ تاکہ وہ نائب ان تینوں

حصوں کی رقم کو شریعت کی حفاظت اور ملت کی مضبوطی پر صرف کرے۔

اور اہم دینی ضروریات بھی اسی سے پوری کرے۔ نیز ضعیف و مسکین لوگوں

کی امداد بھی اسی سے کرے۔ (اب چونکہ شیعوں کا امام روپوش ہے۔

لہذا مذکورہ تین حصے ان کے مجتہدین اور مولویوں کو دینا واجب ٹھہرا۔)

دنیا سے شر و فساد اور ظلم و ستم مٹانا امام کا فرض ہے۔

حقیقۃ الشیعہ :-

چوں عالم قصر طوائف امم و محل نزاع و فساد نبی آدم است باید ہمیشہ یکے
 از جہتہائے خدا درین عالم باشد و ایشان پیغمبران و اوصیائے ایشان اند
 پس باید کہ بعد از حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ائمہ طاہرین
 علیہ السلام موجود باشند در زمین یا ظاہر و مشہور یا غائب و مستور تا حفظ
 کتاب خدا و سنت مصطفیٰ نماید و بندگان خدا را حسن معاش و معاد برینج
 صواب و سلاو کہ آل را شریعت نام است تعلیم نماید و از ظلم و فسق و فساد
 بازدارد زیرا کہ ایں امر عظیم کہ ریاست عامہ است از کسے می آید کہ بصفت
 عصمت متصف باشد۔

(حقیقۃ الشیعہ ص ۱۷۳ مصنف مقدس)

ارغزی فصل دوازدهم مطبوعہ تہران)

ترجمہ: جبکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ دنیا مختلف امتوں اور لوگوں کی رہائش گاہ
 ہے۔ اور اولادِ آدم کے باہم جھگڑوں اور اختلافات کی جگہ ہے۔ تو پھر
 ایسے میں اللہ تعالیٰ کی محبتوں میں سے ایک محبت اس کائنات میں ضروری
 ہونی چاہیے۔ انبیائے کرام اور ان کے وصی ہی وہ شخصیات ہیں جو
 اللہ کی حجتیں ہیں۔ لہذا یہ بھی لازمی ہے۔ کہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ائمہ طاہرین میں سے کوئی ایک ضرور
 موجود ہو۔ چاہے وہ ظاہر اور لوگوں کے سامنے موجود ہو چاہے

غائب اور نظروں سے اوجھل ہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) کی حفاظت اور مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نگہداشت کرے۔ اور اللہ کی مخلوق اور اس کے بندوں کی معاشی زندگی اور اخروی زندگی ایک درست اور بہتر طریقہ سے انہیں سکھائے۔ جس طریقہ کو شریعت کہتے ہیں۔ یا ہم ظلم و ستم اور فسق و فساد سے لوگوں کو بچائے۔ چونکہ یہ ریاست عامہ کا ایک بہت بڑا کام ہے۔ اس لیے اتنا بڑا کام اسی شخصیت سے متوقع ہو سکتا ہے جو صفت عصمت کے ساتھ مقصوف ہو۔

امام کے لیے بہادر ہونا بھی لازمی ہے تاکہ فریضہ جہاد کی ادائیگی کر سکے۔

عین الجبوة :-

و باید که کمالی رائے و شجاعت داشته باشد تا از عہدہ مجاہدہ با اعدائے دین بتواند آمد۔

(عین الجبوة) طلاباً قرصی ص ۸۴ تنویر
ششم۔ تہران)

ترجمہ: اور امام کے لیے ضروری ہے۔ کہ بہادری اور شجاعت میں کمالی ہو۔ تاکہ دین کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی اور جہاد کر سکے۔ اور اس زبرداری سے جی نہ چرائے۔

❖ ❖ ❖

❖

حدود کا قیام، زکوٰۃ و عشر و عزیبہ کی وصولی اور نظام اسلامی کا

قیام امام کی ذمہ داری ہے

کشف الغمہ:-

لَا بُدَّ قَائِمُهُ بِأُمُورِ النَّاسِ وَمَصَالِحِهِمْ
هَادٍ لَهُمْ إِلَى طُرُقِ الْخَيْرَاتِ
مُهْتَمًّا بِإِقَامَةِ الْحُدُودِ وَإِسْتِيفَاءِ
الْأَمْوَالِ وَتَفْرِيقِهَا فِي وَجْهِهَا
حَافِظًا لِنِظَامِ الْعَالَمِ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ
مِنَ الْمَصَالِحِ

دکشف الغمہ فی معرفۃ الاممہ جلد ۱ ص ۵۶

فی عدو الاممہ

ترجمہ: (سید ہاشم شیعہ مصنف کشف الغمہ ضرورتِ امامت کے عقلی دلائل کے
ضمن میں لکھتا ہے) ایک ایسا شخص تو ضرور ہونا چاہیے۔ جو کہ لوگوں کے
باہم امور کا نگران اور ان کی بھلائیوں کے قائم کرنے والا ہو۔ اور عوام کو
خیر و برکت کے طریقوں کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حدود کا
اہتمام کرتا ہو۔ اور شریعت کے قوانین کے مطابق مال کی وصولی کر کے
صحیح مصارف پر انہیں خرچ کرتا ہو۔ نظام دنیوی کا نگران ہو۔ ان کے
علاوہ دیگر مصلحتیں اور بھلائی کے کام اس کے زیر نگرانی ہوں۔

اسلامی ملک کی سرحدوں کی ذمہ داری بھی امام پر

عائد ہوتی ہے۔

اصول کافی :-

إِنَّ الْإِمَامَةَ زِمَامَ الدِّينِ وَنِظَامِ
 الْمُسْلِمِينَ وَصَلَاحِ الدُّنْيَا وَعِزِّ
 الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الْإِمَامَةَ أَسُّ الْأَسْلَامِ
 النَّاسِ وَفَرْعُهُ السَّامِيُّ، بِالْإِمَامِ تَمَامُ
 الْمَلَكُوتِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ
 وَالْجِهَادِ وَتَوْفِيرِ الْفَيْءِ وَالصَّدَقَاتِ
 وَالْمُضَاءِ الْحُدُودِ وَالْأَحْكَامِ وَمَنْعِ
 الثُّغُورِ وَالْأَطْرَافِ .

داصول کافی جلد اول متن کتاب الحجۃ

باب تادوجامع فی فضل الامام

وصفاً - مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ :- امامت کوین کی باگ دوڑ، مسلمانوں کا نظام، دنیا کی بہتری اور ایمان
 والوں کی عزت ہے۔ بے شک امامت ہی پھلنے پھولنے والے اسلام
 کی جڑ اور اس کی بلند شاخ ہے۔ اسی امامت کی بدولت نماز، زکوٰۃ
 روزے، حج اور جہاد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور مال غنیمت کی وصولی و تقسیم

وصولی صدقات، حدود کا نفاذ، احکامات الہیہ کا اجرا اور ملک کے قلعوں و سرحدات کی حفاظت بھی فرائض امامت میں ہی داخل ہیں۔

ان چند ذکر کردہ عبادت سے شیعہ لوگوں کے امام کی

درج ذیل ذمہ داریاں اور شرائط ثابت ہوئیں

۱۔ اللہ تعالیٰ پر یہ لازم ہے۔ کہ امام مقرر فرمائے۔ تاکہ وہ دنیا سے شر و فساد کی بیخ کنی کرے۔
(عین المہیوۃ)

۲۔ انسانوں کی باہم ایک دوسرے پر زیادتی کا خاتمہ کرے۔
(عین المہیوۃ)

۳۔ اسلام اور اس کے ماننے والوں سے جنگ کرنے والے سے جنگ کرے۔
(عین المہیوۃ، اصول کافی)

۴۔ امام کے لیے اپنے دور کا سب سے بڑا بہادر ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس مقصد کے لیے مقرر فرمایا۔ اس کے تحفظ کا اہل ہو۔ اور مخالفین کا سر نیچا کر سکے۔
(عین المہیوۃ)

۵۔ خمس وصول کرے۔ اور اگر خود موجود نہ ہو۔ تو اس کا نائب اس فریضہ کو سرانجام دے۔
(اصل الشیعہ)

۶۔ زانی، شرابی، قاذف، ڈاکو اور چور پر وہ حدود جاری کرے۔ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائیں۔ تاکہ نظام قیام حدود سے فتنہ و فساد مٹ جائے۔ اور امن و آسائش کا دور دورہ ہو۔

(کشف الغم، اصول کافی)

۷۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں (ذمیوں) سے خراج وصول کرے۔ اور مالِ غنیمت کی وصولی کا اہتمام کرے۔ تاکہ ان مدت سے وصول شدہ خرچ سے ملکی معیشت درست رہے۔ اور غربت و تنگدستی کا سبب نہ ہو جائے۔ اور خوشحالی کا دور رہے۔ (کشف الغمہ)

۸۔ ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی بجا آوری کی ذمہ داری اٹھائے۔ (اصول کافی)

۹۔ سرحدوں کی مکمل حفاظت اور مملکتِ اسلامیہ کی چاروں اطراف کی کڑی نگرانی کرے۔ تاکہ کسی غیر مسلم ملک اور اس کے صاحبان اختیار کے حملہ سے رعایا بالکل محفوظ رہے۔ (اصول کافی)

۱۰۔ نظامِ عالم کا نگران و نگہبانِ امام ہوتا ہے۔ یعنی روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں اور ان کے مفادات کا تحفظ امام کے ذمہ ہوتا ہے۔ اگر کسی بھی جگہ شورش اور غیر مسلموں کی شہادت سراٹھائے۔ تو اس کی سرکوبی امام کے ذمہ ہوتی ہے۔

شیعوں کے نزدیک

امام کے غائب رہنے کا فلسفہ اور ایک ضروری

وضاحت

اوپر لکھے گئے وہ مقاصد اور ذمہ داریاں ہیں۔ جن کا حق دار بلکہ پورا کرنے کا ذمہ دار شیعوں لوگوں کے نزدیک صرف اور صرف امام ہوتا ہے۔ اہل تشیع کے مذہب میں انہی عظیم تر مقاصد اور بقائے نسل انسانی کے عظیم امور کے سرانجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بارہ ائمہ کو مقرر فرمایا۔ جن کی ابتداء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے

ہوئی۔ اور امام غائب (امام ہدی) تک آئی۔

مذکورہ ذمہ داریاں کسی ایک زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ تھیں۔ بلکہ ”حدیقۃ الشیعہ“ کی عبارت کے مطابق ان ذمہ داریوں کا اہل ہر دور اور ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی ہونا چاہیے اس لیے کفر و نفاق کا خاتمہ، مجرموں پر نفاذِ حدود، صدقات و زکوٰۃ و خراج کی وصولی اور اقامتِ صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ ایسے امور ہیں۔ جن کی انجام دہی کے لیے ہر دور میں کسی منتظم کی ضرورت لازمی ہے۔ اور تا قیامت ضرورت رہے گی۔ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک چونکہ امامت صرف بارہ اشخاص کے لیے ہی تھی اس لیے تیرھویں کی گنجائش نہ رہی۔ لہذا جب تک نسل انسانی باقی ہے۔ اس وقت تک ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کسی نہ کسی طریقہ سے امامت کا منصب بھی باقی رکھنا تھا۔ اور وہ بھی صرف بارہ حضرات میں۔ تو گیارہ ائمہ کی وفات کے بعد بارھویں امام کو امام غائب، قرار دیا گیا۔ تاکہ قیامت تک اس کی امامت بھی رہے۔ اور تیرھویں کی ضرورت بھی نہ پڑے۔ ذرا ان کی اپنی کتاب ”حدیقۃ الشیعہ“ کا ملاحظہ فرمائیے۔

حدیقۃ الشیعہ:-

”والبتہ امام دو واژوہم را باید کہ عمر دوازہ با شیعہ تا بقائے او یا تا زہ زمان
تکلیف باشد و چہ ممکن نیست کہ دین قائم بماند تا بروز قیامت بوجہ دو واژوہ
کس مگر بر تقدیر مذکور“

(حدیقۃ الشیعہ ص ۲۷۳)

لہذا یہ امر یقینی ہے۔ کہ بارھویں امام کی عمر اتنی لمبی ہونی چاہیے۔ جب تک زمانہ تکلیف (یعنی احکام الہی پر عمل کرنے والے موجود ہوں) ہو۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ مذکورہ جو کچھ بغیر بارہ ائمہ کے ذریعہ قیامت تک دین کا قائم رہنا ناممکن

ہے۔ کیونکہ تیرھواں نہیں سکتا۔ اور گیارہ اگر رہی بقا ہو گئے۔ لہذا بارہویں امام کا زمانہ تاقیام قیامت ہے۔ اس لیے اس کی عمر بھی اتنی ہی ہوتی چاہیے۔ چونکہ اتنی طویل عمر نہ اس سے قبل کسی کی ہوئی۔ اور نہ کوئی اتنا طویل عرصہ لوگوں میں رہا۔ لہذا اس طویل عمری کے حصول کا صرف یہی طریقہ ہے۔ کہ اُسے ”غائب“ کر دیا جائے۔ اور اس کی آمد کی امیدیں باندھی جائیں۔ اس طویل دور میں باہم نزاع و فساد، ظلم و ستم سرحدوں کی حفاظت خمس و زکوٰۃ وغیرہ کی وصولی اور دیگر امور چاہے کتنے ہی بگڑ جائیں۔ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا خون ہو رہا ہو۔ اغیار زند تاتے پھریں۔ لیکن امام چونکہ غائب ہے۔ لہذا اس کی آزادی ہے۔ بلکہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو بھی اپنا قانون تبدیل کرنا پڑا۔

وغیر ذالک من الخرافات الواہیة والمزعومات الفاسدہ
اعاذنا اللہ تعالیٰ عنہا۔

ہمارا سوال :-

کتب شیعہ سے ہم نے مذہب شیعہ میں امام کے فرائض اور ذمہ داریاں جو گنوائی ہیں۔ ان کی روشنی میں اہل تشیع سے ہمارا سوال ہے۔

۱۔ کہ ان فرائض کی ادائیگی کیا ان تمام اماموں نے کی ہے جنہیں تم حضرت علی المرتضیٰ سے لے کر امام پہری تک (بارہ امام) مانتے ہو۔

۲۔ کیا یہ امر واقعی ہے۔ کہ ہر ایک امام مجرموں پر حدود شرعیہ جاری کرتا رہا۔

۳۔ کیا یہ ثابت ہے۔ کہ بارہ ائمہ میں سے ہر ایک نے صدقات و زکوٰۃ اور خیرات و جزیر وصول کیا ہے؟

۴۔ کیا تمام ائمہ نے اپنے اپنے دور امامت میں فتنہ و فساد اور ظلم و شریک

دور کیا ہے؟

۵۔ کیا مملکتِ اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت اور کفار کے ساتھ ہر امام نے جہاد

کے فرض کو نبھایا ہے؟

۶۔ کیا امام غائب نے اپنے دورِ امامت میں پروردہِ سفار میں رہ کر دنیا سے افراتفری، ظلم و تعدی اور ناانصافیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اور اسلامی ممالک کی سرحدیں محفوظ کر دی ہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے۔ اور ہر عقل مند جانتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے بارہ ائمہ میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے نورِ نظر حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ صاحبِ اقتدار تھے۔ دوسرے دس ائمہ اقتدار میں نہ آسکے۔ یا ان کو اقتدار نہ ملا۔ لیکن حدودِ الہیہ کا اجراء، کفار سے جہاد، سرحدوں کی حفاظت تو اقتدار ہاتھ میں ہوتے ہوئے ہو سکتی ہے۔ تو جب یہ اقتدار سے محروم تھے۔ تو ان سے ان فرائض کی ادائیگی کب ممکن۔ ہم شیعوں سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ اگر واقعی اشدب العزت نے تمہارے اقوال کے مطابق تمہارے اماموں کو ان امور کی انجام دہی کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ تو ۷۔ ان تمام ائمہ کو اقتدار و حکومت کیوں نہ دی۔ اور ان کے چہرہ ذکر وہ فرائض کے ادا کرنے کا توفیق کیوں نہ بخشی۔

ہا تو اب رہا نکرمان کنت مرطد قین

”جمہور اہل سنت“ کے نزدیک یزید بارہ خلفاء میں شامل نہیں

اہل سنت کے ایک عظیم عالم علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ایک قول جو ذکر کیا گیا۔ جس میں ”تجتمع علیہ الاقوال، اکی تاویل کرتے ہوئے علامہ موصوف نے یزید کو بارہ خلفاء میں شمار کیا ہے۔ یہ انہوں نے اپنا مسلک اور

نظریہ بیان نہیں فرمایا۔ کیونکہ اسی کے ساتھ انہوں نے ایک اور قول بھی ذکر کیا ہے جسے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے۔

تاریخ الخلفاء:-

قُلْتُ وَعَلَىٰ هَذَا فَقَدَّ وَجِدَ مِنَ الْإِثْنَيْنِ
عَشْرَ خَلِيفَةٍ الْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ وَالْحَسَنُ
وَالْمَعَاوِيَةُ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ
الْعَزِيزِ هَلْوَ لَا إِشْرَافِيَّةً إِذْ يُضَمُّ إِلَيْهِمْ
الْمُهْتَدِيُّ مِنَ الْعَبَّاسِيِّينَ لِأَنَّهُ فِيهِمْ
كَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ وَ
وَكَذَلِكَ الظَّاهِرُ لِمَا أُوتِيَتْهُ مِنَ الْعَدْلِ
وَبَعَى الْإِثْنَانِ الْمُتَنَظِّرَانِ أَحَدَهُمَا الْمَهْدِيُّ
لِأَنَّهُ مِنْ آلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۲۱ فصل فی مدۃ الخلفاء

فی الاسلام مطبوعہ مصر

ترجمہ:- (ذکر شدہ تاویلات کی بنا پر) میں کہتا ہوں۔ کہ بارہ خلفاء میں سے آٹھ

یہ ہو چکے۔ ۱۔ صدیق اکبر۔ ۲۔ فاروق اعظم۔ ۳۔ عثمان غنی۔ ۴۔ علی المرتضیٰ

۵۔ حسن بن علی۔ ۶۔ معاویہ۔ ۷۔ ابن زبیر۔ ۸۔ عمر بن عبدالعزیز

رحمۃ اللہ علیہم جمعین۔ ان کے ساتھ اگر عباسی خلفاء میں ہندی کو گنا جائے

جو خاندان امیہ کے خلفاء میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرح نیکو

عادل تھا۔ تو یہ تو ان خلیفہ ہوا۔ اور اسی طرح ”طاہر، بھی بوجہ عادل

ہونے کے دوران خلیفہ ہوا۔ تو بارہ یگانے ایک ساتھ امام مہدی ہیں۔ کیونکہ وہ
اَلْبیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔

قرۃ العینین:-

”ویزید بن معاویہ، خود انہی میں ساقط است بحدیث عدم
استقرار و مدت معتد بہا و سود سیرت او۔“

ترجمہ:- ان بارہ خلفاء میں سے (کہ جن کی پیش گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی)
یزید بن معاویہ قابل شمار نہیں۔ کیونکہ ایک تو وہ معتد بہا مدت نہ گزار سکا
اور دوسری وجہ اس کی بڑی سیرت تھی۔

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ ”یزید بن معاویہ، ان بارہ خلفاء میں
شمار نہیں جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ لہذا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے
اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہ ”یزید اہل سنت کا امام ہے، قطعاً بے وزن اور ناقابل
اعتبار ہے۔“

اگر علی بسیل تنزل یہ بات بالفرض تسلیم بھی کر لی جائے۔ کہ امام جلال الدین سیوطی
نے اول الذکر قول کے مطابق ”یزید، کو بارہ خلفاء میں شامل کیا ہے۔ تو بھی یہ قول اہل سنت
پر طعن نہیں بن سکتا۔ کیونکہ علامہ سیوطی نے ”تجتمع علیہ الامۃ“ کی تاریخی
اعتبار سے تاویل بیان کی۔ اور یوں تطبیق کی راہ نکالی۔ تاکہ اس جملہ سے مضمون حدیث
پر کوئی اعتراض نہ ہو سکے۔ تو اس تاویل و تطبیق کو اہل سنت کا مذہب و مسلک قرار دینا۔
کسی طور پر زیبا نہیں۔

اس کے علاوہ تیسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ حدیث زیر نظر میں صرف تعداد خلفاء
کی بات ہے۔ اس میں ان خلفاء کے اخلاق و سیرت کے متعلق ایک جملہ بھی درج نہیں

ہوا۔ لہذا انہیں "مخلفاء و راشدین" سمجھنا (اس حدیث سے) بالکل لائینی بات ہوگی۔ صرف تعداد کے طور پر امام سیوطی نے ان بارہ میں سے ایک یزید کا خلیفہ ہونا بھی لکھ دیا۔ تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا۔ کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ایک تھا۔ بلکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرما دیا ہے۔ کہ یزید کی خلافت و امامت پر اگرچہ امت کا اجماع ہوا۔ لیکن اس کی بدکرداری اور بد اخلاقی اور حدود شریعہ کی پامالی کی بنا پر وہ قابلِ امامت اور باعزت معنی طعن ہے۔ اس لیے حدیث مذکور سے اہل سنت پر کسی طور پر یہ الزام لگانا "کہ یزید ان کا امام ہے" درست نہیں۔

لَحْهٖ فِکْرَیَّہٗ۔

مذکور حدیث کو لے کر جو اہل تشیع نے بنیاد طعن بنایا۔ اس میں مذکور لفظ "و" "و" جمع علیہ الامۃ، کی تاویل اور احتمال امام سیوطی نے خود ذکر فرما دیا۔ اور کتب شیعہ کتب میں اصول و قواعد کی کتب بھی ہیں۔ میں سے ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ صفات و شرائط امامت جو مذہب شیعہ میں ایک امام کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ اور بعض فرائض امامت بھی ہم نے گنوائے۔ تو ان صفات و شرائط اور فرائض کے حامل نہ ہونے کی وجہ سے ائمہ اہل بیت اس حدیث کے مصداق قرار نہیں پاتے۔ اور نہ ہی یہ حدیث ان پر مطبق ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر زیر نظر حدیث کے ایک اور جملہ کو دیکھا جائے۔ وہ یہ کہ "ان کے زمانہ میں دین غالب رہے گا"، تو بھی اس حدیث کا مصداق ائمہ اہل بیت نہیں بنتے۔ کیونکہ اس جملہ کی روشنی میں ائمہ اہل بیت کی بیعت کا اگر ملاحظہ کیا جائے۔ جو اہل تشیع نے اپنی کتب میں ذکر کی ہے۔ تو بات بالکل ٹھکر کر سامنے آجائے گی۔ ایسے ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

شیوہ کتب میں تقیہ کی فضیلت

قَالَ (ع) مَنْ تَرَكَ التَّقِيَةَ قَبْلَ خُرُوجِ قَائِمِنَا
 فَلَيْسَ مِنَّا وَقَالَ (ع) التَّقِيَةُ دِينِي وَدِينُ
 آبَائِي وَقَالَ (ع) لَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَةَ لَهُ
 وَقَالَ النَّبِيُّ (ص) تَارِكُ التَّقِيَةِ كَتَارِكِ
 الصَّلَاةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ
 الْمُتَأَفِّقِينَ بِتَقِيَةٍ كَانَ كَمَنْ صَلَّى خَلْفَ
 الْأَبِيَّةِ وَقَالَ الصَّادِقُ (ع) مَنْ آذَاعَ
 عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ
 قَتَلَنَا عَمَدًا وَلَهُ يَقْتُلُنَا
 خَطَاءً

در جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۰۸

فصل الثالث والاربعون فی

التقیة مطبوعہ نجف اشرف

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے امام غائب (امام مہدی) کے ظہور سے پہلے تقیہ کرنا چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ اور امام موصوف نے یہ بھی فرمایا۔ کہ تقیہ کرنا میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔ اور مزید فرمایا کہ جس نے تقیہ نہ کیا اس کا دین ہی نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تقیہ کا تارک ایسے ہے جیسا کہ نماز کا تارک۔ امام جعفر فرماتے ہیں جس نے کسی منافق کے پیچھے تقیہ کر کے نماز ادا کی۔ اس نے گویا امام وقت

کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور امام جعفر صادق نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جس نے ہماری کوئی بات لوگوں میں پھیلائی۔ اس نے گویا ہمیں ہی جان بوجھ کر قتل کیا۔ اور قتل خطا نہ کیا۔

حاصل کلام :-

جامع الاخبار سے مذکور حدیث نے ثابت کر دیا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک بقول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دروین ائمہ اہل بیت، کو شائع اور عوام میں اس کا پرچار کرنا آنا بڑا جرم ہے۔ کہ ایسا کرنے والے دراصل ائمہ اہل بیت کو عمداً قتل کرنے والا ہے۔ لہذا کوئی بھی امام جعفر صادق کے بعد آنے والا امام خود اپنے آباؤ اجداد کا قاتل بنا کر گوارا کر سکتا ہے۔ اس لیے جب وہ اس گناہ سے بچے گا۔ تو لازمی طور پر وہ ان کے دین کو چھپائے رکھے گا۔ اور پھر اس چھپانے پر اسے ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔ اور امام موصوف کی طرف سے یہ ہدایت ہے۔ کہ امام غائب کے ظہور تک ہمیں تقیر اختیار کئے رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ ہمارے دین سے نکل جاؤ گے۔ قطع نظر اس کے کہ حدیث موضوع میں کتنا تضاد اور کذب بیانی ہے۔ ہر ذی عقل نہت اس کے الفاظ سے یہ معلوم کر سکتا ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے ان کی کسی بات کے ظاہر کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی۔ تو اس ممانعت کے ہوتے ہوئے ائمہ اہل بیت کے دور میں دین کا غلبہ تو کجا اس کا ظہور ہی نہ تھا۔ حالانکہ علامہ سیوطی سے منقول حدیث میں ان بارہ خلفاء کے دور میں دین کا غلبہ پانا موجود ہے۔ تو اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ بات کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس حدیث کا مصدر ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور یہ کیسے ممکن کہ اس حدیث کو امام سیوطی اور دیگر تمام اہل سنت پر طعن بنا کر پیش کیا جائے ؟



ثابت ہوا:-

کہ کتب شیعوں میں امام و خلیفہ کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کی کتب میں جو ائمہ اہل بیت سے ایسی روایات پائی جاتی ہیں۔ جن سے دین کے چھپائے رکھنے کو ایک عظیم کارنامہ قرار دیا گیا۔ ان تمام عبارات کو دیکھ کر ثابت ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں دین کا غلبہ تو کجا اس کا ظہور تک بھی نہ ہو سکا۔ لہذا حدیث مذکور کا مصداق بقول شیعہ ائمہ اہل بیت ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دین کا غلبہ اور قوت پذیر ہونا اور دین کو چھپائے رکھنا دونوں ایک دوسرے کی ضدیں ہیں۔ اور ان میں سے ایک ہی بات ہو سکتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مصداق ائمہ اہل بیت نہیں۔ لہذا اس حدیث کو اہل سنت و جماعت پر ایک طعن کے طور پر پیش کرنا بھی سراسر غلط اور بے بنیاد گوشش ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب دوم

امام ایسوی رحمۃ اللہ علیہ کی جس عبادت کو پیش کر کے طعن کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔
 درحقیقت وہ ایک ایسی حدیث کی شرح میں تحریر کی گئی ہے۔ جو مختلف طریقوں سے منقول
 و مروی ہے۔ ان مختلف طریقوں سے ایک طریقہ روایت ایسا ہے۔ جو کتب اہل سنت
 اور کتب اہل تشیع میں مذکور ہوا ہے۔ اس طریقہ روایت پر دونوں کتب میں الفاظ بھی برابر
 ملتے جلتے ہیں۔ لہذا جب ایک ہی روایت ایک ہی الفاظ سے دونوں کتب میں مذکور
 ہے۔ تو پھر اسے صرف اہل سنت پر طعن کرنے کے لیے ذکر کرنا کہاں کی دشمنی ہے۔
 ملاحظہ ہو۔

لماذا نحن شيعة۔

جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ رَفَعَهُ لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ كَمَا نَمَا
 حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمْ إِثْنَا عَشَرَ خَيْفَةً كَمَا نَمَتْ
 تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ۔

(۱) لماذا نحن شيعة جلد اول ص ۱۴۱

مصنف محمد رفیعی الرضوی شیعہ مطبوعہ قاہرہ

طبع جدید

(۲) تاریخ الخلفاء ایسوی ص ۱۴۱ مذکورہ حدیث الخلفاء

فی الاسلام مطبوعہ مصر

ترجمہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم فرمادے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دین اس قبضہ تک تم میں مضبوطی سے قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ خلیفہ (باری باری اپنا دور خلافت) گزار نہ دیں۔ ان تمام بارہ خلفاء پر امت کا اجماع ہوگا۔

مذکورہ حدیث جو کہ کتب اہل سنت و اہل تشیع میں ایک ہی طور پر مروی ہے۔ اس میں صاف صاف یہ بیان ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ خلفاء ایسے آئیں گے۔ جن کے دور خلافت میں دین و اسلام قائم و مضبوط رہے گا۔ اور ان کی خلافت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہوگا۔ اور تمام لوگ ان کو اجتماعی طور پر اپنا خلیفہ تسلیم کریں گے۔

اب ذرا تاریخی حقیقت کو پیش نظر رکھئے۔ اور کتب تاریخ سے ورق گردانی کر کے ذرا اس بات کو تلاش کیجئے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ کون کون سے خلیفہ آئے۔ جنہیں لوگوں نے اتفاق خلیفہ مانا اور دین و اسلام کا قیام باقی رہا۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ کہ وہ بارہ خلفاء وہی تھے۔ جن کا تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تشریح میں کیا۔ وہ بالترتیب یہ ہیں۔

(۱) صدیق اکبر (۲) فاروق اعظم، (۳) عثمان غنی، (۴) علی المرتضیٰ (۵) امیر معاویہ۔
(۶) یزید (۷) عبد الملک بن مروان، (۸) ولید بن عبد الملک، (۹) سلیمان بن عبد الملک
(۱۰) عمر بن عبد العزیز، (۱۱) یزید بن عبد الملک (۱۲) ہشام بن عبد الملک۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں مذکور دو باتوں کو پیش نظر رکھ کر واقعات و حقائق اور تاریخ کے حوالہ سے یہ بتلانا چاہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کس طرح صحیح ثابت ہوئی۔ اور وہ کون کون سے خلفاء ہو سکتے ہیں۔ جن کے دور خلافت میں اسلام کو استحکام اور مضبوطی حاصل رہی۔ اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ کب تک ایک ہی اسلامی جہت اور ایک ہی دانا لختلاف رہا۔ اور کب تک

معاذ بصرہ ۲۲۲
خلیفہ پر عوام متفق رہے۔ ان حقائق کے پیش نظر علامہ سیوطی نے بارہ خلفاء کا نام ذکر کیا۔

امام سیوطی کے نزدیک یزید پر اللہ کی لعنت ہے

باقی رہا یہ معاملہ کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بارہ خلفاء میں ”یزید“ کو بھی شمار کیا۔ اور یہ اس لیے کیا۔ کہ یزید ان کے نزدیک متقی اور پرہیزگار خلیفہ تھا۔ اور اس کی خلافت کو علی ہناج البتوت خلافت قرار دیا ہے۔ تو ایسا کہتا اور اصل امام سیوطی پر یہاں باندھنا اور سنگین الزام تراشی کرنا ہے۔ کیونکہ امام سیوطی نے اسی کتاب ”تاریخ الخلفاء“ میں حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات کے دوران یزید اور ان زیاد کے متعلق اپنا نظریہ کھل کر بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

تاریخ الخلفاء۔

لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ وَابْنَ نِيَا مَعَهُ وَيَزِيدَ أَيُّضًا
وَكَانَ قَتْلُهُ بِكَرْبَلَا وَفِي قَتْلِهِ قِصَّةٌ فِيهَا مَوْلٌ
لَا يَتَحَمَّلُ الْقَلْبُ ذِكْرَهَا فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا لِلَّهِ
رَاجِعُونَ۔

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل پر اللہ کی پٹھکار اس کے ساتھ یزید اور ابن زیاد پر خدا کی لعنت۔ آپ کو میدان کربلا میں شہید کیا گیا۔ اور اس شہادت کی طویل داستان ہے۔ جس کے بیان کرنے کی دل جانت نہیں کرتا۔

انا لله وانا اليه راجعون

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا صاف صاف اپنا نظریہ بیان فرما دیا۔ اور یزید
ابن زیاد کو قاتلانِ امام مظلوم کے ساتھ طعون قرار دیا۔ اسی سلسلہ میں مزید اسی کتاب میں
حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت میں یزید کے نام لیوا کا واقعہ بیان کرتے
ہوئے لکھتے ہیں۔

یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے

میں کوٹے لگوائے۔

تاریخ الخلفاء:-

وَقَالَ نُوْفَلُ بْنُ أَبِي الْفَرَاتِ كُنْتُ
عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَذَكَرَ
حَبْلَ يَزِيدَ فَقَالَ قَالَ أَمِيرُ
الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ
فَقَالَ تَقُولُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَآمَرَ بِهِ
فَضْرِبَ عَشْرِينَ سَوْطًا.

ترجمہ:-

نوفل بن فرات کہتا ہے۔ کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس
بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص نے یوں کہا۔ یہ امیر المؤمنین یزید بن معاویہ نے
یوں فرمایا، یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ کیا تو یزید کو امیر المؤمنین
کہتا ہے۔ پھر اسی شخص کو حگلا۔ میں کوڑے مردائے لگئے۔

علامہ سیوطی کا فتوے کے نزدیک پر اللہ، اس کے فرشتوں اور

تمام لوگوں کی لعنت ہے

تاریخ الخلفاء :-

وَفِي سَنَةِ ثَلَاثٍ وَ سِتِّينَ بَلَّغَهُ أَنَّ
 أَهْلَ الْمَدِينَةِ خَرَجُوا عَلَيْهِ وَخَدَعُوهُ
 فَأُرْسِلَ إِلَيْهِمْ جَيْشًا كَثِيفًا وَ أَمَرَهُمْ
 بِقِتَالِهِمْ ثُمَّ الْمَسِيرِ إِلَى مَكَّةَ لِقِتَالِ
 ابْنِ الزُّبَيْرِ فَجَاءُوا وَ كَانَتْ وَقْعَةٌ
 الْحَرَّةِ عَلَى بَابِ طَيْبَةَ وَمَا أَدْرَاكَ
 مَا وَقَعَتْ الْحَرَّةُ ؛ ذَكَرَهَا الْحَسَنُ
 مَرَّةً فَقَالَ وَ اللَّهُ مَا كَادَ يَنْجُو مِنْهُمْ
 أَحَدٌ قُتِلَ فِيهَا خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ الصَّحَابَةِ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ مِنْ غَيْرِهِمْ وَ
 نَهَبَتِ الْمَدِينَةَ وَ اقْتَصَرَ فِيهَا أَلْفُ
 عَدْرًا فَإِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ .
 قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَافَ
 أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَخَافَهُ اللَّهُ وَ عَلَيْهِ
 لَعْنَةُ اللَّهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ

أَجْمَعِينَ -

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَ كَانَ سَبَبَ خَلْعِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنَّ
 يَزِيدَ اسْرَفَ فِي الْمَعَاصِي وَ أَخْرَجَ
 التُّرَاثِيَّ مِنْ طُرُقِ الْبَيْتِ
 عَبْدَ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ بْنِ الْغَسِيلِ قَالَ
 وَ اللَّهُ مَا أَخْرَجْنَا عَلَى يَزِيدَ حَتَّى خِفْنَا
 أَنْ نُرْمَى بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ إِنَّهُ
 رَجُلٌ يَشْكُحُ أَهْلَ الْأَوْلَادِ، وَ الْبَنَاتِ،
 وَ الْأَخْوَاتِ وَ يَشْرِبُ الْخَمْرَ وَ يَدْعُ
 الصَّلَاةَ..... وَ اتَّوَا مَكَّةَ فَحَاصَرُوا
 ابْنَ الزُّبَيْرِ وَ قَاتَلُوهُ وَ دَمَوْهُ بِالْمِنْجَنِيْقِ
 وَ ذَلِكَ فِي صَفْرِ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَ سِتِّينَ وَ
 احْتَرَقَتْ مِنْ شَرَارَةِ نِيرَانِهِمْ أَسْتَارُ
 الْكَعْبَةِ وَ سَقْفُهَا وَ قَرْنَا الْكَبْشِ
 الَّتِي فِي يَدَيْ اللَّهِ بِهِ إِسْمَاعِيلَ وَ
 كَانَا فِي الشَّقْفِ وَ أَهْلَكَ
 اللَّهُ يَزِيدَ فِي نِصْفِ شَهْرِ رَجَبِ
 الْأَوَّلِ -

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۵۳)

(تذکرہ یزید بن معاویہ)

نوشتبہ تریٹھ سن ہجری میں یزید کو اطلاع ملی کہ مدینہ والوں نے اس کی خلافت و امامت سے انکار کر دیا ہے۔ اور بیعت سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر یزید نے ان کی طرف ایک بہت بڑی فوج روانہ کی۔ اور انہیں یہ حکم دیا کہ اہل مدینہ سے جنگ کرو۔ اور اس سے فراغت پر سیدھے مکہ جانا۔ وہاں عبد اللہ بن الزبیر کو ٹھکانے لگانا ہے۔ اور واقعہ حرة مدینہ منورہ کے دروازے پر ہوا۔ تم کیا جانو حرة کیا ہے؟ حسن نے ایک مرتبہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔ خدا کی قسم! ان میں سے کسی نے بھی نجات نہ پائی۔ اس واقعہ میں صحابہ کرام اور دیگر حضرات کو بکثرت قتل کیا گیا۔ اور مدینہ منورہ میں لوٹ مار کی گئی۔ اور لگ بھگ ایک ہزار کنواری دوشیزاؤں کو ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مدینہ کے رہنے والوں کو ڈرایا دھمکایا۔ اسے اللہ ڈرائے۔ اور ایسے پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یزید گناہوں میں بہت اگے جا چکا تھا۔ اور واقعہ مدینہ سے بہت سے طریقوں سے جناب عبد اللہ بن حنظلہ غسیل سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ خدا کی قسم! ہم نے یزید کی بیعت اس حالت میں توڑی۔ کہ ہمیں شدید خطرہ تھا۔ کہ اگر ہم اس کی بیعت پر قائم رہے۔ تو آسمانوں سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا۔ کہ جس نے ماں، بہن اور بیٹی تک سے نکاح کرنا جائز قرار دیا۔ شراب کا عادی تھا۔ اور بے نماز بھی تھا۔ جب شکر یزید کو مکرّمہ پہنچا۔ تو یہاں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر

کا گمراہ کیا۔ اور انہیں قتل کرنے کے لیے منہنق سے ان پر پتھر برسائے۔ یہ ماہ صفر سن چوٹھ کی بات ہے۔ ان لوگوں کی دھکائی ہوئی آگ کے شعلوں سے کعبہ کا غلات بھی جل گیا۔ اس کی چھت بھی راکھ ہو گئی۔ اور کعبہ کی چھت میں رکھے ہوئے وہ سینک بھی جل گئے۔ جو اس فیڈھا کے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے فدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔ خدا کا کرنا کراسی سال ماہ ربیع الاول میں یزید بھی اس دنیا سے اٹھ گیا۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر و نظریہ سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ یزید ان کے نزدیک ایک ایسا انسان تھا۔ جو بد کرداری اور بد عملی کی بنا پر امت مسلمہ کا خلیفہ بننے کی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ اعلانیہ فاسق و قاجر ہونے کی وجہ سے طعون تھا۔ باوجود ان خرابیوں کے امام السیوطی نے جو اسے بارہ موعود خلفاء میں سے گنا ہے۔ وہ صرف ”تجمع علیہ الامت“ کے الفاظ کی تاویل و تطبیق کی وجہ کیا ہے۔ گویا امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ یزید کی خلافت اور امامت کا انکار نہیں کر رہے۔ (اور یہ ہو بھی کیونکہ آخر وہ خلیفہ رہا۔ جو ایک تاریخی حقیقت ہے) ہاں اسے صرف خلیفہ اور حکمران سمجھتے ہیں۔ اگر اس سے زائد وہ کسی فضیلت کا اہل کہتے۔ یا اسے خلیفہ راشد کہتے۔ تو پھر قابل طعن بات ہوتی۔ لیکن ایک تاریخی حقیقت کو کس طرح جھٹلایا جاسکتا ہے۔ علمائے اہل سنت کا یہی نظریہ ہے۔ کہ یزید ایک خلیفہ بن گیا تھا۔ اور کچھ عرصہ امور مملکت کی باگ و دوڑ سنبھالے رکھی۔ اس سے زیادہ وہ صاحب فضل اور خلیفہ علی ہنہاج النبوت ہو۔ تو اس کا قائل کوئی نہیں۔ چنانچہ رواہن تیمیہ، ہاں اس بارے میں مسک اگلے صفحہ پر سنئے۔

ۛ

یزید بن معاویہ

وَمَنْ قَالَ إِنَّهُ إِمَامٌ بِنُ إِمَامٍ فَإِنَّهُ إِذَا أَرَادَ بِذَلِكَ
 أَنَّهُ تَوَلَّى الْخِلَافَةَ كَمَا تَوَلَّاهَا سَائِرُ
 خُلَفَاءِ بَنِي أُمَيَّةَ وَالْعَبَّاسِيَّةَ فَهَذَا أَصِحُّ
 وَلَكِنْ لَيْسَ ذَلِكَ مَا يُوجِبُ مَدْحَهُ
 وَتَعْظِيمَهُ وَالشُّنَاءَ عَلَيْهِ وَتَقْدِيمَهُ
 فَلَيْسَ كُلُّ مَنْ تَوَلَّى كَانَ مِنَ الْخُلَفَاءِ
 الرَّاشِدِينَ وَالْأَيُّمَةِ الْمُهْدِيَّةِ فَمَجْرَدُ
 الْوَلَايَةِ عَلَى النَّاسِ لَا يُمْدَحُ بِهَا الْإِنْسَانُ
 وَلَا يَسْتَحِقُّ عَلَى ذَلِكَ الشُّوَابَ وَإِنَّمَا
 يُمْدَحُ وَيُثَابُ عَلَى مَا يَفْعَلُهُ مِنَ الْعَدْلِ
 وَالصِّدْقِ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ
 الْمُنْكَرِ وَالْجِهَادِ وَإِقَامَةِ الْحُدُودِ كَمَا يَدْمُ
 وَيُعَاقِبُ عَلَى مَا يَفْعَلُهُ مِنَ الظُّلْمِ وَالْكَذِبِ
 وَالْأَمْرِ بِالْمُنْكَرِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمَعْرُوفِ
 وَتَعْطِيلِ الْحُدُودِ وَتَضْيِيقِ الْحُقُوقِ
 وَتَعْطِيلِ الْجِهَادِ .

یزید بن معاویہ مصنف ابن تیمیہؒ

مطبوعہ ابن تیمیہ اکیڈمی کراچی

ترجمہ: جویہ کتاسیہ۔ کہ یزید ایک امام تھا۔ اور امام کا بیٹا تھا۔ تو اس سے

پوچھا جائے گا۔ کہ تمہاری اس سے کیا مراد ہے۔ اگر وہ اس قول سے اپنی مراد یوں بیان کرتا ہے۔ کہ یزید والی خلافت تھا۔ جس طرح نبی عباس اور نبی امیر کے خلفاء ہیں۔ تو یہ درست ہے۔ لیکن صرف اس بنا پر کہ خلیفہ تھا (یزید کسی قسم کی تعریف، تعظیم اور اچھائی کا اہل نہیں بن جاتا۔ اور نہ ہی اس بات کی بنا پر اس کی تعظیم لازم ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ یہ کہاں کا قانون ہے۔ کہ ہر وہ شخص جو کہ خلیفہ یا ملک کا سربراہ بن بیٹھے۔ وہ خلفائے راشدین اور ائمہ ہدیین میں سے ہے۔ محض کسی کا والی مملکت بن جاتا اور لوگوں کی حکمرانی حاصل کر لینا ہی اس کی تعظیم کا سبب نہیں بن جاتا۔

بلکہ اسباب تعظیم و تکریم یہ ہیں۔ کہ ایسا شخص وہ امور سر انجام دے۔ جو کہ قابل ستائش بنا دیتے ہیں۔ مثلاً عدل، صدق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر جہاد اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنا۔ یہ اسی طرح ہے۔ کہ کوئی سربراہ مملکت ظلم، جھوٹ، برائی کا حکم کرنے، نیکی سے روکنے، حدود اللہ کو معطل کرنے، حقوق کو ضائع کرنے اور جہاد کے جذبہ کو ٹھنڈا کر کے اسے معطل کر دینے پر قابلِ ملامت اور قابلِ مذمت ہوتا ہے۔

جواب سوم

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ در میرے بعد بارہ عدد خلفاء ہوں گے۔ اور یہ سب کے سب قریشی ہوں گے ان کے دورِ خلافت میں دین کا غلبہ رہے گا۔ اور ان پر لوگوں کا اجماع ہو گا،

اس مضمون کی احادیث کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع میں مختلف الفاظ سے ملتی ہیں۔ ہم ان کو مختصر طریقہ سے ذکر کر دیتے ہیں۔ جن کے مطالعہ اور پڑھنے کے بعد ہر ذی عقل اور صاحب دانش خود بخود فیصلہ کر لے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و گرامی کا مطلب یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ بارہ بارہ کے بارہ خلفاء ایسے ہوں گے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کی خلافت علی مہتاج النبوت ہوگی۔ جب اس سے مراد یہ نہیں۔ تو پھر اس سے ملتی جلتی روایات کو لے کر اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ کہ دینید اہل سنت کے نزدیک خلیفہ برحق اور امام صادق تھا، کتب اہل سنت و اہل تشیع سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایات ملاحظہ ہوں۔

کتب اہل سنت میں مذکور بارہ خلفاء والی حدیث کے

مختلف الفاظ

ابوداؤد شریف:-

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُمَانَ نَامِرَوَانِ بْنِ
مَعَاوِيَةَ عَنْ اسْمَعِيلَ يَعْنِي ابْنَ ابِي خَالِدٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ
عَبْدُكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ
عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَسَمِعْتُ كَلِمًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ أَفْهَمْهُ فَقُلْتُ لِأَبِي مَا يَقُولُ

قَالَ كَلَّمُهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ-

(ابوداؤد شریف جلد دوم ص ۲۳۲ کتاب الہدی

پنج۔ ایم سعید کمیٹی کراچی)

ترجمہ:-

حضرت جابر بن سمرہ (بخاری اسناد) کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ یہ دین اس وقت تک قائم و دائم رہے گا، جب تک تم میں سے بارہ خلفاء نہیں آتے، یعنی بارہ خلفاء تک دین اسی طرح قائم رہے گا۔ ان بارہ خلفاء کی خلافت پر امت کا اجتماع ہوگا۔ راوی کہتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اور فرماتے سنا۔ لیکن میں سمجھ نہ سکا۔ تو میں اپنے والد سے دریافت کیا۔ ابا جان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا۔ تو ابا جان نے فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ تمام (بارہ خلفاء) قریش میں سے ہوں گے۔

بخاری شریف:-

حدثنا محمد بن المثنى حد ثنا
غندر حدثنا شعبه عن عبد
الملك قال سمعت جابر بن سمره
قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یقول یكون اثنا عشر
امیراً فقال کلیمہ لہم اسمعہا
فقال ابی ائہ قال کلہم

مِن قُرَيْشٍ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۲۔ کتاب اللہام

باب الاستخلاف مطبوعہ مطبعہ قدیم)

ترجمہ:-

(بخاری اسناد) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بارہا میرے ہوں گے۔ پھر آپ نے کوئی بات کی۔ لیکن میں نہ سن پایا۔ تو اپنے والد سے میں نے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ارشاد فرمایا۔ کہتے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ تمام امراء قریش سے ہوں گے۔

مسلم شریف:-

حدثنا رفاعة بن الهميثم الواسطي
واللفظ له قال ناخالد يعني ابن
عبد الله الطحان عن حصين عن
جابر بن سمره قال دخلت مع
ابي علي النبي صلى الله عليه و
سلمه فسمعتة يقول ان هذا
الامر لا ينقضي حتى يمضي فيهم
اثنا عشر خليفة قال ثم
تكلم بكلام خفي علي قال فقلت
لاي ما قال قال كلهم

مِنْ قُرَيْشٍ -

(مسلم شریف جلد دوم ص ۱۱۹ کتاب الامارۃ
مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ:-

(بخلاف اسناد) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے
والد کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں حاضر ہوا۔ تو میں نے آپ
کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بے شک یہ معاہدہ (دین کا قیام) اسی طرح
قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ اس امت میں بارہ خلفاء آجائیں گے،
پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ہستہ سے فرمایا۔ جو میں نہ
سُن سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ کہ آپ نے کیا فرمایا۔ تو اباجان
نے فرمایا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ بارہ کے بارہ خلفاء قریشی ہوں گے

کتب اہل تشیع میں بارہ خلفاء والی حدیث کے

مختلف الفاظ

خصال شیخ صدوق:-

حدثنا شعبة عن سماك بن حرب قال
سمعت جابر بن سمرّة يقول سمعت
النبي صلى الله عليه وسلم يقول
يكون اثنا عشر أميراً وقال كيمة

لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ التَّوْمُ قَالَ كَلِّمُوهُمْ
مِنْ قُرَيْشٍ۔

(خصال شیخ صدوق ص ۲۳۸ ابواب الاثنی

عشر جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا۔ فرمایا بارہ امیر ہوں گے۔ پھر آپ نے ایک اور بات
کہی۔ جو میں نہ سُن سکا۔ لوگوں نے بتلایا۔ کہ آپ نے فرمایا تھا۔ تمام
قریشی ہوں گے۔

خصال شیخ صدوق۔

عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم لا تزال هذِهِ
الأمّة مستقيماً أمرها ظاهراً على
عدوّها يميني اثنتا عشر خديفة
كلهم من قريش۔

(خصال شیخ صدوق ص ۲۳۹ جلد دوم)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا۔ یہ امت اس وقت تک کے لیے صراط مستقیم پر گامزن
رہے گی۔ اور دشمنوں پر اس کا غلبہ رہے گا۔ جب تک اس میں سے
بارہ خلفاء نہیں آجائیں گے۔ اور وہ تمام خلفاء قریشی ہوں گے۔

ۛ

خصال شیخ صدوق :-

اخبرنا شريك عن سماعيل وعبد الله بن عمير وحصين بن عبد الرحمن قالوا سمعنا جابر بن سمرة يقول دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَبِي فَقَالَ لَا تَزَالُ هَذِهِ الْأُمَّةُ صَالِحًا آمُرُهَا ظَاهِرَةً عَلَى عُدُوِّهَا حَتَّى يَمُوتَ اثْنَا عَشَرَ مِائَةً.

(خصال شیخ صدوق ص ۲۳۹ جلد دوم)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اپنے والد کے ساتھ تھا۔ تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ امت اس وقت تک بہتری میں رہے گی۔ اور اس کا اپنے دشمنوں پر غلبہ رہے گا۔ جب تک بارہ بادشاہ نہیں آئیں۔

خصال شیخ صدوق :-

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ صَالِحًا لَا يَضُرُّهُ مِنْ عَادَاهُ أَوْ مَزُنَاوَاهُ حَتَّى يَكُونَ اثْنَا عَشَرَ أَمِيرًا

كُلُّهُم مِّن قَوْلِيْهِ۔

(حصال شیخ صدوق ص ۲۲۲ جلد دوم)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ یہ دین ہمیشہ درست رہے گا۔ اور اس کے دشمن سے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اس کے بدخواہوں کو منہ کی کھانا پڑے گی۔ یہاں تک کہ بارہ امیر نہ آجائیں۔ اور وہ تمام قریشی ہوں گے۔

دونوں اقسام کی کتب سے منقول عبارت سے

درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ موعود بارہ خلفاء کے دور میں دین مستقیم رہے گا۔
- ۲۔ کوئی بیرونی حملہ آور کامیاب نہ ہو سکے گا۔ بلا مغلوب ہوگا۔
- ۳۔ ان بارہ موعود اشخاص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ناموں سے ذکر کیا (۱) خلفاء (۲) امراء (۳) ملوک۔

لمحہ فکریہ :-

ان امور مذکور سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے بارہ اشخاص کے دور تک اسلام بہر حال مضبوط رہے گا۔ وہ بارہ چاہے خلفاء کے نام سے آئیں۔ بادشاہی کے رنگ میں نظر آئیں۔ یا امیر مملکت کی شکل میں گزریں۔ لیکن ان بارہ اشخاص کی سیرت و اخلاق پر قطعاً کوئی اشارہ نہ فرمایا۔ صرف ان کے دور تک غلبہ دین اور انبیاء کی مغلوبیت کا تذکرہ ہے۔ ان کے پرہیزگارا و نزدیک سیرت :-

خوش اخلاق ہونے کا آپ نے ذکر نہیں فرمایا۔ آئیے۔ ذرا تاریخ اسلام کو اٹھا کر دیکھیں۔ کہ اسلام کا غلبہ کب تک رہا۔ اور اغیار کب تک دبے رہے۔ تو ہمیں یہ تاریخ سے شہادت مل جائے گی۔ کہ بارہ مذکور خلفاء تک اسلام کا غلبہ رہا۔ اور اغیار کی سازشوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ بلکہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان نزاع کے وقت رومی بادشاہ کی نیت میں فتور آیا تھا۔ اور اس نے اس موقع سے غلط فائدہ اٹھانے کی فکر کی۔ لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کے مذموم ارادے کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کو جو جواب ارسال فرمایا۔ وہ اس کے ارادوں پر پانی پھیر گند۔
لاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:-

فَلَمَّا رَأَى مَلِكُ الرُّومِ اِسْتِغَالَ
مُعَاوِيَةَ يَحْرِبُ عَلَيَّ تَدَانِي اِلَى
بَعْضِ الْبِلَادِ فِي جُنُودٍ عَظِيمَةٍ وَطَمَعِ
فِيهِ فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَيْهِ وَاللّٰهُ لَيِّنٌ
لَّمْ تَنْتَهَ وَتَرْجِعْ اِلَى بِلَادِكَ يَا لَعِيْنٌ
لَا صُطْحِيْحَنَ اَنَا وَ اِبْنُ عَتِيْنِ عَلَيْكَ
وَلَا خِرَجَتِكَ مِنْ جَمِيْعِ بِلَادِكَ وَ
لَا ضَيِّقَنَّ عَلَيْكَ الْاَرْضَ بِمَا رَحِبَتْ
فَعِيْنَدَ ذِيْكَ خَافَ مَلِكُ الرُّومِ وَ اِنْكَفَتْ -

البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۱۱۱

مطبوعہ بیروت ترجمہ فارسی

ترجمہ۔ جب رومی بادشاہ نے دیکھا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہیں۔ تو اس نے بعض شہروں کے قریب و جوار میں چھاڑی فوج اس لیے اکٹھی کر دی۔ تاکہ ان کو اپنے زیر نگین کرے۔ تو حضرت امیر معاویہ نے پتہ چلنے پر اسے لکھا۔ خدا کی قسم! اگر تو، اسے لے لیں اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ اور اپنے علاقہ میں واپس نہ گیا۔ تو میں اور میرے چچا زاد بھائی (حضرت علی المرتضیٰ) تجھ پر حملہ کریں گے۔ اور تمہیں خود تمہارے علاقوں سے بھی مار بھاگیں گے۔ اور یہ زمین باوجود وسیع و عریض ہونے کے تجھ پر تنگ کریں گے۔ تو اس تحریر کے ملنے پر رومی بادشاہ ڈرا۔ اور دم ببا کو بھاگ نکلا۔

مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا یہی مفہوم تھا۔ کہ آپ کے بعد بارہ حکمرانوں تک اسلام قائم رہے گا اور بیرونی خطرات سے عہدہ برآ ہونے کی امت مسلمہ میں پوری صلاحیت ہوگی۔ رہا یہ کہ وہ بارہ اشخاص اخلاقی قدروں کے حامل ہوں گے۔ یا نہ۔ تو اس کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ان بارہ اشخاص کو کبھی خلفاء کبھی بادشاہ اور کبھی امراء کے الفاظ سے ذکر فرمانا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ ان میں سے کچھ کی خلافت ہوگی۔ جو علی ہناج النبوت ہوگی۔ اور کچھ دوسرے بادشاہی اور امیرانہ رنگ میں آئیں گے۔ ان امر اور ملک کا شمار کسی طور پر خلفائے راشدین میں کرنا درست نہیں۔ لہذا قرینہ کی امارت و حکمرانی کو اگر اس حدیث سے ثابت کیا گیا۔ تو اس سے اس کا متعلق اور اخلاقی حمیدہ سے متصف ہونے کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ لہذا اس ارشاد نبوی کو لے کر اہل سنت پر طعن کرنا انتہائی قابلِ مذمت جسارت ہے۔



”یزید“، جمہور اہل سنت کے نزدیک

گذشتہ اوراق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث پاک کے مختلف الفاظ سے پیش گوئی کے بارے میں اہل تشیع کی طرف سے علامہ السیوطی کے حوالہ سے اہل سنت پر ایک طعن کیا گیا تھا۔ جس کا تفصیلی رد ہم نے تحریر کر دیا۔ اور اس بحث میں اجمالی طور پر دو چار باتیں سامنے آئی ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بارہ خلفاء، بادشاہ یا امراء کے زمانہ تک اسلام قائم رہے گا۔ اور مملکت اسلامیہ بیرونی خطرات سے محفوظ رہے گی۔

۲۔ ان بارہ اشخاص سے مراد اہل تشیع کے بارہ ائمہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں سے اکثریت ان شرائط و فرائض کی بجا آوری سے محروم تھی جو کتب شیعہ میں امام کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

۳۔ علامہ جلال الدین السیوطی کے تطبیقی قول سے اگرچہ یزید بھی ان بارہ اشخاص میں شامل ہے۔ لیکن اس شمولیت کی بنا پر اسے کوئی فضیلت نہ مل سکی۔ اور نہ مل سکتی ہے۔

۴۔ حضرت علامہ السیوطی کے نزدیک قتل حسین میں ملوث ہونے اور بد کرداری و دیگر حدود شرعیہ کی پامالی کی بنا پر یزید مردود ملعون ہے۔

ان امور میں سے آخری امر کے بارے میں کوئی معترض یہ اعتراض کر سکتا ہے۔

کہ یزید کے متعلق مردود ملعون ہونے کا قول صرف علامہ السیوطی کا ہی ہے۔ لہذا ان کا قول جمہور اہل سنت کی ترجیحی کیونکہ کر سکتا ہے۔ اس لیے اس وجہ کے پیش نظر اور

تحقیق حق کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے چاہا کہ یزید کے متعلق دیگر اہل سنت کی عبارات پیش کریں۔ تاکہ ایک اجتماعی فیصلہ سامنے آسکے۔ اور جمہور کی تحریرات ذکر کرنے کے بعد کسی کو یہ کہنے کی ہمت نہ رہے۔ کہ ”یزید“ سنیوں کا امام تھا۔ پھر ہم اس موضوع کے ساتھ ہی کتب شیوخ سے یہ واضح کریں گے۔ کہ یزید کو ہمارا امام بتلانے والے خود کیا کہتے ہیں۔ اور اس کو کیا سمجھتے ہیں۔ اس کی کیا کیا مدح سرائی کی گئی۔ اور کن کن احسانات کا شمار کیا گیا۔ جمہور اہل سنت کے نزدیک یزید ایک بدکار، مردود اور ملعون آدمی تھا۔ اسی نظریہ کی متقدمین اور متاخرین نے واضح طور پر تائید کی اور ان علمائے کرام کی عبارات میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چند عبارات پیش خدمت ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل :-

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثَنَا حَيُّوَةَ حَدَّثَنَا
بِشِيرِ بْنِ أَبِي عَمْرٍو الخولاني ان
الوليد بن قيس حدثه انه سمع ابا
سعيد الخديري يقول سمعت رسول
الله (ص) يقول يكون خلف من بعد
سنتين سنة امناعوا الصلوة واتبعوا الشهوات
فسوف يلقون غيا.

(۱)۔ مسند امام احمد بن حنبل (علی الترتیب)

الفقیہی، جلد ۱۸ ص ۲۷ مطبوعہ قاہرہ)

(۲)۔ البدایۃ والنهاية جلد ۵ ص ۲۳

ترجمہ یزید بن معاویہ

ترجمہ: (بخلاف اسناد) حضرت ابوسعید الخدری فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ساٹھ سال (ہجری) کے بعد ناخلف آجائیں گے۔ وہ نمازوں کو برباد کریں گے۔ اور شہوات کے رسیا ہوں گے۔ بہت جلد وہ دوزخ کی غئی نامی وادی میں جا پڑیں گے

فتح الباری:-

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَمْشِي فِي السُّوقِ
وَ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَا تُدْرِكُنِي سَنَةٌ
سَيِّئَةٌ وَلَا أَمَارَةٌ الصَّيِّئَاتِ -

(فتح الباری جلد نمبر ۱۳ ص نمبر ۸)

(کتاب الفتن)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے یوں دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے ہجری کے ساٹھویں سال کے آنے سے قبل اور بچوں کی حکومت کے زماں سے قبل دنیا سے اٹھا لینا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس ماثور دعا کے ضمن میں علامہ ابن حجر، متیمی رحمۃ اللہ علیہ بطور تشریح یوں فرماتے ہیں۔

صواعق محرقة:-

وَ كَانَ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عِنْدَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِمَا
 مَرَّعَتْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَزِيدَ
 فَإِنَّهُ كَانَ يَدْعُوَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
 مِنْ رَأْسِ السَّيِّئِينَ وَآمَادَةِ الصِّبْيَانِ
 فَاسْتَجَابَ اللهُ فَتَوَقَّاهُ لَهُ سَنَةٌ
 تَسْبَعُ وَخَمْسِينَ وَكَانَتْ وَفَاةً مُعَاوِيَةَ
 وَوِلَايَةَ ابْنِهِ سَنَةً سَيِّئِينَ فَعَلِمَ أَبُو
 هُرَيْرَةَ بِوِلَايَةِ يَزِيدَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ
 فَاسْتَعَاذَ مِنْهَا لَمَّا عَلِمَهُ مِنْ قَبِيحِ أَحْوَالِهِ
 بِوِاسْطَةِ إِعْلَامِ الصَّادِقِ الْمُصْطَفِيِّ صَلَّى
 اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ.

صواعق محرقة ص نمبر ۲۲۱ تذکرہ معاویہ
 رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و رموزات کے ذریعہ حضرت ابو
 ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے متعلق بخوبی علم تھا۔ لہذا اسی بنا پر حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگا
 کرتے تھے۔ اے اللہ! میں ساٹھ ہجری آنے اور بچوں کی حکومت
 کے قیام کے زمانہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی
 دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 میں وصال فرما گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید
 کی تخت نشینی ساٹھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو

یہ علم تھا۔ کہ ساٹھ ہجری کو زید برسر اقتدار آئے گا۔ تو انہوں نے اس سال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ کیوں نہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو اس بات کا یقینی علم تھا۔ آخر یہ الفاظ اس ذات کی زبان اقدس سے نکلتے تھے جو صادق اور مصدوق ہیں۔

ارشاد الساری:-

وَقَدْ أَطْلَقَ بَعْضُهُمْ فِيمَا نَقَلَهُ الْمَوْلَى
 سَعْدُ الدِّينِ اللَّعْنُ عَلَى يَزِيدٍ لِمَا آتَتْهُ
 كَفَرِحِينَ أَمْرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَانْفُسُوا
 عَلَى جَوَارِ اللَّعْنِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ أَوْ أَمَرَ
 بِهِ أَوْ أَبَا زَهْرَةَ وَرَضِيَ بِهِ وَالْحَقُّ أَتَى
 رِضًا يَزِيدًا بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِيشَارَهُ
 بِذَلِكَ وَاهَانَتَهُ أَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا قَوَّاتَرْنَا مَعَنَا
 وَإِنْ كَانَ تَعَامِيْلُهَا أَحَادٌ فَتَحْنُ
 لَا نَتَوَقَّفُ فِي شَأْنِهِ بَلْ فِي
 إِيمَانِهِ تَعْتَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى
 أَنْصَارِهِ وَأَعْوَابِهِ وَمَنْ يَمْنَعُ
 يَسْتَدِرُّ بِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 نَهَى عَنِ لَعْنِ الْمُصَلِّينَ وَمَنْ كَانَ
 مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ.

دارشادالتاری شرح صحیح البخاری
تالیف شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی
جلد نمبر ۵ ص ۴۰۰۔ ابابہ ما قبل فی قتال
الروم۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ۔

بعض علماء نے علامہ سعد الدین تغتازانی سے نقل کے مطابق یزید پر
لعنت کا قول کیا ہے۔ کیونکہ امام حسین کے قتل کا حکم دینے پر وہ کفر میں
جا چکا تھا۔ تمام علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ امام حسین رضی
رضی اللہ عنہ کے قاتل، قاتل کا حکم دینے والے، اس کے جواز کے قائل
اور اس پر خوش ہونے والے تمام پر لعنت کرتا جائز ہے۔ اور یہ بھی
ایک حقیقت ہے۔ کہ "یزید" امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے
خوش تھا۔ اور یہ سب کچھ اس کا رضامندی سے ہوا۔ شہادت حسین
پر خوش ہونا اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب
ایسے افعال ہیں۔ کہ جو اس یزید سے تو اتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں۔
اگرچہ ان واقعات کی تفصیل خبر اہل اہل کے ضمن میں آتی ہیں۔ تو ہم ان
تصریحات اور واضح اسباب لعنت کے ہوتے ہوئے اس کے
بارے میں توقع کیوں روار کھیں۔ بلکہ ہم تو اس کے ایمان میں بھی
توقف نہیں کرتے۔ (یعنی اسے کافر سمجھتے ہیں) اللہ رب العزت
کی لعنت ہو۔ اس پر، اس کے معاونین و ناصرین پر خدا کی پھٹکار
ہو۔ اس کے علاوہ جو حضرات لعنت کرنے سے احتراز فرماتے ہیں۔

وہ بھی اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی شخص اور اہل قبلہ پر لعنت سے منع فرمایا ہے۔

شرح فقہ اکبر:-

قَالَ ابْنُ هَتَمٍ وَانْحُتِلَتْ فِي الْفَنَارِ
 يَزِيدَ قِيلَ نَعَمْ يَعْنِي لِمَا رُوِيَ عَنْهُ
 مَا يَدُلُّ عَلَى كُفْرِهِ مِنْ تَحْلِيلِ الْخَمْرِ
 وَمِنْ تَفْوِئِهِ بَعْدَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ
 اصْحَابِهِ اِنِّي جَازِيْتُهُمْ بِمَا فَعَلُوا
 بِاشْيَاحٍ وَمَسْنَاوِيْدَهُمْ فِي بَدْرِ وَامْتِثَالِ
 ذٰلِكَ وَلَعَلَّهُ وَجَّهٌ مَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ
 بِتَكْفِيْرِهِ لَمَّا ثَبَتَ عِنْدَهُ نَقْلُ تَقْرِيرِهِ -

شرح فقہ اکبر طاعلی قاری ص ۸۸ مطبوعہ

انتاب ہند طبع قدیم

ترجمہ:-

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یزید کے کافر ہونے میں اختلاف ہے۔ کہا گیا وہ واقعی کافر ہے۔ کیونکہ اس سے کچھ ایسی باتوں کی روایات موجود ہیں۔ جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً شراب کو حلال سمجھنا اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کے۔ بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے ان سے وہ بدلہ لیا ہے۔ جو ان کے بڑوں نے بدر وغیرہ میں ہمارے بڑوں سے کیا تھا۔ اس قسم کی اور بہت سی کفریہ

باتیں اس سے منقول ہیں۔ شاید امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو یزید کو کافر کہا اس کی وجہ یہی ہو کہ امام احمد کے نزدیک ان کفریہ باتوں کی تصدیق ہو چکی ہو۔

نبراس :-

وَبَعْضُهُمْ أَطْلَقَ اللَّعْنَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ ابْنُ
الْحَبُوزِيِّ الْمُحَدِّثُ وَصَنَّفَ كِتَابًا سَمَّاهُ
«الرَّدَّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعِنِيدِ الْمَانِعِ عَنْ
زِمِّ يَزِيدٍ» وَمِنْهُمْ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ
حَنْبَلٍ مُسْتَدِلًّا بِقَوْلِهِ تَعَالَى فَبَلَّ عَسَيْتُمْ
إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَعُوا
أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَعَنَهُمُ اللَّهُ - وَمِنْهُمْ
الْقَاضِي أَبُو يَمَلٍ مُسْتَدِلًّا بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَالسَّلَامُ مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ
أَخَافَهُ اللَّهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَكَّةُ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -

(نبراس شرح عقائد میں نمبر ۵۵۲ مطبوعہ مکہ)

دین محمد ایڈیٹر سنز لاہور)

ترجمہ :-

جن علماء نے یزید پر لعنت کو درست قرار دیا۔ ان میں سے ایک محدث
ابن الجوزی بھی ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کا نام "الرد
على المتعصب، العنيد المانع عن ذم يزيد" رکھا۔ اور ان
علمائے کرام میں سے جناب امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔ ان حضرات

کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ فہل عسیتم ان تولیتہم الخ۔ اور
اور ان حضرات میں سے قاضی ابویعلیٰ بھی ہیں۔ جن کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث
پاک ہے۔ من اخاف اهل المدینہ الخ۔

صواعق محرقة

سَمِعَ رَوَى ابْنُ الْجَوْزِيِّ عَنِ الْقَاضِي أَبِي يَعْلَى
الْفَرَّاءِ أَنَّهُ رَوَى فِي كِتَابِهِ الْمُعْتَمَدِ
فِي الْأُصُولِ بِإِسْنَادِهِ إِلَى صَالِحِ بْنِ أَحْمَدَ
ابْنِ حَنْبَلٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي إِذَا فَتَوْمًا
يُنْسَبُونَ نَتَا إِلَى تَوَلَّى يُزِيدَ فَقَالَ يَا
بُنَى وَهَلْ يَتَوَلَّى يُزِيدَ أَحَدٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَلِمَ لَا يَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ فَقُلْتُ
وَإِنَّ لَعَنَ اللَّهُ يُزِيدَ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ فِي
قَوْلِهِ تَعَالَى فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كَوَّلَيْتُمْ
أَنْ تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ
أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ
وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ فَهَلْ يَكُونُ فَسَادًا
أَعْظَمَ مِنْ هَذَا الْقَتْلِ۔

(صواعق محرقة تصنیف ابن حجر کی ص ۲۲۲ مطبوعہ

مکتبہ مذکورہ معاویہ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: بد امام ابن الجوزی نے قاضی ابویعلیٰ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں

نے اپنی کتاب ”المعتد فی الاصول“ میں جناب صالح بن احمد بن حنبل کی سند سے روایت کی ہے۔ کہ جناب صالح نے اپنے والد حضرت احمد بن حنبل سے پوچھا۔ کہ لوگ ہمیں یزید کا دوست کہتے ہیں۔ تو اس موصوف نے فرمایا۔ بیٹا! کیا کوئی اللہ پر ایمان لانے والا یزید سے دوستی لگا سکتا ہے؟ ہم اس شخص پر لعنت کیوں نہ بھیجیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے۔ صالح کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ابا جان! اللہ تعالیٰ نے یزید پر اپنی کتاب میں کہاں لعنت ذکر کی۔ فرمایا۔ اس قول میں **فهل عیتم ان تولیتهم الخ** کیا قتل حسین سے بڑھ کر کوئی اور فساد ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ترجمہ یہ ہے۔

کیا تم سے یہی امید ہے۔ کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے۔ تو تم زمین میں فساد پھیلاتے پھرو گے۔ اور باہمی رحم کا رشتہ کاٹتے پھرو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔

البدایة والنہایة۔

وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ يَزِيدَ كَانَ قَدِ اشْتَهَرَ
بِالْمَعَاذِفِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالْفِتَاكِ
وَالصَّيْدِ وَاتِّخَاذِ الْغِلْمَانِ وَالْقِيَانِ
وَالْحِكَايَةِ وَالنِّطَاحِ بَيْنَ الْكَبَاشِ وَ
الدَّبَابِ وَالْقُرُورِ وَمَا مِنْ يَوْمٍ إِلَّا يُصْبِحُ

فِيهِ مَخْمُورًا وَكَانَ يَشُدُّ الْقِرَدَ عَلَى فَرْسٍ
 مُسْتَجَبَةٍ بِجِبَالٍ وَيَسُوقُ بِهَا وَيُلْبِسُ
 الْقِرَدَ قَلَانِسَ الذَّهَبِ وَكَذَلِكَ
 الْغِلْمَانِ وَكَانَ يَسَابِقُ بَيْنَ الْغُحَيْلِ
 وَكَانَ إِذَا مَاتَ الْقِرَدُ حَزَنَ عَلَيْهِ وَ
 قِيلَ إِنَّ سَبَبَ مَوْتِهِ أَنَّهُ حَمَلَ قِرَدَةً
 وَبَعَلَ يَنْقَرُهَا فَغَضَّتْهُ وَذَكَرُوا عَنْهُ غَيْرَ
 ذَلِكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذَلِكَ .

دالبداریہ والنہایہ تصنیف حافظ ابن

کثیر جلد ۱ ص ۲۲۵ تذکرہ یزید بن

معاویہ مطبوعہ بیروت

ترجمہ تحقیق کے ساتھ روایت کیا گیا کہ یزید آلاتِ لہو و لعب کا بڑا شوقین
 تھا۔ شراب کا عادی تھا۔ اور گانے بجانے سے متعارف تھا۔
 شکار کھیلنے، بے ریشی چھوڑ کر دل کو رکھنے، پھینے بجانے، کتے پالنے
 سینگوں والے دُنُبوں کو باہم لڑانے، ریکچہ اور بندروں کی لڑائی دیکھنے
 اور کرانے میں مشغور تھا۔ اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا۔ جس دن وہ شراب
 میں دھت نہ ہوتا۔ اور بندروں کو گھوڑوں پر باندھ کر دوڑاتا تھا۔
 بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں ہوتی تھیں۔ یہ تو نہی چھوڑ کر
 کو بھی سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھڑوڑ کا عادی تھا۔ جب کبھی
 کوئی بندر مر جاتا۔ بڑا غم زدہ ہوتا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ یزید
 کی موت کا سبب یہ تھا کہ ایک بندر کو اٹھا کر اس سے شراب میں

کو رہا تھا۔ کہ اس بندے نے اسے کاٹ ڈالا۔ اس کے علاوہ اور بھی اس کی برسی عادت بیان کی گئی ہیں۔

واللہ اعلم

شرح عقائد

وَالْحَقُّ أَنَّ رِضَا يَزِيدُ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ
وَاسْتِئْثَارَهُ بِذَلِكَ وَإِهَانَةَ أَهْلِ بَيْتِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاطَرَ
مَعْنَاهُ وَإِنْ كَانَ تَفَاصِيلُهَا أَحَادًا أَفْحَنُ
لَا تَتَوَقَّفُ فِي شَايِنِهِ بَلْ فِي إِيْمَانِهِ لَعْنَةٌ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى أَنْصَارِهِ
وَآعْوَانِهِ۔

شرح عقائد نسفی ص ۱۱۳ مطبوعہ

محمد سعید انیسٹریٹ سنٹر کراچی

ترجمہ

اور حق یہی ہے۔ کہ یزید کا قتل حسین میں رضامندی کا اظہار اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کی بے عزتی ایسی باتیں ہیں۔ جو مفہوم
اور معنی کے طور پر متواتر ہیں۔ اگرچہ ان کی تفاسیل خبر واحد کے ذریعہ
مذکور ہیں۔ تو اس تواتر معنوی کی بنا پر ہم یزید پر لعنت کے بارے
میں (توقف نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیں۔ تو اس کے ایمان کے نہ ہونے میں
بھی توقف نہیں۔ اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے معاونین و ناصرین پر

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث

دیپلومی کا بیان

سوال:-

یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں بعض سے توقف منقول ہے۔
تو اس بارہ میں تحقیق کیا ہے؟

جواب:-

اس حکم میں کہ یزید پر لعنت کرنا چاہیے یا نہیں توقف اس وجہ سے کہ روایات متعارضہ و متخالفہ یزید علیہ السلام کے بارے میں شہادت امام حسین علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت یزید پر لعنت کی شہادت سے خوش ہوا۔ اور آپ کی شہادت سے خوش ہوا۔ اور اس نے اہل بیت اور خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید علیہ السلام پر لعنت کیا۔ چنانچہ احمد بن حنبل اور کیا ہر اسی جو فقہائے شافعیہ سے ہوئے ہیں اور دیگر علماء کثیر نے یزید پر لعنت کیا ہے۔ اور بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور شہادت کی وجہ سے یزید نے ابن زیاد اور اس کے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا چنانچہ حجۃ الاسلام امام

عز اعلیٰ علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء شافعیہ اور اکثر علماء حنفیہ نے یزید کے لعن سے منع ہے اور بعض علماء کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علماء نے امتیازاً اس مسئلہ میں توفیق کیا اور جب روایات میں تعارض ہوئے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لیے نہ ہو تو علماء پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے سلباً شمر و ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اس واسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت امام حسین علیہ السلام پر راضی تھے اور آپ کی شہادت سے وہ دونوں خوش ہوئے اور اس بارہ میں روایات میں تعارض نہیں اس لیے شمر و ابن زیاد ہر لعن کرنے میں علماء سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بد نہاد پر لعن کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ عزیزی اردو جلد ۱ ص ۲۵۲)

نوٹ:-

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ اہل بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے یہ لوازم سنت اور محبت اہل بیت سے ہے۔ کہ مروان علیہ اللعنة کو برا کہنا چاہیے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیے۔ علی الخصوص اس نے نہایت بد سلوکی کی حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کے ساتھ اور کمال عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیے۔

(فتاویٰ عزیزی اردو جلد ۱ ص ۲۴۲)

امام ربانی حضرت مجدد و اہل سنت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

مکتوبات شریف:

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بد بختی او کرا سخن است
کارے کراں بد بخت کرده بیچ کافر فرنگ نہ کند بعضے از علماء
اہل سنت کہ در لعن او توقعت کرده اند نہ کہ از دوسے راضی اند بلکہ
رعایت احتمال رجوع و توبہ کرنا اند۔

(مکتوبات شریف ص ۱۵۲)

ترجمہ:

یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں اس کی بد بختی
میں کس کو کلام ہے جو کام اس بد بخت نے کئے ہیں کوئی کافر
فرنگ بھی نہ کرے گا۔ بعض علماء اہل سنت جو اس کے لعن میں
توقعت کرتے ہیں۔ وہ اس سبب نہیں کہ وہ اس سے راضی
ہیں۔ بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہے۔

نوٹ:

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

مکتوب شریف:

یزید بے دولت از ذمہ فسقہ است توقعت در لعنت او بنا
بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد

تجويز لعنت نہ کردہ اندگر اگر آئندہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کا بی
 لیب اہل جہنمی وامرآنہ نہ آئندہ او شایاں لعنت نیست اِنَ الَّذِیْنَ
 یُؤذُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ
 (مکتوب شریف جلد ۱ ص ۱۲۵)

ترجمہ:

یزید بد بخت زمرہ فاسقین سے ہے اس کی لعنت میں توقف کرنا
 اہل سنت کے مقررہ قاعدہ کی بنا پر ہے کہ انہوں نے شخص معین پر
 اگرچہ کافر ہو لعنت کرنا جائز نہیں کہا مگر جبکہ یقیناً معلوم کر لیں کہ اس
 کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت
 نہ اس لیے کہ وہ لائق لعنت نہیں بے شک جو لوگ اللہ اور اس
 کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی
 لعنت ہے۔

شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق محدث

دہلوی علیہ الرحمۃ کا بیان

تکمیل الایمان:-

بعضے دریزید شتمی نیز توقف کنند بعضے براہ غلو و افراط در شان
 و سے و موالات و سے روند و گویند کہ و سے بعد ازاں کہ
 با تفاق مسلمانان امیر شد اطاعت و سے براہ نامین واجب
 شد۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ وَمِنْ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ

حاشا کہ باوجود امام حسین امام و امیر شہود و اتفاق مسلمانان بروے
 کے شد و جمعی صحابہ کرام کو در زمان یزید پید لہذا اولاد اصحاب ہم مکر و
 خارج از اطاعت و سے بودند نعم جماعتی از مدینہ مطہرہ بشام نروے
 کر با وجہ ارتقاء و او جائز ہائے سنی فائدہ ہائے ہنی نزد ایشاں نہاد
 بعد از آنکہ حال قباحت مال اور ایدند بمدینہ باز آمدند و خلع بیعت
 و سے کردند و گفتند کہ عدو اللہ و شارب الخمر و تارک الصلوٰۃ و زانی
 و فاسق و مستحل محارم است و بعضی دیگر گویند کہ امر بقتل آنحضرت نکرده
 و بران را منی نہ بودہ و بعد از قتل و سے و اہل بیت و سے رضوان اللہ
 علیہم مسرور و مستبشر شدہ این سخن مردود و باطل است چہ عداوت
 اہل بیت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار و سے
 بقتل ایشاں و اذلال و ابانت اور ایشاں را بدرجہ تواری معنوی رسیدہ
 است و انکار اہل تکلف و مکابره است و بعضی گویند کہ قتل امام
 گناہ کبیرہ است چہ قتل مومن یا مومنہ بناحق کبیرہ است نہ کفر و لعنت
 مخصوص بہ کافراں است و لیت شہری کار باب این اقادیل بہ
 احادیث نبوی کہ ناطق اند بآنکہ بغض و ایذاء و ابانت فاطمہ و اولاد
 و سے موجب بغض و عداوت و ابانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 چہ میگویند و اہل سبب کفر موجب لعن و علود ناز جنہم است بلا
 شک و ریب۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اِلٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
 لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ
 عَذَابًا مُّہِیْنًا و بعضی دیگر گویند کہ قامت و سے معلوم میت
 شامد بعد از ارتکاب اہل کفر و معصیت تو بہ کردہ باشد و در نفس آخر تو بہ

رفتہ باشد و میل امام محمد غزالی در احیاء العلوم بایں حکایت است
 و بعضے از علماء سلف و اعلام امت مثل امام احمد حنبل و امثال او بروے
 لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال شدت و تعصب در حفظ سنت
 و شریعت دارد در کتاب خود عن وسے از سلف نقل کردہ و
 بعضے منع کردہ اند و بعضے متوقف ماندہ و بالجملہ وسے مبنویں ترین
 مردم امت نزد ما و کار ہائیکہ آل بے سعادت دریں امت
 کردہ بیچ کس کردہ و بعد از قتل امام حسین و اہانت اہل بیت لشکرہ
 تخریب مدینہ مطہرہ و قتل اہل آل فرستادہ و یقینہ از اصحاب و
 تابعین را امر بقتل کردہ و بعد از تخریب مدینہ منورہ امر بہ انہدام حرم
 مکہ معظمہ و قتل عبداللہ بن زبیر کردہ و ہم در اثنا کئے این حالت
 از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع اورا خداوند تعالیٰ و اندوہ ہائے
 مارا و تمام مسلمان ہارا از محبت و موالات وسے و اعوان و
 انصار وسے و ہر کہ باہل بیت نبوت بد بودہ و بداندیشہ
 و حق ایشان پائمال کردہ و با ایشان براہ محبت و صدق عقیدت
 نیست و نبودہ نگاہ دار و مارا و دوستاں مارا در زمرہ حجاب
 ایشان محشور کرداند و در دنیا و آخرت بر دین و کیش ایشان بار
 بِمَنِّيهِ وَ كَرُمِهِ وَ هُوَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ اِلَيْهِ۔

(تکمیل الایمان ص ۹۷)

نتیجہ:

بعض علماء دین بد بخت کے بارے میں (لعنت کرنے میں)
 توقف کرتے ہیں اور بعض لوگ تو براہ علو و افراط دین کے معاملے

میں اور اس کی دوستی میں اس قدر بہہ گئے ہیں۔ کہ کہتے ہیں وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہوا تھا اور اس کی اطاعت امام حسینؑ پر واجب تھی ہم اس قول اور اس اعتقاد سے اشد کی پناہ مانگتے ہیں مآشاکہ وہ یزید امام حسینؑ کے ہوتے ہوئے کیوں کر امام و امیر ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کا اتفاق بھی اس پر کب ہوا صحابہ کرام اور تابعین جو اس کے زمانے میں تھے سب اس کے منکر اور اس کی اطاعت سے خارج تھے۔ مدینہ منورہ سے ایک جماعت جبراً اور کرنا اس کے پاس شام میں گئی تھی اس نے ان کی بہت آؤ بھگت اور فاطمہ ماریت کی اور ان کو تحفے تحائف دیئے لیکن جب انہوں نے اس کے بدترینے کارناموں اور اس کے خطرناک انجام پر غور کیا تو مدینہ میں واپس آکر اس کی بیعت توڑ دی اور اعلان کیا کہ یزید، اشد کا دشمن شترابی تبارک الصلوٰۃ زانی فاسق اور حرام رشتوں کا طلال کرنے والا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور ہوا۔ یہ بات بھی مردود اور باطل ہے اس لیے کہ اس شقی کا اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا ممنوعی طور پر درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکابره یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے اس لیے کہ نفس مومن و مومنہ کا قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے ایسی باتیں بنانے والوں پر افسوس

ہے کہ وہ صریح اعاذیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر نہیں رکھنے کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض رکھنا اور ان کو پہنچایا اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض رکھنا اور ان کو پہنچانا اور ان کی توہین کرنا حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھنا اور آپ کو ایذا پہنچانا اور آپ کی توہین کرنا ہے۔ اور یہ بلاشک و شبہ موجب کفر و لعنت و غلو و ناروغہنم ہے اللہ کا فرمان ہے کہ نئے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے واسطے دردناک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ شاید اس ارتکاب کفر و معیبت کے بعد اس نے توبہ کر لی ہو۔ اور خاتمہ اس کا توبہ کی حالت میں ہوا ہو اور امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض علماء سلف و اکابرین امت مثلاً امام احمد ابن حنبل اور ان جیسے دوسرے علیل القدر ائمہ کرام نے جو ابن جوزی کہ حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں سلف صالحین سے یزید پر لعنت کرنا نقل کیا ہے اور بعض نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔ اور بعض توقف کرتے ہیں۔

الحاصل ہمارے نزدیک یزید سے زیادہ مبغوض ہے اس شقی نے اس امت میں وہ کام لیے کہ کسی اور نے نہیں کیے (مثلاً) امام حسینؑ کے قتل اور اہل بیت کی اہانت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب کے لیے لشکر کا بھیجنا اور صحابہ و تابعین

کے قتل کا حکم کرنا اور مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد حرم مکہ کو ڈھانے کا حکم دینا وغیرہ اور اسی اثنا میں وہ مر گیا تو ایسے حال میں اس کی توبہ و رجوع کا احتمال خدا ہی جان سکتا ہے حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو اس کی اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کی محبت و دوستی سے محفوظ رکھے اور ہر وہ شخص جس نے اہل بیت نبوت سے برائی کی ہو اور ان کا بُرا چاہا ہو اور ان کا حق یا مال کیا ہو اور ان سے سچی محبت و عقیدت کی راہ نہ چلا ہو کی محبت سے پچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ہم کو اور ہمارے دوستوں کو قیامت کے دن اہل بیت نبوت کے سچے محبوبوں میں اٹھائے اور دنیا و آخرت میں دین اسلام اور ان کے طریقہ پر رکھے۔ وَهُوَ قَرِيبٌ وَمُجِيبٌ اِمِينٌ۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ

کا بیان

تفسیر منظر کی بہ

فَتَرَكُوا مِزِينَ وَمَنْ مَعَهُ بِمَا اتَّعَمَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
وَانْتَصَبُوا الْعَدَاوَةَ آلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَقَتَلُوا حُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ظُلْمًا وَكُفْرًا
يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اتَّشَدَّ
أَيَاتُ حُسَيْنٍ قَتَلَ حُسَيْنًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَضْمُونًا
إِنَّ أَسْيَاحِي يَنْظُرُونَ انْتِقَامِي بِأَلِ مُحَمَّدٍ وَبَنِي

هاشم وأخرا لابیات. ولست من جنذب
ان لمرانتقم من بنی احمد ما کان فعل
والیقا حل الخمر وقال. مدام کنز فی انار
کفضة وساق وکبد مع مدام کنجر و
شمسه کرم یرجها قعرها ومشرقها الساقی
ومغربها فمی فان حرمت یوما علی دین احمد
فخذها علی دین المسیح ابن مریر

تفسیر منظری ص ۲۱ جلد ۱۵

ترجمہ:

یزید اور اس کے ساتھیوں نے اس نعمت کا کفر کیا جو اللہ نے ان
پر کی تھی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی عداوت میں کھڑے
ہو گئے اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اور یزید
نے دین محمد کے ساتھ کفر کیا۔ یہاں تک کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ
کے قتل کے وقت یہ اشعار کہے۔ کہاں ہیں میرے بزرگ کہ وہ میرا بدلہ
لینا دیکھیں آل محمد بنی ہاشم سے اور آخری شعر یہ ہے۔ میں
جنذب کی اولاد میں سے نہیں ہوں گا اگر میں احمد کی اولاد سے بدلہ
نہ لوں جو کچھ انہوں نے کیا نیز اس نے شراب کو حلال کیا۔ اور
شراب کے بارے میں اس کے یہ اشعار ہیں۔ شراب کا خزانہ ایسے
برتن میں ہے۔ جو کہ مثل چاندی کے ہے اور انگور کی شاخ انگوروں
کے ساتھ لڑی ہوتی ہے جو کہ مثل ستاروں کے ہیں انگور کی بیل کی
گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے اس آفتاب شراب کا

مشرق ساقی کا ہاتھ ہے اور شراب کے غروب ہونے کی جگہ میرا منہ
ہے۔ پس اگر یہ شراب دین احمد میں کسی۔ حرام ہوئی ہے تو اسے
مخاطب تو اس کو سیدنا ابن مریم کے دین پرے لے یعنی حلال سمجھ۔

نوٹ:

اور یہی قاضی صاحب اپنی مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

مکتوبات:

غزنیہ کفرین یذاذ روایت معتبرہ ثابت می شود پس اوستحق لعن است
اگرچہ در لعن کفین قائلہ نیست لیکن الحب فی اشدوا بغض فی اشد مقتضی
النت و اشد اعلم

(مکتوبات ص ۲۰۲)

ترجمہ:

غزنیہ کفرین یذاذ روایت سے ثابت ہے پس وہ مستحق لعنت
ہے۔ اگرچہ لعنت کرنے میں قائلہ نہیں لیکن الحب فی اشدوا بغض
فی اشد اس کا مقتضی ہے۔

≡



صحابی رسول میں ملا کہ حضرت حنظلہ کے بیٹے

عبد اللہ ابن حنظلہ کا بیان

الطبقات الکبریٰ،

لَمَّا وَكَبَّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لِيَا لِي الْحَتَّاتِ فَخَرَجُوا
 بَنِي أُمِّهِ عَنِ الْمَدِينَةِ وَأَطْهَرُوا عَيْبَ بَنِي
 ابْنِ مُعَاوِيَةَ وَخِذَافَهُ وَاجْتَمَعُوا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 حَنْظَلَةَ فَاسْتَدُوا أَمْرَهُمْ بِالْيَدِ قَبَا يَعْبُرُ عَلَى
 الْمَوْتِ وَقَالَ يَا قَوْمِ اتَّقُوا اللَّهَ وَجِدْهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
 قَوْلًا مَا خَرَجْنَا عَلَى بَنِي يَزِيدَ حَتَّى خِيفْنَا أَنْ تُرْمَى
 بِالْحِجَابَةِ مِنَ السَّمَاءِ وَأَخَذَ جُبَلًا يَنْعَمُ الْأَمَهَاتِ
 وَالْبَنَاتِ وَالْأَخْوَاتِ وَيَشْرِبُ الْخَمْرَ وَيَدْعُ
 الضَّلُوةَ وَاللَّهُ لَوْ لَسُو كَرِيكُنْ مَعِيَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ
 لَا بَلَيْتُ لِلَّهِ فِيهِ بَلَاءٌ حَسَنًا فَتَوَاتَبَ النَّاسُ
 يَوْمَئِذٍ بِمَا يَعْنُونَ مِنْ حَكْلِ الشَّوَاهِجِ وَمَا
 كَانَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ تِلْكَ اللَّيَالِي

الطبقات الكبرى جلد نمبر ۵ ص ۶۶

فکر عبد اللہ ابن حنظلہ

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ :-

حزب کی راتوں میں یزید کے خلاف اہل مدینہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بنو امیہ کو مدینہ سے نکال دیا۔ یزید ابن معاویہ کے عیوب پر طعن شروع کر دیا۔ اور تمام نے عبد اللہ ابن حنظلہ کی بیعت پر اتفاق کیا۔ اور اپنے تمام معاملے اس کے سپرد کر دیئے۔ چنانچہ عبد اللہ ابن حنظلہ نے ان سے موت پر بیعت لی اور فرمایا اے قوم! اس اللہ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں اللہ کی قسم ہم نے یزید پر خروج نہیں کیا۔ تاآنکہ ہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ ہم پر پتھروں کے ساتھ بارش کی جائے گی۔ اور بے شک یزید ایک ایسا آدمی ہے۔ جو بہنوں بیٹیوں اور ماؤں کے ساتھ نہا کرتا ہے شراب پیتا ہے۔ اور نماز نہیں پڑھتا، اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرا کسی نے بھی ساتھ نہ دیا تو میں اللہ کے نام پر اکیلا ہی یزید کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لہذا ہر طرف سے لوگ اٹھے اور انہوں نے عبد اللہ ابن حنظلہ کی بیعت کی اور ان راتوں میں عبد اللہ ابن حنظلہ جنگی مصروفیات کی وجہ سے مسجد میں ہی رات گزارنے۔

نوٹ :-

اہل مدینہ نے یزید کے لشکر کے ساتھ لڑائی کی اور صحابہ تابعین وغیرہ

کثرت سے شہید ہوئے اور عبداللہ ابن حنظلہ بھی شہید ہو گئے۔ لشکر یزید کو فتح ہوئی اور امیر شکر مسلم ابن عقبہ نے یزید کے حکم سے مدینہ منورہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیا۔ اور ان دنوں میں سیکڑوں کی تعداد میں ناجائز حمل ٹھہرے اور تین دن تک مسجد نبوی میں جماعت نہ ہوئی اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اس قسم کے مظالم یزید کے حکم سے مدینہ طیبہ میں کیے گئے جن کی تفصیل دوسری کتب کے حوالہ سے اسی بحث میں آپ پڑھ لیں گے۔ یاد رکھنے کی یہاں یہ بات ہے کہ اہل مدینہ نے جس انسان کو اپنا سپہ سالار بنایا تھا اس کا نام تھا عبداللہ ابن حنظلہ سے وہ اس واقعہ حرہ میں شہید ہوا۔ اس کا نیک انجام اسی جگہ طبقات ابن سعد میں یوں موجود ہے۔

الطبقات الکبریٰ۔

حَدَّثَنِي سَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سُنَيَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بَعْدَ مَقْتَلِهِ فِي النَّوْمِ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ مَعَهُ لِيَوَاؤُهُ فَقُلْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَمَا قَتَلْتَ قَالَ بَلَىٰ وَلَقِيْتُ رَبِّي فَأَدْخَلَنِي الْجَنَّةَ فَأَنَا أَسْرَحٌ فِي ثَمَارِ مَا حَيْثُ شِئْتُ فَقُلْتُ أَصْحَابُكَ مَا مَنَعَ بِهِمْ قَالَ مُرَّمِي حَوْلَ لِيَوَابِي مُذَا الَّذِي تَرَىٰ لَمْ يَحُلْ عُنُقُهُ حَتَّى السَّاعَةِ قَالَ فَقَزَعْتُ مِنَ النَّوْمِ قَوْلَ أَيْتِكَ أَنَّهُ خَيْرٌ رَأَيْتُهُ لَدُنِّي.

(الطبقات الکبریٰ جلد ۵ ص ۴۸ ذکر عبداللہ ابن

حنظلہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ :

سیمان ابن کثانہ عبد اللہ ابن ابی سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ ابن سفیان نے کہا میں نے اپنے باپ کے سنا وہ کہتا کہ میں نے عبد اللہ ابن حنظلہ کو ان کے شہید ہونے کے بعد بہت اچھی صورت میں خواب میں دیکھا اور ان کے پاس جھنڈا تھا۔ تو میں نے کہا کہ اے اباعبدالرحمن کیا تو قتل نہیں ہو چکا اس نے کہا ہاں لیکن میں نے اپنے رب کی ملاقات کی اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا میں اس کے پھل دار درختوں میں جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں تو پھر میں نے عبد اللہ ابن حنظلہ سے سوال کیا کہ تمہارے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کیا ہوا عبد اللہ ابن حنظلہ نے جواب دیا کہ وہ سب میرے ساتھ ہیں یہ تو جھنڈا دیکھ رہا ہے اس کے ارد گرد میں اور یہ ایسا جھنڈا ہے کہ جو ابھی تک کھولا نہیں گیا۔ راوی کہتا ہے میں خواب سے اٹھا تو میں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ عبد اللہ کے لیے بہت اچھا ہے۔

لمحہ کریمہ :-

طبقات ابن سعد کی مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا کہ یزید ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو چکا تھا جیسے نپی ماں بیٹوں بہنوں سے زنا کرنا نماز نہ پڑھنا اور شراب پینا یہ وہاں فعال ہیں کہ جن کی وجہ سے صحابہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو اور پھر جن لوگوں نے حنظلہ وغیرہ

کا ساتھ دیتے ہوئے یزید کی بیعت توڑی اور پھر شکر یزید کے ہاتھوں شہید ہوئے ان کا انجام خواہی آپ پڑھ چکے ہیں ان کو بعض نے جنت میں چلتے پھرتے دیکھا یہ اس بات کی واضح شہادت ہے کہ یزید واقعی انہیں کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے کہ جن کی وجہ سے اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑی اور اس کے ساتھ لڑائی کی اور شہید ہو کر جنت میں پہنچ گئے۔ اور اگر یہ لوگ خطا پر ہوتے اور گناہگار ہوتے اور خلیفہ وقت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے باغی اور واجب القتل ہوتے تو ان کو لوگ خواب میں جنت میں نہ دیکھتے۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ یزید میں ایسے برے اور قبیح افعال موجود تھے جس کی وجہ سے اس کا مقابلہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں جگہ عطا فرمائی۔



کردار یزید کے متعلق دیوبندی اور اہلحدیث

علماء کے بیانات

امیر نقاب مدیق حسن خان اہلحدیث بھوپالی
کا بیان

بغیۃ الرائد:-

بعضی در لعنت بر یزید شعی نیز توقت کنند و مچنیں در بارہ حجاج و گویند کہ
آنحضرت از من مصلیان و اہل قبلہ نہی کردہ و این معنی در چند احادیث وارد
شدہ و لعن آنحضرت بر بعض اہل قبلہ از اہل جہت است کہ آنچه وے را
از احوال نام معلوم بود غیر اور معلوم نیست۔ بعضی براہ غلو و افراط در شان
وے روند و گویند امارت او با اتفاق مسلمانان شد و طاعت وی بر امام
حسین رضی اللہ عنہ واجب بود و بخدا پناہ ازیں قول و اعتقاد کہ با وجود
امام حسین امام و امیر شود و اتفاق مسلمانان کجا است جمعی از صحابہ و اولاد
ایشان کہ در زمان اں پلید بودند انکارش کردند و از طاعت او بیرون
رفتند و بعضی از اہل مدینہ بعد دریافت حال خلع بیعت کردند۔ وے
تارک صلوٰۃ و شارب خمر و زانی و فاسق و مستحل محارم بود۔ و بعضی
بروئے اطلاق لعن کردہ مثل امام احمد و امثال ایشان و ابن جوزی

لعن وی از سلفت نموده زیرا کہ وی وقت امر بقتل حسین کافر شد و کسیکہ
قتل وی کرد یا امر بدال نمود بر جواز لعن و سے اتفاق کرده اند۔ تفتازانی
گفتہ حق آنست کہ رضای وی بقتل حسین و استبشار وی بدال و اہانت
نمودن اہل بیت متواتر المعنی است اگرچہ تفصیلاً اُعاد باشد۔ فسخن
لانموقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنتہ اللہ علیہ و علیٰ اٰلہٖ و اعوانہ۔ و
بالجملہ وی مغموض ترین مردم است نزد اکثر مردم و کار ہائے کہ آل
بے سعادت و دین امتا کردہ از دست مسیح کس ہرگز نیاید بعد
قتل امام حسین شکر بتخریب مدینہ منورہ فرستاد و بقیہ صحابہ و
تابعین را امر بقتل کرو و بالحد و در حرم مکہ و قتل عبد اللہ بن الزبیر اشارت
نمودہ و ہمہ درین حالت ناپسندیدہ از دنیا رفتہ دیگر احتمال تو بہ در
رجوع او کجا است۔

دبغیۃ الراشد من شرح شرح العقائد

ص ۱۹۸

ترجمہ:-

تھوڑے لوگ یزید کے لعنتی ہونے میں گہرا تے ہیں اور اسی طرح
حجاج کے بارے میں بھی اور وہی تھوڑے کہتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام
نے بیت اللہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے پر لعنت کرنے والوں
سے منع فرمایا ہے کچھ حدیثوں میں بھی یہی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے جملہ حالات سے بخوبی
واقف اور عالم ہیں آپ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ اور کچھ لوگ حد سے
بڑھ کر زیادتی کا شکار ہوتے ہوئے یزید کی شان کے قائل ہوئے

یزید مسلمانوں کا متفقہ امیر و سردار تھا اور کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر یزید کی تابعداری ضروری و لازمی تھی اس نامعقول قول اور غلط اعتقاد سے خدا کی پناہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے یزید امیر و امام بنے اور یزید کی امارت پر مسلمانوں کا اتفاق کب تھا سارے صحابہ اور ان کی اولاد جو اس یزید پلید کے زمانہ میں تھے اس کے امیر ہونے سے انکار کرتے تھے اور اس کی اطاعت و تابعداری نہیں کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے بے خبر لوگوں کو جب یزید کے کردار کا علم ہوا تو انہوں نے بھی یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔ اور وہ یزید بے نمازی شہرابی زانی بدکار اور مجرمات کو حلال سمجھنے والا تھا یعنی ماں بہن بیٹی دادی ثانی پھوپھی اور خالہ وغیرہ کے ساتھ نکاح و ہمبستری کو جائز سمجھتا تھا۔ اور بعض ائمہ نے یزید پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً امام احمد بن حنبل اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے بھی اور علامہ ابن جوزی نے بزرگوں سے یزید کا لعنتی ہونا نقل کیا ہے حتیٰ بھی یہی ہے کہ یزید نے جب امام حسین کے قتل کا حکم دیا تو اس وقت کافر ہوا۔ اور جس نے بھی آپ کو شہید کیا یا جس نے اس کا حکم دیا سارے مسلمان اس کو لعنتی سمجھتے ہیں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ یزید امام حسین کے شہید ہو جانے اور اس پر خوشی منانے اور اہل بیت کے ذلیل ہو جانے سے راضی تھا۔ اخبار اس بارے میں آحاد ہیں تو کیا ہوا متواتر المعنی ہونا کافی ہے اس لیے ہم اس کے صحابی کے بیٹے ہونے کو نہیں دیکھیں گے۔ بلکہ اس کو بے ایمان کہیں گے۔ یزید پلید پر خدا کی لعنت اور اس کے

شکلیوں ساتھیوں سب پر خدا کی لعنت برے۔

اس ساری گفتگو کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ یزید اکثر مسلمانوں کے نزدیک سب بروں سے بہت برا اور قابل نفرت ہے۔ اس لیے کہ اس بد لعنت نے وہ کام کیا جو آج تک کسی سے سرزد نہیں ہوا۔ امام حسین علیہ السلام کے شہید ہو جانے کے بعد یزید نے ایک لشکر مدینہ منورہ کی طرف مدینہ کو اجاڑنے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ مدینہ میں رہنے والے صحابہ اور تابعین کو شہید کر دیا جائے اور یزید اپنے بی بی و بی بی کی وجہ سے حرم مکہ کو اجاڑے اور عبداللہ ابن زبیر کو شہید کرنے کا حکم بھی دیا جب یزید کی لشکر مکہ مکرمہ کو اجاڑا تھا تو یزید دنیا سے ہاتھ دھر بیٹھا ایسی حالت میں یزید کا قاتمہ خراب ہوا کہ اس کو توبہ اور اپنی غلطی سے رجوع کرنے کا موقع بھی نہ ملا۔

مولانا عبید اللہ لکھنوی دیوبندی کا بیان

مجموعۃ الفتاویٰ۔

بعض دریشان و سے براہ افراط و موالات رفقہ میگویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاق مسلمانان امیر شدا طاعتش بر امام حسین واجب شد و نہ استند کہ وے با وجود امام حسین امیر شود اتفاق مسلمانان کے شد جماعتے از صحابہ و اولاد صحابہ خارج از اطاعت او بود و برضے کہ حلقہ اطاعت او بگردن انداختند چون حال او از شرب خمر و ترک صلوة و زنا و استعمال محارم معاینہ کردند بمدینہ منورہ باز آمدند و طلع

بیت کروند و بعضے گویند کہ وے امر قتل امام حسین نکرده و نہ بدراں
 راضی بود و نہ بعد از قتل وے و اہل بیت وے مستبشر شد و ایں
 سخن نیز باطل است قال العلامة القنتاری فی
 شرح العقاید النسیفة و الحق الخ و بعضے دیگر گویند
 کہ قتل امام حسین گناہ کبیرہ است نہ کفر و لعنت مخصوص بکفار است و
 نازم بر فطانت ایشان نہ استند کہ کفر یک طرف خود ایزائے
 رسول الثقلین چه ثمرہ می دارد قال الله تعالی ان الذین
 یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا
 و الاخرة و اعد لهم عذابا مهینا و بعضے
 دیگر گویند کہ فاترہ وے معلوم نیست شاید کہ وے بعد از ارتکاب
 ایں کفر و معصیت توبہ کرده باشد و نفس اخیر وے بر توبہ رفتہ
 باشد و میل الی غزالی در احیاء العلوم باین طرف است و متحقی نہ باد کہ
 احتمال توبہ و رجوع از معاصی احتمالی است و الا ان بے سعادت
 آنچه درین امت کرده بیچکس نہ کرده باشد بعد از قتل امام حسین و
 امانت اہل بیت شکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ و قتل اہل آن فرستاد
 و در واقعہ حرہ ہامہ روز مسجد نبوی بے اذان و نماز ماند و من بعد شکر
 کشتی بحرم مکہ معظمہ کردہ و شہادت عبد اللہ بن زبیر درین معرکہ درین
 حرم مکہ واقع شد و چو مشاغل شغلی می داشت کہ مرد ایں جہاں
 را پاک کرد و پسرش معاویہ بر سر منبر شتی حال پدر خود بیان کرد و اللہ
 اعلم بما فی القمار و بعضے بیابانہ بلعین آن شتی تجویز می سازند از سلف و
 اعلام امت امام احمد بن حنبل و امثال ایشان بروے لعنت کردہ اند

و این جوڑی کہ کمال عصیت و در حفظ سنت و شریعت می دارد در کتاب خود معنی ویرا از سلف منقول کرده و علامه تفتازنی بکمال جوش و خروش پرورے و براعوان و انصاف سے لعنت کرده اند۔ و بعضے توقف کرده اند و براہ سکوت رفتہ اند و مسلک اسلام نسبت کہ اہل شیعہ را بمنفرت و ترحم ہرگز یاد نہ باید کرد و بہ معنی او کہ در عرف مختص بہ کفار گشتہ زبان خود را آلودہ نہ باید کرد و رکعت لسان از معنی اطمینان معین با وجود منصوبیت کفرش ہم ایچ خطر نیست فضلا معن یزید البلید۔

(مجموعۃ الفتاویٰ جلد ۱ ص ۵۸)

ترجمہ:-

بعض لوگ یزید کے معاملے میں براہ افراط و دوستی کہتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے اتفاق سے امیر مقرر ہوا تھا لہذا اس کی اطاعت امام حسین پر واجب تھی ایسے لوگ نہیں جانتے کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کیسے امیر ہو سکتا تھا۔ اور اس کی امارت پر مسلمانوں کا کب اتفاق ہوا تھا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت اور ان کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج تھی اور کچھ لوگ جنہوں نے اس کی اطاعت قبول کی جب انہوں نے اس کے شراب پینے اور تمارک الصلوٰۃ ہونے اور زنا کار ہونے اور محارم کا حلال کرنے والا ہونے کا معاملہ کیا۔ تو مدینہ منورہ واپس آکر خلع بیعت کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا اور نہ وہ آپ کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش ہوایہ سخن بھی باطل

ہے۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں دوہاں سے ملاحظہ فرمائیں اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت مخصوص بکفار ہے۔ ایسے لوگوں کی فطانت پر افسوس ان کو یہ معلوم نہیں کہ کفر تو دوسری چیز ہے جو داؤد ایزائے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کیا تیجہ و ثمرہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمے کا حال معلوم نہیں شاید اس نے کفر و معصیت کے بعد توبہ کر لی ہو اور اس کی آخری سانس توبہ پر لگی ہو اور امام غزالی کا اجیاد العلوم میں اسی طرف خیال ہے۔ اور مخفی نہ رہے کہ توبہ اور رجوع کا مرتبہ احتمال ہی احتمال ہے۔ ورنہ اس بے سعادت نے اس امت میں جو کچھ کہا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ امام حسین کے قتل کے بعد اہل بیت کی اہانت اور مدینہ منورہ کے خراب کرنے اور وہاں کے رہنے والوں کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور اس واقعہ حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و نماز رہی اور اس کے بعد اس لشکر نے حرم مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور اس معرکہ میں عین حرم کے اندر عبداللہ ابن زبیر شہید ہوئے اسی قسم کے مشامل میں مصروف تھا کہ مر گیا اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے معاویہ نے برسہا برس اس کے برے احوال بیان کیے اور پوشیدہ حالات کو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور بعض کھلم کھلا اس شقی پر لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف اور اعلام امت

سے امام احمد بن حنبل اور ان کی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے ابن جوزی نے جو حفظ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید اور اس کے انصار و اعوان پر لعنت کی ہے اور بعض نے توقع کیا ہے اور سکوت کی راہ اختیار کی ہے اور سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور ترحم کے ساتھ ہرگز یاد نہ کرنا چاہیے اور نہ ہی اس پر لعنت کر کے جو کہ عرف میں کفار کے ساتھ مختص ہے اپنی زبان کو آلودہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اہلس لعین سے باوجود اس کے کہ اس کا کفر منصوص ہے زبان روکنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ فضلاً عن یزید البلید۔

مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی کا بیان

امداد الفتاویٰ:

یزید قاسم تھا اور قاسم کی ولایت مختلف فیہ ہے دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ناجائز سمجھا اور گوگراہ (مجبوری) میں انقیاد و حکم ماننا جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور تمسک بالحق (یعنی حق پر عمل پیرا ہونے کے سبب یہ امام رضی اللہ عنہ) مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان (امام حسین رضی اللہ عنہ) کو شہید مانیں گے باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تاکید کیوں کراتا تھا۔ خصوصاً جبکہ حضرت امام رضی اللہ عنہ) آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تعدادت ہی تھی چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ) کے قتل کی بنا ہی تھی اور سزا کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مستط ہوتا کب جائز ہے۔ خصوصاً یزید جیسے اناہل کو اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے

(امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۵۴)

مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی بانی دیوبند

کابیان

مکتوبات

بالجملہ برامول اہل سنت حال یزید نسبت سابق مقبل شدہ نزد بعض کافر شدہ و نزد بعض کفر و متحقق نہ گشت اسلام سابق مخلوط فسق لاحق شد اگر حضرت امام کافر پیدا شد و خروج برویہ خطا کردند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ را ہمیں خاطر پسند آتا و اگر چنانکہ ممکن است کہ کفر کسی نزدیک بنی متحقق شود و نزد دیگران نشود، چینیس خروج برویہ حق ایں و ان ممکنت خواهد بود اتفاق در تکفیر و فسق و تعدیل و تجریح کے از ضروریات دینی یا از بدیہات عقلی نیست۔

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱ ص ۲۵۸)

توجہ ۱۔

یعنی حاصل یہ ہے کہ اہل سنت کے اصول پر یزید کی پہلی حالت تبدیل ہو گئی تھی بعض کے نزدیک وہ کافر ہو گیا تھا۔ اور بعض کے نزدیک اس کافر متحقق نہ ہوا بلکہ اس کا سابقہ اسلام بھی فسق کے ساتھ مل گیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما نے اس کو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں (یعنی تلوار اٹھانے میں) کوئی غلطی نہیں کی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہی یزید کے کفر والی بات پسند آئی تو انہوں نے اس کو کافر کہا ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کسی کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت

ہو اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو (تو جس کو کافر ہونا معلوم ہو جائے تو اس کو تلوار اٹھانا ضروری ہے) اسی طرح اس پر خروج کرنے میں بھی اختلاف ہو جائے گا۔ (یعنی جو کفر جانیں لڑیں اور جو نہ جانیں نہ لڑیں) اور تکفیر تفسیق اور تحریک وغیرہ میں کسی کا اتفاق کرنا ضروریات دینی یا بدیہات عقلی سے نہیں ہے۔

قاری محمد طیب دیوبندی کا بیان

شہید کربلا:-

بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام کے سب ہی متفق ہیں خواہ مبایعین (بیت کرنے والے) یا مخالفین پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء و اسخین (بختہ علم والے) محدثین فقہاء مثل علامہ قسطلانی علامہ بدرالدین عینی علامہ ہمیشی علامہ ابن جوزی علامہ سعد الدین تفتازانی محقق ابن ہمام حافظ ابن کثیر علامہ اکیا الہر اسی جیسے محققین۔ (صحیح بات بتانے والے) یزید کے فسق ہر علامہ سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں۔ اور خود بھی اس کے قائل ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق پر متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

(شہید کربلا اور یزید میں ۱۵۲-۱۵۳)

۴

یزید کا ناقابل تردید سیاہ کارنامہ

واقعه حرہ

یزید کی بدکرداریوں کا حال سن کر اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ کر بغاوت کر دی یزید نے مدینہ پر لشکر کشی کا حکم دیا پھر اہل مدینہ نے ظلم و ستم کے چوہاڑ ٹوٹے ان کا تذکرہ بھی نہیں۔ یہ واقعہ کربلا کے بعد ظہور پذیر ہوا ہے۔ یعنی سن ۶۱ (۶۳) میں

فَلَمَّا رَجَعُوا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ إِلَّا الْمُنْذَرُونَ
 الرُّبَيْفَاتُ قَدِمَ الْعِرَاقَ عَلَيَّ ابْنِ زِيَادٍ وَكَانَ
 يَزِيدٌ قَدْ أَجَازَهُ بِمِائَةِ أَلْفٍ فَلَمَّا قَدِمَ أَوْلِيَاكَ
 النَّفَرُ الْوَفْدُ الْمَدِينَةَ قَامُوا فِيهِمْ فَأَظْهَرُوا
 شَتْرَ يَزِيدٍ وَعَيْبَهُ وَقَالُوا قَدِمْنَا مِنْ عِنْدِ
 رَجُلٍ لَيْسَ لَهُ دِينَ يَشْرِبُ الْخَمْرَ وَيَضْرِبُ بِالطَّنَابِيرِ
 وَيَعْرِفُ عِنْدَ الْقِيَانِ وَيَلْعَبُ بِالْحِكْلَابِ وَيَسْمُرُ
 عِنْدَ الْحُرَابِ وَهُوَ اللَّسُومُ وَإِنَّا لَشَاهِدُكُمْ
 إِنَّا قَدْ خَلَعْنَا قَدِيمَ الْمُنْذَرِ الْمَدِينَةَ، وَقَالَ إِنَّهُ قَدْ
 أَجَازَنِي بِمِائَةِ أَلْفٍ وَلَا يَمْنَعُنِي مَا صَنَعَ فِي أَنْ
 أَخْبِرُكُمْ خَبْرَهُ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَيَشْرِبُ الْخَمْرَ وَاللَّهُ
 إِنَّهُ لَيَسْحَرُ حَتَّى يَدْعَ الصَّلَاةَ وَمَا بِهِ مِثْلُ مَا
 مَا بِهِ بِهِ أَصْحَابُهُ وَأَشَدُّ.

تاریخ ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۰۲ تا ۱۰۴

مطبوعہ بیروت مطبع جدید

مدینہ منورہ سے کچھ لوگ یزید کے پاس شام گئے اور یزید کی بدکرداریوں کو یوں بیان کیا جب یہ وفد واپس روانہ ہوا۔ تو ماسوائے منذر بن زبیر کے تمام بخیر و عاقبت مدینہ پہنچ آئے۔ جناب منذر بن زبیر جانب عراق ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ یزید نے انہیں ایک لاکھ درہم عطا کیے۔ اور جب وہ وفد مدینہ آ گیا تو اہل مدینہ کے سامنے انہوں نے یزید کے عیوب و نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اور کہا۔ کہ ہم ایک ایسے شخص کے ہاں سے آئے ہیں۔ جو بے دین، شراب خور، ڈھول تماشہ کا عادی، غلاموں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ان سے مستقی سننے والا۔ اور کتوں کی دوڑ جیسے کاموں کا مرتکب ہے۔ ہم تم اہل مدینہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں۔ کہ ہم نے یزید کی بیعت توڑ دی

اس وفد کے ایک شخص منذر بن زبیر جب مدینہ پہنچے تو انہوں نے کہا۔ اگرچہ یزید نے مجھے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔ تاہم اس کے باوجود بتلاتا ہوں۔ کہ وہ شرابی ہے۔ خدا کی قسم! وہ شراب کے نشے میں نماز تک چھوڑ دیا کرتا ہے۔ اور انہوں نے بھی وہی عیب بتلائے۔ جو ان کے دوسرے ساتھیوں نے بیان کیے تھے۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ نقائص بیان کیئے۔

البدایۃ والنہایۃ:-

وَقَدْ كَانَ يَزِيدٌ فِيهِ خِصَالٌ مَّحْسُودَةٌ
مِنَ الْكِرَامِ وَالْحِلْمِ وَالْفَصَاحَةِ وَالشَّعْرِ

وَكَانَ فِيهِ أَيْضًا إِقْبَالٌ عَلَى الشَّهَوَاتِ وَتَرْكٌ
بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَأَمَّا تَهَا فِي
غَالِبِ الْأَوْقَاتِ وَقَدْ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا
مَعْنَعْنُ أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ
أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ (ص)
يَقُولُ يَكُونُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّينَ سَنَةً
أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ
يَلْقَوْنَ عَذَابًا.

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۲۳۰
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:-

یہ زمین میں کچھ اچھی عادات بھی تھیں۔ وہ سخی، برباد، فصیح اور شعرو
شاعری کا نونہ تھا۔..... ان اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ
شہوات کی طرف مائل اور بعض دفعہ نماز تک کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔
امام احمد کہتے ہیں کہ ولید بن قیس نے ابو سعید خدری کے واسطے سے
روایت کی۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں
نے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ سے ساٹھ سال بعد ایسے لوگ آئیں
گے۔ جو نمازوں کی پرواہ نہ کریں گے۔ مشہوات کے پیچھے بھاگیں
گے۔ پھر وہ بہت جلد دوزخ میں جا کریں گے۔

واقعہ عمرہ کی مختصر تشریح از شیخ عبدالحق

محدث دہلوی

جذب القلوب!

شہادت امام حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے بعد یزید کے زمانہ میں جو واقعات ہوئے وہ نہایت ہی قبیح ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ حترہ بھی ہے اس کو واقعہ حترہ زہرہ بھی کہتے ہیں یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور ایک مقام کا نام ہے اس واقعہ قتل و غارت جنگ و جدال اور ہنگامہ مدینہ منورہ کی ہوئی گو اس کا ذکر قلوب صافیہ کے لیے باعث کدورت ہے۔ مگر چونکہ اس کا وقوع مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صداقت کا مظہر ہے اس لیے اشارۃً اس کا بیان لازمی ہے۔ حضور علیہ وسلم نے اس واقعہ کے وقوع سے قبل خبر دی تھی اور فضائل مدینہ بھی بیان فرمادیئے تھے کہ جو شخص اہل مدینہ کو ایذا دے۔ اور خوف دلائے تو اس کا ماتبت مال و نیا و آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے بعض علماء نے اس کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ حدیث واقعہ حترہ کی مصدق ہے کہ مدینہ آباد ہو کر ویران ہوگا اور آدمی اس کو چھوڑ دیں گے صحرائی جانور اگر بسیں گے..... ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے کہ مدینہ میں ایک ایسی جنگ ہوگی جس کی وجہ سے
 دین یہاں سے اس طرح صاف نکل جائے گا۔ جس طرح سر کے بال
 منڈنے سے صاف ہو جاتے ہیں۔ اس دن تم لوگ مدینہ سے باہر
 نکل جانا اگرچہ ایک منزل کا فاصلہ بھی ہو حضرت ابو ہریرہ فرمایا کرتے
 تھے۔ یا اللہ مجھے سن ساٹھ کے حادثوں سے اور لڑکوں کی حکومت
 سے بچاؤ دن آنے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھالینا یہ اشارہ یزید
 کی طرف تھا کیونکہ وہ بے دولت سن ۶۰ھ میں تخت شقاوت پر بیٹھا
 تھا اور واقعہ حترہ اس کے زمانہ شقاوت نشان میں واقع ہوا تھا و اقدی
 کتاب حترہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت
 سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں سفر کرتے کرتے جب
 مقام حترہ زہرہ پہنچے تو کھڑے ہو کر آیت اِنَّا اِلَيْهِ
 رَاجِعُونَ پڑھی صحابہ کرام نے سمجھا کہ شاید اس سفر کا انجام اچھا
 نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی ہے حضرت عمر ابن
 الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گناہ
 ملاحظہ فرمایا کہ استرجاع فرمایا آپ نے فرمایا کوئی امر اس سفر میں ایسا نہیں
 عرض کی سبب استرجاع کیا ہے آپ نے فرمایا اس حترہ سنگتانی میں
 میری امت کے بہترین امتی میرے صحابہ کے بعد قتل کیے جائیں گے
 دوسری روایت میں ہے کہ اپنے اپنے دست مبارک سے اشارہ
 کر کے فرمایا کہ اس حترہ میں میری امت کے بہترین لوگ مائے جائیں
 گے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ
 حضرت کعب بن احبار فرماتے تھے کہ تو راست میں ہے کہ مدینہ منورہ

کے سنگستان میں امت محمدیٰ اشدر علیہ وسلم کے کچھ ایسے لوگ باہر شہادت
 پٹنیں کے قیامت کے دن جن کے منہ چودھویں چاند سے بھی زیادہ
 روشن ہوں گے۔ ابن زبالہ سے روایت ہے کہ ایک روز زمانہ
 امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ میں خوب بارش ہوئی آپ اپنے دوستوں
 کے ہمراہ مدینہ منورہ کے گرد سیاحت کے لیے گئے۔ جب مقام حرہ
 پر پہنچے اس کے ہر طرف آپ نے پانی کی ندیاں بہتی ہوئی دیکھیں
 تو حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت آپ کے ہمراہ
 تھے قسم کھا کر کہا جس طرح پانی کی سبیلیں یہاں چل رہی ہیں اس طرح
 خون کی بھی یہاں سے سبیلیں چلیں گی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ
 نے آگے بڑھ کر پوچھا اے کعب یہ کس زمانہ میں ہوگا آپ نے
 فرمایا۔ اے زبیر کے بیٹے تو اس بات سے ڈر کر تیرے ہاتھ
 پاؤں سے واقع نہ ہو۔ جانتا چاہیے کہ اہل میر اور تاریخ نے اس
 واقعہ کی مجملہ و تفصیلاً لکھا ہے ہم اس مقام پر ان لوگوں کی تقریر و تحریر
 کا حال مفصلاً ترجمہ کر کے لکھتے ہیں تاکہ اصل واقعہ میں تحریراً یا تقریراً تغیر
 اور نقصان واقع نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرطبی۔

کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کا مدینہ سے باہر نکلنے کا سبب جو بعض احادیث
 میں ہے واقعہ حرہ کے باعث ہے کہ مدینہ منورہ پر کمال آبادی رونق
 کے زمانے میں بقایا صحابہ اور تابعین سے بھرا تھا اس پر جاوٹے
 اور فتنے پے در پے آنے لگے اور اہل مدینہ ان فتنوں اور آفتوں
 کے خوف سے اس جاسے پاک سے نقل مکانی کر کے باہر نکلے اور

یزید پلید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک عظیم شامی فوج دے کر اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا ان بد بختوں نے ان حضرات کو اسی مقام حرہ میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ شہید کر ڈالا اور تین دن تک مسجد نبوی کی ہتک حرمت کی اسی لیے اسے واقعہ حرہ کہتے ہیں یہ مقام مسجد سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک میل دور واقع ہے اس فتنہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین انصار و علماء و تابعین اختیار کو قتل کیا گیا سات سو حافظ قرآن شریف ستانوے قوم قریش کے آدمی درجہ شہادت کر پہنچے یعنی شہداء کی تعداد تفصیل ذیل ہے

مہاجرین و انصار علماء و تابعین ۱۷۰۰

عوام الناس ۱۰۰۰۰

حفاظ ۷۰۰

قریش ۹۷

میزان ۱۲۲۹۷

یعنی سوائے میدان کربلا کے شہداء بچوں اور عورتوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں بارہ ہزار چار سو ستانوے حضرات کو یزید کی فوج نے حکم یزید پر ظلم و ستم سے شہید کیا۔ لعنة الله عليه وعلى اعدائه وعلى انصاره الى يوم الدين۔ اس کے علاوہ ان بد بختوں نے فسق و فساد اور زنا مباح قرار دے دیا یہاں تک کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورت نے اولاد زنا کے بچے جنے ان ازلی شقیوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھوڑے باندھے اور حضور کے روضہ اور منبر کے مابین مقابلہ جس کے متعلق حضور علیہ السلام

فرمایا ہے۔ دو ضلعتہ من ریاض الجنۃ گھوڑے لید اور پیٹاب
 کرتے رہے اور لوگوں سے یزید کی جانب سے اس مضمون کی بیعت
 لی کہ یزید چاہے تم کو کیسے چاہے آزاد کر چاہے خدا کی عبادت کی
 طرف بلائے چاہے بیعت کی طرف جب حضرت عبداللہ بن زمرہ
 رضی اللہ عنہ نے یزید سے کہا کہ بیعت تو کم از کم قرآن شریف اور
 سنت نبوی پر یعنی چاہیے تو ان کو یزید نے اسی وقت شہید کر دیا۔ قرطبی
 کہتا ہے کہ اہل اخبار نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ ان دنوں آدمیوں سے
 بالکل خالی ہو گیا تھا وہاں کے پھل پھول نصیب جانور ان صحرا ہو چکے
 تھے یہاں تک کہ مسجد نبوی میں کتوں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کوئی کا ظہور بعد میں ہوا۔ قرطبی کی کلام
 کا ترجمہ ختم ہوا۔

(جذب القلوب ص ۵۲-۵۷)

ابن جوزی،

اپنی سند متصل بن مسیب فرماتے ہیں کہ دنوں جن دنوں واقعہ حترہ
 پیش آیا تھا۔ میرے سوا کوئی شخص مسجد شریف میں حاضر نہیں رہتا
 تھا۔ اہل شام مسجد میں آکر مجھے دیکھتے اور کہتے یہ بڑھا دیوانہ یہاں کیا
 کرتا ہے کوئی وقت نماز ایسا نہ آتا تھا کہ میں حجرہ شریف سے آواز
 آذان اور اقامت نہ سنتا تھا۔ اور اسی آذان اور اقامت سے میں
 نماز پڑھتا رضی اللہ عنہ وارضاه عنا اس واقعہ میں ایک بڑا قبیح امر یہ
 ہوا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان ناعاقبت اندیشوں
 نے گستاخی کی تھی کہتے ہیں کہ لوگوں نے ابوسعید خدری کو دیکھا

کہ ان کی زشیش مبارک جڑ سے نوچی ہوئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا صورت ہے کیا آپ اپنی داڑھی سے کھینا کرتے ہیں اور نوچا کرتے ہیں تب انہوں نے فرمایا نہیں یہ مجھ پر اہل شام کا ظلم ہوا ہے واقعہ حترہ میں ایک جماعت شامیوں کی میرے گھر میں گھس آئی اور جو کچھ متاع اور اسباب تعاسب لے گئے اس کے بعد دوسری جماعت گھسی انہوں نے جب میرے گھر میں کچھ نہ پایا تو غصتہ میں اگر باری باری میری داڑھی اکھیر کر اس حال میں کر دی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو غزنیہ اس واقعہ میں ظالموں نے تاراج کیا۔ اذیتیں پہنچائیں اور ان شیعوں سے اور بھی بہت سے ایسے واقعات مگر روز واقع ہوئے ہیں۔

واقعہ حترہ کے منظام علامہ ابن کثیر کی

زبانی

البدایة والنہایة

قال المدائنی وایاح مسلم بن عقبہ المدینة ثلاثة
ایام یقتلون من وجید وامن الناس ویأخذون
الاموال فارسلت سعدی بنت عوف المریة الی
مسلم بن عقبہ تقول له انا بنت عمك فمر اصحابك
ان لا یتعرضوا لابلنا کذا کذا فقال لا صحابه
لا تبدوا الا باخذ بایلها ولا وجاته

امرأة فقالت انا مولاتك وايتي في الاسارى فقال
عجلوه لها فضربت عنه وقال اعطوه رأسة.
اما ترضين ان لا يقتل حتى يتكفي في انبك.

ترجمہ:-

مدائنی نے کہا (یزید کی طرف سے اہل مدینہ کو تہ تیغ کرنے کے
لیے بھیجے ہوئے فوجی جنرل) مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن تک قتل و
غارت کے لیے جائز قرار دیا جو مدینہ کا آدمی ملتا قتل کر دیتے۔ اور
مال و متاع چھین لیتے تھے۔ مدینہ کی ایک عورت سعدی بنت عون
مریہ نے مسلم کو پیغام بھجوایا کہ میں تیری چچا زاد بہن ہوں اپنے ساتھیوں
کو کہہ دے کہ ہمارے فلاں فلاں اونٹوں کو پکڑا جائے۔ مسلم نے
اپنے فوجیوں سے کہا کہ سب سے پہلے اسی عورت کے اونٹ پکڑو
ایک عورت نے اگر کہا میں تیری طرفدار ہوں اور میرا بیٹا قیدیوں
میں سے ہے۔ کہنے لگا اس کے بیٹے کے متعلق جلدی کرو۔ چنانچہ اس
کے بیٹے کی گردن اڑا کر عورت کے حوالے کر دی گئی۔

البدایة والنہایة

ووقعوا علی النساء حتی قیل انہ حبلت الف امرأة
فی تلك الايام من غیر زوج فانہ اعلم قال المدائنی
عن ابی قرة قال قال هشام بن حسان، ولدت الف
امرأة من اهل المدينة بعد وقعة الحرة من
غیر زوج۔

(البدایة والنہایة)

ترجمہ:

یزیدی فوج نے مدینہ میں (موردوں سے زنا کیا یہاں تک کہ ان دنوں
ایک ہزار عورت نے شوہر کے بغیر بچے جنے۔ اللہ اعلم
دراستی نے ابو قرہ سے روایت کی ہے کہ ہشام بن حسان نے کہا
واقعہ حرہ کے بعد اہل مدینہ کی ایک ہزار عورت نے تاجاڑ بچے
جنے۔

البدایۃ والنہایۃ:

قال المدائنی عن شیخ من اهل المدينة قال
سألت الزهري كمر كان القتلى يوم الحره قال
سبعمأة من وجوه الناس من المهاجرين والانصار
ووجوه الموالي ومن لا اعرف من حر وعبد وغير
هو عشرة آلاف۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۲۲۱ ذکر

سن ۶۳ ہجری)

ترجمہ:

دراستی اہل مدینہ کے ایک شیخ سے روایت کی ہے کہ میں نے
امام زہری سے پوچھا حرہ کے واقعہ میں کتنے لوگ قتل ہوئے۔
اس نے کہا مہاجرین و انصار مقتدر صحابہ میں سے سات سو اور دیگر
غلام و آزاد مردوں میں سے دس ہزار لوگ قتل کیے گئے۔

+

بیت اللہ کی بے حرمتی اور

اہل مدینہ پر جو کچھ منظالم ہوئے یزید کے

اپنے حکم سے ہوئے

البدایۃ والنہایۃ:-

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لمسلم
بن عقبة ان يبيع المدينة ثلاثة ايام. وهذا
خطأ كبير فاحش. مع ما انضم الي ذلك من
قتل خلق من الصحابة و انبا لهم، وقد تقدم
انه قتل الحسين واصحابه على يد عبید اللہ بن
زیاد، وقد وقع في هذه الثلاثة ايام من المفسد
العظيمة في المدينة النبوية ما لا يحسد ولا يوصف
ما لا يعلمه الا الله وقد اذ بار سال مسلم بن عقبة
توطيد سلطانه وملكه و دوام ايامه من
غير مناع:-

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۱ ص ۲۲۲)

ترجمہ:-

یزید نے بہت بڑی غلطی (برائی) کی جب مسلم بن عقبة کو کہا کہ مدینہ کو
تین دن تک قتل و غارت کے لیے) جائز قرار دیا جائے یہ بہت
ہی بڑا گناہ ہے۔ جبکہ اس حکم کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام اور

ان کی اولاد قتل ہوئی اور بچے گزر چکا ہے کہ اس نے عبید اشدر بن زیاد کے ہاتھوں سے امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا اور واقعہ حترہ کے تین دنوں میں مدینہ منورہ کے اندر وہ کچھ برائیاں ہوئیں کہ جنہیں ہی خوب جانتا ہے۔ اور ان کی سنگینی بھی اللہ ہی کو معلوم ہے۔

مسلم بن عقبہ کو بھیجنے میں یزید کا مرتبہ یہی مقصد تھا کہ اس کی حکومت مضبوط ہو جائے اور سلطنت کو دوام حاصل ہو۔

یزید اور مسلم بن عقبہ کا انجام

جلب القلوب۔

نقل ہے کہ جب مسلم بن عقبہ مسرت بد کردار کراہ سے اہل مدینہ کی بیعت یزید پدید کے حق میں لے رہا تھا اکثر لوگوں نے تو خوف سے بیعت کی اور اطاعت قبول کر لی ان میں ایک شخص جو قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا تھا نے کہا کہ میں نے بیعت اطاعت پر کی ہے معصیت پر نہیں کی۔ مسرت نے اس کی یہ بیعت قبول نہ کی اور اس کے قتل کا حکم دے دیا جب وہ قتل ہو گئے تو ان کی والدہ نے قسم کھائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قدرت دلائے تو وہ اللہ میں اس کو مردہ یا زندہ جلوادوں۔ جاننا چاہیے کہ جب مسرت قتل اور لوٹ مار مدینہ سے فارغ ہوا تو عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے روانہ ہوا وہ مکہ کے راستہ میں تین روز کے بعد جس مرض میں مبتلا تھا اسی سے واصل جہنم ہوا۔ وہ تک بی بی اپنے عہد کے مطابق چند غلام لے کر تین روز بعد اس کی قبر پر گئی کہ اس کو قبر سے نکال کر اپنی قسم پوری کرے جب اس کی قبر کھولی تو دیکھا

ایک اژدھا مسرت کی گردن سے پٹنا ہوا ہے اور اس کے ناک کی ہڈی چوس رہا ہے سب لوگ یہ حال دیکھ کر دوڑے اور اس بی بی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے اعمال کی سزا دی ہے اور تمہارا طرف سے انتقام لے ہی لیا ہے بس یہی عذاب اس پر کافی ہے انہوں نے کہا نہیں وا اللہ جب تمک میں اپنا عہد جو خدا سے کیا ہے پورا نہ کروں گی ہرگز درگزر نہیں کروں گی۔ اس نے کہا اسے پاؤں کی طرف سے نکالو مگر اس طرف بھی اژدھا پاپا پھر اس بی بی نے وضو کیا دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اہی تو جانتا ہے کہ میرا فقہ مسلم بن عقبہ پر تیری رضا کے لیے تھا۔ مگر فرصت دے کہ میں اسے نکال کر گڑھے میں جلادوں اس کے بعد ایک لکڑی لے کر سانپ کی دم پر ماری وہ گم ہو گیا پھر اس کی لاش نکلا دائی اور جلواد کی واقدی کہتے ہیں کہ وہ بی بی میری تحقیق میں یزید بن عبد اللہ بن زمرہ کی ماں تھیں..... (قرطبی) کہتے ہیں کہ مسرت اس واقعہ حترہ کے کوئی تین دن بعد مر گیا۔ مدینہ منورہ کے راہ میں اس کا پیٹ خون اور پیسے بھر گیا سخت بڑی حالت میں مرا لیکن عالم بے حیائی میں حماقت قلبی سے کہتا تھا کہ خداوند مجھ سے بعد کلمہ شہادت کے بعد کوئی ایسا نیک عمل جو مجھے محبوب ہو سوائے قتل اہل مدینہ کے نہیں ہوا۔ اب اگر تو مجھے باوجود ایسے نیک عمل کرنے کے بھی جہنم میں داخل فرمائے تو میرے جیسا کوئی بد بخت نہیں ہو گا۔ اس کے بعد اس نے حصین بن غنیر کوئی کو طلب کیا اور کہا تجھ کو امیر المؤمنین (یزید) پیدا کرنے میرے بعد والی اور خاتم کہا ہے۔ جلد مکہ معظمہ پہنچ کر عبد اللہ بن زید کو موت کی منیٰ نیر سلاؤ اور

اس سے لڑنے میں کئی دنوں تک منہمک رہ کر کئی تپتھروں سے مارا اور اگر وہ خانہ کعبہ میں جاگھسے تو کچھ پرواہ نہ کرو اور منہمک چلاتے جاؤ حصین بن نیر اس کی وصیت کے مطابق جو بمیں روز مکہ کو گھیرے رہا اور شدید قتال کیا اور منہمک کعبہ اٹھ کی طرف پھینکی کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک شخص تھا جس نے اپنے نیزے کے سرے پر آگ لگا دی تھی۔ یہ ایک ایسی تیز ہوا چلی کہ اس سے کعبہ میں آگ لگ گئی اسی آگ میں یزید کے واسلہ جہنم ہونے کی اطلاع ملی کہ وہ بعارضہ ذات البینب جہنم رسید ہو چکا ہے یہ خبر پہنچتے ہی اہل شام اور بنو امیہ میں پریشانی پڑ گئی سب کے سب رسوا خوار اور شکست کھا کر بھاگے واقعہ حرہ بروز چہار شنبہ ۲۸ یا ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا اور موت مسلم بن عقبہ غزہ محرم ۶۳ھ میں ہوئی۔ قتال مکہ اور تہراؤ منہمک سے روز شنبہ ۲ ربیع اول موت یزید پیدا یکم ربیع الثانی کو بعد واقعہ حرہ ہوا سموی نے کتاب وقایم ذکر ای طرح کیا ہے۔ واللہ اعلم

(جذب القلوب ص ۶۵-۶۹)

ۛ

قتل حسینؑ کی خبر سن کر

یزید راضی ہوا

البدایۃ والنہایۃ :-

وَقِيلَ إِنَّكَ يَزِيدَ فَرِحَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ أَوَّلَ مَا
بَلَغَهُ ثُمَّ نَدِمَ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ
مَعْمَرِ بْنِ الْمُثَنَّى أَنَّ يُوسُفَ بْنَ حَبِيبِ الْجَرْمِيِّ
حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ لَمَّا قَتَلَ بَنُو زِيَادِ الْحُسَيْنَ
وَمِنْ مَعَهُ بَعَثَ بَرًّا وَسِيَّئًا إِلَى يَزِيدَ فَسَرَّ
بِقَتْلِهِ أَوْلًا وَحَسُنَتْ بِذَلِكَ مَنْزِلَةُ ابْنِ زِيَادٍ
عِنْدَهُ لَمْ تَرَ لِي بَلَدًا إِلَّا قَلِيلًا حَتَّى تَدِمَ -

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۸ ص ۲۲ مطبوعہ بیروت)

توجہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یزید نے جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر سنی۔
تو شروع شروع وہ خوش ہوا۔ پھر اس پر افسوس کا اظہار کیا۔ ابو عبیدہ
معمر کا کہنا ہے۔ کہ یوسف بن حبیب نے بیان کیا۔ کہ جب ابن زیاد نے
امام عالی مقام کو شہید کر دیا۔ تو ان کا بوجہ ساتھیوں کے سر یزید کے
پاس پہنچایا۔ تو یزید ان کے قتل پر بڑا خوش ہوا۔ اور اس قتل
کی بنا پر ابن زیاد کا مرتبہ و منصب بڑھا دیا۔ پھر بہت جلد
اس پر ندامت بھی کی۔

یزید کو اس کے بیٹے معاویہ نے واقعہ

کربلا کا اصل مجرم قرار دیا

صواعق محرقة؛

قلد ابی الامر وکان غیر اهل له نازع ابن
بنت رسول الله صلی الله علیہ وسلم فقممت
عمرة واتبعت عقبه وصاد فی قبره رمینا بذنوبه
تشریحی وقال۔ ان من اعظم الامور علینا علمنا بسوء
مصرعه و بش منقلبہ وقد قتل عترة رسول
الله صلی الله علیہ وسلم و اباح الخمر و
خراب الکعبة۔

(الصواعق المحرقة مصنفہ علامہ ابن حجر
ہیشمی ص ۲۲۲ الخاتمہ)

ترجمہ:-

(معاویہ بن یزید نے چند دن حکومت میں رہ کر اس سے دست برداری
کرتے ہوئے یہ کہا میرے باپ یزید نے حکومت سنبھالی
جبکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے
جنگ کی چنانچہ اس کی عمر گھٹ گئی۔ اس کے وارث فتنہ ہو گئے
اور اپنے گناہوں کو لے کر قبر میں جا پھنسا۔ پھر معاویہ رو پڑا۔ اور

کہنے لگا ہمارے لیے سب بڑا صدمہ یزید کے انجام بد کا معلوم ہونا اور اس کا برا ٹھکانہ ہے۔ اس نے عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا شراب کو حلال قرار دیا اور کعبہ کو تباہ کیا (معاذ اللہ)

ابن زیاد نے کہا اگر میں حسین رضی اللہ عنہ
کو قتل نہ کرتا تو یزید مجھے قتل کر دیتا۔

حامل ابن اشیر:

ابن زیاد ایک مرتبہ کسی سفر میں واقعہ کربلا کے بعد کسی جگہ نیم خوابی کی حالت میں کچھ باتیں کر رہا تھا اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے زیر لب کچھ بڑبڑا رہا تھا کسی نے اس کی باتیں سن لیں اور کہا ابن زیاد! تم ابھی کہہ رہے تھے کہ لَيْتَنِي كُنْتُ لَمْ أَقْتُلْ حُسَيْنًا۔ اسے کاش میں نے حسین کو قتل نہ کیا ہوتا۔ ابن زیاد نے اگے سے یہ جواب دیا
أَمَا قَتَلِي الْحُسَيْنَ فَإِنَّهُ أَشَارَ لِي يَزِيدُ بِقَتْلِهِ أَوْ قَتَلِي
فَاخْتَرْتُ قَتْلَهُ۔

یعنی رہا میرا حسین کو قتل کرنا تو اس کی یہ وجہ تھی کہ یزید نے مجھے اختیار دیا تھا کہ حسین کو قتل کروں یا خود قتل ہو جاؤں تو میں نے حسین کے قتل کو ترجیح دی
دی۔ (امام حسین کو قتل کر کے یزید سے اپنی جان بچالی)

(کامل ابن اشیر جلد چہارم ص ۱۲۵) (برب
ابن زیاد والی الشام)

حاصل کلام:-

یزید کی بد کرداری، بد عملی اور فسق و فجور سے بھرپور زندگی پر تمام اہل سنت لعن طعن کرتے ہیں۔ بلکہ اس کفر تک کے قائل ہیں۔ اور یزید کے حق میں کوئی ایسی دلیل ذکر کرنے کی بجائے کہ جس سے اس کے فضائل و مناقب عیاں ہوتے ہوں۔ علماء نے اس پر لعنت کے دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ بہر حال جو کفر یزید کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اسے فاسق و فاجر سے کم شمار نہیں کرتے۔ حتیٰ یہ ہے۔ کہ جو شخص اس کے فاسق و فاجر ہوتے ہوئے پھر اس کی خوبیاں اور خوش خلقیاں بیان کرنا اور اصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے۔ اس لیے اہل سنت کو خصوصاً اس سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے۔

الغرض جب مذکورہ عبارات سے یہ بات باسکلی عیاں و ظاہر و باہر ہو گئی۔ کہ یزید ایک بد سنت بد کردار، ملعون اور مردود آدمی تھا۔ تو پھر ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم اہل سنت پر یہ طعن کرتا کہاں تک درست ہے۔ کہ سنی یزید کو اپنا محبوب خلیفہ سمجھتے ہیں۔ اس کو امام برحق کہتے ہیں۔ اس کی خلافت کو منہاج نبوت کے مطابق قرار دیتے ہیں۔

وغیرہ وغیرہ؟

ایسے الزام سراسر بہتان اور جھوٹوں کا پلندہ ہیں۔ جو ان لوگوں کو در شرمی ملا۔ اپنے ہماری عقائد کی کتب اور ان کی شروعات سے ہمارا عقیدہ پڑھا۔ یعنی یہ کہ یزید ملعون و مردود ہے۔ اور اس پر بعد اس کے ناصرین و معاونین سب پر خدا کی لعنت، ہم اپنا عقیدہ یوں صراحتاً بیان کریں۔ اور معترض اسی بات کی رٹ لگا کر جلسے جلسے کہ اہل سنت یزید کو فلاں فلاں القاب دیتے ہیں۔ دراصل اس طریقہ سے وہ اپنی عبارات لوگوں کی توجہ ہٹا کر ایک انہونی خوشی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

درحقیقت یزید اہل تشیع کا امام ہے

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث رسول کی تطبیق و تاویل کے ضمن میں جو یزید کو بارہ خلفاء میں شمار کرنے کی روایت ہے، اہل تشیع نے اس رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کیا۔ اور اس سے تمام اہل سنت پر یہ الزام تھوپا۔ کہ تمام سنی یزید کو خلیفہ برحق اور ایک نیک خدا ترس آدمی ملتے ہیں۔ لیکن ان عقل دانصاف کے دشمنوں کو علامہ السیوطی کی وہ عبارات نظر نہ آئیں۔ جو صراحتاً یزید کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمان ہیں۔ ہم نے یہ ثابت کر دکھایا۔ کہ علامہ موصوف اور دیگر ائمہ اہل سنت یزید کو قتل حسین پر راضی ہونے والا اور اہل بیت رسول کا توہین کرنے والا کہتے اور سمجھتے ہیں۔ ہماری عقائد کی ان تصریحات کے بعد اب آپ ذرا اہل تشیع کی عبارات کو دیکھیں۔ کہ اس رسوائے زمانہ شخص کو اہل بیت کا غم خوار اور مددگار ثابت کرنے میں کیا کیا جتن کیے۔ اور اہل بیت پر اس کے احسانات گنوائے۔ اور اس کی وفاداریوں کے ڈھول پیٹے۔

۱۔ یزید نے قتل حسین پر خوشی کی بجائے ماتم کیا۔

(کیونکہ وہ محب اہل بیت تھا۔)

قتل اہل بیت:

قَالَ يَا أَهْلَ الشَّامِ أَنْتُمْ تَقُولُونَ إِنِّي
 قَتَلْتُ الْحُسَيْنَ أَوْ أَمَرْتُ بِقَتْلِهِ وَإِنَّمَا
 قَتَلَهُ بَنُ مَرْجَانَةَ ثُمَّ دَعَا بِالَّذِينَ
 حَضَرُوا قَتَلَ الْحُسَيْنِ فَحَضَرُوا بَيْنَ
 يَدَيْهِ فَسَأَلَهُمْ وَقَالَ وَيْحَكُمْ
 مَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنِ؟ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُبَيِّنُ
 إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ يَزِيدٌ وَيْحَكُمْ أَرَأَيْكُمْ
 يُجِيدُ بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوا يَا يَزِيدُ
 قَتَلَهُ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ
 قَتَلْتَ الْحُسَيْنِ؟ فَقَالَ كَلَّا! مَا أَنَا
 قَتَلْتُهُ قَالَ فَمَنْ قَتَلَهُ؟ قَالَ قَيْسُ
 أَقُولُ لَكَ مَنْ قَتَلَهُ؟ وَبِئْسَ الْإِمَانُ قَالُوا
 قَدْ وَ لَكَ الْإِمَانُ قَالَ قَيْسُ وَاللَّهِ مَا
 قَتَلَ الْحُسَيْنِ وَ أَهْلَ بَيْتِهِ الْأَمِنْ عَقَدَ
 الرَّأْيَاتِ وَصِيَّ الْمَالِ عَلَى الْأَنْطَاعِ وَ سَتَرَ

الْجِيوشَ فَقَالَ يَزِيدُ وَمَنْ ذَاكَ قَالَ أَنْتَ وَاللَّهِ
يَا يَزِيدُ قَالَ فَغَضِبَ يَزِيدُ وَنَهَضَ وَدَخَلَ دَارَهُ وَ
وَضَعَ الرَّاسَ فِي طُشْتٍ وَغَطَّاهُ بِعِنْدِيلٍ رُبِّيْقِيٍّ وَوَضَعَهُ
فِي حُجْرِهِ وَجَعَلَ يَطْبَعُ عَلَى خَدِّهِ وَيَتَوَكَّأُ
مَالِي وَقَتْلَ الْحُسَيْنِ.

مقتل ابی مخنف ص ۱۳۹ مطبوعہ نجف

ص ۱۹۵۴ تذکرہ دخول السبایا

(الی الشام)

ترجمہ۔

یزید نے کہا۔ شایو! تم مجھے کہتے ہو۔ کہ میں نے امام حسین کو قتل کیا ہے۔
یا ان کے قتل کا حکم دیا ہے۔ انہیں تو ابن مرجانہ نے قتل کیا تھا۔ یہ کہہ کر
ان لوگوں کو یزید نے بلوایا۔ جو شہادتِ امام حسین کے وقت موجود تھے۔
جب اس کے رو برو پیش ہوئے۔ تو اس نے پوچھا۔ بتلاؤ امام حسین
کا قاتل کون ہے؟ یہ سنا کر وہ ایک دوسرے کو قاتل کہنے شروع ہو گئے۔
اس حالت کو دیکھ کر یزید بولا۔ برباد کیا ہے تمہارے لیے۔ میں کیا دیکھتا
ہوں۔ کہ تم امام حسین کا قاتل ایک دوسرے پر ڈال رہے ہو۔ ان حاضرین
نے کہا۔ کہ انہیں قیس بن البرزعی نے شہید کیا تھا۔ قیس بن البرزعی سے
یزید نے پوچھا۔ تو نے قتل کیا تھا۔ کہنے لگا نہیں ہرگز نہیں۔ میں نے تو
قتل نہیں کیا تھا۔ یزید نے پوچھا۔ تو پھر اور کس نے قتل کیا تھا۔ قیس بولا
حضور بتلا نا ہوں۔ اگر امان مل جائے۔ کہا جاؤ تمہیں امان ہے۔ بتلا
دو؟ قیس نے کہا۔ خدا کی قسم! امام حسین کا قاتل وہ ہے۔ جس نے

بھنڈے گاڑے تھے۔ اور جس نے مجرموں کے سامنے مال رکھا تھا اور جس نے لشکرے کر چڑھائی کی تھی۔ یزید نے پوچھا۔ آخر وہ کون ہے؟ تمہیں نے کہا۔ خدا کی قسم! یزید تمہیں وہ شخص ہی ہو جو قاتلِ حسین ہے۔ اس پر یزید سخت غصہ میں آیا۔ اور وہاں سے اٹھ کر گھر آ گیا۔ پھر ایک تھاں میں امام حسین کے سر انور کو رکھا۔ اور پررو مال دے دیا۔ جو وہ بھی تھا اسے گود میں لے کر اپنے رخسار پٹینے لگا۔ اور کہتا جاتا تھا۔ مجھے کیا ہو گیا۔ کہ میں نے امام حسین کو قتل کر دیا؟ اور مجھے امام کے قتل سے کیا غرض تھی؟

تبصرہ:-

دو قاتل ابی مخنف، کے مصنف لوط بن یحییٰ اشعری نے یہ اقرار کیا ہے۔ کہ یزید کے بارے میں شامیوں میں جو یہ بات مشہور تھی۔ کہ امام حسین کا قاتل ”یزید“ ہے۔ یہ غلط تھی۔ بلکہ یزید اس قتل میں کسی طرح بھی لوث نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ مجھ پر قتلِ حسین کا الزام لگ رہا ہے۔ اور میرے منہ پر کہا گیا۔ کہ تم قاتلِ حسین ہو۔ تو اس غصہ میں آ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور امام حسین کے سر انور کو گود میں لے کر خوب چہرا پیٹا۔ جس سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک یزید نہ تو قاتلِ حسین ہے۔ اور نہ ہی اس میں لوث۔ بلکہ وہ تو اس قتل پر ماتم کرنے والا ”ماتمی شیوہ“ تھا۔

یزید اہل بیت کا غم گسار اور قاتل حسین کو ملعون

کہتا تھا

ارشاد شیخ مفید۔

ثُمَّ دَعَا بِالنِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ فَاجْلَسُوا بَيْنَ
يَدَيْهِ فَرَأَى هَيْئَةً قَبِيحَةً فَقَالَ قَبِّحَ اللَّهُ
ابْنَ مَرْجَانَةَ لَوْ كَانَتْ يَدِيكَ وَبَيْنَكُمْ قَرَابَةٌ وَ
رَحْمَةٌ مَا فَعَلَهُ هَذَا بِكُمْ وَلَا يَبْعَثُ بِكُمْ عَلَيَّ
هَذِهِ الْحَالَةَ فَقَالَتْ فَالْمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ حَدِيثًا
السَّلَامُ فَلَمَّا جَلَسْنَا بَيْنَ يَدَيْ يَزِيدَ رَدَّقَ
كُنَّا - - - - - ثُمَّ أَمَرَ بِالنِّسْوَةِ أَنْ تَنْزِلْنَ فِي
دَارِ عَلِيٍّ حَذْوَةَ مَهَلِّقِ أَخُو هُرَ عِلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَأَفْرَدَ لَهُمَا دَارًا تَتَّصِلُ
بِدَارِ يَزِيدَ فَأَقَامُوا أَيَّامًا ثُمَّ نَدَبَ
عُمَانَ بْنَ كَثِيرٍ وَقَالَ لَهُ تَجَهَّزْ لِتَخْرُجَ
بِهِمَا إِلَى النِّسْوَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ وَلَمَّا أَرَادَ
أَنْ يُجَهَّزَهُمَا دَعَى عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ فَاسْتَحَلَّ ثُمَّ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ
ابْنَ مَرْجَانَةَ وَاشْوَكُوا أَيُّ كُنْتُ صَاحِبِ

اَبِيكَ مَا سَعَى عَلَيَّ وَخُدَّةً اَبَدًا اِلَّا اَعْطَيْتَهُ
 اِيَّاهَا وَلَدَ فَعَتُّ الْحَتْفَ عِنْدَهُ يَكُلُ مَا
 سَتَّطَعْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَضَى مَا رَأَيْتُ كَا قَبِيَّتِي
 مِنْ الْمَدِينَةِ وَآتَهُ اِلَيَّ كُلُّ حَاجَةٍ يَكُونُ
 لَكَ وَتَقَدَّمَ بِكِسْوَتِهِ وَكِسْوَةِ اَهْلِهِ
 وَ اَنْفَذَ مَعَهُمْ فِي جُمَّلَةِ النُّعْمَانِ
 بَنَ بَشِيرٍ دَسُوْلًا تَقَدَّمَ اِلَيْهِ اَنْ يُسِيرَ بِهِمْ
 فِي الدَّيْرِ وَ يَكُوْنُوْا اِمَامَةً حَيْثُ لَا يَقُوْلُوْنَ
 طَرَفَهُ فَاِذَا نَزَلُوْا اِنْتَحَى عَنْهُمْ وَ تَفَرَّقَتْ
 هُوَ وَ اَصْحَابِيَهُ حَوْلَهُمْ كَهَيْئَةِ الْحُرْسِ
 لَهُمْ وَ يَنْزِلُ مِنْهُمْ بِحَيْثُ اِنْ اَرَادَ النَّسَاءُ
 مِنْ جَمَاعَتِهِمْ وَ ضَوْءًا وَ قَضَاءً حَاجَةً لَمْ
 يَحْتَسِبْ ضَارَ مَعَهُمْ فِي جُمَّلَةِ النُّعْمَانِ وَلَمْ
 يَنْزَلْ يَنْزِلُهُمْ فِي الطَّرِيْقِ وَ يَرْفِقُ بِهِمْ كَمَا
 وَصَّاهُ يَزِيْدُ وَ يَرْعَاهُمْ حَقًّا دَخَلُوْا
 الْمَدِيْنَةَ .

(۱) ارشاد شیخ مفید ص ۴۷۷-۴۷۶ فی مکالمه

علی بن الحسین مع یزید - مطبوعه نجف

(۲) - جلال الیوم ص ۶۲۲ حرکت اہل بیت از شام

بظرف مرز مطبوعه تهران طبع جدید

(۳) - اعلام الوری ص ۱۲۹ فی مجلس الزینم مطبوعه بیروت جدید

ترجمہ: پھر یزید نے اہل بیت اطہار کی مستورات اور ان کے بچوں کو بلوایا۔ یہ سب اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان حضرات کی دگرگوں حالت دیکھ کر یزید بولا۔ اشد ابن مرجانہ کا ستیا ناس کوسے۔ اگر تمہارے اور اس کے درمیان قرابت داری ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتا۔ اور نہ ہی تمہاری یہ حالت ہوتی۔ جناب سیدہ فاطمہ بنت حسین فرماتی ہیں۔ جب ہم یزید کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے ہمارے سامنے بڑی غم خواری کی۔ پھر یزید نے حکم دیا۔ کہ ان میں سے عورتوں کو ان کے بھائی علی بن الحسین کے ساتھ علیحدہ کمروں میں بٹھایا جائے۔ لہذا ان کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست ہو گیا۔ اور ان کی رہائش گاہ یزید کے گھر کے بالکل متصل تھی وہاں کئی دن ٹھہرے۔ پھر یزید نے نعان بن بشیر کو بلا کر کہا۔ تیاری کرو اور ان عورتوں کے ساتھ تمہیں مدینہ منورہ جانا ہے۔ جب تیاری ہو گئی تو یزید نے علی بن الحسین کو تنہائی میں بلا کر کہا۔ ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم! اگر میں تمہارے والد کے پاس ہوتا۔ اور وہ مجھ سے کوئی بھی مطالبہ کرتے۔ تو میں اُسے ہر ممکن پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ اور ان کو موت کے چنگل سے بچانے کی ہر سعی کرتا۔ لیکن جو اللہ کو منظور تھا وہی ہو گیا۔ جب مدینہ پہنچ جاؤ۔ تو مجھے واپسی تحریر کی اطلاع دینا۔ آپ کی ہر ضرورت پورا کرنا میری ذمہ داری ہے۔ یہ کہہ کر کچھ کپڑے دیئے جو ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے تھے۔ ان کے ساتھ نعمان بن بشیر کو بھیجا۔ اور اسے ہدایت کی کمرات کو سفر کرنا۔ اور اس قافلے کے پیچھے تمہیں رہنا ہوگا۔ تاکہ وہ نظر سے اوجھل نہ ہونے پائیں۔ جب یہ تمام حضرات کسی جگہ جلوہ فرما ہوں پیچھے تم نعمان بن بشیر علیحدہ کپڑے

رہنا۔ حضرت علی بن حسین اور ان کے گھروالے علیحدہ رہیں۔ چونکہ بارکی طرح چاروں طرف کی نگاہ رکھنا۔ اور دوران سفر انہیں ایسے مقام پر اتارنا۔ جہاں ان میں سے اگر کوئی فرد وضو یا تھنائے حاجت کرنے جائے تو انہیں وحشت نہ آئے۔ اس قافلہ کو لیے نعمان بن بشیر روانہ ہوا۔ اور جہاں کہیں مناسب سمجھتا۔ ان کو راستہ میں پڑاؤ ڈالنے کو کہتا۔ اور بڑی نرمی سے ان سے پیش آتا۔ کیونکہ زید کی اسے یہی وصیت تھی۔ اور ان حضرات کی کما حقہ رعایت کرتے ہوئے انہیں مدینہ منورہ پہنچایا۔

خلاصہ کلام:

اہل تشیع کے شیخ مفید نے اپنی اس تحریر میں وضاحت کر دی۔ کہ زید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہرگز راضی اور خوش نہ تھا۔ بلکہ ابی مرجانہ جو کہ قاتل حسین تھا۔ اس پر لعنت بھیجی۔ اور شیخ مفید نے زید کی طرف سے تسمیہ بات یہ بھی لکھی۔ کہ اگر وہ میدانِ کربلا میں امام حسین کے ساتھ ہوتا۔ تو خدا کی قسم! انہیں کوئی گزند نہ پہنچنے دیتا۔ بلکہ ان کی ہر ممکن مدد کرتا۔

پھر اسی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اہل بیت کا جتنا دروین زید کے دل میں تھا۔ اتنا کسی اور کو نہ تھا اور اسی محبت و مودت کے تحت اس نے اس لئے بڑے قافلے کو نعمان بن بشیر کی قیادت میں بحفاظت مدینہ منورہ پہنچانے کا بندوبست کیا۔ اور ساتھ ہی تحائف دے کر انہیں کے لیے خدمت گاری کا یقین بھی دلایا۔

لہذا اس تحریر سے ثابت ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک زید قتل حسین

سے بالکل بری الزمر ہے۔ بلکہ وہ قاتلانِ حسین کو برا بھلا کہنے والا ہے۔ لہذا ایسے شخص پر لعنت نہیں ہونی چاہیے۔

۳۔ یزید نے اہل بیت کو زیورات اور قیمتی لباس کے تحفے دیئے۔ (بقول شیعوں)

مقتل ابی مخنف :-

فَاعْطَاهُمْ مَّالًا كَثِيرًا وَأَخْلَفَ عَلَيَّ كُلَّ وَاحِدٍ
مَا أَخَذَ مِنْهُ وَأَزَادَ عَلَيْهِ مِنَ الْحِلْيَةِ وَالْحُلِيِّ
ثُمَّ دَعَا بِالْجَمَّالِ فَأَبْرَكُوا هَبًا وَطَشُّوْهَا لَهُمْ
بِأَحْسَنِ وَطْأٍ وَأَجْمَلَةٍ وَدَعَى بِقَائِدٍ مِنْ فَوَادِهِ
وَمَتَّ إِلَيْهِ خَمْسِمِائَةَ فَنَارِسٍ وَ أَمْرَةً
بِالْمَيْسِرِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَسَارَ بِهِمْ مِنْ
دِمَشْقٍ وَ كَانَ يَقْدَمُهُمْ تَارَةً وَ يَتَأَخَّرُهُمْ
هَنَلُهُمْ تَارَةً وَ أَحْسَنَ لَهُمُ الصُّحْبَةَ وَ
النَّصِيحَةَ وَ الْخِدْمَةَ اللَّائِقَةَ.

(مقتل ابی مخنف ص ۱۲۰)

دخول السبایا الی الشام

(مطبوعہ منجف)

ترجمہ: یزید نے اہل بیت کو بہت سا مال دیا اور ان میں سے ہر ایک سے

چھینا گیا سامان واپس دلویا اور اس کے علاوہ انہیں بہت سے زیورات اور کافی تعداد میں پوشاک بھی دی۔ پھر اونٹ مشکوٹے۔ اور ان حضرات کے سوار کرانے کے لیے انہیں خوب اچھی طرح تیار کرایا گیا۔ پھر اپنے ساربانوں میں سے ایک ساربان کو ملا کر پانچ سو گھڑ سواروں کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ تو وہ سپہ سالاران تمام لوگوں کو ساتھ لے کر دمشق سے عازم مدینہ ہوا۔ دوران سفر کبھی اس قافلہ کے اگے اور کبھی پیچھے چلتا۔ اور ان کی اچھی طرح تواضع اور خدمت کی۔ اور ان کی ہر بھلے کی بات ان تک پہنچائی۔

۴۔ ”یزید“ امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر کو

اپنے ساتھ اکٹھا کھانے پر مدعو کرتا تھا

الاخبار الطوال ہ

فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ يَزِيدٌ دَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَ
 قَالَ وَيْحَكُمْ فَتَدَكُّنْتُمْ أَرْضِي مِنْ
 طَاعَتِكُمْ يَدُونِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ لَعَنَ اللَّهُ
 ابْنَ مَرْجَانَةَ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ كُنْتُ
 صَاحِبَهُ لَعَقُوتُ عَنْهُ رَحِمَ آبَا
 عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ أَمَرَ بِالذَّرِيَّةِ
 فَأَدْخُلُوا دَارَ نِسَائِهِمْ وَكَانَ يَزِيدٌ إِذَا

دَارِهِ الْخَاصَّةِ فَمَا كَانَ يَتَّغَذِي وَلَا يَتَعَشَى
حَتَّى يُحَضَرَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ -

(بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۵۴ تاریخ حسین)

بن علی طبع ایران قدیم)

ترجمہ:- پھر زید لعنت اللہ علیہ نے اہل بیت کو اپنے مخصوص مکان میں ٹھہرایا اس
دوران اس نے کبھی بھی امام زین العابدین کے بغیر صبح و شام کا کھانا نہ
کھایا۔

۴ امام حسین رضی اللہ عنہ پر زید اپنی اولاد قربان کرنے

کو تیار تھا

بحار الانوار:-

لَمَّا دَعَا بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَمَّانَ
لَهُ لَعَنَ اللَّهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ
كُنْتُ صَاحِبَةً مَا سَأَلْتِي خُلَّةً إِلَّا أَعْطَيْتُهَا
إِيَّاهُ وَلَدَفَّتْ عَنْهُ الْحَتَفَ بِكُلِّ مَا
قَدَرْتُ عَلَيْهِ وَلَوْ يَهْلِكُ بَعْضُ وَلَدِي وَلَكِنَّ
اللَّهَ قَضَى مَا رَأَيْتَ -

(بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۵۵ تاریخ)

حسین بن علی)

ترجمہ:- (پھر زید نے علی بن حسین کو بلا کر کہا۔ ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ خدا

کی قسم! اگر میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب ہوتا۔ تو وہ جو کچھ مجھ سے مانگتے
اُسے ضرور پورا کرتا۔ اور اپنی طاقت کے مطابق ان سے موت کو بچاتا مگر
اس کی خاطر مجھے اپنی اولاد سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونے پڑتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ
کو وہی منظور تھا۔ جو کچھ تم دیکھ چکے۔

۷۔ اہل بیت کے مدینہ پہنچنے پر "بزید" نے ان کی ہر ممکن

ضرورت پوری کی

بخار الانوار:۔

ثُمَّ بَعَثَ بِشَقِيلِ الْحُسَيْنِ وَ مَنْ بَقِيَ مِنْ
أَهْلِهِ مَعَهُمْ وَ حَبَسَهُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ
وَلَمْ يَدَعْ لَهُمْ حَاجَةً بِالمَدِينَةِ إِلَّا
إِلَّا أَمَرَ لَهُم بِهَا۔

(بخار الانوار جلد ۱ ص ۲۵۴)

ترجمہ۔ پھر بزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامان اور ان کے بقیر اہل بیت سمیت
سب کو روانہ کر دیا اور ان کے لیے ہر قسم کی اشیاء مہیا کر دیں۔ اور مدینہ
پہنچنے پر ان کی تمام حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کا حکم بھی دیا۔



۸۔ امام زین العابدین نے یزید کی طرف سے بھیجا گیا۔

دولاکھ مثقال سونا قبول کریا

حلیۃ الابرار۔

وَرُوِيَ أَنَّ يَزِيدَ قَالَ لَهْ زَيْنُ الْعَابِدِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا طَبَعْنَا مَا أَخَذَ مِنَّا
لِأَنَّ فِيهِ مِغْزَلُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ
وَمَقْنَعُهَا وَقَلَادَتُهَا وَفَمِيصُهَا
فَأَمَرَ بِرَدِّ ذَلِكَ وَزَادَ مِنْ عِنْدِهِ مَائَةَ
أَلْفِ مِثْقَالٍ مِنَ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ فَمَا
فَارَقَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ دَمَشْقَ حَتَّى فَرَّقَ
ذَلِكَ عَلَى الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَبَاقِيَةَ
عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ.

(حلیۃ الابرار جلد دوم ص ۲۱ طبع قم)

(الباب السابع)

ترجمہ

روایت کی گئی ہے۔ کہ یزید کو امام زین العابدین نے کہا۔ ہم صرف وہی
اشیاء مانگتے ہیں۔ جو ہم سے چھینی گئیں۔ کیونکہ ان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ
عنها کا تھکا، اور رضی بار اور قمیص تھی۔ یزید نے یہ تمام اشیاء لوٹنے کا حکم دیا۔

اور مزید اپنی طرف سے دو لاکھ مشقال سونا بھی دیا۔ حضرت امام زین العابدین نے دمشق چھوڑنے سے پہلے یہ سونا وہاں کے فقیروں اور مسکینوں میں بانٹ دیا۔ اور باقی ماندہ مدینہ والوں کو بانٹ دیا۔

لَحَہٗ فِکْرِیَہٗ:-

شیعوہ لوگوں کی مستند کتابوں سے جو حوالہ جات ہم نے ذکر کئے۔ انہیں آپ نے ملاحظہ کیا۔ اور ان میں مذکور باتوں کو بھی آپ نے مد نظر رکھا۔ کس قدر صاف صاف الفاظ میں ان لوگوں نے یزید کی قتلِ حسین سے بریتِ ثابت کی بلکہ یہاں تک صفائی میں چلے گئے۔ کہ یزید تو قاتلانِ حسین اور اس میں تعاون کرنے والوں پر لعنت بھیجتا تھا۔ لہذا وہ خود کیسے قاتل ہو سکتا ہے کہ جس نے شہادتِ حسین پر گال پیٹ کر ماتم کیا۔ یہی وہ بااخلاص آدمی ہے۔ جس نے امام حسین کے بقیہ ساتھیوں کی خوب آؤ بھگت کی۔ ان کا لٹا ہوا مال واپس دلایا۔ اور اپنی طرف سے انعام و اکرام سے نوازا۔ انہیں اپنے مخصوص سپہ سالار کی معیت میں بحفاظت مدینہ پہنچایا۔ ان کی تمام ضروریات کا بند و بست کیا۔ اور اس لٹے پٹے قافلہ کے دو افراد امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر کے بغیر اس کا کھانا لگے سے نہیں اترنا تھا۔ اور اس قدر مخلص تھا۔ کہ امام حسین پر اپنی اولاد بھی قربان کرنے کے لیے تیار تھا۔ ان تمام باتوں کو دیکھ کر کون اس پر لعن طعن کر سکتا ہے۔

لہذا شیعوہ لوگ جب اس کے اخلاقِ حمیدہ اور محبتِ اہل بیت کے اپنی کتابوں میں میں گن گاتے ہیں۔ تو پھر ان سے یزید پر لعن طعن کی توقع نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے برخلاف ہماری کتبِ اہل سنت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ ہمارے اکابر نے صرف لعن طعن ہی نہیں بلکہ اس پر کھرتک کافتو لے لگایا ہے۔ اب ناظرین آپ خود اندازہ لگائیں اور فیصلہ کریں۔ کہ یزید ہمارا امام ہے۔ یا کہ ان کا اور اس کی خلافت کو علیٰ منہاج نبوت ہم

ماتے ہیں۔ یا یہ اس کے مدح سراوگ سے

آئینہ جب ان کو دکھایا تو برا مان گئے

۹۔ اہل تشیع یزید کی امامت کے قائل ہو گئے۔

مذہب شیوہ کے ایک عظیم مجتہد شیخ طوسی نے اپنی تصنیف «ومن لا یحضرہ
القیہ»، میں یہ بات واضح الفاظ میں ذکر کی۔ کہ جب امام عالی مقام حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی بد عہدی اور عنذاری ملاحظہ فرمائی۔ تو آپ نے عمرو بن سعد سے
تین مطالبے کئے۔

۱۔ مجھے واپس لے دیا جائے۔

۲۔ سرحدات پر بیچ دیا جائے۔ تاکہ امت مسلمہ کی حفاظت کروں۔

۳۔ میرا لاسٹہ چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ میں یزید کی بیعت کروں۔

اس مضمون کی مذکورہ کتاب سے اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تلخیص اشافی ۱۔

وَلَمَّا رَأَى لَا سَبِيلَ إِلَى الْعُودِ وَلَا إِلَى
دُخُولِ الْكُوفَةِ سَلَكَ طَرِيقَ الشَّامِ
سَائِرًا نَحْوَ يَزِيدَ بْنِ مَعَاوِيَةَ لِعَلِّمَهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ بِأَنَّهُ عَلَى مَا بِهِ آرَقُ بِهِ مِنْ ابْنِ زِيَادٍ
وَأَصْحَابِهِ فَسَارَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى قَدِمَ
عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فِي الْعَسْكَرِ الْعَظِيمِ وَكَانَ
مِنْ أَمْرِهِ مَا قَدْ ذُكِرَ وَسَطِرَ فَكَيْفَ يُقَالُ

إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلْفَى بِبَيْدِهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ
 وَقَدْ رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نِعْمَ بَيْنَ
 سَعْدٍ اُخْتَارُوا مِنِّي إِذَا التَّرْجُوعَ إِلَى الْمَكَانِ
 الَّتِي أَقْبَلْتُ مِنْهُ أَوْ أَنَّ أَضْعَ بِيَدِي عَلَى
 كَيْدِ يَزِيدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّي يَزِي مِثِّي رَأَيْتُ وَ
 إِذَا أَنْ نَسِيرُوا بِنِي إِلَى تَغْرِيْمِ تَغْوِيْرِ
 الْمُسْلِمِينَ فَانْكَوْنِ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِهِ لِي
 مَالَهُ وَعَلَى مَا عَلَيْهِ-

ترجمہ: اثنی عشری جلد ۱ ص ۱۸۶ فصل فی ذکر

امامتہ الحسن والحسین علیہما السلام

مطبوعہ رقم جدید - ۱

ترجمہ: جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نہ تو واپس جانے کی کوئی سبیل ہے
 اور نہ ہی کوفہ میں داخلے کی کوئی صورت ہے۔ تو آپ نے یزید بن معاویہ کے
 پاس جانے کے لیے ملک شام کا قصد فرمایا۔ کیونکہ امام موصوف کو اس کا بخوبی
 علم تھا کہ یزید میرے معاصر میں ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں سے کہیں
 نرم ہے۔ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ عمر بن سعد ایک بہت بڑے لشکر کو
 لے کر آپ کے سامنے آیا۔ پھر جو کچھ ہوا۔ وہ سب کچھ گزر چکا ہے تو ان
 واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ
 نے جان بوجھ کر اپنی ہلاکت کو دعوت دی۔ یہ بھی مردی ہے۔ کہ امام موصوف
 نے عمر بن سعد سے کہا۔ میری طرف سے یہ مطالبات ہیں۔ اگر مان لو۔
 تو بہتر ہوگا۔ پہلا مطالبہ یہ کہ مجھے واپس جانے دیا جائے جہاں سے

میں آیا ہوں۔ دوسرا مطالبہ یہ کہ مجھے اپنے ہاتھ یزید کے ہاتھوں پر رکھ کر بیعت کر لینے دو۔ آخر وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ میرے معاملہ میں خوب غور کرے گا۔ تیسرا مطالبہ یہ کہ مجھے مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دیا جائے۔ جو ذمہ داری ہوگی۔ اسے پورا کروں گا۔

اس روایت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں یزید کو نہایت رقیق القلب سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر آپ نے اس کے پاس جانے کا ارادہ لیے ہوئے شام کا سفر کیا۔ اور ابن زیاد وغیرہ کے سلوک سے نجات پانا چاہتے تھے۔
- ۲۔ آپ نے سرحد پر جانے کی خواہش یا مطالبہ اس لیے کیا۔ تاکہ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے بچا جاسکے۔ بلکہ ان کا دفاع کیا جاسکے۔
- ۳۔ امام موصوت نے یزید کی بیعت کرنے کا اظہار اس لیے فرمایا کہ وہ ان کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور اس کی رائے ان کے حق میں بہتر ہوگی۔ لہذا وہ قابل قبول ہوگی۔

الحاصل:-

روایات مذکورہ سے ثابت شدہ ان تین امور سے یہ بات واضح طور ثابت ہو گئی۔ کہ شیعوں کو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور تسلیم بھی کرتے ہیں۔ کہ "یزید بن معاویہ" حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے زرمِ دل رکھتا تھا اور آپ اس کے فیصلہ کو اپنے حق میں بہتر گردانتے تھے۔ اس لیے شیعوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہما یزید کی بیعت کے لیے بالکل تیار تھے۔ اور اس کو اپنے مطالبات میں سے بطور ایک مطالبہ پیش کیا۔ لیکن ابن زیاد نے اس مطالبہ کو پورا نہ ہونے دیا۔

۱۰۔ امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کو قبول کرتے

ہوئے خود کو مجبور غلام کہا

روضہ کافی :-

ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ لِلْقُرَشِيِّ فَقَالَ لَهُ
عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَرَأَيْتَ
إِنْ لَمْ أُقْبَلْ لَكَ الْيَسَّ تَقْتُلُنِي كَمَا قَتَلْتَ
الرَّجُلَ بِالْأَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَهُ اللَّهُ
بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ قَدْ أَقْرَدْتُ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ إِنَّا
عَبْدُ مُكْرَهُ فَإِنْ شِئْتَ فَأَمْسِكْ وَإِنْ
شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَهُ أَوْلَى لَكَ حَقَّتْ
دَمَكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ ذَلِكَ مِنْ شَرَفِكَ -

(۱) - روضہ کافی جلد نمبر ۱ ص ۲۳۵ - حدیث

یزید لعنہ اللہ مع علی بن الحسین

مطبوعہ تہران جدید

(۲) - جلاء العیون جلد نمبر ۲ ص ۴۷۱ زندگی

امام سجاد - مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ: یزید نے امام زین العابدین کی طرف ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ آئے۔ تو انہیں بھی وہی بات کہی۔ جو یزید اس سے قبل ایک دن ایک قریشی نوجوان کو کہہ چکا تھا۔ (یعنی میری بیعت کر لو۔) لیکن اس نوجوان قریشی نے انکار کر دیا۔ جس پر اسے قتل کر دیا گیا) حضرت امام زین العابدین نے کہا۔ اگر میں اس بات کا اقرار نہ کروں۔ تو کیا مجھے بھی تو اس قریشی آدمی کی طرح قتل کر دے گا۔ جس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ یزید نے کہا۔ ضرور ایسا ہی ہو گا۔ اس پر امام زین العابدین نے کہا۔ اچھا تو میں تیری بات قبول کیے لیتا ہوں۔ میں مجبور غلام ہوں۔ تیری مرضی مجھے اپنے پاس رکھ لے۔ یا کسی کے ہاتھ بچا دے۔ یہ سن کر یزید نے کہا۔ تو نے بہت اچھا کیا۔ اپنا خون بھی محفوظ کر لیا۔ اور اس اقرار سے تیرے احترام میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

عبارت بالا سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ ایک قریشی مرد کو یزید نے اپنی بیعت کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن اس نے جان دینا گوارا کر لیا مگر بیعت نہ کی۔

۲۔ امام زین العابدین نے بعینہ اسی معاملہ میں کمزوری دکھاتے ہوئے اپنے آپ کو یزید کے سامنے ایک مجبور غلام سمجھا۔

۳۔ امام زین العابدین نے ڈرتے ہوئے یزید کی بیعت کو تسلیم کر لیا۔

لحہ فکریہ:-

حضرات تارمین! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ شیعوں نے ایک عام آدمی کے مقابلہ میں اہل بیت کے ایک ممتاز فرد اور امام کو نہایت بزدل اور کمزور آدمی ثابت کیا۔

اُس عام آدمی نے جو قریشی تھا۔ یزید کے بیعت کے مطالبہ کے جواب میں کہا: ”تو دین میں مجھ سے بہتر نہیں۔ پھر تیری بیعت کیوں کر کروں؟“ اس جرات مندانہ جواب کو سن کر یزید تملایا۔ اور رعب و داب کے انداز میں اس کو جھکانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا: ”اگر تم نے بیعت سے انکار کیا۔ تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔“ اس قریشی بہادر نے جان تمھیلی پر رکھ کر جواباً کہا: ”قتل حسین سے میرا قتل کوئی زیادہ وزنی نہیں۔ تو نے اُن کو قتل کروا کر جو منہ کالا کر لیا ہے۔ میرے قتل سے کوئی اتنی بڑی قیامت نہ ٹوٹے گی۔ اگر حق کی خاطر امام حسین نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اور تیری بیعت نہ کی۔ تو میں کون اور میری کیا حقیقت،“ یہ سن کر یزید نے اس قریشی بہادر کو قتل کر دیا تھا۔

ذرا اندازہ فرمائیے۔ کہ اہل بیت کا ایک ادنیٰ کارندہ اور غلام تو یزید کے سامنے اتنی جرات کا مظاہرہ کرے۔ کہ جان پر کھیل جائے۔

لیکن ان شیعوں نے اہل بیت کے ایک عظیم سپوت کو اس قدر حقیر اور ڈرپوک کر کے پیش کیا۔ کہ امام زین العابدین ایسے جری اور بہادر امام کو ”یزید کا غلام“ بنا دیا۔ اور بے بسی کی ایسی کیفیت بیان کی۔ کہ پتلی سے بھی کم ہمت بنا دیا۔ ”مجھے اپنے پاس رکھنا بیچ دے۔“

یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو شیعوں نے امام زین العابدین کی طرف یزید کے مقابلہ میں منسوب کر کے امام موصوت پر کتنا ظلم ڈھایا۔ اور ڈھٹائی سے یہاں تک مان بیٹھے۔ کہ امام موصوت یزید کی بیعت پر آمادہ ہو گئے تھے۔

ناظرین کو ام: اب فیصلہ کیجئے۔ کہ ہم اہل سنت پر جو شیعوں کی طرف سے یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ سنی ”یزید“ کو امام برحق سمجھتے ہیں۔ آپ نے اس الزام کی حقیقت دیکھی۔ ہماری کتب سے ایک درجن کے قریب حوالہ جات ملاحظہ کئے۔ جن میں یزید کو ملعون و مردود تک لکھا گیا۔ اور ان حوالہ جات کے ساتھ کتب شیعہ کی عبارات بھی

اُپ نے دیکھیں۔ کہ ان لوگوں نے یزید کو صرف امام ہی نہیں مانا۔ بلکہ امام حسین اور امام زین العابدین کے بیعت کرنے کے ارادوں کی بنا پر اسے اہل بیعت کے امیر کا بھی امام بنا لیا۔ اس کے باوجود اعتراض و الزام اور طعن ہم پر لگائے جاتے ہیں۔ کم از کم ہم پر الزام تراشی سے قبل اپنے گھر میں جماعت کو دیکھ لیتے۔ کہ یزید کے ساتھ ان کا کیسا محبت بھرا رشتہ ہے۔ اور وہ تو خردان کے گھر کی رونق بنا بیٹھا ہے۔ خدا ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



اعتراض دوم

اہل سنت "یزید" کو قطعی جنتی مانتے ہیں

اہل سنت و جماعت کی کتب حدیث میں ایک عظیم کتاب جسے وہ قرآن پاک کے بعد دوسرے نمبر پر صحیح ترین کتاب کہتے اور سمجھتے ہیں یعنی صحیح البخاری میں ایک حدیث مذکور ہے۔ جس کی رو سے یزید قطعی جنتی بنتا ہے۔

بخاری شریف میں مذکور حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

حَدَّثَنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوْلُ جَبِيْشٍ مِنْ أُمَّتِي
يَفْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا فَتَاكَ أُمُّ
حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَنَا فِيهِمْ
قَالَ أَنْتِ فِيهِمْ۔

ترجمہ: ہمیں ام حرام نے ایک حدیث سنائی۔ کہتی ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا وہ لشکر
جو سمندر کو عبور کر کے لڑائی کرے گا۔ قطعی جنتی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔
میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا ہاں
تو بھی ان میں ہے۔

حدیث بالا میں مذکور لفظ "قَدْ أَوْجَبُوا" کا ہم نے جو ترجمہ "قطعی جنتی"،

کیا ہے۔ وہ اپنی طرف سے نہیں کیا۔
بلکہ اسی بخاری کی ایک شرح جو بہت مقبول ہے۔ میں موجود ہے۔

فتح الباری :-

وَقَوْلُهُ قَدْ اَوْجِبُوا اِيْ فَعَلُوا فِعْلًا كَجِبْتَ لَهْمِيْهِ
الْجَنَّةِ

فتح الباری علامہ ابن حجر جلد ۳ ص ۷۸

طبع مصر قدیم

ترجمہ۔ حدیث میں ذکر کیے گئے لفظ "قد اوجبوا"، کا معنی یہ ہے۔ کہ ان لوگوں
نے ایک عظیم کام سرانجام دیا۔ جس کی بنا پر جنت ان کے لیے واجب و
لازم ہو گئی۔

تقریر طعن :-

صحیح البخاری سے منقول حدیث میں "اول جیش من امتی"، کے الفاظ کے
مطابق اس شکر کے تمام افراد مراد ہیں۔ اور "قد اوجبوا"، کے الفاظ کے مطابق وہ
سب قطعاً جنتی ہیں۔ اور تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ اس لشکر میں یزید بھی شامل تھا۔ بلکہ یہ تو بطور
سپر سالار تھا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت کے نزدیک یزید صرف جنتی ہی نہیں۔ بلکہ اس
کے لیے جنت واجب ہے۔

جواب طعن :-

اس طعن کا جواب لکھنے سے قبل ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ صحیح البخاری سے جو حدیث ذکر

کی گئی ہے۔ اس کا سیاق و سباق ذکر کر دیں۔ تاکہ قارئین کرام کو معترضین کے بارے میں اس بات کا بخوبی علم ہو جائے۔ کہ اس نے اس کے مفہوم میں کتنی بڑی خیانت سے کام لیا۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

اصل واقعات یہ ہیں۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے گھر آرام فرماتے۔ جب خواب فرما کر بیدار ہوئے۔ تو ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے پہلا شکر جو سمندر پار کر کے جہاد کرے گا۔ اس کے لیے جنت لازم ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی سماعت کے بعد پوچھنے لگیں۔ یا رسول اللہ! میں بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہوں؟ فرمایا۔ ہاں تو بھی ان میں ہے۔

موجود سمندر پار لڑائی کے وقت یزید کی عمر

صرف دو سال کی تھی

معترض نے ”اول جیش من اہتی“ کے الفاظ کی روشنی میں اس لشکر میں یزید کو بھی شمار کر دیا۔ یہ اس کی سراسر دھوکہ دہی یا بددیانتی ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو پھر وہ پورے درجے کا حدیث و تاریخ سے نابند و ناواقف ہے۔ کیونکہ اس جہاد میں یزید کا بطور سپہ سالار شریک نہ ہونا تو درکنار ایک سالہ شکر کی حیثیت سے بھی اس کی شرکت ہی تاریخ و سیر کی کتاب میں موجود نہیں کیونکہ یزید کا سن پیدائش ۲۶ ہجری ہے۔ تاریخ تواریخ جلد دوم لکھا ہے کہ اس وقت یزید کا سن ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ لہذا اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس وقت یزید کا سن صرف دو سال کی عمر میں تھا۔ اور دو سال کا بچہ کسی جنگ میں کیا شرکت کرے گا۔ اور کون اسے سپہ سالار بنائے گا۔ کتب حدیث اور تاریخ اسی کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ارشاد الساری۔

فَرَكِبْتُ الْبَحْرَ زَمَنَ مُعَاوِيَةَ لَمَّا عَزَا
 قَبْرَ صَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَ عِشْرِينَ فَلَمَّا رَجَعْتُ
 قَرُبْتُ الدَّائِيَةَ لِتَرْكِبِهَا فَوَقَعْتُ فَأَنْدَقْتُ
 عَنْقَهَا فَمَاتَتْ

(ارشاد الساری جلد ۵ صفحہ نمبر ۱۰۴)

باب ما قيل في قتال الروم،

ترجمہ:- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ام حرام
 سمندر عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ نے ۶۸ ہجری میں قبرص پر چڑھائی کی تھی۔ پھر جب ام حرام واپس
 لوٹنے لگیں۔ تو سواری پر سوار ہونے کے لیے اسی کے قریب گئیں۔ چڑھتے
 چڑھتے گر پڑیں۔ جس سے ان کی گروں ٹوٹ گئیں اور موت نے آیا۔

کامل ابن اثیر:-

ذِكْرُ فَتْحِ قَبْرِ صَ، قِيلَ فِي سَنَةِ تِسْعٍ وَ
 عِشْرِينَ وَقِيلَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِينَ، وَقِيلَ
 إِنَّهَا عُنْزِيَّةٌ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِينَ لِأَنَّ أَهْلَهَا
 عَذَرُوا عَلَى مَا ذَكَرُوا. فَعَزَاهَا الْمُسْلِمُونَ وَ
 لَمَّا عَزَاهَا مُعَاوِيَةُ هَذِهِ السَّنَةُ عَزَا مَعَهُ
 جَمَاعَةٌ مِنْ الصَّحَابَةِ فِيهِمْ أَبُودَرٍّ وَعَبَادَةُ بْنُ

الصَّامِتِ وَمَعَ زَوْجَتِهِ أُمَّ حَرَامٍ وَأَبُو الدَّرْدَاءِ۔

ترجمہ۔ قبرص کی فتح کا ذکر کہا گیا ہے کہ یہ جنگ ۲۹ ہجری میں لڑی گئی۔ ایک اور قول کے مطابق ۳۳ ہجری کا یہ واقعہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی کہ اہل قبرص نے بغاوت کر دی تھی۔ جس کا ہم تفصیلی ذکر کریں گے۔ تو مسلمانوں نے ان قبرصیوں یا غیوں کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے جب ان سے جنگ لڑی تو ان مسلمان مجاہدین میں صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تھی جس میں حضرت ابوذر عبادہ بن صامت ان کی بیوی ام حرام اور ابو درد اور رضی اللہ عنہم تھے۔

ابن اثیر نے اس کے بعد لکھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر بہت اصرار کیا۔ کہ مجھے سمندر پار لڑائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اس کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا زمانہ آیا۔ تو امیر معاویہ نے اس مرتبہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی جنگ کی اجازت مانگی۔ حضرت عثمان نے انہیں اجازت دے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک بھاری لشکر تیار کیا۔ اور اس لشکر کی معیت میں قبرص پر چڑھائی کر دی۔ اور قبرصیوں نے لڑنے کی بجائے صلح صفائی کو بہتر سمجھا۔ اور جزیرہ دے کر امن مانگ لیا۔ اور طاعت قبول کر لی۔ ابن اثیر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ اسی غزوہ میں حضرت عبادہ کی زوجہ ام حرام فوت ہوئیں۔ کیونکہ انہیں سوار پر چڑھتے ہوئے گر گئی تھیں۔ ان کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق تھی۔ جو کہ آپ نے یوں فرمایا تھا۔ کہ ”ام حرام، اس جنگ میں شریک ہوں گی۔“

(۱۔ الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) جلد ۳ ص ۹۶) ثم دخلت فی سنة ثمانی وعشرون

(۲۔ تاریخ التواریخ الخلفاء جلد ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ تہران جدید)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ امور ثابت

ہوئے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر پار جس جنگ کی خوشخبری دی آپ کی یہ پیش گوئی ۲۸ یا ۲۹ ہجری میں پوری ہوئی یہ دور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تھا۔ جبکہ قرض فتح ہوا۔

۲۔ اس جہاد میں حضرت عبادة رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حلام رضی اللہ عنہا نے بھی شرکت فرمائی۔ اور شہادت پائی۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق ہوا۔

۳۔ چونکہ یہ جنگ ۲۸ یا ۲۹ ہجری میں ہوئی۔ ادھر یزید کی پیدائش ۲۶ ہجری کی ہے۔ تاریخ جلد دوم ص ۱۴۱ حالات غلفاء ہذا یزید اس جنگ کے وقت صرف دو تین سال کا تھا۔ اور اس عمر میں جنگ کے اندر شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ اس کو اس جہاد میں شریک مجاہدین کا سپہ سالار کہا جائے۔

ایک اور اعتراض

”جہاد قسطنطنیہ“ میں شرکت کے

باعث ”یزید“ اہل سنت کے نزدیک مغفور ہے

یزید بن معاویہ ہماری گزشتہ تحقیق کے مطابق جہادِ قبرص میں شرکت کے قابل ہی نہ تھا۔ لہذا اس جہاد کے حوالہ سے اُسے قطعی جنتی قرار دینا سراسر حماقت اور کذب بیانی ہے۔ اس جواب کے بعد معترض کی پھر گِ عداوت پھر کی۔ اور سنیوں پر ایک اور اعتراض کی سوچی۔ وہ یہ کہ بخاری شریف میں اسی مذکور حدیث سے تھوڑا اگے ایک اور حدیث موجود ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیش گوئی کا ذکر ہے۔ وہ یہ کہ قبصر بادشاہ کے شہر ”قسطنطنیہ“ پر جو مسلمان حملہ آور ہوں گے۔ وہ سب جنتی ہوں گے۔ اور سنی کتب تاریخ میں ظاہر ہے۔ کہ اسی حملہ میں یزید ایک عام فوجی کی حیثیت سے نہیں بلکہ سپہ سالار کی حیثیت سے شریک ہوا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم یہ سب حضرات یزید کی زیارت تھے۔ اور یزید ان کا سپہ سالار تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری شریف :-

قَالَتْ سَمِعَتْ قَالَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلُ

جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يُفْرُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورًا لَهُمْ
فَقُلْتُ أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا۔

(بخاری شریعت جلد اول منہج کتاب الجہاد
باب ما قیل فی قتل الروم)

ترجمہ:-

اسم حرام کہتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا اور
لشکر جو قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو گا۔ وہ بخشا ہوا ہوگا
میں نے پوچھا کیا میں بھی ان میں ہوں گی۔ فرمایا نہیں۔

جواب اول

اس لڑائی میں "یزید"، ایک جرم کی پاداش

میں شریک ہوا تھا

ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری کی اس روایت کے مطابق فتح قسطنطنیہ کی جنگ
کے شرکاء مغفور ہیں۔ لیکن اس کا شامل ہونا اس کے جنتی ہونے کی دلیل نہیں ہی
سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ یزید کی اس جنگ میں شرکت دو اعلام کلمۃ الحق، کے لیے
ذمہ تھی۔ بلکہ بادلِ نخواستہ جبراً اسے محاذ پر بھیجا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

کامل ابن اثیر۔

ذِكْرُ غَزْوَةِ قُسْطَنْطِينِيَّةٍ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَقِيلَ

سَنَةَ خَمْسِينَ ، سَيَّرَ مُعَاوِيَةَ جَيْشًا كَثِيفًا
إِلَى بِلَادِ الرُّومِ لِلغَزَاةِ وَجَعَلَ عَلَيْهِمُ سُفْيَانَ
بْنَ عَوْفٍ وَأَمْرًا ابْنَهُ يَزِيدَ بِالغَزَاةِ مَعَهُمْ
فَتَشَاقَلَ وَاعْتَلَّ فَأَمْسَكَ عَنْهُ أَبُوهُ فَأَصَابَ
النَّاسَ فِي غَزَاةِهِمْ جُوعٌ وَمَرَضٌ شَدِيدٌ فَأُلْتَمَأَ
يَزِيدٌ يَقُولُ -

مَا أَنْ أَبَايَ بِمَا لَأَقَتْ جُمُوعَهُمْ
إِذَا تَكَتْ عَلَى الْأَغَاظِ مَرْتَفِعًا
بِالْفَرْقَدِ وَنَهْ مِنْ حُتَّى وَمِنْ مُنُومٍ
يَدِيرُ مَرَّانَ عِنْدِي أُمَّمُ كَلْتُومِ

وَأُمَّمُ كَلْتُومِ امْرَأَتُهُ وَهِيَ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ فَبَلَغَ
مُعَاوِيَةَ شِعْرُهُ فَأَقْسَمَ عَلَيْهِ لِيُحِقْنَ بِسُفْيَانَ
فِي أَرْضِ الرُّومِ لِيُصِيبَهُ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَسَارَ وَ
مَعَهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ أَصَافَهُمُ الْبَيْرُ أَبُوهُ -

(کامل ابن اثیر جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۴۹)

سنہ ۴۵۰ء واریعین - طبع

بیروت جدید)

ترجمہ: قسطنطنیہ کے جہاد کا ذکر اسی سال ۴۹۰ یا ۵۰۰ ہجری میں حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بھاری لشکر رومی ممالک کی طرف جہاد
کی غرض سے بھیجا۔ اس لشکر کا سردار سفیان بن عوف مقرر ہوا۔ امیر معاویہ
نے اس جہاد میں شرکت کے لیے اپنے بیٹے یزید کو بھی حکم دیا۔ لیکن یزید
نے حیلے بہانے تراش کر شرکت سے انکار کر دیا۔ تو حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ اسے بھیجنے کے لیے رک گئے۔

اس جہاد میں مسلمانوں کی فوج کو سخت بھوک اور پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بیماریوں نے بھی بہت زور دکھایا۔ جب یزید کو مسلمانوں کی اس حالتِ تراکا علم ہوا۔ تو اپنی شرکت نہ کرنے اور ان پریشانیوں سے بچ جانے پر بہت خوش ہوا۔ اور اس حال میں اُس نے یہ شعر پڑھے۔ جن میں اُس نے کہا۔ ”مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ کہ مسلمانوں کو مقامِ فرقد و نذر میں مصائبِ و آلام نے گھیر لیا۔ اور بخار و تکالیف نے اُن پر حملہ کر دیا۔ کیونکہ میں ان تمام حالات سے بچ کر اپنی بیوی ام کلثوم کے ساتھ مقامِ زورِ یران، میں نرم و دلنشین مسترپر سکون و آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔“

”ام کلثوم، یزید کی بیوی کا نام ہے۔ جو عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یزید کے ان اشعار کا علم ہوا۔ تو قسم کھالی۔ کہ میں اب یزید کو بہر صورت ارضِ روم میں سفیان کے پاس ضرور بھجوں گا۔ تاکہ یہ بھی اُن حالات و واقعات سے دوچار ہو جن سے دوسرے مسلمان برسویکا رہیں۔ اس پر یزید کو جانا پڑا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی جماعت کو بھی یزید کے ہمراہ رومی سرزمین کی طرف روانہ کیا۔“

کامل ابن اثیر کی مذکورہ عبارت سے درج ذیل امور

صراحتاً ثابت ہوئے

۱۔ یزید ولی طور پر جہادِ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اسی لیے جب اسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جہاد میں شرکت کا کہا۔ تو طحال مٹول

سے کام لے کر گھر ٹھہریگا۔ یہ سب کچھ اس نے اس لیے کیا کہ وہ اس جہاد کو دو جہاد
فی سبیل اللہ اور اس میں شرکت کو اسلام کی سر بلندی کی خاطر لڑائی مہذب
سمجھتا تھا۔

۲۔ مسلمان مجاہدین کو جب رومی شہروں میں بہت سے مصائب و آلام نے اگھیرا
اور بیماریوں کا طوفان ان پر اڑ پڑا۔ تو مزید نے ان حالات میں اپنے شریک نہ
ہونے پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور اپنی زوجہ کے پہلو میں نرم و گرا زبستر پر لیٹے رہنے
پر مسرت بھرے اشعار کہے۔

تا ظہر کلام ذرا غور فرمائیں۔ کما مت مسلم پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے
ہوئے ہیں۔ اللہ کے دین کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور بیماریوں
کی گھرے ہوئے ہیں۔ اور ادھر مزید ہے کہ وہ اپنے آپ میں مسلمانوں کی اس حالت پر
بہت خوش و خرم ہے۔ اور خواہشات نفس کی تکمیل پر ترانے گارہا ہے اس سے امت
مسلمہ کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ اس سے بڑھ کر شقاوت قلبی کی کوئی مثال ہو سکتی
ہے۔ اور دنیا کی حیثیت وغیرہ کے فقدان کا اس سے بڑا کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے۔

۳۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مزید کے بارے میں پتہ چلا اور اس کے
اشعار سے ٹنگتی حالت پر مطلع ہوئے۔ تو انہوں نے جبراً مزید کو جہاد و قسطنطنیہ
میں شرکت کرنے کو کہا۔ تاکہ اسے یہ احساس ہو کہ مسلمان مجاہدین کا مصائب و
آلام میں مذاق اڑانا کیسا ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر مزید کی نیت حصول
اجر و ثواب ہوتی۔ تو پہلے ہی انکار نہ کرتا۔ اور نہ اظہار مسرت کرتا۔ لیکن حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے اس کے بحواسات کی پاداش میں سبق سکھانے
کے لیے زبردستی جہاد و قسطنطنیہ میں بھیجا۔ تو ایسا شخص جہاد میں شرکت کے حقیقی
ثمرات کب پاسکتا ہے۔

جواب دوم

حدیث مذکور میں گذشتہ گناہوں کی مغفرت کا ذکر ہے

بشارتِ جنت کا نہیں

بخاری شریف سے منقول حدیث پاک کے الفاظ «مغفور لہم» پر گھٹن ہو سکتی

ہے۔ ان الفاظ کے علاوہ اس حدیث میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جس میں قیصر روم کے شرقتیظیر پر حملہ آور مسلمانوں کو جنت کی بشارت یا جنت کے وجوب کا ذکر ہو۔ مذکورہ الفاظ کا معنی۔

«ان کو معاف کر دیا گیا ہے» ہے، «اب مغفرت کا یہ معنی بھی تو ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

ان شرکاء کے سابقہ گناہ معاف فرما دیئے کیونکہ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر

لفظ مغفرت «گناہوں کی معافی» کے معنی میں استعمال ہوا یعنی مغفرت کے ساتھ غیب

یا ذنوب میں سے ایک بڑا ایک لفظ ضرور موجود ہے۔ مثلاً یغفر الذنوب جمیعاً۔

فأغفر لنا ذنوبنا، غافر الذنب وقابل التوبۃ لیغفر لک اللہ ما

تقدم من ذنبک وما تأخر۔ اس لیے قرآن کریم کے اسلوب بیان سے اس

حدیث کا معنی یہ ہونا کہ امت مسلمہ کے وہ افراد جو چھاد سلطانہ میں شرکت کریں گے ان کے

ان کے سابقہ گناہ معاف کر دئے گئے۔

لیکن اس مضمون سے یہ نتیجہ کس طرح اخذ ہو سکتا ہے۔ کہ جس کے سابقہ گناہ معاف کر

دیئے جائیں۔ یقیناً جنتی ہو جاتا ہے۔ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی کے حق

ارشاد فرمایا۔ جس نے حج کیا۔ اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ گویا وہاں تک کہ بیٹ

سے باہر آیا ہو۔ ایک اور حدیث پاک رمضان شریف کے قضا کر کے اب صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد ہے۔ کہ جس نے ایمان و اعتساب سے روزے رکھے۔ اس کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔ اسی طرح بہت سے اعمال صالحہ کے فضائل میں آپ کے اس طرح کے ارشادات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ تو کیا ان احادیث کے الفاظ کو لے کر ایک حاجی، روزہ دار اور نیوکار قلعی بنتی ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ ان افعال کے بعد کفر و شرک میں گرفتار ہو جائے؟ اگر عقل سلیمہ فیصلہ نہیں کر پاتی۔ تو پھر یہ کس طرح فرض کر لیا گیا۔ کہ یزید و پیدائشی بنتی، ہے۔ اور اس کی محض ایک جہاد میں شرکت اور وہ بھی باہر مجبوری اس کے بنتی ہونے کی سچی نشانی بن گئی۔ ہاں! یزید کے معتقدین شام پر فیصلہ کر دیں۔ تو کوئی بعید نہیں۔

جواب سوم

تشریح حدیث کے نزدیک بالاتفاق اس حدیث

کا مصداق یزید نہیں

فتح الباری؛۔

قَالَ الْمُهَلَّبُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَنْقَبُهُ لِمَعَاوِيَةَ
لِأَنَّهُ هَزَمَ الْبَحْرَ وَمَنْقَبُهُ لِوَلَدِهِ يَزِيدَ لِأَنَّهُ
أَوَّلُ مَنْ عَزَمَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ. وَتَعَقَّبَهُ ابْنُ
التَّيْنِ وَابْنُ الْمُنْبَرِ، بِمَا حَاصِلُهُ أَنَّهُ لَا
يُزَمُّ مِنْ دُخُولِهِ فِي ذَلِكَ الْعُمُومِ أَرَأَيْتَ لَوْ
تَخْرُجَ بِدَلِيلٍ نَحَاصِرٍ إِذْ لَا تَخْتَلِفُ أَهْلُ
الْعِلْمِ أَنَّ قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَغْفُورٌ لَهُمْ مَشْرُوطٌ بِأَنْ تَكُونُوا مِنْ
 أَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتَّىٰ تَوَارِثَ وَاحِدٌ مِمَّنْ
 عَزَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِي ذَلِكَ الْعُمُومِ
 اتِّفَاقًا - فَذَلِكُمْ عَلَىٰ أَنْ الْمُرَادُ مَغْفُورٌ لِمَنْ
 وَجَدَ شَرْطَ الْمَغْفِرَةِ فِيهِ مِنْهُمْ -

فتح الباری شرح البیاری جلد نمبر ۷ ص ۷۸

کتاب الجہاد باب ما قيل في

قتال الروم

توجیہ جہاد کہتا ہے۔ کہ اس حدیث میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فقہت ہے۔ کیونکہ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے سمندر پار جہاد کیا اور ان کے بیٹے زید کی بھی فقہت ہے۔ کیونکہ قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے والا اول وہی ہے۔ لیکن اس استدلال پر ابن تیمین اور ابن مینر نے جہاد پر گرفت کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ زید اس عمومی بشارت میں داخل ہوگا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی خاص دلیل سے وہ اس عموم سے نکل جائے۔ وہ اس طرح کہ تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفور لہم فرمانا ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ یہ کہ مغفرت اس کی ہوگی۔ جو اس کا مستحق ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان لوگوں میں سے جو جہاد قسطنطنیہ میں شامل ہوئے۔ (معاذ اللہ) مرتد ہو جائے۔ تو وہ حدیث پاک میں مذکور عموم میں داخل نہ رہے گا۔ اسی پر سبھی کو اتفاق ہے لہذا معلوم ہوا۔ کہ بشارت مغفرت اس شخص کے لیے ہے۔ جو مغفرت کی اہلیت اور شرط کا حامل ہوگا۔ ورنہ اس بشارت سے محروم رہے گا۔

عمدة القاری :-

وَقَالَ الْمَهْلَبُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مُتَقَبَةً
 لِمَعَاوِيَةَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَمُنْقَبَةً
 لِوَلَدِهِ يَزِيدَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدْيَنَةَ
 قَيْصَرَ انْتَهَى. قُلْتُ أَيْ مُنْقَبَةً كَانَتْ لِيَزِيدَ
 وَحَالَهُ مَشْهُورٌ، فَإِنْ قُلْتَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي حَقِّ هَذَا الْجَيْشِ مَغْفُورٌ لَهُمْ قُلْتُ قِيلَ
 لَا يَلْزِمُ مِنْ دُخُولِهِ فِي ذَلِكَ الْعُمُومِ إِذْ لَا يُخْرَجُ
 بِدَلِيلٍ خَاصٍ. إِذْ لَا يَخْتَلِفُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ
 قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَغْفُورٌ لَهُمْ
 مَشْرُوطٌ بِأَنْ تَكُونُوا مِنْ أَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتَّى
 تَوَارِدَتْ أَحَدٌ مِمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ كَمْ يَدْخُلُ
 فِي ذَلِكَ الْعُمُومِ.

عمدة القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۲۱

۱۹۹ مطبوعہ بیروت وتصنیف سلام

بدرالدین عینی

ترجمہ :- ابن مہلب کہتا ہے۔ کہ اس حدیث میں حضرت امیر معاویہ کی تعریف ہے۔
 کیونکہ یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سمندر پار جہاد کیا۔ اور ان کے بیٹے
 یزید کی بھی تعریف ہے۔ کیونکہ قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر اولین حملہ آور
 یہی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یزید کی کسی تعریف ہے۔ اور کونسی تعریف ہے ؟

حالات کو یہ شخص ہے۔ جس کی حالت اور اس کے کثرت زبان زد خاص و عام میں
اگر تو اعتراض کے طور پر کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے متعلق یہ ارشاد کیا

فرمایا ہے۔ کہ یہ مغفور ہیں۔ تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ یہ بات ہو چکی کہ
اس ارشاد کو مولیٰ میں دخول کے لیے یہ لازم نہیں۔ کہ وہ کسی اور مخصوص دلیل سے خارج
نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
مغفور لہم ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ یہ کہ مغفرت اس کی ہوگی
جو قابل مغفرت ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک جہادِ مسلمانانہ میں شرکت کے
بعد مرتد ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس عمومی بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔

ارشاد المشارحی

وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْمُهَلَّبُ عَلَى ثُبُوتِ خِلَافَةِ بَنِي مُدْرِكَةَ
ابْنِ مَعَاوِيَةَ وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لِيَدْخُولَهُ فِي
عُمُومِ قَوْلِهِ مَغْفُورٌ لَهُمْ وَأَجِيبَ بِأَنَّ هَذَا
جَارٍ عَلَى طَرِيقِ الْحَمِيَّةِ لِبَنِي أُمَيَّةٍ وَلَا يَكُونُ
مِنْ دُخُولِهِ فِي ذَلِكَ الْعُمُومِ أَنَّ لَا يَخْرُجُ بِدَلِيلٍ
خَاصٍّ إِذْ لَا خِلَافَ أَنَّ قَوْلَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
مَغْفُورٌ لَهُمْ مَشْرُوطٌ بِكَوْنِهِ مِنْ أَهْلِ
الْمَغْفِرَةِ. حَتَّى لَوْ أَرْتَدَّ أَحَدٌ مِمَّنْ غَزَاهَا
ذَلِكَ لَمْ يَدْخُلْ فِي ذَلِكَ الْعُمُومِ اتِّفَاقًا
قَالَ ابْنُ الْمُنِيرِ

وَهَذَا أَطْلَقَ بَعْضُهُمْ فِيمَا نَقَلَهُ الْمُؤَلِّفُ

سَعَدُ الدِّينِ اللّٰعِنَ عَلٰى زَيْدٍ لِّمَا اَتَتْهُ كَفْرَ حَيْثُ
 اَمْرٍ يَقْتُلِ الْحُسَيْنِ وَ اَتَفَقُوا عَلٰى جَوَازِ اللّٰعِنِ
 عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ اَوْ اَمْرٍ بِهِ اَوْ اَجَازَهُ وَ رَضِيَ
 بِهِ وَ الْحَقُّ اَنْ رَضِيَ زَيْدٌ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ
 اسْتِشَارَةُ يَذَلِكِ وَ اَهَانَةُ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَ اِنْ
 كَانَ تَقَاصِيْلُهَا اَحَادًا فَتَحْنُ لَا تَتَوَقَّفُ فِي ثَانِيَةٍ
 بَلْ فِي اِيْمَانِيَةٍ -

دارشاد الساری شرح بخاری جلد نمبر ۵

ص ۱۰۴ مطبوعہ بیروت

ترجمہ۔ مطلب نے اس حدیث سے خلافت زید کے ثابت کرنے پر دلیل پیش
 کی۔ اور یہ بھی کہ وہ جتنی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں مذکور عموم میں وہ بھی شامل
 ہے۔ جواب یہ دیا گیا کہ مطلب نے یہ بات دراصل نبی امیر کی حمایت حاصل
 کرنے کی غرض سے کہی ہے۔ کیونکہ یہ میر گز لازم نہیں آتا۔ کہ جو شخص مذکور حدیث
 کے عموم میں داخل ہو۔ وہ کسی اور مخصوص دلیل سے اس سے خارج نہیں ہو
 سکتا۔ یہ بات تمام علماء متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حدیث مذکور میں حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شاذ گرامی معذور لہم، مشروط ہے۔ وہ یہ کہ
 مغفرت اس کی ہوگی۔ جو اس کا اہل ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ایک ان اشخاص
 میں جو اس غزوہ میں شریک ہوئے مرتد ہو جاتا ہے۔ تو وہ بالاتفاق
 اس عمومی حکم سے خارج ہے۔۔۔ ایسی منیر نے یہی کہا ہے۔
 بعض حضرات نے امام سعد الدین سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ

یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔ کیونکہ جب اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ تو وہ اس وقت کافر ہو گیا تھا۔ علامہ کا یہ مستند فیصلہ ہے۔ کہ جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ یا قتل کا حکم دیا یا اس کو جائز سمجھا اور اسے اچھا کہا تو ایسا ہر شخص لعنتی ہے۔ یزید کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر خوش ہونا اور اسے باعث خوشی سمجھنا امر واقعی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی توہین کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو روایات کے طور پر اگر یہ خیر اماد ہیں۔ لیکن مضموم و مضمون کے لحاظ سے تو اس سے کم نہیں ہیں۔ لہذا اس حقیقت کے پیش نظر ہم یزید پر لعنت کے بارے میں کوئی توقع نہیں کرتے بلکہ ہمیں تو وہ سرے سے بے ایمان نظر آتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے چند امور ثابت ہوئے

۱۔ بخاری شریف کے تمام شارحین نے یزید کو مغفور لہم کے مضموم سے خارج کر دیا ہے۔

۲۔ تمام شارحین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جہاد و تسلطہ میں موجود حضرات کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشادت ان حضرات کے لیے ہے۔ جو اس کے اہل و متفق

ہیں۔ چونکہ یزید اس اہلیت سے عاری ہے۔ لہذا وہ مغفور لہم میں داخل نہیں

۳۔ حدیث زیر نظر سے صریحاً ثابت ہوا ہے کہ یزید کی خلافت اور اس کے منقذ ہونے کا استدلال کیا ہے۔ اور یہاں تلال بقول علامہ تسلطہ معنی بنی امیہ کی حمایت کے حصول کی خاطر کیا گیا۔

۴۔ یزید کا مضموم حدیث میں داخل رہنا تو بہت بڑی بات ہے۔ علامہ تسلطہ نے

تو اسے سرے سے کافر اور لعنتی کہا ہے۔ اور بقول علامہ موصوف یزید کا کافر و لعنتی ہونا صحیح قول ہے۔ لہذا ایسا شخص کب مغفرت کا حق دار ہو سکتا ہے۔

اعترافِ سوم

عبداللہ بن عمر نے امامتِ یزید کا اعلان کیا

دفتوحاتِ شیعوہ، جواہلِ تشیع کے متاخرہ مسلخ مولوی محمد اسماعیل کے متاخروں سے مرتب شدہ کتاب ہے اس میں منقول ہے کہ اہل سنت کے شیوا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے سختی کے ساتھ منع کیا تھا اور یہاں تک کہا تھا کہ جس نے یزید کی بیعت توڑی اس کے ساتھ میرا بائیکاٹ بھیجے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول ثابت کر سکتے ہیں کہ یزید اہل سنت کا اہم تقاضا مل عدالت و درج ذیل ہے۔

فتوحاتِ شیعوہ :-

مسلخِ علم نے بخاری شریف ص ۱۵۳ سے عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی زبان سے یزید کی بیعت کو اللہ و رسول کی بیعت ماننا ثابت کیا۔ اور یہ روایت پیش کی کہ عَنْ تَافِعٍ لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَزِيدَ بْنَ مَعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَةً وَوَلَدَهُ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقُولُ يُنْصَبُ بِكُرْشَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ

عَلَيْهِمْ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولِهِ شَرَّ يَنْصَبُ لَهُ الْقِتَالُ وَإِنِّي لَا
 أَعْلَمُ مِنْكُمْ خَلْعَةً وَلَا تَابِعٌ فِي هَذَا إِلَّا مَرًّا لَا كَانَتْ
 الْفَيْصَلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ

ترجمہ:-

تاریخ سے روایت ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑنی
 چاہی تو بعد ازاں عمر نے اپنے خواہش اور عزیزوا قلوب کو جمع کیا
 اور کہا کہ یزید کی بیعت توڑو۔ کیونکہ میں نے نبی اکرم سے مناسبت کی بیعت
 کے توڑنے والوں کی پشتوں پر قیامت کے دن غداری کا جھنڈا
 ہوگا۔ ہم نے اس شخص یعنی یزید کی بیعت اشد اور رسول کی بیعت پر
 کیا ہے۔ پھر اس کے مقابل میں جنگ کو کھڑا کر دیا جائے۔ اگر میرے علم میں
 آئی کہ تم میں سے کسی نے اس کی بیعت توڑی ہے۔ اور اس نام خلاف
 میں اس کی تابعداری نہیں کی۔ تو میرا اس کا بائیکاٹ ہوگا۔

دفعہات شیخ مولانا حسین

مئی ۱۹۵۶ء مطبوعہ قسطنطنیہ

الحال:-

یزید کی شریعت کی مذکورہ حدیث سے اہل تشیع یہ بیعت ثابت کرتے ہیں کہ
 بعد ازاں عمر رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت توڑنے سے منع کرنا بائیں وہ تھا کہ
 انہیں اہل حدیث سے بغض و عداوت تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس روایت سے وہ
 یزید سے عالی مرتبت کے خواہش مند بھی تھے اور یزید کی طرف سے وفات
 اور مخالفت صرف اسی صورت میں ممکن تھی کہ اس کی حمایت کی جاتی۔ اور مخالفین کو

دراپا دھکایا جاتا۔ لہذا انہوں نے یہ سب کچھ اسکا وجہ سے کیا۔
 اہل تشیع اس عبارت سے بین امور ثابت کرتے ہیں۔ اول یہ کہ عبد اللہ بن عمر کا
 بیڑا جیسے فاسق و فاجر کی بیعت کو نہ خود توڑنا اور نہ ہی دوسروں کو اس کی اجازت دینا
 سراسر خلاف شرع فعل ہے۔ دوم یہ کہ عبد اللہ بن عمر کا یہ رویہ وہ صحت یزید اور لفظ
 اہل بیت، کی تصویر ہے۔ تیسرا یہ کہ اہل مدینہ جو کہ یزید کی بیعت توڑنا چاہتے تھے۔
 ان کو منع کیا۔ اور بائیکاٹ تک کی دھمکی اس لیے دی کہ تاکہ اس طرح یزید سے انعام
 گرام وصول کیا جائے۔

لہذا مخالف شرع شریعت اور محبت یزید و محض اہل بیت گرام اور دنیوی مال و
 دولت کی خاطر ایک فاسق و فاجر کی حمایت کرنا بہ صورت ایک قابل مذمت فعل ہے

جواب امر اول :-

جواب ذکر کرنے سے قبل یہ بات بخوبی ذہن نشین رہے۔ کہ اہل تشیع کے
 سلف و خلف اس اعتراض کو بڑے فخر و انبساط سے پیش کرتے چلے آ رہے ہیں
 اور اس کی اڑ میں یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ یزید اہل سنت کے ہاں امام برحق تھا اور
 یہ کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اہل بیت سے دشمنی تھی۔ لیکن یہ دونوں بایں بالکل
 لغو اور من گھڑت ہیں۔ حدیث مذکور سے ان کا ثبوت و اثبات محل نظر ہے۔ اب
 میں امر اول کے جواب کی طرف آتا ہوں۔ گزارش ہے۔ کہ اس حدیث کا لغو مطالعہ
 اور پھر اہل تشیع کے مذہب کے اصول و ضوابط کو دیکھا جائے۔ تو نتیجہ یہ نکلتا ہے
 کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کیا۔ وہ عین ثواب اور صحیح فیصد
 تھا۔ شیوہ مسلک کے محققین نے ایک قانون و ضابطہ تحریر کیا ہے۔ کہ درجب کوئی
 سربراہ مملکت شریعت کے خلاف چل رہا ہو۔ تو اس کے خلاف خروج و بغاوت

اس وقت تک جائز نہ ہوگی۔ جب تک اس میں کامیابی کے اسباب نمایاں نہ ہوں۔ اور اگر کسی نے ایسے اسباب کے نہ ہوتے ہوئے خروج کیا۔ تو یہ فعل ”بدترین فعل“ ہوگا۔

اسی اصول کے پیش نظر پھر انہی متعین کو ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ اگر واقعہ یہ اصول ہے۔ تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کا زید کے خلاف خروج دو بدترین فعل، ہو گا۔ کیونکہ انہیں وہاں اسباب مہیا نہ تھے۔ جن پر بھروسہ کر کے کامیابی کی امید لگائی جا سکتی۔ تو ”بدترین فعل“، کام تکب و دشمنی، کیونکہ کھلا سکتا ہے۔ جو کہ نہایت ارفع و اعلیٰ مقام ہے۔ اور نیک ترین فعل کے ضمن میں اس کا حصول ہوتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پر اسی اصل و قانون کے مطابق یہ بھی اعتراض ہوتا ہے۔ کہ جب ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبردار ہی کر لی۔ تو پھر کامیابی کے اسباب مہیا نہ ہوتے ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی کی مخالفت کیوں کی؟

شیعہ متعین نے ان امور کی توجیہ یوں کی۔ کہ قانون اپنی جگہ درست ہے۔ اور امام موصوف نے بھی اس کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی شیعوں نے ہزاروں کی تعداد میں امام موصوف کو خطوط لکھے۔ جن میں اپنی وفاداریوں کا تذکرہ تھا۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کے کوئی تشریح لانے پر ان کی بیعت کرنے والوں کی کثرت و بہتات سے آپ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ ان حالات میں میرا خروج کامیابی سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ خروج پر مکر بستہ ہو گئے۔ لیکن جب حالات نے پلٹا دکھایا۔ اور کوئی شیعہ بدعہد ہی پہ اتر آئے۔ تو آپ کو اب ان اسباب کی توقع نہ رہی۔ جن کے بھروسہ پر خروج کیا گیا۔ اس لیے آپ نے خروج کی بجائے زید کی بیعت کو قبول کر لینے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ اسنی طرح امام حسن رضی اللہ عنہ نے

امیر معاویہ کے مقابلہ میں کامیابی کے اسباب جب مہیا نہ پائے۔ تو خلافت سے دستبرداری کر لی۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہما نے ”اصول شیعہ“ کی مخالفت نہیں کی۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی سعی کی۔ کیونکہ شروع میں اسباب مہیا تھے۔ لہذا خروج جائز ہوا۔ لیکن بعد میں اسباب کے خاتمہ پر حالات تبدیل ہو گئے۔ ذکر شدہ مضابطہ اور شیعہ مذہب کا اصل خود ان کی معتبر کتاب سے ملاحظہ فرمائیں۔

فَكَيْفَ يُقَاتِلُ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
تلخیص الشافی | أَلْقَى بِيَدِهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَقَدْ
 رُوِيَ أَنَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعَمْرٍو بِنِ سَعْدٍ اِخْتَارُوا
 مِنِّي أَمَا التَّرْجُوعُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَقْبَلْتُ مِنْهُ
 أَوْ أَنْ أَصْعَقَ يَدِي عَلَى يَدِ يَزِيدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّي يَرَى فِي
 رَأْيِهِ وَإِنَّمَا أَنْ تَسِيرُوا بِئِي ثَغْرًا مِنْ ثَغُورِ الْمُسْلِمِينَ
 فَاكُونَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ لِي مَالَهُ وَعَلَى مَا عَلَيْهِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۲ ص ۱۸۶)

مطبوعہ مہم ایران طبع جدید

ترجمہ:-

یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر بلاوجہ شہری اپنی ذات کو ہلاکت و تباہی کی طرف دھکیلا۔ (یعنی امام موصوف نے یزید کے خلاف خروج کرتے وقت اسباب کامیابی کی طرف دھیان نہ کرتے ہوئے خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش کی۔)

حال انکو روایت موجود ہے۔ کہ امام موصوف نے عمر بن سعد سے فرمایا۔

تم لوگ مجھے اختیار دو۔ یا تو میں اسی جگہ واپس چلا جاؤں۔ جہاں سے

سب آگے ہیں۔ (یعنی مدینہ منورہ) یا پھر میں یزید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر

سبیت کر لیتا ہوں۔ آخر وہ میرا چہرہ بھائی ہونے کے ناطق سے

میرے متعلق اچھی رائے رکھتا ہوگا۔ یا تیسری صورت یہ کہ مجھے مسلمانوں

کے ساتھ کسی قلعہ میں قید کر دو۔ تاکہ میں بھی ان کے ساتھ کیے جانے

وایسے سلوک میں برابر کا شریک ہو جاؤں۔ اور میرے ساتھ بہتری کا

سلوک وہی کیا جائے جو ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور مجھ کو وہ بات بتائیں

لگا دی جائیں۔ جو ان پر ہیں۔

مختصر السنن فی

وَأَمَّا الْجَمْعُ بَيْنَ فِعْلِهِ وَفِعْلِ أَخِيهِ

الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَوْضَحَ صَحِيحٌ

لِأَنَّ أَخَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَلَّمَ كَمَا لَفْتَنَهُ وَخَوْفًا عَلَى

نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَشِيعَتِهِ وَإِحْسَابًا بِالْغَدْرِ مِنْ أَصْحَابِهِ

وَالْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَوِيَ فِي ظَنِّهِ النَّصْرَةُ مِمَّنْ

كَاتَبَهُ وَوَقِيَ فَرَأَى مِنْ أَسْبَابِ قُوَّةِ نَصْرِهِ الْحَقِّ

وَضَعُفِ نَصْرِهِ الْبَاطِلِ مَا وَجِبَ مَعَهُ عَلَيْهِ التَّلَبُّ

وَالْخُرُوجُ فَلَمَّا انْعَكَسَ ذَلِكَ وَظَهَرَتْ أَمَارَاتُ

الْغَدْرِ فِيهِ وَسُوءِ الْإِتِّقَانِ رَأَى الرَّجُوعَ وَ

الْمُكَافَأَةَ وَالسَّلِيمَ كَمَا فَعَلَ أَخُوهُ عَلَيْهِ

السَّلَامُ فَمَنْعَ مِنْ ذَلِكَ خِلَافَ

بَيْتِهِ وَبَيْتِهِ فَالْحَقُّ

مُتَّفِقَانِ

تخصیص الشافی جلد تیسرہ صفحہ نمبر ۱۹۰

مطبوعہ دارالعلوم بیروت

ترجمہ:

بہر حال امام حسین اور ان کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہما کے فعل و درمیان
 اتحاد و مطابقت بہت واضح ہے۔ وہ اس طرح کہ امام حسن نے خلافت
 سے دستبرداری اس لیے فرمائی۔ تاکہ اس کے ذریعہ مقترب جائے۔ اور
 اپنی ذات الہیہ اور اپنے شیعوں و ماننے والوں کو اپنے سے خطرہ لگائے
 اور سری و جبرہ تھی۔ کہ آپ کو اپنے بھائی ساتھیوں سے غداری کا خوف تھا
 اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب ملن غالب کے طور پر یہ سمجھا کہ سن لوگوں
 نے گناہ ارتکاب نہیں ضرور کئے۔ اور اپنی مدد کا اعتبار دلایا۔ وہ اپنی باتوں پر
 پورے اتریں گے۔ تو اس بنا پر آپ جان گئے۔ کتنی کے معاونین
 کا یہ بیمار کا ہے۔ اور باطل کے بیمار کا کمرور کا کا شکار ہیں۔ لہذا
 طلب خلافت اور تیز کے خلاف بغاوت و خروج ضرور کا ہو گیا ہے
 لیکن جب حالات کیر اس کے اٹک نہ ہو گئے۔ اور آپ نے ان کو قیام
 کی غداری بھائیوں اور بے اتفاقی اور عدم تعاون کے آثار دیکھے۔ تو
 آپ نے واپسی کا قصد فرمایا۔ اور پھر خلافت سے دستبرداری کا ارادہ کر
 لیا۔ یہ اس طرح ہوا۔ جس طرح اس سے قبل ان کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ
 نے کیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں بھائیوں کا رویہ ایک جیسا تھا۔

تخصیص الشافی
 وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحْتَرُ
 إِذْ دَفَعَ الضَّرْبَ عَنِ التَّقْرِيبِ

وَاجِبٌ عَقْلًا وَ شَرْعًا وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتَّخِذَ بِالصَّبْرِ
عَلَى الْقَيْحِ وَإِتْمَانًا يَتَّخِذُ بِالصَّبْرِ عَلَى الْحَسَنِ وَلَا خِلَافَ
أَنَّ مَا وَقَعَ مِنَ الْقَتْلِ كَانَ قَيْحًا بَلْ مِنْ أَقْبَحِ الْقَيْحِ -

مختص الاثنی عشری جلد نمبر ۲ ص ۱۹

مطبوعہ قلمی پبلشرز

ترجمہ:-

دشمنوں کے خلاف اس بارے میں اختلاف ہے کہ ایک شخص کسی کے خلاف
حق کی آواز بلند کرنا پاپا ہوتا ہے۔ لیکن اسے یہ معلوم ہے کہ اس جرم میں وہ
بجائے قتل کروے گا۔ تو کیا ان حالات میں اسے حق کی آواز بلند کرنی چاہیے؟
بعض شیوخ علماء کا کہنا ہے کہ ایسا گناہ گزر درست نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی
ذات سے نقصان کو دور رکھنا زندگی میں اور شرعاً لازم ہے۔ ان حالات
میں میر کا وہاں تمام لینا اور اسے عبادت سمجھنا درست نہیں۔ کیونکہ میر
بیشراپہ کام کے سزا انجام دینے میں مصائب پر کیا جاتا ہے۔ اور
اسے سزا تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں اگر قتل ہو جائے یعنی
حق کا آواز دینے والا تو اس کا فیصلہ بڑے کاموں میں سے سب سے بڑا
کام ہوگا۔

مختص ۱۵

مختص الاثنی عشری کی مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ جب کسی عالم و جابر حکمران کو
حق بات کہنے کی پاداش میں اپنی جان و مال اور مال و عیال کے لیے مصائب و تکالیف
کے دروازے کھل جائیں گے۔ جو قتل کرنے سے بھی مایم وقت و ریخ نہ کرے

گا۔ تو ایسی صورت میں اُس کے خلاف اوازِ حق بلند کرنا بدترین فعل ہوگا۔ ہاں اگر کامیابی کے امکانات واضح ہوں۔ تو پھر ایسا ضرور کرنا چاہیے۔

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی بُرائی ہوتے دیکھے۔ تو اگر اُسے ہاتھ (یعنی طاقت) سے روک سکتا ہے۔ تو طاقت استعمال کرے۔ اگر اتنی طاقت نہیں۔ تو پھر زبان کی طاقت استعمال کرے۔ یعنی زبان سے روکے اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں تو دل سے ہی اُسے بُرا جانے لے،

اُپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں بھی یہی قانونِ جلوہ فرما ہے۔ کہ اگر کسی بُرائی کو مٹانے کی قوت نہیں۔ یعنی ہاتھ سے نہیں روک سکتا۔ تو ایسی صورت میں ہاتھ سے روکنا فرض نہیں۔ اور یہ درست نہیں۔ کہ خواہ مخواہ اپنی جان کو مصیبت میں ڈالے اور قتل ہو جائے۔ بلکہ اس سے کم درجہ پر اترائے۔ جو اُس کے اعتبار سے بڑا ہی درجہ ہے حتیٰ کہ زبان سے عاجز ہونے کی صورت میں حرفِ دل سے ہی بُرا جان لیا کرے۔ تو کافی ہے۔

تخمینِ اثنی عشری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کردار کو ملاحظہ کیا جائے۔ تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا۔ کہ یزید کے ہاتھ مضبوط ہیں۔ اور اہلِ مدینہ جو کچھ اس کی مخالفت میں کر رہے ہیں۔ یزید انہیں ضرور ستائے گا۔ اور ہلاکت و بربادی کا انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ تو آپ نے اہلِ مدینہ کو اس نقصان سے بچنے کے لیے ہدایت فرمائی۔ اور لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے منع فرمایا۔ ہاں اگر ایسے اسباب موجود ہوتے۔ کہ جن کی بنا پر اہلِ مدینہ کو اتنی قوت مل جاتی۔ کہ یزید کا مقابلہ کرنا ان کے لیے آسان ہوتا۔ اور کامیابی کے واضح امکانات ہوتے۔ تو یہ چند حضرت عبداللہ بن عمر کا نہیں منع کرنا قابلِ اعتراض ہوتا۔ لیکن ان امکانات کے معدوم ہونے

کا وجہ سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھ کر سنا لی۔ یہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ دوہیں آدمی نے خلیفہ وقت کی مخالفت کی۔ اور اس کے خلاف،
 خروج و بغاوت کی۔ تو اس نے اسلام کے پڑھ کو اپنے گے سے اتار بیٹھا۔،،

حسین کریمین اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم .

کا کردار ایک جیسا ہے۔

مختصر ایشافی اور حدیث رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن
 عمر رضی اللہ عنہ کے کردار کی توثیق کر دی۔ اور گوشہ حوالہ جات میں آپ امام حسن و حسین
 رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک ضمنی سوال کے جواب میں شیعہ محققین کے جواب
 کو بھی پڑھ چکے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت حسین کریمین نے اپنے اپنے دوویں نکت
 سے دستبرداری کی۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور
 امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابتداءً خطوط کے پے در پے آنے کا وجہ سے خروج کا
 تصدیق فرمایا تھا۔ لیکن حالات کے یکسر تبدیل ہونے پر آپ نے کوفوں سے خطاب
 کرتے ہوئے فرمایا۔ اسے اہل کوفہ مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ مجھے اس کے ہاتھ
 میں ہاتھ رکھنے (یعنی بیعت کر لینے) میں کوئی ممانعت نہیں۔ آخر وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ تو ان
 دونوں پر کوئی اعتراض نہیں۔ کہا نہیں۔ امیر معاویہ کی بیعت کیوں کی۔ ان کے لیے
 خلاف سے دستبرداری کیوں اختیار کی۔ اور امام حسین نے یزید کی بیعت کرنے
 کی ادا کی کیوں ظاہر فرمائی؟ بعد میں اعتراض کی وجہ یہی وجہ ہے۔ کہ حالات ان کا ساتھ نہ دیتے
 تھے۔ لہذا ایسے حالات میں خروج کرنا کوئی قابل ستائش فعل ہرگز نہیں ہوگا۔ تو یہی
 صورت حال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تھی۔ انہیں بھی نظر آ رہا تھا۔

کہ اہل مدینہ کا انحراف خود ان کے لیے باعث مصیبت بن جائے گا۔ کیونکہ ان میں زید کے فاسق و فاجر ہونے کے باوجود اس سے مقابلہ کرنے اور محاذ آرائی کی ہمت نہیں ہے۔

لہذا حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرات حسنین کو یمن کا طرز عمل ایک ہی اصل کی مختلف شاخیں ہیں۔ تو اندریں صورت حضرت عبداللہ بن عمر پر اعتراض کرنا اور حسنین کو یمن کی طرف سے صفائی پیش کرنا یا تو بغض و عداوت کی وجہ سے ہے۔ یا حضرات صحابہ کرام سے کینہ و حسد پر مبنی ہے یا پھر ان معتز ضمیمہ کی جہالت و نادانی کا جتنا جاگتا ثبوت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک طرف حضرات حسنین کو یمن کے کردار کو اپنا یا۔ اور دوسری طرف آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ کرام کے بارے میں اہل سنت کا مسلک حق ہے۔ اور اہل تشیع غلطی پر ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرات ائمہ اہل بیت معصوم نہیں ہوتے۔ یہ خاصہ صرف حضرات انبیائے کرام کا ہے۔ عصمت ائمہ اہل بیت و راصل اہل تشیع کا خود ساختہ عقیدہ ہے اور من گھڑت شرط ہے۔ ہم اس کی تفصیل سے گزشتہ اوراق میں تردید کر چکے ہیں مختصر یہ کہ اگر ائمہ اہل بیت کے لیے عصمت کو بطور شرط مانا جائے تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کا زید کی بیعت پر آمادہ ہونا قطعاً درست نہ ہوتا۔ اور نہ ہی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ زید کی بیعت کرتے۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نہ ہوتا۔

نہج البلاغہ | وَأَتَمَلَّأُ بَدَلَ النَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَقِيٍّ أَوْ

فاجر۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۸۲)

مطبوعہ بیروت جدید

توجہ ۱۔

لوگوں کے لیے کوئی نہ کوئی امیر و حاکم ہونا ضروری ہے چاہے وہ اچھا

ہو یا برا۔

لہذا صاف ظاہر کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا لوگوں کو مقین فرمانا محض اپنی طرف سے نہ تھا۔ بلکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا آئینہ دار تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرات حسین کریمین کا اسوہ بھی ان کے پیش نظر تھا۔

جواب امردوم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لوگوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے منع کرنے پر اہل تشیع یہ واویلا کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ سب کچھ اہل بیت کی دشمنی اور محبت یزید کے پیش نظر کیا۔ محبت یزید میں بقول ان کے آپ اس قدر لگے بڑھ چکے تھے کہ ان لوگوں کو بائیکاٹ تک کی دھکی دیا۔ جو یزید سے بیعت کا سلسلہ منقطع کریں گے اہل تشیع کے اس واویلے اور پروپیگنڈا کا اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے عمل سے موازنہ کرنے پر اور خود ان کے وضع کردہ اصول کے مطابق جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو اس کی کوئی اصل اور تصدیق نظر نہیں آتی۔ ذرا یہ لوگ بتلائیں تو ہوا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ ایسے اس مسئلہ پر ان کی کتب استشہاد پیش کریں۔ للاحظہ ہو۔

روضہ کافی | ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ لِلْقُرَشِيِّ فَقَالَ لَهُ
عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أُقَرَّ

لَكَ الْيَسَّ تَقْتُلِنِي كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْأَمْسِ فَقَالَ لَهُ
 يَزِيدُ لَعْنَهُ اللَّهُ بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ
 عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ أَقْرَرْتُ بِمَا
 سَأَلْتَنِي -

(الروضہ من الکافی جلد ۸ صفحہ ۲۳۵)

حدیث یزید لعنہ اللہ مع علی بن حسین

علیہما السلام مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

ایک قریشی کو یزید نے بلا کر اپنی بیعت کا کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اور اس
 انکار پر ڈٹے رہنے کی بنا پر یزید نے اسے قتل کروا دیا تھا۔ اس واقعہ
 کے بعد یزید نے ایک آدمی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے
 ہاں بھیجا۔ اور انہیں وہی کچھ کہا۔ جو قتل کیے گئے قریشی کو کہا گیا تھا۔ حضرت
 امام زین العابدین نے یہ سن کر پوچھا۔ اگر میں تیری بیعت کا اقرار نہ کروں۔
 تو کیا تو مجھے اس قریشی کی طرح قتل نہیں کر دے گا؟ یزید علیہ اللعنے نے کہا
 ہاں تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا۔ اور انکار پر تمہیں بھی قتل کر دیا
 جائے گا۔ تو امام زین العابدین بولے۔ اچھا تو میں پھر تیری خواہش پوری
 کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔ (یعنی تمہاری بیعت کر لیتا ہوں۔)

تو اب اس حوالہ کے بعد یہ سوال خود بخود ذہن میں ابھرتا ہے۔ کہ واقعہ حرہ میں جب
 لوگوں نے یزید کی بیعت سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ تو ان بیعت توڑنے والوں میں خود
 امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی تھے؟ تاریخ شاہد ہے۔ کہ امام موصوف سابقہ بیعت پر
 قائم رہے اور اس کو توڑنے کا کوئی ارادہ نہ کیا۔ کتب اہل سنت میں تو وضاحت و صراحت

کے ساتھ مذکور ہے۔ کہ امام زین العابدین اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت نہیں توڑی تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ ثُمَّ اجْتَمَعُوا عَلٰی اِخْرَاجِ عَامِلِ
يَزِيدٍ مِنْ بَيْنِ اَظْهَرِهِمْ وَهُوَ

عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ بْنِ عَمْرِو يَزِيدَ
وَعَلَى اجْلَاءِ بَنِي أُمَيَّةَ مِنَ الْمَدِينَةِ
فَاجْتَمَعَتْ بَنُو أُمَيَّةَ فِي دَارِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ
وَاحْطَاطَ بِهِمْ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يُحَاصِرُونَ تَلَمُّرًا
اعْتَرَلَ النَّاسَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (زَيْنُ الْعَابِدِينَ)
وَكَذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَمَّا
يَخْلَعَا يَزِيدًا -

(البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۱ ص ۲۱۸)
تم وملت سنتہ وستیٰ مطبوعہ
بیروت)

ترجمہ:-

جب مدینہ کے رہنے والوں کو یزید کی بڑی حرکت کا علم ہوا۔ تو انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور یزید کی بیعت سے دستبردار ہو گئے، پھر اس کے بعد اہل مدینہ نے دو باتوں پر اتفاق کر لیا۔ ایک یہ کہ یزید کے چہرے بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیں گے۔ جو اس وقت اہل مدینہ پر یزید کی طرف سے مال مقرر تھا۔ اور دوسری بات یہ تھی۔ کہ بنو امیہ کو ہرگز مدینہ میں نہیں رہنے

دی گئے۔ بنو امیہ مروان بن الحکم کے گمراہ کٹھے ہوئے اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ امام علی بن حسین یعنی امام زین العابدین اور عبد اللہ بن عمر بن الخطاب نے اہل مدینہ کا ساتھ دیا۔ اور نہ ہی زید کی بیعت توڑی۔

وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بِنْتِ

الْبِدَايَةِ وَالنِّهَايَةِ | الْخَطَابِ وَجَمَاعَاتِ أَهْلِ مَبِيتِ

النُّبُوَّةِ مِمَّنْ لَمْ يَنْقُضِ الْعَهْدَ وَلَا بَايَعَ

أَحَدًا بَعْدَ بَيْعَتِهِ لِيَنْزِيْدَ -

الْبِدَايَةِ وَالنِّهَايَةِ جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۳۲

شعبہ دخلت سنہ ۱۰۰۰

مطبوعہ بیروت

ترجمہ:-

حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب اور اہل بیت پیغمبر کی کثیر تعداد نے اس بیعت کو نہ توڑا۔ جو انہوں نے زید کے ہاتھوں پر کی تھی۔ اور اس کے بعد کسی دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ نہ دیا۔

مزے کی بات یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کی کتب بھی اس امر کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے زید کی بیعت کی۔ اور تا عمر اس پر قائم رہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب شکر زید نے مدینہ پر حملہ کیا۔ جو واقعہ خزہ کے نام سے مشہور ہے۔ تو اس شکر کے پہ سالار نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے خصوصی انتظامات کیے۔ کیونکہ آپ ان لوگوں میں سے نہ تھے۔ جن کے خلاف جنگ کرنا تھی۔ شیعہ مسلک کی مشہور تاریخ اس واقعہ کی یوں بیان کرتی ہے۔
لاحظہ فرمائیں لگے صفحہ پر۔

بالکل امن و امان سے رہے۔ اور کسی نے ان کا بال بیکا بھی نہ کیا۔ اور اس کی وجہ بھی حوالہ مذکورہ میں موجود ہے۔ یعنی یہ کہ یزید کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم تھا۔ اب فوراً ذہن میں سوال ابھرتا ہے۔ کہ آخر یزید کو ان سے اتنی ہمدردی کیوں تھی؟ اس کی یہی وجہ تھی کہ آپ بدستور یزید کی بیعت پر قائم تھے۔ اس سے بڑھ کر تاریخ یعقوبی کے حوالہ سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جب واقعہ حرہ میں یزیدیوں کو کامیابی ہو گئی۔ تو اہل مدینہ سے دوبارہ یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا۔ تو دوبارہ تجدید بیعت کرنے والوں میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ أَخَذَ النَّاسَ عَلَيَّ أَنْ يُبَايَعُوا عَلِيَّ
تاریخ یعقوبی | أَتَهُمْ عَبِيدُ يَزِيدَ بْنِ مَعَاوِيَةَ
 فَكَانَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُؤْتِي بِهِ فَيَقَالُ بَايِعْ
 آيَةَ أُنْكَ عَبْدٌ قِنْ لِيَزِيدَ فَيَقُولُ لَا فَيَضْرِبُ
 عُنُقَهُ فَاتَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَالَ عَلِيُّ
 مَا يُرِيدُ أَنْ أَبَايَعَكَ قَالَ عَلِيُّ أُنْكَ أَخٌ وَابْنُ
 عَمِّي فَقَالَ وَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ أَبَايَعَكَ عَلِيُّ
 عَبْدٌ قِنْ فَعَلْتُ فَقَالَ مَا أَحْشَمَكَ هَذَا فَلَمَّا
 أَنْ رَأَى النَّاسُ إِجَابَةَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالُوا
 هَذَا ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ بَايَعَهُ عَلِيُّ
 مَا يُرِيدُ فَبَايَعُوهُ عَلِيُّ مَا
 أَرَادَ -

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۵۰-۲۵۱)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

جب مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ پر فتح حاصل کر لی۔ تو اس نے یقیناً اہل مدینہ کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ یزید کی اس بات پر بیعت کریں۔ کہ وہ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں۔ ایک قریشی کو یزید کے پاس لایا گیا۔ اور یزید کی، غلامی قبول کرنے پر یزید کی بیعت کرنے کو کہا گیا۔ تو اس نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس جواب پر اس کی گردان اڑا دی گئی۔ پھر مسلم بن عقبہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ امام نے پوچھا۔ یزید کیسے بات پر بیعت لینا چاہتا ہے۔ کہا گیا۔ کہ آپ کا بھائی اور چچا لاہور ہونے کی وجہ سے۔ اس پر امام نے فرمایا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو۔ کہ میں یزید کا غلام ہو کر اس کی بیعت کروں۔ تو میں اس پر بھی تیار ہوں۔ یہ سنی کہ مسلم نے کیا۔ ایسا کرنا آپ کے لیے کس قدر حشمت و رعب کی بات ہے۔ پھر جب لوگوں نے دیکھا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرنے کو قبول کر لیا ہے۔ تو کہنے لگے۔ یہ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے نے یزید کے ارادہ کے مطابق اس کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا ہم بھی اس کی شرائط کے مطابق اس کی بیعت کرتے ہیں۔ اور انہوں نے بیعت کر لی۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
 کا یزید کی بلا جبر و اکراہ تجدید بیعت کرنا
 اور ان کی سفارش سے بہت سے
 لوگوں کی جان بخشی ہوئی۔

منقشی الآمال اور بالحدیچوں مسرت از قتل وغارت و ہتک اعراف مدینہ
 پر داخت مردم را بہ بیعت یزید لعین و اقرار بر عبودیت و بندگی او خوانند
 و ہر کہ ایامی کرد اور امی کشت۔ تمامی اہل مدینہ خبر حضرت امام زین العابدین
 (ع) و علی بن عبدالمطلب بن عباس از ترس جان اقرار نمودند و بیعت کردند۔
 چون آنجناب وارد شد و نگاہ مسرت بر آنحضرت افتاد چنداں
 ترس و رعب از آنحضرت در دل او جا کرده کہ لرزہ اورا گرفت و اورائے
 آنجناب پیائے حوائست و آنحضرت را در پہلوئے خویش جائے
 داد و در کمال خضوع عرض کرد کہ حوائج خود را بخواید قبولست پس
 ہر کہ را آنحضرت شفاعت کرد۔ مسرت بہمت آنحضرت انا و در
 گذشت و کمر اذ نزد او بیرون رفت۔

دہشتی الامال جلد ہفتم ص ۲۰ تصنیف
شیخ قمی تلم و تعدی لشکر یزید ملعون
در واقعہ حرہ۔ مطبوعہ ایران طبع جدیداً

ترجمہ۔

مختصر یہ کہ جب مسرت دیزید کی طرف سے اہل مدینہ کی سرکوبی کے لیے بھیجے جانے والے لشکر کا سردار اہل مدینہ کے قتل و غارت سے فانی ہوا۔ اور مدینہ کی عزت سے کھیل چکا۔ تو اس نے یقین لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تم اپنے آپ کو یزید کی غلامی اور بندگی میں داخل کر لو۔ اور اس امر کا اقرار کر لو۔ پھر جو شخص اس اقرار سے انکار کرتا۔ اسے وہ قتل کر دیتا۔ تمام اہل مدینہ نے ماسوائے حضرت امام زین العابدین اور علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اپنی جانیں بچانے کے لیے مذکورہ شرط پر یزید کی بیعت کر لی۔ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مشرف کی نظر آپ پر پڑی اس قدر اس پر امام موصوف کا رعب طاری ہوا کہ اپنے گھوڑے سے اٹھ کر امام موصوف کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کو اپنے گھوڑے کے قریب جگہ دی۔ پھر اتھائی ماجری سے عرض کی۔ آپ کی تمام ضروریات اور فرمائشیں ہم پوری کریں گے۔ آپ اس بارے میں کچھ فرمائیں پھر میں شخص کے بارے میں امام موصوف نے (قتل نہ کرنے کی) سفارش کی۔ مسرت نے عرض آپ کی خاطر اس کی غلامی کر دی۔ پھر عزت و احترام کے ساتھ ان کے گھر سے رخصت ہوئے۔

تاریخ یعقوبی اور منہی الامال کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ واقعہ حرہ نے قبل یزید کی بیعت کی تھی۔ اور اس واقعہ کے وقت بھی

آپ نے وہ سابقہ بیعت بحال رکھی۔ جبکہ بہت سے اہل مدینہ نئی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔ یہ نئی بیعت امام موصوف نے بھی۔ اور انہیں دیکھ کر اور بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اور یہ نئی بیعت ایک شرط کے ساتھ مشروط تھی۔ وہ یہ کہ ہر بیعت کرنے والا اس بات کا اقرار کرے گا۔ کہ وہ یزید کو اپنا اتقا اور خود کو اس کا خالص غلام سمجھے گا۔

اہل مدینہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تجدید بیعت سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند یزید کی بیعت کر رہے ہیں اور اس کی غلامی کو قبول کر چکے ہیں۔ تو پھر ہمارے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم بھی ان کے نقشہ قدم پر چلیں۔ بنا براین تمام یقیہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت تسلیم کر لی۔

ان واقعات کے پیش نظر سابقہ اعتراض کا موازنہ کیا جائے۔ تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اعتراض اپنے اندر کوئی جان نہیں رکھتا۔ ایک طرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عوام کو تنبیہ کرنا کہ وہ یزید کی بیعت نہ توڑیں۔ اور خود بھی اسی پر کار بند رہے۔ اور دوسری طرف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنی سابقہ بیعت کو بھی برقرار رکھتے ہوئے نئے سہ سے یزید کی شرائط کے مطابق تجدید بیعت کی۔ اور اس غلامی یزید کے اقرار پر بیعت کرنے سے اہل مدینہ نے بھی امام موصوف کے مطابق یزید کی بیعت کر لی۔ اندر ایں حالات اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بوجہ بیعت نہ توڑنے کے محبت یزید اور دشمنی اہل بیت کہا جاسکتا ہے۔ تو یہی بات حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے واقع ہونے پر ان کے حق میں بھی ایسے الزامات لگانے چاہئیں۔ آخر بیعت یزید کو برقرار رکھنے میں دونوں مشترک ہیں۔ تو کیا وہ ہے کہ ایک ہی قسم کے فعل سے ایک مور و الزام دوسرا سزاوار تعریف؟ فاعتبروا ایہا ولی البصائر

حسین

اگر اہل تشیع یہ شور و غل بپا کریں۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم یہ ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ کہ انہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ اور جو روایت اس سلسلہ میں مذکور ہوئی۔ وہ قابل اعتبار نہیں۔ تو میں تمام شیعوں کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ تم میں سے کوئی ایک فرد صرف ایک ہی روایت جو سند اور صحیح ہو اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر دے۔ جس میں یہ بات واضح الفاظ میں موجود ہو۔ کہ یزیدی لشکر نے جب اہل مدینہ پر حملہ کیا۔ اور منکر بیعت یزید پر مظالم ڈھائے انہیں قتل کیا گیا۔ ان کے اسباب لوٹے گئے۔ تو کیا امام موصون کے بیعت نہ کرنے پر ان سے بھی یہی سلوک ہوا۔

میرا دعویٰ ہے۔ کہ اگر کوئی ایک سند و صحیح روایت ایسی پیش کی جائے۔ جس میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیعت یزید توڑنے کا ذکر ہو۔ اور ان کے مال و متاع کے لوٹنے کا تذکرہ ہو۔ تو فی روایت میں ہزار روپے نقد پیش کروں گا۔ لیکن اس قسم کی روایت تو کجا بلکہ اس کے برعکس ایسی روایات بہت سی ملیں گی۔ جن میں یہ صاف صاف مذکور ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی واقعہ حرہ سے قبل بھی بیعت کی تھی۔ اور واقعہ حرہ کے بعد بھی نئی بیعت کی تھی۔ اور اس واقعہ میں آپ کے مال و اسباب اور آپ کی ذات کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ جبکہ بیعت سے انکار کرنے والوں کو قتل تک کر دیا گیا تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بحار الانوار ثُمَّ تَجَهَّزَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَخَرَجَ مِنْ
 الْمَدِينَةِ وَسَارَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى يَزِيدَ
 ابْنِ مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ آذِنَ لَهُ وَ
 قَرَّبَهُ وَأَدْنَاهُ وَاجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ
 ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ
 أَجْرْنَا اللَّهُ وَإِيَّاكَ فِي أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنِ
 بْنِ عَلِيٍّ فَوَاللَّهِ لَئِنْ كَانَ نَقَصَكَ فَقَدْ نَقَصَنِي
 وَلَئِنْ كَانَ أَوْجَعَكَ فَقَدْ أَوْجَعَنِي وَلَوْ كُنْتُ
 أَنَا الْمُتَوَلَّى لِحَرْبِهِ لَمَّا قَتَلْتَهُ وَبَدَفَعْتُ
 عَنْهُ الْقَتْلَ وَلَوْ بِيخْرٍ أَصَابِعِي وَذَهَابِ
 بَصَرِي وَلَقَدْ بَيْتُهُ بِجَمِيعِ مَا مَلَكَتْ يَدِي
 وَإِنْ كَانَ قَدْ ظَلَمَنِي وَقَطَعَ رَحْمِي وَنَارَعَنِي
 حَتَّى وَلَّيْتُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنَ زِيَادٍ لَمْ يَعْلَمْ رَأْيِي
 فِي ذَلِكَ فَعَجَّلَ عَلَيْهِ بِالْقَتْلِ فَقَتَلَهُ وَلَمْ
 يَسْتَدْرِكَ مَا فَاتَ وَبَعْدَ فِرَاتِهِ لَا يَجِبُ عَلَيْنَا
 أَنْ نَرْضَى بِالْدِينِيَّةِ فِي حَقِّنَا وَبِمَا يَكُنْ يَجِبُ عَلَى
 آخِيكَ أَنْ يُنَارَعَنَا فِي أَمْرِ خَصَّنَا اللَّهُ بِهِ دُونَ
 غَيْرِنَا وَعَزِيزٌ عَلَى مَا نَالَهُ وَالسَّلَامُ فَهَاتِ
 الْآنَ مَا عِنْدَكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ فَتَكَلَّمَ
 مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ
 قَالَ إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكَ فَوَصَّلَ اللَّهُ رَحْمَتَكَ

وَرَحِمَ حُسَيْنًا وَبَارَكَ لَهُ فِي مَا صَارَ إِلَيْهِ مِنَ
 الثَّوَابِ رَبِّهِ وَالْخُلْدِ الدَّائِمِ فِي جَوَارِ الْمَلِكِ
 الْجَلِيلِ وَقَدْ عَلِمْنَا أَنَّ مَا نَقَصْنَا فَقَدْ نَقَصَكَ
 وَمَا عَرَاكَ فَقَدْ عَرَانَا مِنْ فَرْجٍ وَتَوْجٍ وَكَذَا
 الظَّنُّ إِنْ لَوْ شَهِدْتَ ذَلِكَ بِنَفْسِكَ لَأَخْتَرْتَ
 أَفْضَلَ الرَّأْيِ وَالْعَمَلِ وَلَجَانَبْتَ أَسْوَأَ الْفِعْلِ
 وَالْخَطْلِ وَالْآنَ فَإِنَّ حَاجَتِي إِلَيْكَ أَنْ لَا
 تُسْمِعَنِي فِيهِ مَا أُكْرَهُ فَإِنَّهُ أَخِي وَشَقِيقِي
 وَابْنُ أَخِي وَإِنْ زَعَمْتَ أَنَّهُ قَدْ كَانَ ظَلَمَكَ
 وَكَانَ عَدُوًّا لَكَ كَمَا تَقُولُ قَالَ فَقَالَ لَهُ
 يَزِيدُ إِنَّكَ لَمْ تَسْمَعْ إِلَّا خَيْرًا وَلَكِنْ هَلُمَّ
 قَبَايِعِي وَادْكُرْ مَا عَلَيْكَ مِنَ الدَّيْنِ حَتَّى
 أَقْضِيَهُ عَنْكَ قَالَ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ
 عَلِيٍّ أَيُّ الْبَيْعَةِ فَقَدْ بَايَعْتِكَ وَأَمَّا مَا
 ذَكَرْتُ مِنْ أَمْرِ الدَّيْنِ فَمَا عَلَيَّ دَيْنٌ وَالْحَمْدُ
 لِلَّهِ وَإِنِّي مِنَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كُلِّ
 نِعْمَةٍ سَابِغَةٌ لَا أَقُومُ بِشُكْرِهَا قَالَ
 فَالْتَفَتَ يَزِيدُ لَعْنَهُ اللَّهُ إِلَى ابْنِهِ خَالِدٍ
 فَقَالَ يَا بُنَيَّ إِنَّ ابْنَ عَمِّكَ هَذَا بَعِيدٌ مِنَ
 الْخَبِثِ وَالتُّومِ وَالدَّنَسِ وَالكَذِبِ وَكَوْكَانَ
 غَيْرُهُ كَبَعْضٍ مَنْ عَرَفْتَ لَقَالَ عَلَيٌّ مِنَ الدَّيْنِ

كَذَا وَكَذَا لِيَسْتَغْنِمَ أَخَذَ أَمْوَالِنَا قَالَ ثُمَّ أَقْبَلَ
 عَلَيْهِ يَزِيدُ فَقَالَ بَايَعْتَنِي يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ
 نَعَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ فَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ
 لَكَ بِثَلَاثِ مِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَبْعَثْ مَنْ يَقْبِضُهَا
 فَإِذَا أَرَدْتَ الْإِنْصِرَافَ عَنَّا وَصَدْنَاكَ إِنْ شَاءَ
 اللَّهُ قَالَ فَقَالَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَأَحَاجِبُكَ لِي
 فِي هَذَا الْمَالِ وَلَا لَكَ جِئْتُ قَالَ يَزِيدُ فَلَا عَلَيْكَ
 أَنْ تَقْبِضَهَا وَتُفَرِّقَهَا فِيمَنْ أَحْبَبْتَ مِنْ أَهْلِ
 بَيْتِكَ قَالَ فَإِنِّي قَدْ قَبِلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 قَالَ فَأَنْزَلَهُ فِي بَعْضِ مَنَازِلِهِ وَكَانَ مُحَمَّدُ
 ابْنُ عَلِيٍّ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ صَبَاحًا وَمَسَاءً
 قَالَ وَإِذَا وَفَدَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ قَدْ قَدِمُوا
 عَلَى يَزِيدٍ وَفِيهِمْ مُنْذَرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 عَمْرٍو بْنُ حَفْصِ بْنِ مُعَيَّرَةَ الْمَخْزُومِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ
 ابْنُ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي عَامِرِ الْأَنْصَارِيِّ فَأَقَامُوا عِنْدَ
 يَزِيدٍ لَعَنَهُ اللَّهُ أَيَّامًا فَأَجَازَهُمْ يَزِيدُ لِكُلِّ
 رَجُلٍ مِنْهُمْ بِخَمْسِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ أَجَازَ الْمُنْذَرَ
 ابْنَ الزُّبَيْرِ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ فَلَمَّا أَرَادُوا الْإِنْصِرَافَ
 إِلَى الْمَدِينَةِ أَقْبَلَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ حَتَّى دَخَلَ عَلَى
 يَزِيدٍ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْإِنْصِرَافِ مَعَهُمْ إِلَى الْمَدِينَةِ
 فَأَذِنَ لَهُ فِي ذَلِكَ وَوَصَلَهُ بِشِمَانِي أَلْفَ

دَرَاهِمٍ وَأَعْطَاهُ عَرُوضًا بِعِائَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ ثُمَّ
 قَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ إِنِّي لَا أَعْلَمُ فِي أَهْلِ بَيْتِكَ
 الْيَوْمَ رَجُلًا هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
 وَقَدْ كُنْتُ أَحِبُّ أَنْ لَا تُفَارِقُنِي وَتَأْمُرَنِي بِمَا
 فِيهِ حَقِّي وَرُشْدِي فَوَاللَّهِ مَا أَحِبُّ أَنْ تَنْصِرَ
 عَنِّي وَأَنْتَ ذَا مَرْبِئِي مِنْ أَخْلَاقِي فَقَالَ لَهُ
 مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَمَا مَا كَانَ مِنْكَ إِلَى الْخُسَيْنِ
 ابْنِ عَلِيٍّ فَذَلِكَ شَيْءٌ لَا يُسْتَدْرَكُ وَأَمَا الْآنَ
 فَإِنِّي مَا رَأَيْتُ مِنْكَ مُدْقِدِمْتُ عَلَيْكَ إِلَّا خَيْرًا وَلَوْ
 رَأَيْتُ مِنْكَ خَصْلَةً أَكْرَهْتُهَا لَمَا وَسَعِي السُّكُوتُ دُونَ
 أَنْ أَتْهَكَ عَنْهَا وَأُخْبِرَكَ بِمَا يَحِقُّ لِلَّهِ عَلَيْكَ مِنْهَا
 لِلَّذِي أَخَذَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى الْعُلَمَاءِ فِي عِلْمِهِمْ
 أَنْ يَبِينُوا لِلنَّاسِ وَلَا يَكْتُمُوهُ وَكَسْتُمْ مُؤَدِّيًا عِنْدَكَ
 إِلَى مَنْ وَرَأَى مِنَ النَّاسِ إِلَّا خَيْرًا غَيْرَ أَنِّي أَنْهَكَ عَنْ
 هَذَا الْمَسْكِ فَإِنَّهُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ وَلَيْسَ مَنْ
 قَوْلِي أُمُورَ الْأُمَّةِ وَدَعَاةُ بِالْخِلَافَةِ عَلَى رُؤْسِ الْأَشْهَادِ
 عَلَى الْمَنَابِرِ كَغَيْرِهِ مِنَ النَّاسِ فَاتَّقِ اللَّهَ فِي نَفْسِكَ وَ
 تَدَارِكُ مَا سَلَفَ مِنْ ذَنْبِكَ وَالسَّلَامُ قَالَ فَسَرَّ يَزِيدٌ لِمَا سَمِعَ
 مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ أَفَعَلُ ذَلِكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَلَا أَكُونُ إِلَّا عِنْدَ
 مَا تُحِبُّ قَالَ ثُمَّ وَدَعَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ
 فَفَرَّقَ ذَلِكَ أَعْمَالَ كُلِّهِ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ وَسَائِرِ بَنِي هَاشِمٍ

وَقَرِيْشٍ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَقَرِيْشٍ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ وَالْمَوَالِيِ إِلَّا صَارَ إِلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ ذَلِكَ
الْمَالِ۔

(بخاری الاوارق تصنیف طاباقر مجلسی جلد ۱)

صفحہ نمبر ۳۰۲ / تاریخ حسین بن علی

مطبوعہ مکتبہ مطبع قدیم

ترجمہ :-

پھر حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے تیاری کی۔ اور مدینہ منورہ سے چل پڑے
چلتے چلتے آپ ملک شام میں یزید بن معاویہ کے پاس تشریف لائے۔
یہاں پہنچ کر یزید سے ملاقات کی اور درخواست کی۔ اس نے اجازت دی
اور اپنے قریب بٹھایا۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھ نہیں ایک ہی تخت پر بٹھایا۔
پھر ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ تمہیں
اور ہمیں امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اجر سے نوازے۔ خدا کی
قسم! اگر ان کی شہادت سے تمہیں نقصان پہنچا۔ تو اس سے مجھے بھی نقصان
ہوگا۔ اور اگر ان کے واقعہ نے تمہیں درد مند اور دکھی کیا۔ تو مجھے بھی اس
سے شدید صدمہ ہوگا۔ اگر میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا طی وارث
ہوتا۔ اور مجھے کمان دی جاتی۔ تو میں انہیں نہ قتل کرتا۔ اور ہر ممکن قتل ہونے
سے انہیں بچاتا۔ اگرچہ اس کی خاطر مجھے اپنے ہاتھ ضائع کرنا پڑتے اور
آنکھوں کی بینائی سے محرومی اٹھانا پڑتی۔ میں اپنی تمام بائیداد ان کے
بچانے کے لیے قربان کر دیتا۔ یہ سب کچھ اس بات کے جلتے ہوئے
میں کر گزرتا۔ کہ انہوں نے میرے ساتھ زیادتی کی۔ میرے ساتھ شہزادگی
کے تعلق کو ختم کیا۔ اور میرے حق کے بارے میں انہوں نے مجھ سے

بھگڑا کیا۔ لیکن میں کیا کروں۔ عبید اللہ بن زیاد نے اس بارے میں میری رائے نہ پوچھی۔ اور انہیں قتل کرنے میں جلد بازی سے کام لے کر قتل کر دیا۔ اور جو کچھ اس نے کر دیا۔ اس کا تدارک نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی ممکن تھا ان واقعات و حالات کے بعد یہ ہم پر لازم نہ تھا۔ کہ ذلت کو اپنے اوپر لازم کر لیں۔ اور نہ ہی آپ کے بھائی کے لیے یہ لازم تھا۔ کہ وہ ہمارے حق کے پھیننے میں ہم سے بھگڑا کھڑا کر دیتا۔ جو کہ اللہ کی طرف سے صرف ہمیں ہی ملا ہوا تھا۔ بہر حال جو کچھ ہو چکا ہے۔ مجھے اس کا سخت صدمہ ہے۔ والسلام۔

میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب آپ اپنی بات شروع کریں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ اس کے بعد جناب محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ میں نے تیری باتیں اچھی طرح سن لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تیری رشتہ داری کو قائم رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ امام حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ اور اللہ کی طرف سے جو انہیں ثواب حاصل ہوا۔ اس میں مزید برکت ڈالے۔ اور ہمیشہ کی جنت انہیں مبارک ہو وہ اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں رہیں۔ ہمیں معلوم ہے۔ کہ جس سے ہمیں نقصان پہنچا۔ وہ تمہارے لیے بھی باعث نقصان بنی۔ اور جو تمہارے لیے ان کی طرف سے خوشی تھی کے اسباب بنے۔ وہ ہمارے لیے بھی ہیں۔ اور ہمارا خیال بھی یہی ہے۔ کہ اگر تو بذاتہ ان کے مقابلہ میں جنگ کے دوران موجود ہوتا۔ تو اپنی بہترین رائے پر عمل کرتا۔ ان سے لچائی کرتا۔ اور ان کے ساتھ بدسلوکی سے پرہیز کرتا۔ اب اس موضوع پر مجھ سے مزید باتیں نہ کرو۔ ممکن ہے کہ پھر تجھے ایسی باتیں سننی پڑیں۔ جو

میں سنا نا پسند نہیں کرتا۔ دیکھو امام حسین رضی اللہ عنہ میرے بھائی امیر کے والد کے بیٹے تھے۔ اگرچہ تمہارا خیال یہ ہے کہ وہ تیرے دشمن تھے اور انہوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ جناب محمد بن حنفیہ کی یہ باتیں سن کر زید کہنے لگا۔ آپ مجھ سے ان کے بارے میں اچھی بات ہی سنیں گے۔ لیکن اس موضوع کو چھوڑو۔ اور اُس کے بڑھ کر میری بیعت کر لو۔ اور تمہیں جس قدر قرض دینا ہے۔ وہ مجھے بتلا دو۔ تاکہ میں اس کی ادائیگی کا انتظام کر دوں۔ جناب محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جہاں تک بیعت کرنے کا معاملہ ہے۔ وہ تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ (اور ابھی تک اسی پر قائم ہوں۔ لہذا دوبارہ بیعت کی کوئی ضرورت نہیں) اور امیر سے قرض کا معاملہ جو تم نے ذکر کیا ہے۔ تو اس سلسلہ میں تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ میں نے کسی کا ادھار نہیں دینا۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کی نعمت وافر و کمال عطا فرمائی ہے۔ میں اس کا شکر یہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

راوی کا بیان ہے۔ کہ اس کے بعد زید لعنت اللہ علیہ اپنے بیٹے خالد کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے بیٹے۔ یہ تمہارے چچا کا بیٹا۔ (محمد بن حنفیہ) ہر قسم کے لالچ، عیب اور دروغ گوئی سے پاک ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا۔ اور جانا پہچانا ہوتا۔ تو وہ ہماری پیش کش کے جواب میں یقیناً کہتا۔ کہ ہاں میں بہت مقروض ہوں۔ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے۔ وہ اس طرح ہم سے مال و دولت کو نفیست سمجھ کر ہرپ کر جاتا۔ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ اس کے بعد جناب محمد بن حنفیہ کے پاس زید آیا اور کہنے لگا۔ کیا تم نے میری بیعت کر لی ہے؟ جواب دیا۔ ہاں۔ اے امیر المؤمنین۔ اس کے بعد زید نے ان کے لیے تین لاکھ درہم دینے

کا اقرار کیا۔ اور ان سے کہا۔ کسی کو بھیج کر منگوائینا۔ اور جب آپ کی واپسی کا ارادہ ہو۔ تو انشاء اللہ میں آپ سے ملاقات کروں گا۔ اس پیش کش کے جواب میں محمد بن علی نے کہا۔ مجھے اس مال و متاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس کی وصولی کے لیے یہاں آیا ہوں۔ یسین کر یزید نے کہا۔ اچھا تو پھر اسے کراپنے خاندان کے ان افراد کو بانٹ دینا۔ جنہیں آپ چاہیں۔ اس پر محمد بن علی نے وہ رقم لے لی۔ اور کہا اے امیر المؤمنین! مجھے قبول ہے۔ پھر انہیں یزید نے ایک مخصوص مکان میں ٹھہرایا۔ اور جب تک یہ وہاں رہے۔ وہ روزانہ صبح و شام ان سے ملنے آتا تھا۔

اسی دوران اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس آیا۔ جس میں منذر بن زبیر، عبداللہ بن عمرو بن حفص بن مغیرہ المخزومی، عبداللہ بن حنظلہ بن عامر الانصاری بھی تھے۔ یہ وفد یزید کے ہاں کچھ دن ٹھہرا۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے یزید نے پچاس ہزار درہم کا وعدہ کیا۔ اور منذر بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دینے کو کہا۔ پھر جب ان لوگوں نے مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ کیا۔ محمد بن علی بذاتہ خود یزید کے پاس گئے۔ اور اس اجازت مانگی۔ کہ مجھے بھی اس قافلہ کے ساتھ ہی مدینہ واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ یزید نے اجازت دے دی۔ اور دو لاکھ درہم نقد اور ایک لاکھ درہم کا ساز و سامان ساتھ دیا۔ پھر کہا۔ اے ابوالقاسم! اس وقت تمہارے پورے خاندان میں میرے نزدیک تمہارے بغیر کوئی دوسرا ایسا شخص نہیں۔ جو تم سے زیادہ حلال و حرام کا عالم ہو۔ میری دیرینہ خواہش تھی۔ کہ تم میرے پاس ہی رہتے۔ اور مجھے ہر اس بات کی رہنمائی کرتے

جس میں میری بھلائی اور آخرت کی بہتری ہے۔ فدا کی قسم! میں یہ ہرگز پسند نہ کروں گا۔ کہ آپ یہاں سے جائیں۔ اور اس حال میں جائیں۔ کہ آپ کے دل میں میرے اخلاق کے متعلق کوئی قابل اعتراض تصویر ہو۔ جناب محمد بن حنفیہ بولے۔ کہ جو کچھ تمہاری طرف سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ اس کا تدارک تو ممکن نہیں۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے۔ کہ میں جب سے تمہارے ہاں مقیم ہوں۔ مجھے تمہارے اندر صرف اچھائی اور بھلائی ہی نظر آئی۔ بالقرض اگر مجھے تمہارے بارے میں کسی قسم کی بُرائی سننے یا دیکھنے میں آئی۔ تو میں چپ سا رہنے والا نہ تھا۔ بلکہ تمہیں ضرور اس سے روکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے تمہیں ضرور آگاہ کرتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر عالم دین پر یہ لازم ہے۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے سچی بیان کر دیں۔ اور اسے مخفی نہ رہنے دیں۔ میں جب یہاں سے جاؤں گا تو اپنے ملاقاتیوں کو بھی تیرے بارے میں اچھی خبر سناؤں گا۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ تمہیں اس نشہ آور شراب سے میں ضرور روکتا ہوں۔ یہ گندری ہے۔ اور شیطانی فعل ہے۔ اور دیکھو۔ جو شخص عوام کو اپنی بیعت کا کہتا ہو۔ اور برسر منبر اپنی خلافت کا اعلان کرتا ہو۔ وہ اور عام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ لہذا تمہیں خوفِ فدا کھانا چاہیے۔ اور اس سے قبل گزرے گناہوں پر معافی مانگنی چاہیے۔ اور ان کا تدارک کرنا چاہیے

والسلام۔

راوی کہتا ہے۔ کہ زید نے جب یہ گفتگو محمد بن علی سے سنی۔ تو بہت خوش ہوا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ انشاء اللہ میں آپ کے ارشادات پر عمل کروں گا۔ اور آپ کی پسند میری پسند ہوگی۔ اس کے بعد محمد بن علی

الوداع ہوئے۔ اور مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر اپنے وہ تمام دولت (جو یزید سے ملی تھی) اپنے رشتہ داروں کے علاوہ نبی ہاشم اور قریش کے تمام افراد میں بانٹ دی۔ یہاں تک ان میں سے کوئی اعلیٰ ادنیٰ ایسا نہ بچا۔ کہ جسے کچھ نہ ملا ہو۔ یعنی سب کو تھوڑا بہت حصہ ملا۔

بحار الانوار کے مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ واقعہ کربلا کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن علی رضی اللہ عنہ یزید کے پاس دمشق گئے۔ اور یزید کے مطالبہ بیعت پر کہا۔ میں تو پہلے سے ہی تمہاری بیعت کر چکا ہوں۔ (نئی بیعت کی ضرورت نہیں)

۲۔ یزید نے انہیں ایک مخصوص مکان میں ٹھہرایا۔ اور روزانہ دو مرتبہ (صبح و شام) ان کے ہاں جاتا تھا۔

۳۔ یزید نے بوقت الوداع محمد بن علی کو دو لاکھ درہم نقد اور ایک لاکھ درہم کا سامان ساتھ دیا۔

۴۔ بوقت الوداع یزید کے بارے میں محمد بن حنفیہ نے اقرار کیا۔ کہ تمہارے اندر مجھے کوئی خرابی نظر نہیں۔ اور علمائے حق کے رویہ کے مطابق میں تمہاری اس خوش خلقی اور بھلائی ہر ایک طے والے سے بھی بیان کروں گا۔

۵۔ یزید سے بوقت رخصت محمد بن علی نے یہ اعلان کیا۔ کہ یہاں سے جانے کے بعد میں وہی کچھ کروں گا۔ جو تمہیں اچھا لگتا ہو۔ اور بوقت ضرورت تمہارے ساتھ راہ پر رکھوں گا۔

۶۔ مدینہ منورہ پہنچ کر محمد بن علی نے یہ گرانقدر رقم اپنے رشتہ داروں اور بنی ہاشم و قریش میں تقسیم کر دی۔ کوئی بھی محروم نہ رہا۔

۷۔ یزید اس سے قبل شراب کا عادی تھا۔ لیکن محمد بن علی کے فرمان کے بعد

اس نے آئندہ کے لیے وعدہ کیا۔ کہ انشاء اللہ یہ بھی چھوڑ دوں گا۔

مجالس المؤمنین: مجلس چہارم در ذکر اکابر دین و افاضل مؤمنین

ازمیرہ تابعین رضی اللہ عنہم جمعین سید القاب۔ لعین ابوالقاسم محمد بن امیر المؤمنین
علی ابن ابی طالب (ع)..... محمد مذکور علم و ورع و شجاعت
سیار داشت و لایۃ امیر المؤمنین علیہ السلام در حرب جمل و صفین بدست
او بود۔ و بنایت شدید القوت بود..... و در تحفہ الاحیاء مسطور است
کہ در روز حرب جمل حضرت امیر لاسکے ظفر سیمائے خود را بدست قرۃ العین
خولیش محمد حنیفہ کہ سر و جوہر بار بخت و شجاعت بود داد۔ و بوسے فرمود۔
«و تقدم» محمد بموجب فرمودہ پدر بزرگوار لوارا گرفت و لحظہ پیش برد آنگاہ
در اثناکے راہ متوقف شد.....

در کتاب کشف الغمہ و تاریخ ابن خلکان مسطور است کہ روزے از محمد حنیفہ
پرسیدند کہ چونست کہ پدر تو را در ورطہ قتال و مبارزت ابطال و غنائے
خیل و رجال درمی آورد و برادر تو حسن و حسین را در کف امن و سلامت نگاہ
می دارد۔ محمد در جواب گفت کہ ایشان بمنزلہ دو چشم اویند و من بجائے دست
اویم و مقر است کہ چشم خود را بدست نگاہ دارند۔

مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۶۴ تا

۲۶۵ / مجلس چہارم مطبوعہ تہران ۱

توجہ:-

چونکہ مجلس میں دین کے ان اکابر و مؤمنین کے ان افاضل کا تذکرہ ہوگا۔
جو حضرات تابعین کرام میں سے ہیں۔ سید القاب جناب ابوالقاسم محمد بن علی

بن ابی طالب علیہ السلام۔

آپ علم و تقویٰ اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت (جھنڈا) ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ انتہائی طاقت ور تھے۔

تحفۃ الاحیاء میں مذکور ہے۔ کہ جنگ جمل کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اپنے دستِ اقدس سے اپنے تختِ جگرا اور نورِ نظر جناب محمد بن حنفیہ نے اپنے والد گرامی کے ارشاد پر جھنڈا پکڑا۔ کچھ دیر ان کے سامنے رکے۔ اور پھر پیش قدمی کی۔

کشف الغمہ اور خلکان نامی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ ایک دن لوگوں نے محمد بن حنفیہ سے پوچھا۔ کہ کیا راز تھا۔ کہ آپ کے والد گرامی نے آپ کو لڑنے کی جگہ اور گھوڑوں سے روندے جانے کے خطرہ میں ڈال دیا۔ اور آپ کے دونوں بھائی حسین کو اپنے پاس سلامتی میں رکھا؟ محمد بن حنفیہ نے جواب دیا۔ کہ حسین کو عین والد گرامی کی آنکھوں کی مانند ہیں۔ اور میں ان کے ہاتھ کی مثل ہوں۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ جب آنکھوں پر کوئی مصیبت آنے لگتی ہے۔ تو پھر ہاتھ ہی اس کا دفاع کرتے ہیں۔

تبصرہ ۱۵۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہ توڑنے کا لوگوں کو سختی سے مشورہ اس لیے دیا تھا۔ کہ انہیں دنیوی مفاد تھا۔ لیکن مقام تعجب ہے۔ کہ یہ مفروضہ ابھی تک ثابت

نہ ہو سکا۔ اُدھر شیعوں نے تاریخ نے تو اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ کہ جناب محمد بن یحییٰ نے کثیر مال و دولت وصول کی۔ اور اہل مدینہ میں تقسیم کی۔ اور انہوں نے علامہ باقر مجلسی کی تحقیق و تحریر کے مطابق یزید سے رخصت ہوتے وقت صاف صاف اقرار کیا تھا کہ میں یہاں سے مطمئن ہو کر رخصت ہو رہا ہوں۔ اور مجھے تمہارے اندر بجز خیر اور کچھ نظر نہ آیا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ رخصتی کے بعد میں انہی خیالات کی تبلیغ بھی کرتا رہوں گا۔ اہل بیت کے عظیم سپوت سے اپنے اس عہد کے بارے میں یہی توقع ہو سکتی ہے۔ کہ انہوں نے اسے نبھانے کی ہر ممکن کوشش کی ہوگی۔ ان کی عظمت و شجاعت اور پرہیزگاری بے مثل تھی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست مبارکوں سے۔

ان اوصاف حمیدہ کے ہوتے ہوئے یہ بھی یقینی امر ہے۔ کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہ توڑی۔ اسی طرح امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی بیعت یزید پر آخر دم تک قائم رہے۔ تو کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا فتویٰ الیہ بھی لگاؤ گے؟ اُدھر صرف دولت کا لالچ بطور الزام تھا۔ اُدھر دولت قبول کر کے اپنے ساتھ لے جانے کی تصریح ہے۔ اُدھر لوگوں کو تکالیف سے بچانے کی بیعت یزید نہ توڑنے کا قول ہے۔ اور اُدھر بیعت یزید کا پڑا پیشہ لگے میں ڈالے رہنے کا بین ثبوت ہے۔ کیا دشمنان صحابہ یہ بتلا سکتے ہیں۔ کہ اندریں حالات کس کی شان عظیم اور کس کا کردار اچھا ہے؟ ایک عجیب منطق دیکھئے۔ کہ اہل تشیع ہر امام کو معصوم گردانتے ہیں۔

لہذا حضرت عبداللہ بن عمر تو غیر معصوم ہوئے۔ اور امام زین العابدین و محمد بن علی معصوم۔ اگر ایک گناہ یا غلطی غیر معصوم کرے۔ تو وہ ہے ہی غیر معصوم اس سے اس کا صدور ممکن لیکن اسی طرح بلا اس سے سنگین غلطی معصوم کرے۔ تو پھر عصمت

کس چیز کا نام ہوا؟ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو محض دشمنی کی وجہ سے مور و الزام ٹھہرایا گیا۔ اور امام زین العابدین و محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما کو محض دو محبت کے نام سے معاف کر دیا گیا۔ عدل و ایمان داری کا کتنا عظیم مظاہر ہے۔ جس پر دنیائے شیعیت زندہ ہے؟

فتوحات شیعہ میں مولوی اسماعیل کا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ذات پر جو الزام تراشا گیا۔ دو کہ انہوں نے یزید کی بیعت خود بھی برقرار رکھی اور دوسرے لوگوں کو توڑنے سے منع کیا، یہ کن حالات میں کہا گیا۔؟ اس کا تذکرہ تک مصنف نے نہ کیا۔ کیونکہ اگر حالات سے آگاہ کر دیا جاتا۔ تو ہر قاری سمجھ جاتا۔ کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں اس پر متفق ہیں۔ کہ جب کسی ظالم اور جابر حکمران کی مخالفت میں کامیابی کے نمایاں ثبوت و شواہد موجود نہ ہوں۔ اس وقت خروج و بغاوت درست نہیں۔ ایسی ہی بغاوت اور خروج کو تلخیص الشافی میں دو اربع القباہی، کہا گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بھی ابتداء میں کامیابی کے آثار پر تھا۔ جو بعد میں قدری اہل کوفہ و شام کی وجہ سے ناپید ہو گئے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ کیا۔ وہ امام زین العابدین اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما کی موافقت ہے ان کی مخالفت نہیں! اگر مخالفت کی ہے۔ تو کوئی ایک حدیث مسند و مرفوع اہل تشیع کے اکابر و اصحاب پیش کر دیں۔ جس میں بالصرحت مذکور ہو۔ کہ امام زین العابدین اور محمد بن حنفیہ نے بیعت یزید توڑی تھی۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔ اور اگر موافقت ہے۔ جیسا کہ دلائل نے ثابت کر دیا۔ تو پھر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ہی الزام واصل دشمنی صحابہ کی دلیل ہے۔ اسکی پر جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ بہر حال ثابت ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بڑا بھلا کہنا جبکہ ان کا کردار اور سیرت حضرت امام زین العابدین اور محمد بن حنفیہ سے ملتی جلتی ہے۔ واصل ان ائمہ اہل بیت کی

متفق ہے اور ان سے بیزاری کا بالاسلہ طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہ تلخیص الشافی کی مذکورہ عبارت میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین اہم باتیں تحریر تھیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ خط لکھنے والے نام نہاد محبت یزید کے ہمنوا بن گئے ہیں۔ اور حالات یکسر پٹ گئے ہیں۔ تو ایسے میں آپ نے تین باتوں کا مطالبہ کیا تھا۔ اول یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں مجھے واپس جانے دیا جائے۔ دوم یہ کہ مملکت اسلامیہ کی سرپرہ جا کر رہنے دیا جائے۔ سوم یہ کہ مجھے یزید کے پاس لے جایا جائے تاکہ اصحیح یسیدی فی یسیدی یعنی میں اس کی بیعت کروں۔ باوجود اس کے کہ یہ تین تجاوزات خود شیعہ مسک کی کتاب میں مرقوم ہیں۔ لیکن انہی کا ایک نام نہاد مبلغ مولوی اسماعیل علیہ علیہ گو جروی بی بی کے عالم میں ہزبانی کیفیت طاری ہوئے اور لکھا ہے۔ کان تین تجاوزت والی عبارت واصل اہل سنت کی کتابوں میں موجود تھی۔ تلخیص الشافی چونکہ مناظرہ کی کتاب ہے۔ اس لیے اس میں یہ عبارت سننیوں کو لازم دینے کے لیے پیش کی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ اہم شیعوں نے اس عبارت کو مجزور ایمان سمجھتے ہوئے اسے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔

تو تلخیص الشافی مذہب شیعہ کی ایک مناظرہ کی کتاب ہے۔ اور عبارت بطور الزام کتب اہل سنت سے نقل کی گئی ہے۔ اور اہل سنت کی تمام تالیفوں میں موجود ہے آپ ہمیں الزام تو نہ دیں۔ ۱۱ فتوحات شیعہ ص ۲۶۱/ اس شبہ کے ازالہ کے لیے گزارش

ہے۔ کہ جہاں تک اس عبارت کا کتب اہل سنت میں پایا جانا مذکور ہوا۔ اس سے ہمیں ہرگز انکار نہیں اور انکار کریں بھی کیوں۔ ابھی گوشہ اور اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ جب حالات ناسازگار ہوں۔ اور جانی مالی نقصان کے سائے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ تو ایسے میں ظالم و فاسق حاکم کے خلاف علم بغاوت و خروج نہیں اٹھانا چاہیے۔ لہذا جب امام عالی مقام نے حالات کا رخ دیکھا۔ تو آپ نے کوئی ناجائز اور غلط مطالبہ نہیں کیا۔ مگر حیرت اس امر پر ہے۔ کہ دو مبلغ اعظم، کو اس کذب بیانی پر کس نے اکسایا اور منہ سے یہ کہا کہ یہ عبارت دراصل سنیوں کی ہے۔ تلخیص میں صرف التزامی طور پر مذکور ہوئی۔ اگر یہی حقیقت ہوتی۔ تو صاحب تلخیص عبارت مذکورہ کے ساتھ بطور حوالہ کسی کتاب کی نشاندہی کرتا۔ لیکن کوئی شیعہ مولوی عبارت مذکورہ کے ساتھ کوئی حوالہ دکھا دے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ دوسری کذب بیانی کی وجہ یہ ہے۔ کہ تلخیص اشافی کی مذکور عبارت سے پہلے کی چند سطور کو دیکھا جائے۔ اور یہ معلوم کیا جائے۔ کہ صاحب تلخیص نے یہ بحث کیوں چھیڑی ہے؟ تو بات واضح ہو جائے گی کہ صاحب تلخیص نے دراصل یہ باتیں ایک بحث کے ضمن میں تحریر کی ہیں۔ وہ یہ کہ جب کسی کے پاس کامیابی و کامرانی کے اسباب نہ ہوں۔ تو اسے وقت کے حاکم کے خلاف علم و بغاوت بلند نہیں کرنا چاہیے ورنہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

اس موضوع پر شیخ طوسی صاحب تلخیص کہتا ہے۔ کہ جب یہی قاعدہ و قانون ہے تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں خروج کیا۔ حالانکہ اسباب کامیابی موجود نہ تھے؟ اس سوال کا خود ہی جواب لکھا۔ کہ ابتدا میں حالات امام حسین کے موافق تھے اور کوفیوں کے ہزاروں خطوط اس امر کی دلیل تھے۔ لیکن جب میدان کربلا میں پہنچے۔ تو حالات یکسر تبدیل ہو گئے۔ اور کامیابی کی جگہ ناکامی یعنی نظر آنے لگی۔ تو اس وقت آپ نے خروج کا مسئلہ معطل کر دیا۔ اور یربوں کو چند تجاویز پیش کیں۔ یہ تجاویز کرنا دراصل

اس قانون وقاعدہ کی تائید میں تھیں۔ جو صاحب تلخیص نے سوال و جواب اور بحث کے لیے منتخب کیا تھا۔

ایک دفعہ اہل عبارت پھر ملاحظہ ہو جائے۔ تاکہ کذب بیانی آشکارا ہو جائے۔

فَكَيْفَ يُقَالُ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيُّ

تَلْخِصُ الشَّافِي بِبَيْدِهِ إِلَى التَّهْدُكَةِ وَقَدْ رُوِيَ

أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ سَعْدٍ اخْتَارُوا

مِثِّي إِمَّا التُّرْجُوعُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَقْبَلْتُ مِنْهُ أَوْ

أَنْ أَضَعَ يَدِي فِي يَدِيزِيدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّي يَرَى

مِثِّي رَأْيَهُ وَإِمَّا أَنْ تَسِيرَ وَإِنِّي إِلَى ثَغْرٍ مِنْ ثَغُورِ

الْمُسْلِمِينَ فَاكُونَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِهِ لِي مَا

لَهُ وَعَلَى مَا عَلَيْهِ - - - - - فَأَبَى

عَلَيْهِ -

تلخیص الشافی بلد چہارم ص ۱۸۶

ذکر اعتراض بوقت الحسین علیہ السلام

ترجمہ -

امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے

جان بوجھ کر ہلاکت کو گلے لگایا۔ حالانکہ روایت موجود ہے۔ کہ آپ نے

عمر بن سعد سے کہا۔ میری طرف سے تین تہاؤں ہیں۔ ان میں سے جو

قبول کر لو۔ تمہاری مرضی ہے۔ یا تو مجھے واپس اسی جگہ جانے دیا جائے

جہاں سے میں آیا ہوں۔ یا پھر میں بیعت کے لیے اپنا ہاتھ زید کے

ہاتھ پر رکھنے کے لیے تیار ہوں۔ ان دونوں میں چارواں بھائی ہے۔ میرے

متعلق وہ اچھی رائے، عیا رکھتا ہوگا۔ یا تم مجھے مملکت اسلامیہ کی کسی طرف
چھوڑاؤ۔ تاکہ میں وہاں کے بسنے والوں کے ساتھ رہ پڑوں۔ اور ان کے
نفع و نقصان میں شریک ہو جاؤں۔۔۔۔۔ امام کی کوئی بات بھی انہوں
نے نہ مانی۔

تلمیض الشافی کی مذکورہ عبارت غور سے پڑھیے۔ اور بار بار پڑھیے۔ کیا امام حسین
رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ تجاویز ایک سوال کے جواب کے طور پر پیش نہیں کی گئی۔
سوال نے کس نے اٹھایا؟ کیوں اٹھایا؟ اور اس کا جواب کس نے دیا؟ صاف ظاہر کہ
سوال قانون مذکورہ پر وارد ہوتا تھا۔ یعنی یہ کہ اگر کامیابی نظر نہ آتی ہو۔ تو حاکم وقت کے
خلاف خروج درست نہیں۔ اور ایسا کرنے سے خود موت کو دعوت دینا ہے۔ اس
لیے امام حسین نے یزید کے خلاف کیوں خروج کیا؟ تو اس کا جواب روایت مذکورہ سے
دیا گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ جواب صاحب تلمیض الشافی امام صاحب کی برادرت
کے لیے دے رہا ہے۔ اور اس سے اپنے مسلک کا اظہار کر رہا ہے۔ اس لیے
مولوی اسماعیل کا اسے دو بطور الزام ذکر کرنا، کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔

غلامہ کلام یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیعت یزید نہ توڑنا اور اہل مدینہ
کو بھی اس سے باز رہنے کی تلقین کرنا اس وجہ سے نہ تھا۔ کہ آپ یزید کو اچھا اور خلیفہ
برحق سمجھتے تھے۔ بلکہ صرف اس لیے کہ آپ سمجھتے تھے۔ کہ ہم اہل مدینہ اگر معاذرائی
کریں گے۔ تو کامیابی کی قطعاً کوئی صورت نہیں۔ اس معاذرائی سے سراسر نقصان
ہی نقصان ہوگا۔ صحیح بخاری کے شارحین نے بھی اس حدیث کی یہی تشریح لکھی
ہے۔ ارشاد الساری وغیرہ شروع کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت
عبداللہ بن عمر کے فعل کی تائید کتب شیعہ میں سے ایک ضابطہ اور اصل کے ذریعہ بھی
ہم نے تحریر کر دی۔ اور اس کی توثیق کے لیے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور

جناب محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا بھی عمل پیش خدمت کر دیا ہے۔ لہذا حق آشکارا ہو گیا۔ اور باطل و کذب دم و باک بھاگ کھڑا ہوا۔ اب صاحبان انصاف کو حق قبول کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اور از روئے تعصب و عناد یزید کو اہل سنت کا امام کہنے سے توبہ کرنی چاہیے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

باب سوم

اہل سنت پر امامت سے

متعلقہ

اعتراضات

اعتزاز اول

ائمہ اہل بیت کی تقلید چھوڑ کر دوسروں

کی تقلید مخالفت رسول ہے

اہل سنت و جماعت کی کتب اماریث و تفاسیر میں وضاحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے۔ کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم اگر ان پر سختی سے کار بند رہے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ قرآن کریم اور اہل بیت۔ دونوں کا یا ہم اس قدر اتحاد ہے۔ کہ حوض کوثر پر دونوں حضور کی بارگاہ میں اکٹھے حاضر ہوں گے۔

یہ مضمون جس حدیث میں مذکور ہوا۔ وہ ”حدیث ثقلین“ سے موسوم ہے۔ اہل سنت ان دونوں چیزوں سے روگردانی کرتے ہیں۔ قرآن حضرت علی المرتضیٰ سے لے کر حاضر ہوئے۔ تو اس وقت کے خلیفہ اور دوسرے صحابہ نے اسے منکوح

نکر کے ایک اصل کو خیر باد کہہ دیا۔ دوسری چیز اہل بیت تھی۔ ترسینوں نے اسے چھوڑ کر حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہلا کر اپنا پسند کیا۔ ائمہ اہل بیت میں سے کسی کی طرف ان کی نسبت نہیں۔ نتیجہ یہ کہ حدیث ثقلین، میں موجود دونوں چیزیں چھوڑ دیں۔ اور پھر دہلائی ہے، کہ ہم حق پر ہیں۔ اور یہ حدیث دونوں کی کتب میں موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مشکوٰۃ شریفہ:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ
 الْقُصُوءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
 إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تُضِلُّوا
 كِتَابَ اللَّهِ وَعِثْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
 وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أُنَاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ
 بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ
 كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ
 وَعِثْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَنْ يَعْفَرُوا حَتَّى
 يَرِدَ أَعْلَى الْخَوْضِ فَا نْظُرُوا كَيْفَ تَخْلَفُونِي
 فِيهِمَا -

(مشکوٰۃ شریفہ ص ۵۴۹ باب مناقب)

اہل بیت انبی مطہرہ کراچی)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اونٹنی قصوا پر خطیبہ دیتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا۔ اسے لوگوں میں تم میں وہ کچھ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت نبی۔ اس کو امام ترمذی نے روایت فرمایا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تم میں وہ کچھ چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب جو ایک رسی آسمانوں سے زمین تک لٹکائی گئی ہے۔ اور میری عترت یعنی اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز باہم جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ میں حوض کوثر پر آؤں گا۔ تو تم دیکھتے رہنا کہ ان دونوں کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔

جیسا کہ اوپر بطور میں گزر چکا ہے۔ اہل سنت و جماعت نے ان دونوں کی پرواہ نہ کی۔ اور یوں وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے خود مردِ طعن ہوئے۔

جواب اول:

”حدیث ثعلبیین“ میں جن امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان میں سے اولیٰ یہ کہ قرآن کریم کے اواخر و نواہی پر عمل کیا جائے۔

دوسری بات تمسک اہل بیت انبی ہے۔ اس سے مراد ان سے وہی حقیقت اور محبت رکھنا ہے۔

تیسری بات ان دونوں کو جدا نہ کرنے کی ہے۔ تو اس سے مراد واضح ہے کہ

قرآنی تعلیمات پر عمل اور آل بیت کی محبت دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اور دوسرے کو چھوڑ دینا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ ایک دوسرے سے بڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن بہر حال مقدم ہے۔ اور اس کی عظمت مسلم ہے۔ کیونکہ اہل بیت بھی قرآن پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ اور ان پر بھی قرآن کی اتباع لازم ہے۔

تمسک بالکتاب کی وضاحت

اہل بیت سے تمسک کا مطلب یہ ہرگز نہ ہے۔ اور نہ کبھی لیا گیا۔ کہ اس نسبت کی بنا پر ان میں سے ہر ایک کا ہر کام اور ان کا ہر قول واجب الاتباع ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہزاروں ایسے ہیں جو اپنے تئیں اہل بیت سے تمسک کرتے ہیں۔ اور ان کے عمل کی یہ حالت ہے۔ کہ کبھی بھولے سے بھی نماز نہ پڑھی۔ زنا۔ چوری اور دوسرے کبیرہ گناہ ان کا اور حنا بچھونا ہیں۔ تو کیا ایسے لوگوں کے قول و فعل کی اتباع کے لزوم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول سماعت فرمائیے۔

ہج البلاغہ:

وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ قَائِدٍ۔

(ہج البلاغہ خطبہ ۱۷۶ ص ۲۵۲)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ: جان لو کہ قرآن کے بعد کسی کو کسی سے کوئی حاجت نہیں۔

اس کی شرح ابن میثم میں اس کی وضاحت ان الفاظ سے مرقوم ہے۔
شرح ابن میثم:

أَيُّ لَيْسَ بَعْدَ نَزْوِيهِ لِلنَّاسِ وَبَيَانِهِ الْوَاضِحِ حَاجَةٌ
بِالنَّاسِ إِلَى بَيَانِ حُكْمِهِ فِي إِصْلَاحِ مَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ

(شرح ابن میثم جلد سوم ص ۳۲۵،
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

یعنی لوگوں کے لیے اس قرآن کریم کے نزول کے بعد اور اس کے
واضح بیان کے بعد کسی شخص کی طرف سے اس کے معاش اور معاد کے
کے احکام کے بارے میں اصلاحی وضاحت اور حاجت کی ضرورت
نہیں ہے

ترجمہ البلاغۃ:

الْمُرَاعَمَلُ فَيُكْتَمَرُ بِالشَّقْلِ الْأَكْبَرِ

(ترجمہ البلاغۃ خطہ ۸ ص ۱۲۰ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا میں نے تمہارے
اندر رہتے ہوئے ثقل اکبر یعنی قرآن کریم پر نہ عمل کیا۔

اس کی شرح میں ابن میثم نے یوں لکھا ہے

ۛ

شرح ابن مثنیٰ

والتقل الاكبر كتاب الله و اشار بكونه اكبر الى
انه الاصل المتبع المقتدى۔

شرح ابن مثنیٰ جلد دوم ص ۲۰۳
شرح الفصل الثالث من
الخطبة الرابع والثمانین۔
مطبوعہ تہران۔

ترجمہ:

ثقل اکبر سے مراد کتاب اللہ ہے۔ اور بزرگ، سے اشارہ اس طرف
ہے۔ کہ قرآن کریم ہی اصل ایسا ہے۔ جس کی اتباع ہونی چاہیے۔ اور اس
کی اقتداء کرنی چاہیے۔

شرح البلاغہ

وعليكم بكتاب الله فانه العجل المتين والتور المبين
والشفاء النافع والرحي النافع والعصمة للهتمسك والنجاة
للمتعلق۔

شرح البلاغہ خطبہ ۱۵۶ ص ۲۱۹ مطبوعہ
بیروت طبع جدید

ترجمہ:

تم کتاب اللہ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ مضبوط رسی اور ظاہر نور اور شفا
نافع اور پیمائیں سمجھانے والی سیرابی اور تمسک کرنے والے کے لیے

عصمت اور مال کے لیے نجات ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی تفسیر ابن میثم کی زبانی سنئے۔

شرح ابن میثم:

شَرَّ شَرِّحٍ فِي الْحَقِّ عَلَى لُزُومِ كِتَابِ اللَّهِ
بِأَوْصَافِ نَبِيِّهَا عَلَى فَضِيلَتِهِ الْأَوَّلِ كَوْنُهُ
الْحَبْلَ الْمَتِينُ وَ لَفْظُ الْحَبْلِ مُسْتَعَارٌ لَهُ
وَوَجْهُ الْمَشَابَهَةِ كَوْنُهُ سَبَبًا لِنَجَاةِ
الْمُتَمَسِّكِ بِهِ وَ رَشَّحَ بِذِكْرِ الْمَثَانَةِ الثَّانِي
كَوْنُهُ نُوْدًا قُبِيْنًا وَ لَفْظُ النُّوْرِ أَيْضًا مُسْتَعَارَةٌ
لَهُ بِاعْتِبَارِ الْإِهْتِدَاءِ بِهِ إِلَى الْمَقَاصِدِ الْحَقِيقِيَّةِ
فِي سُؤْلِ سَبِيلِ اللَّهِ الثَّلَاثُ كَوْنُهُ السِّقَاءِ النَّافِعِ
أَيُّ مِنَ الْبِرِّ الْجَهْلِ وَ كَذَائِكَ الرَّئِيضِ الشَّقِيعِ
لِلْعَطْشَانِ مِنْ مَاءِ الْحَيَوَةِ الْبَدِيَّةِ كَالْعُلُومِ
وَ الْحِكْمَايَةِ الْبَاقِيَةِ الرَّابِعُ كَوْنُهُ
عِصْمَةً لِمُتَمَسِّكِ وَ نَجَاةً لِلْمُتَعَلِّقِ
وَ مَعْنَاهُ كَالَّذِي سَبَقَ فِي حُكْوَيْهِ
سَدًّا

(شرح ابن میثم جلد سوم ص ۲۶۲)

مطبوعہ تہران

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لزوم پر

اُبھارنے کے لیے اپنا ارشاد شروع فرماتے ہیں۔ اس ارشاد میں آپ نے قرآن کریم کے کچھ اوصاف بیان فرما کر اس کی فضیلت کی طرف توجہ دلائی۔ وصفت اول یہ ہے کہ اسے "جبل المتین" کہا۔ یعنی مضبوطی۔ لفظ "جبل" قرآن کریم کے لیے بطور استعارہ استعمال فرمایا۔ دونوں کے بیچ مشابہت یہ ہے۔ کہ قرآن پاک ہر اس شخص کے لیے نجات کا سبب ہے۔ جو اس سے تمسک کرتا ہے۔ اور خواہشات سے نجات پانے کی صورت میں ایسا شخص دوزخ کے طبقات میں گزرنے سے نجات حاصل کرتا ہے۔ جس طرح رتی ہر اس شخص کو نجات دیتے کا سبب بنتی ہے۔ جو اسے تقام لیتا ہے۔ اور لفظ متین میں مذکور مقامات ترشح ہے۔ دوسرا وصفت اس کا نور مبین ہونا ہے۔ اس میں لفظ نور بھی قرآن کریم کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم ہر شخص کو جو اس سے ہدایت کا طالب ہوتا ہے اسے اللہ کے راستے میں چلنے میں حقیقی مقاصد کی راہنمائی کرتا ہے۔ تیسرا وصفت یہ کہ یہ قرآن الشفاء النافع ہے۔ یعنی جہالت کے دکھوں سے سکھی کرتا ہے اور اسی طرح یہ وصفت کہ قرآن الری النافع ہے یعنی ابدی زندگی کے لیے پیاسے کے لیے پانی ہے۔ اس کے علوم اور کمالات ایسے ہیں۔ جنہیں کبھی فنا نہیں۔ چوتھا وصفت اس کا عصمت ہونا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم ہر تمسک کرنے والے اور اس سے تعلق رکھنے والے کو حفاظت اور نجات عطا فرماتا ہے۔ اور اس کا مطلب قرآن کے رتی ہونے کے مفہوم کی طرح ہی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات سے دو تمسک لفظ

اور اس کی اولیت کا بیان بالکل وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتا ہے اس قرآن کے بتلائے ہوئے احکام اور ارشادات زندگی کی ہر نوع پر محیط ہیں۔ اس میں ہر مسئلہ کامل موجود ہے۔

لہذا اس نقلِ اکبر کے ہوتے ہوئے کسی دوسری چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی قرآن مضبوطی، روشن سورج، سرچشمہ ہدایت، علم کے پیاسے کے لیے پانی اور امراضِ قلبیہ کے مرہم کے لیے نسخہ شافیہ ہے۔ تمسک بالقرآن کا یہی مطلب ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے

اہل بیت تمسک کی وضاحت

”حدیث نقلین میں دوسری بات دو تمسک اہل بیت اور عزت الرسول“ ہے جس کا مفہوم اور مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں اہل بیت کا احترام اور ان کی محبت ہونی چاہیے۔ لہذا ان سے محبت کرنے والا (جیکہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہو گا) گمراہ نہ ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ ہر جائز اور ناجائز میں ان کو مشورا اور استہدایا بناؤ۔ بلکہ ان کی اقتداء و اتباع اس وقت ہے۔ جب یہ خود امتداد اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قبح ہوں۔ یہ مطلب ہم ہی نہیں بیان کرتے بلکہ کتب اہل تشیع بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

احتجاج طبرسی:

أَشَدُّكُمْ بِاللَّهِ اتَّعَلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ
أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا تَصِلُوا
بَعْدَهُ كِتَابَ اللَّهِ وَعِيَّتِي أَهْلُ بَيْتِي فَأَحِلُّوا

حَدَاكِهِ وَحَرَمُوا حَرَامَهُ وَعَمَلُوا بِمُحْكَمِهِ
 وَأَمِنُوا بِمُتَشَابِهِهِ وَقُولُوا أَمَنَّا بِمَا أَنْزَلَ
 اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَأَجِلُّوا أَهْلَ بَيْتِي وَعِترتي
 وَوَالُوا مَنْ وَالِيَهُمْ وَانصُرُوا هُمَّ عَلَى مَنْ
 عَادَاهُمْ وَأَنْتَهُمَا لَنْ يَزَالَا فِيكُمْ حَتَّى يَرِدَا
 عَلَى الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ دَعَا وَهُوَ
 عَلَى الْمِنْبَرِ عَلِيًّا فَجَازَعْتَنِي بِهِ بِيَدِهِ فَقَالَ
 اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالِيَهُ وَوَالِيَهُ مَنْ عَادَاهُ
 اللَّهُمَّ مَنْ عَادَى عَلِيًّا فَلَا تَجْعَلْ لَهُ فِي
 الْأَرْضِ مَقْعَدًا وَلَا فِي السَّمَاءِ مَقْعَدًا
 وَاجْعَلْهُ فِي أَسْفَلِ دَرَكٍ مِنَ النَّارِ -

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۴۲۴، ۴۲۵)

احتجاج الحسن علی جماعۃ الخ

مطبوعہ نعت اشرف طبع جدید

(۲- احتجاج طبرسی طبع قدیم ص ۱۲۶)

مطبوعہ نعت اشرف)

ترجمہ:-

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا لوگو! بے شک میں
 تمہیں وہ چیز پھوڑے جا رہا ہوں۔ تم اگر اس پر عمل پیرا رہے تو اس
 کے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب اور میری محترمت یعنی اہل بیت

تو کتاب اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حلال سمجھو اور اس کے حرام کردہ کو حرام یا تو اس کے واضح اور محکم احکام پر عمل کرو۔ اس کے تشابہات پر ایمان لاؤ۔ اور یوں کہو۔ ہم اللہ کی کتاب پر ایمان لائے۔ جو اس کی نازل کردہ ہے۔ اور میری اہل بیت اور عترت سے محبت رکھو۔ اور ہر شخص سے دوستی رکھو۔ جو ان کا دوست ہو۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرتے رہنا۔ اور وہ دونوں چیزیں تم میں اس وقت تک رہیں گی۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے پیش کی جائیں۔ یہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرماتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہیں اپنے ہاتھ سے اپنے نزدیک کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ جو بھی اس (علی) سے دوستی کرے۔ تو بھی اس سے دوستی کرنا۔ اور جو اس سے عداوت رکھے۔ تو بھی اس سے عداوت رکھنا۔ اے اللہ جو بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے تو اس کا زہن میں ٹھکانہ نہ بنانا۔ اور نہ ہی آسمانوں میں اس کی کوئی جگہ بنانا۔ اور اسے دوزخ کی آگ کے نچلے گڑے میں ڈالنا۔

حیات القلوب

شیخ مفید بسند معتبر از ابوسعید خدری روایت کردہ است کہ آخر خطبہ کہ حضرت رسول خدا نے برائے بہا خواندہ خطبہ بود کہ در مرض آخر خود خواند و از خانہ بیرون آمد تکبیر کردہ بر حضرت امیر المومنین و فرمودہ آزاد کردہ خود پس بر منبر نشست و گفت ایہا الناس بدرستی کہ در میان شما یکدیگر دہ چیز بزرگ و سکت شدوس مردے بر خاست و گفت یا رسول اللہ

دو چیز کہ گفتی کہ امام اندیس حضرت در غضب شد تا رنگ مبارکش سرخ شد و فرمود
 کہ من نگفتم اے راگرا آنکہ می خواستم تفسیر اے بکنم و لیکن از ضعف بیماری نفسم تنگ شد
 پس فرمود کہ یکے از انہما قرآن است کہ یہ سمانی است او یختمہ از آسمان بزوم
 یک طرفش بدست خدا است و یک طرفش بدست شما و اگر سے اہل بیت
 من اند پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ این سخن را بشما می گویم و می دانم کہ مردانی چند
 ہستند کہ ہنوز در پشتہائے اہل شرک اند و بدینا نیامدہ اند و امید از ایشان باد
 از اکثر شما دارم پس فرمود کہ بخدا سوگند کہ دوست نمی وارد اہل بیت مرا بندہ مگر
 آنکہ حق تعالی رحمت خود را از محبوب میگرداند و روز قیامت را وی گفت کہ
 من ایں حدیث را بخد مت حضرت امام محمد باقر عرض کروم و حضرت تصدیق
 اے فرمود۔

حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۷۹

باب شصت و سوم در وصیت

آنحضرت۔ ملبورہ کھنؤ۔ طبع قدیم

ترجمہ:

شیخ مفید نے معتبر سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
 روایت بیان کی ہے کہ آپ نے اپنا سبک آخری خطبہ جو ہمیں دیا۔ وہ
 آپ نے اپنی بیماری کے دوران دیا تھا۔ آپ یہ خطبہ دینے کے لیے حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور میمونہ جو ان کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ کے کندھوں
 پر تکیہ کرتے ہوئے اپنے کا شانہ سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ اور
 خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں یقیناً تمہارے اندر دو بڑی چیزیں
 چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک شخص اٹھا۔

اور پوچھنے لگا۔ یا رسول اللہ! وہ دو چیزیں کون سی ہیں۔ جن کا آپ نے ابھی ذکر فرمایا
یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے۔ حتیٰ کہ آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ سُرخ
ہو گیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے ان دو چیزوں کی بات اسی لیے کی تھی۔ کہ تمہارے
سامنے اُن کی تفسیر کر دوں۔ لیکن بیماری میں کمزور ہو جانے کی وجہ میرے
سانس پھول گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ ان دو چیزوں میں سے ایک قرآن ہے۔
جو کہ آسمانوں سے زمین تک ٹٹکی ہوئی ایک رسی ہے۔ جس کا اوپر کا سرا
اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور دوسرا سرا بندوں
کے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسری چیز میری اہل بیت ہے۔ پھر فرمایا۔
خدا کی قسم! یہ بات میں تمہیں سننا رہا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ چند
ایسے خوش نصیب آدمی ہوں گے۔ جو ابھی مشرکین کی پشت میں ہیں۔
یعنی پیدا نہیں ہوئے) اور دنیا میں نہیں آئے۔ مجھے ان سے بہ نسبت تمہارا
زیادہ امید ہے۔ پھر فرمایا۔ خدا کی قسم! جو شخص میری اہل بیت سے دوستی
اور محبت رکھے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بروز قیامت محبوب
بنائے گا۔ اس روایت کو بیان کرنے والا کہتا ہے۔ کہ میں نے یہ روایت
امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو سنائی۔ تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی

حیات القلوب:

شیخ مفید بسند معتبر از عبد اللہ بن عباس روایت کردہ است.....
بدانید کہ من میر دم بسوئے پروردگار خود و در میان شما چیزے میگوارم کہ
اگر زبان متمسک شوید ہرگز گمراہ نمی شوید و اں کتاب خدا است کہ در میان
شما است دور ہر صبح و شام تلاوت می کنید پس رغبت منما یدور دنیا و

حسد مبریدہ بریکدگیرو دشمنی کنید با ہم و بلاد ران باشید چنانچہ خدا شمارا امر فرمودہ
 است و بتحقق کواہل بیت و عترت خود را در میان شمای گزارم و شمارا وصیت
 میکنم بالیشان۔ پس وصیت می کنم شمارا بانصار زیراکہ و انستید حتمائے ایشان و یہاں
 ایشان را نزد خدا و نزد رسول و نزد مومنان توسعہ داوند۔ برائے شہاد و رفاہ ہائے خود
 و نصرت میوہ ہائے خود را بشما بخشیدند و اختیار کردند شمارا بر خود ہر چند کہ خود
 محتاج بودند پس کیکہ والی امر سے خود در میان مسلمانان باید کہ نیکی کارانصار را بنوازند
 و از مکر و دار ایشان معفو نماید۔ و ایں آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ
 حق تعالی رالاقات کرد۔

دھیات انقلاب جلد دوم صفحہ ۱۱۶ تا
 ۱۱۷۸۔ باب شصت و سوم در وصیت
 آنحضرت۔ مطبوعہ نو کشور طبع قدیم۔

توجہ:

شیخ مفید نے معتبر سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
 سے روایت بیان کی۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔) تمہیں معلوم ہونا
 چاہیے۔ کہ میں اپنے پروردگار کے ہاں جا رہا ہوں۔ (یعنی اس دنیا سے
 رخصت ہو رہا ہوں۔) اور تمہارے درمیان کچھ چیزیں چھوڑے جا رہا
 ہوں۔ اگر تم اس سے متمسک رہو گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے
 ایک قرآن کریم ہے۔ جسے تم روزانہ صبح و شام پڑھتے ہو۔ لہذا دنیا کی
 طرف رغبت نہ کرنا۔ اور ایک دوسرے پر حسد نہ کرنا۔ اور آپس میں دشمنی نہ
 رکھنا۔ اور بھائی بھائی بن کر رہنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم بھی دیا ہے
 اور دوسرے چیز یہ کہ میں اپنی اہل بیت اور عترت تم میں چھوڑے جا رہا

ہوں تمہیں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ اور تمہیں انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں۔ ان کے حقوق کو یاد رکھنا۔ اور ان کی کوششوں کو بھی مد نظر رکھنا۔ جو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لیے کی ہیں۔ انہوں نے تمہاری خاطر اپنے رہائشی گھروں کو قربان کیا اور آدھے پھل تمہیں عنایت کیے۔ اور اپنی ذات پر تمہیں فوقیت دی۔ حالانکہ ان اشیاء کے وہ خود بھی محتاج تھے۔ لہذا جو شخص کسی کام پر مقرر ہوا اور مسلمانوں کے درمیان اسے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہو۔ اس کو چاہیے۔ کہ انصار کے اچھے کاموں پر انہیں نوازے۔ اور ان کے بڑے کاموں سے درگزر کرے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری مجلس اور تقریر تھی۔ جو آپ نے منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خلاصہ:

اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے دو تمک باہل بیت النبی، کی تفسیر و تشریح بھی ہم نے ذکر کی۔ ان کتب کی عبارات سے اس کا معنی جو بیان کیا گیا۔ مختصر طور پر یہ ہے۔

قرآن کریم کے احکام پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے محبت اور عقیدت رکھی جائے۔ اسی لیے آپ نے منبر کے نزدیک بلا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت اللہ کی محبت اور ان سے عداوت اللہ سے عداوت قرار دی۔ وصال شریف کے قریب آپ نے اپنی اہل بیت اور صحابہ کرام کے ساتھ عقیدت رکھنے پر زور دیا۔ اور اس سے وصیت فرمائی۔ شیخ مفید کے بقول یہ روایات سند کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت و عترت

رسول سے تمک کا مطلب ان سے محبت کرنا اور ان کی تعظیم کرنا۔ اسی مضمون کو قرآن کریم نے بھی بیان فرمایا۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

(سورۃ شوریٰ پ ۷)

ترجمہ:

فرما دیجئے میں تم سے اس تبلیغ کرنے پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ صرف یہ مطالبہ ہے۔ کہ قرابت والوں سے تمہاری دوستی ہونی چاہیے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جواب دوم

اہل تشیع نے اہل بیت کی روایات

کو قابل عمل نہ رہنے دیا۔

جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ حضرات اہل بیت سے تمک کا مطلب یہ نہیں۔ کہ ہر فرد اہل بیت کا قول و فعل واجب الاتباع ہے۔ چاہے وہ بدکردار اور بد عمل ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ ان سے محبت رکھی جائے۔ اور اگر یہی کہا جائے۔ کہ ان کی تعلیمات کو اپنایا جائے۔ تو پھر ان حضرات سے مراد مخصوص لوگ ہوں گے۔ جو صاحبان علم اور عمل صالح کے پیکر ہیں۔ ان کی تقلید کرنے میں کسی کو انکار نہیں۔ لیکن ان کی تعلیمات اور ارشادات بعینہ ان کے ثابت

ہوں۔ تو پھر تقلید کا حکم ہوگا۔ اور اگر ان میں ان کے ماشیہ نشینوں نے کمی بیشی کر کے غیر معتبر اور ناقابل یقین بنا دیا ہو۔ تو پھر تقلید نہ ہوگی۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے ارشادات اور ان کی تعلیمات میں اس قدر کذب بیانی سے کام لیا گیا۔ کہ انہیں خود فرما نا پڑا۔ کہ ہماری کوئی بات اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے جب تک وہ قرآن کریم کی تعلیمات و ارشادات کے موافق نہ ہو۔ بصورت دیگر ان کو ہرگز تسلیم نہ کیا جائے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

رجال کثی

حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ الْحَكَمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ع)
يَقُولُ لَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا حَدِيثًا إِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْآنَ
وَالسُّنَّةَ أَوْ تَجِدُونَ مَعَهُ شَاهِدًا مِنْ أَحَادِيثِنَا
الْمُتَقَدِّمَةِ فَإِنَّ الْمُعِيرَةَ بِنِ سَعِيدٍ لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ
دَسٌّ فِي كُتُبِ أَصْحَابِ أَبِي أَحَادِيثٍ لَمْ يُحَدِّثْ
بِهَا أَبِي فَأَثَمُوا اللَّهَ وَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا مَا خَالَفَ
قَوْلَ رَبِّنَا وَمُسْنَدَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ (ص)، فَإِنَّا
إِذَا حَدَّثْنَا قُلْنَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ
الرَّسُولُ (ص)

قَالَ يُونُسُ وَافِيَةُ الْعِوَاقِ فَوَجَدْتُ بِهَا قِطْعَةً
مِنْ أَصْحَابِ أَبِي جَعْفَرٍ (ع) وَوَجَدْتُ
أَصْحَابَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) مُتَوَافِرِينَ سَمِعْتُ مِنْهُمْ
وَإِخْدَتْ كُتُبَهُمْ فَعَرَضْتُهَا مِنْ بَعْدِ عَلِيِّ أَبِي
الْحَسَنِ الرِّضَا (ع) فَأَنْكَرَ مِنْهَا أَحَادِيثَ كَثِيرَةً

مِنْ أَحَادِيثِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) وَقَالَ لِي إِنَّ أَبَا الْخَطَّابِ
كَذَّبَ عَلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ (ع) لَعَنَ اللَّهُ أَبَا الْخَطَّابِ .

(ربان کشتی ص ۱۹۵ تذکرہ منیرہ بن

سید۔ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

ہشام بن الحکم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ
ہماری کوئی ایسی حدیث قبول نہ کرنا۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول
کے مخالف ہو۔ وہ روایت قبول کرنا جو ان دونوں کے موافق ہو۔ یا
اس کی ہماری کوئی پہلے سے موجود حدیث تائید کرے۔
بے شک منیر بن سعید لعنت اللہ علیہ نے میرے والد کے اصحاب
کی کتابوں میں ایسی بہت سی احادیث شامل کر دی ہیں۔ جو میرے
والد صاحب نے ہرگز نہیں بیان فرمائیں۔ سو اللہ سے ڈرو۔ اور ہماری
کوئی روایت و حدیث جو قول و سنت رسول کے مخالف ہو۔ قبول
نہ کرو۔ ہم جب حدیث بیان کرتے ہیں۔ تو یوں کہتے ہیں۔ اللہ نے
فرمایا۔ رسول کو ہم نے فرمایا۔

یوں کہتا ہے۔ کہ میں عراق گیا۔ وہاں مجھے امام ابو جعفر کے چند اصحاب
سے ملنے کا اتفاق ہوا اور مجھے ابو عبد اللہ کے اصحاب سے بھی ملنے کا موقع
ملا۔ میں نے ان دونوں قسم کے اصحاب سے احادیث سنیں۔ اور ان کی
کتابوں کو ساتھ لے لیا۔ پھر میں نے ان احادیث اور ان کی کتب میں
مذکورہ روایات کو حضرت امام ابو الحسن الرضا کے سامنے پیش کیا۔ تو
انہوں نے ان میں سے بہت زیادہ تعداد میں احادیث سے انکار

کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ احادیث ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی نہیں ہیں۔ اور مجھے
فرمایا۔ کہ ابوالخطابتی نے ابو عبد اللہ کی طرف جھوٹی احادیث اور روایات کی
نسبت کر دی۔ اللہ کی اس پر پھٹکار۔

شیعہ مذہب کے چار ستون جہنموں کے از خود احادیث
وضع کر کے ائمہ کی طرف منسوب کیں اور شیعہ فرقہ

قائم ہو گیا

بات تشریح ہے گی۔ اگر ہم کتب حدیث شیعہ کے ان راویوں کا مختصر سا تذکرہ
نہ کریں۔ جن پر ان کی کتب احادیث کا دار و مدار ہے۔ ان چار عدد راویوں کے متعلق
کتب شیعہ یہ کہتا ہیں۔ کہ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو شیعہ مذہب لاکھ کا ڈھیر بن گیا ہوتا۔

رجال کشتی؛

عَنْ جَمِيلِ بْنِ دَوَّاجٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
(ع) يَقُولُ بِكثيرِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْجَنَّةِ - بُرَيْدُ بْنُ
مَعَاوِيَةَ الْعَجَلِيُّ وَابَا بَصِيرٍ لَيْثُ ابْنُ الْبَخْتَرِيِّ
الْمُرَادِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ زَرَّارَةُ أَرْبَعَةٌ
بِخَبَاءِ أَمْنَاءِ اللَّهِ عَلَى حِلَالِهِ وَحَرَامِهِ لَوْلَا هُوَلَاءُ انْقَطَعَتْ
آثَارُ النَّبُوَّةِ وَانْدَرَسَتْ - (رجال کشتی ص ۱۵۲ تذکرہ ابوبصیر لیس
بن البختری۔ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ :

جمیل بن دراج سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ کہ خوشخبری ہے جنت کی محبتیں کے لیے یعنی برید بن معاویہ الجعفی، ابوبصیر لیسٹ بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارة۔ یہ چاروں بزرگ آدمی اللہ کے حلال و حرام کے امین تھے اگر یہ نہ ہوتے۔ تو آثار نبوت منقطع ہو جاتے۔ اور مٹ جاتے۔ اہل تشیع کے بقول ان کے مذہب کی بنیاد احادیث ائمہ اہلبیت ہیں اور یہ بات واضح ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے ان لوگوں نے خود احادیث تو نہیں سنی ہوں گی۔ بلکہ کسی راوی اور واسطہ کے ذریعہ پہنچی ہوں گی۔ ان تک پہنچنے کے واسطے یہی چار آدمی ہیں۔ جن کے بارے میں امام جعفر سے منسوب روایت میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر یہ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ گئے ہوتے۔

آئیے ان چار ستونوں کے بارے میں مختصراً تذکرہ ہو جائے۔ کہ یہ کیسے راوی تھے۔ اور ان کی روایت کا درجہ کیا ہے ؟

رجال کشی:

عن مسمع کرد بن ابی یسار قال سمعت ابا عبد اللہ (ع) یقول لعن اللہ بریداً لعن اللہ زرارة۔

رجال کشی صفحہ نمبر ۱۳۴

تذکرہ زرارة بن اعین -

مطبوعہ کربلا

ترجمہ:

مسبح بن ابی یسار کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے میں نے سنا۔ کہ وہ رہے تھے۔ اللہ کی پھٹکار برید پر اور خدا کی لعنت
نڈارہ پر۔

رجال کشی:

عَنْ مَفْضَلِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ر ع)
يَقُولُ لعن الله مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ كَانَ يَقُولُ إِنَّ
اللَّهَ لَا يَعْلَمُ الشَّيْءَ حَتَّىٰ يَكُونُ .

رجال کشی ص ۱۵۱ تذکرہ البصیر
لیث بن سخیری مطبوعہ کربلا۔

ترجمہ:

مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو
فرماتے سنا۔ اللہ کی پھٹکار ہو محمد بن مسلم پر۔ وہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ
کسی بھی چیز کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے نہیں جانتا۔

رجال کشی:

عن حماد الناب قال جلس أبو بصير على باب أبي
عبد الله (ر ع) ليطلب الإذن فلم يؤذنت
له فقال لو كان معنا طبق لآذن قال فجاء
كلب فشر في وجه أبي بصير قال أف أف

مَا هَذَا؟ قَالَ جَلِيْسُهُ هَذَا كَلْبٌ شَغَرَ فِيَّ وَجْهِيكَ

درجال کشتی ص ۱۵۵ تذکرہ ابولبیر

مطبوعہ کربلا

ترجمہ :

حماد الناب کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ابولبیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر اندرانے کی اجازت کے لیے بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے اجازت نہ دی۔ ابولبیر نے کہا۔ اگر ہمارے پاس کھانے سے بھر ایک طبق ہوتا۔ تو امام ضرور مجھے بلوا لیتے۔ اور اندرانے کی اجازت دے دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی اثنا میں ایک گٹا آیا۔ اور اس نے ابولبیر کے منہ پر پیشاب کر دیا۔ بولا یہ کیا ہے؟ اس کے کسی ساتھی نے کہا۔ کتاب ہے۔ جس نے تمہارے منہ پر پیشاب کر ڈالا۔

یہ تھی حالت ان چار راویوں کی کہ جو اگر نہ ہوتے۔ تو اثنا نبوت مٹ گئے ہوتے۔ حضرت امام جعفر نے انہیں لعنتی کہا۔ بد عقیدہ بتلایا۔ اور انہیں اپنے ہاں آنے کی اجازت بھی نہ دی۔ ایک طرف تو امام موصوف ان کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ان پر لعنتیں ڈالی جارتی ہیں۔ جو بظاہر تناقض نظر آتا ہے تو یہ بھی ہماری زیر بحث بات کی دلیل ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی روایات و احادیث میں اس قدر کذب و افتراء سمودیا گیا ہے۔ کہ اس کا امتیاز ناممکن سا ہو گیا ہے۔ امام موصوف کی یہ منافقت نہیں۔ بلکہ ان کے ماننے والوں کی شرارت ہے۔

امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما کا وہ زمانہ ہے۔ کہ جس میں انہیں "و تعقیہ" سے

کام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ بڑی وضاحت اور جو امر وی سے انہوں نے تبلیغ فرمائی۔ لہذا اس کلام کو تقیہ پر محمول کرنا بھی درست نہیں ہے۔

اصل الشیوہ و اصولہا

وَجَاءَتِ الْفِتْرَةُ بَيْنَ دَوْلَتِي أُمَّيَةَ وَبَنِي
 الْعَبَّاسِ فَاتَّسَعَ الْمَجَالُ لِلضَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 وَارْتَفَعَ كَأَبُو سِ الظُّلْمِ وَحِبَابَاتِ الثَّقِيَّةِ فَتَوَسَّعَ
 فِي بَيْتِ الْأَحْكَامِ الْإِلَهِيَّةِ وَنَشَرَ الْأَحَادِيثَ
 النَّبَوِيَّةَ الَّتِي اسْتَقَاهَا مِنْ عَن صَافِيَّةٍ مِنْ
 أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَظَهَرَتِ الشَّيْبَعَةُ ذَلِكَ
 الْعَصْرَ ظُهُورًا مُسْبِقًا لَهُ فِي مَا غَبَرَ مِنْ آيَاتِ
 آيَاتِهِ وَتَوَلَّعُوا فِي تَحْمِيلِ الْأَحَادِيثِ وَ
 بَلَّغُوا مِنَ الْكُفْرَةِ مَا يَقْتُوتُ حَدَّ الْإِحْصَاءِ
 حَتَّى أَنَّ أَبَا الْحَسَنِ الْوَشَّادِ قَالَ لِبَعْضِ أَهْلِ
 الْكُوفَةِ أَدْرَكْتُ فِي هَذِهِ النِّجَامِ مَعِ يَعْنِي
 رَمْسِجَةَ الْكُوفَةِ) أَرْبَعَةَ أَلْفِ شَيْخٍ
 مِنْ أَهْلِ الْوُدُوعِ وَالَّذِينَ كُلُّهُمْ يَقُولُ حَدَّثَنِي
 جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ

اصل الشیوہ و اصولہا مترجم ۵۲-۵۳

مطبوعہ لاہور

ترجمہ:

صاوق ال محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ موسیٰ اور عباسی طاقتیں
تھک چکی تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے مواقع جاستے رہے
تھے۔ بنا براین دینی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح ابھری
اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطرہ کے باعث جو لوگ تہمت میں تھے
وہ بھی کھل گئے۔ نفا موافق تھی۔ اور راہ میں ہموار۔ امام عالی مقام نے
تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات
سے تھا۔ درس حق عام ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول
کرنے لگے۔ اس ہمد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا ذریعہ اور کہا جاتا ہے
کیونکہ قبل ازہل اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب،
رجوع نہیں ہوتے تھے۔ دیرپائے فیض جاری تھا۔ تشنگان معرفت خود
بھی سیراب ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے
بقول ابوالحسن و شاد "میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار
علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ حدیث جعفر بن
محمد یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے
بہر کیفیت بنو امیہ اور بنو العباس کی بے پناہ جاہ طلبی، طوفانی تشدد، حد سے
گزری ہوئی دنیا پرستی پھر غیر محدود رنگ رلیاں اور اس کے برعکس
فرزندان علی کی علم دوستی، عبادت گزار، حق پسندی اور غلط سیاست
سے اعتزاز یہ ایسے صریح اور قوی موثرات تھے۔ جو تشیع کے دامن
کو وسیع سے وسیع تر کرتے گئے۔

ایک بہانہ

مذہب شیعوہ کے متوڑوں کے بارے میں سلور بالاکے اندر آپ پڑھ چکے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ لوگ ملعون تھے۔ اس کا جواب یا اس کو غلط ثابت کرنے کے لیے بعض شیعوں کا یہ بہانہ ہے۔ کہ امام موصون نے یہ سب کچھ اذروئے تقیہ فرمایا۔ دو اصل الشیعہ و اصولہا، کی عبارت سے اس بہانے کی دو ٹوک تردید ہو جاتی ہے۔ جب تقیہ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ (اگر شیعوں کے مطابق تھی) اور در امام باقر و جعفر زکیں و در تھا۔ شیعیت کا عروج تھا۔ تو ایسے دور میں ان حضرات کو تقیہ سے کام لینے کی کون سی مجبوری تھی اس لیے امام موصون کے ارشادات کو دو تقیہ، پر محمول کر کے بہانہ تلاش کرنا بالکل بے سود ہے۔ یہ سب کچھ اہل تشیع کی دوغلی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ ایک طرف محبت اہل بیت اور دوسری طرف ان کی طرف من گھڑت اور جھوٹی روایات کی نسبت۔ غالباً اسی وجہ سے ابو بصیر کے منہ پر کتنے پریشاب کر کے اس کے دوغلیوں کو ظاہر کر دیا۔

رجال کشی؛

عن ابن مسکان قال سمعت زرارۃ
 یقول رحمہ اللہ ابا جعفر و اما
 جعفر فان فی قلبی علیہ لفتۃ فقلت
 لہ و ما حمل زرارۃ علی ہذا؟ قال حملہ
 ہذا ان ابا عبد اللہ اخرج معازیہ۔

ترجمہ:

ابن مسکان کہتا ہے۔ کہ میں نے زرارہ کو یہ کہتے سنا۔ اللہ تعالیٰ ابو جعفر امام باقر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ البتہ جعفر یعنی امام جعفر صادق تو ان کے متعلق، میرے دل میں انتشار ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میں نے ابن مسکان سے اس کی ویر پوچھی۔ اور پوچھا یہ اتنی بات کرنے پر کیوں جسارت ہوئی؟ کہا اس لیے۔ کہ امام جعفر صادق نے اس کی ذلت و رسوائی کے اسباب ظاہر کئے تھے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ دو فلاپن اور منافقت ان کی گھٹی میں بڑی تھی۔ اس میں حضرات ائمہ اہل بیت کا قطعاً دخل نہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ منافقتین کی جو علامات قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ وہ سب کی سب اہل تشیع میں پائی جاتی ہیں۔ ثبوت لائحہ ہو۔

رجال کشی:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدِ الشَّامِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) مَا أَنْزَلَ اللَّهُ
مُبْحَابَةَ آيَةٍ فِي الْمُنَافِقِينَ إِلَّا وَهِيَ
فِي مَنْ يَنْجِلُ الشَّيْخَ .

(رجال کشی ص ۲۵۴ تذکرہ ابوالخطاب)

(مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کوئی آیت منافقین کے بارے میں نازل کی۔ وہ بدرجہ اتم، اس شخص میں پائی جاتی ہے

جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتا ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی۔ تقلید ان کے اقوال و ارشادات اور تعلیمات پر ہوتی ہے۔ لیکن جن کے ذرائع سے ان کی تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں۔ انہی کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے طعون قرار دے دیا۔ حالانکہ مذہب شیعہ کے یہ چار راوی بنیادی ستون ہیں۔ جب ان کا حال یہ ہے۔ تو پھر ان کے بعد والے راویوں کی دو شان، تو زالی ہی ہوگی۔ ان کی شراکتوں اور من گھڑت روایتوں نے کسی ایک حدیث و روایت کو معتبر نہ رہنے دیا۔ تو ایسے میں تقلید کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم اہل سنت و جماعت کی تقلید کرتے ہیں۔

کیونکہ ان کی باتوں کا ثبوت موجود ہے۔ اگر ایسے ہی ائمہ اہل بیت کرام کی تعلیمات ہوتیں۔ تو ہمارے سہماتے۔ پر ہوتیں اس مقام پر تھوڑی سی سیر مذہب امامیہ کے دیگر راویوں کی بھی ہو جائے تو بات مزید واضح ہو جائے گی۔

✦

امام حسن و حسین، زین العابدین و باقر اور امام

جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت

کرنے والوں کا حال

رجال کشی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَالَ كَانَ لِلْحَسَنِ (ع) كَذَابٌ
يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ لِلْحُسَيْنِ (ع) كَذَابٌ
يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلَى
عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَكَانَ الْمُعَيَّرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَكْذِبُ عَلَى
آلِهِ -

(رجال کشی ص ۱۹۷ تذکرہ مغیرہ بن سعید
مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ امام حسن پر روایات
کے سلسلہ میں بہتان تراشنے اور جھوٹ باندھنے والے بہت سے لوگ
تھے۔ جنہوں نے امام موصوف سے سنا تو کچھ بھی نہیں۔ (لیکن ان
کی طرف منسوب کر کے بہت سی روایات انہوں نے ذکر کیں) اسی طرح
امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی جھوٹ باندھنے والے جھوٹ باندھتے تھے حالانکہ

ان لوگوں نے قطعاً امام موصوف سے سنا نہیں۔ مختار نامی راوی امام علی بن الحسن
رضی اللہ عنہ پر جمہوری روایات ڈالتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے باپ (امام

باقدر رضی اللہ عنہ) پر بہتان تراشتا تھا۔

ربال کشی؛

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ر ع) قَالَ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
رَهْلًا أَنْبِئِكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلَ الشَّيْطَانُ تَنَزَّلَ عَلَى
كُلِّ أَقْوَامٍ أَثِيمٍ) قَالَ هُمْ سَبْعَةٌ الْمَغِيرَةُ بْنُ
سَعِيدٍ وَبَنَانٌ وَصَايِدُ النَّهْدِيِّ وَحَمْرَةَ بْنُ
عَمَّارَةَ الزَّيْدِيِّ وَالْعَارِثُ الشَّامِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْعَارِثِ وَأَبُو الْخَطَّابِ
قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الرِّضَا (ر ع) كَانَ بَنَانٌ يَكْذِبُ
عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ (ر ع) فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ
الْحَدِيدِ وَكَانَ مَغِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَكْذِبُ
عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ (ر ع) فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ
وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ
مُوسَى (ر ع) فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ أَبُو
الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ر ع)
فَأَذَاقَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ۔

(ربال کشی ص ۲۵۶ ذکرہ ابو الخطاب

مطبوعہ کربلا۔

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے

اس قول کی تفسیر میں فرمایا۔ دو کیا میں تمہیں وہ لوگ بتلاؤں جن پر شیاطین اترتے ہیں۔ ان لوگوں پر جو پر۔ لے درجے کے بہتان لگانے والے اور بہت بڑے گناہ کرنے والے ہیں، اس آیت کا مصداق سات۔ آدمی ہیں۔ مغیرہ بن سعید، بنان، صائد التہذیبی، حمزہ بن عمارۃ الزیدی، عارث الثامی، عبد اللہ بن عمرو بن العارث ابو الخطاب ابو الحسن الرضا کہتے ہیں۔ بنان۔ نے علی بن حسین پر جھوٹ باندھے۔ جس کی سزا کے طور پر اللہ اس کو لوہے کی گرمی کی سزا دے۔ اور مغیرہ بن سعید نے امام باقر رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ لوہے کی گرمی کی سزا دے۔ محمد بن بشیر نے ابو الحسن موسیٰ پر جھوٹ باندھا۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ لوہے کی حرارت کا عذاب دے۔ اور ابو الخطاب نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق پر جھوٹ باندھے۔ اللہ اسے بھی لوہے کی گرمی کی سزا دے۔

رجال کشی؛

عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ع) يَقُولُ نَهَى الْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ يَتَعَمَّدُ الْكُذِبَ عَلَى أَبِي وَيَأْخُذُ كُتُبَ أَصْحَابِهِ وَكَانَ أَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُونَ بِأَصْحَابِ أَبِي يَأْخُذُونَ الْكُتُبَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي فَيَدْفَعُونَهَا إِلَى الْمُغِيرَةَ وَكَانَ يَرُدُّ فِيهَا الْكُفْرَ وَالرَّذَاةَ وَيُسْرِدُهَا إِلَى أَبِي تُشْرِبُ فَعُدَّهَا إِلَى أَصْحَابِهِ نَبَذَهُمْ أَنْ يُشَبِّهُوا فِي الشَّبِيحَةِ فَكُلَّمَا كَانَ فِي كُتُبِ أَصْحَابِ أَبِي مِنَ الْغُلُوِّ ذَاتَانِ

مِمَّا دَسَّهَ الْمُغَيِّرَةُ بُرُؤُ سَيِّدِي فِي كُتُبِهِمْ۔۔۔۔۔ قَالَ
 أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) يَوْمًا لِأَصْحَابِهِ لَعَنَ اللَّهُ
 الْمُغَيِّرَةَ بْنَ سَعِيدٍ وَلَعَنَ اللَّهُ يَهُودِيَّتًا كَانَ
 يَخْتَلِفُ إِلَيْهَا يَتَعَلَّمُ مِنْهَا السِّحْرَ وَالشُّعْبَدَةَ وَ
 الْمَخَارِيزَ أَنَّ الْمُغَيِّرَةَ كَذَبَ عَلَيَّ أَبِي فَسَلَبَهُ اللَّهُ
 الْإِيمَانَ۔۔۔۔۔ وَإِنَّ قَوْمًا كَذَبُوا عَلَيَّ مَا لَهُمْ
 إِذَا قَهُمُ اللَّهُ حَزًّا أَحَدِيْدٍ فَوَلَّاهُ مَا نَحْنُ بِلَا عَيْبِ
 الَّذِي خَلَقْنَا وَاصْطَفَانَا مَا نَقْدِرُ عَلَى ضَرْبٍ لَا
 نَنْجِعُ إِذْ رَحِمْنَا فَبِرَحْمَتِهِ وَإِنْ عَذَّبْنَا فَبِذُنُوبِنَا وَاللَّهُ
 مَا لَنَا عَلَيَّ اللَّهُ حُجَّةٌ وَلَا مَعْنَا مِنْ اللَّهِ بَرَاءَةٌ۔

(رجال کثی ۱۹۶ تذکرہ مغیرہ بن سعید)

مطبوعہ کربلا

ترجمہ:

ہشام بن الحکم کہتا ہے۔ کہیں۔ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
 سنا۔ فرماتے تھے۔ مغیرہ بن سعید وہ شخص ہے۔ جو جان بوجہ کر میرے والد
 پر بھونٹا، باندھا کرتا تھا۔ میرے والد کے اصحاب کی کتابیں مغیرہ کے
 اصحاب اس کے پاس لے جا۔ تے۔ کیونکہ ان دونوں کا میل ملاپ رہتا تھا
 تو پھر مغیرہ میرے والد کے اصحاب کی کتب میں کفر اور بے دینی کی باتیں
 درج کر دیتا۔ اور ان کی نسبت میرے والد کی طرف کر دیا کرتا تھا۔ لاوٹے،
 شدہ کتابیں وہ اپنے اصحاب کو دے دیتا۔ اور انہیں ہدایت کرتا۔ کہ ان
 باتوں کو ہب شیعہ میں ذرا مضبوطی سے رکھنا۔ لہذا جب بھی تمہیں میرے

افضل کے ہوتے ہو۔ مئے مفضل کی تقلید کیونکر جائز ہے۔

جواب اول،

اس اشکال کا پہلا جواب وہی ہے۔ جو ابھی ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے۔ یعنی یہ کہ ہمیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے راویوں کے طرز عمل کی بنا پر اعتبار نہیں جب، واسطہ ہی ملعون، کذاب، اور زندیق ہو۔ تو اس کی روایت کہاں درست ہوگی؟

جواب دوم:

تقلید کے بارے میں افضل و مفضل کا معاملہ محض دھوکہ دہی کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ تقلید کے لیے بنیادی بات یہ ہے کہ اس شخص کی زندگی کے معاملات اور اس کے استخراجی قوانین و اصول موجود ہوں۔ جن سے مزید قانون سازی ہو سکے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد ترتیب خلافت کے اعتبار سے افضلیت ہے۔ تمام صحابہ کرام مطلقاً تابعین کرام سے افضل ہیں۔ اگر افضل و مفضل کی تقلید کا مسئلہ ہوتا۔ تو ہم سبھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے۔ ہزاروں لاکھوں ابرعینہ ہوں۔ لیکن پھر بھی صدیق اکبر سے افضل نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ خلفائے اربعہ جہاد اور معاملات ملکی و ملی میں اس قدر مصروف رہے۔ کہ انہیں قواعد و اصول وضع کرنے کی ہمت نہ تھی۔ بلکہ ان کے دور میں اس کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔ لیکن امام ابوحنیفہ نے محنت کی اور اصول فقہ کی بنیاد رکھی۔ جس سے نت نئے پیش آنے والے مسائل کا حل نکل سکتا تھا۔ اسی طرح امام شافعی، مالک، احمد بن حنبل نے اپنی اجتہاد کی

بصیرت کو بروئے کار لا کر جزئیات، فقہیہ کی بنیاد اور اصول وضع کیے۔ تو مسلمانوں نے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کر کے ان کی طرف نسبت میں فخر محسوس کیا۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملنے والے اصول و قواعد پر ہی یقین نہیں کہ واقعی ان کے ہیں۔ کیونکہ ان سے انہذا استنباط کرنے والے بقول امام جعفر طعون و زندیق ہیں۔ اور کذاب ہیں۔ تو پھر کس منہ سے ان کی روایات کو امام موصوت کی روایات قرار دیا جائے۔ اس لیے امام موصوت اگرچہ امام ابوحنیفہ کے استاد و مرشد اور باپ تھے۔ لیکن تقلید کی بنیاد موجود نہیں۔ اس لیے تقلید امام ابوحنیفہ کی کی گئی۔

جواب سوم:

یہ بات بالکل درست ہے۔ کہ حضرت امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما علم و عمل کے بیکر تھے۔

لیکن یہ بھی درست ہے۔ کہ ان سے مروی روایات و احادیث میں اہل تشیع کے مذہب کے ستونوں نے غلط لٹ کر دیا ہے۔ اگر اس مقام پر یہ وہم ڈالا جائے کہ ائمہ اہل بیت کی اتباع اور ان سے تمسک کا تو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لہذا ان کو کس طرح چھوڑا جاسکتا ہے؟ تو یاد رکھیے۔ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تمسک اہل بیت سے مراد کیا ہے۔ وہ ہم گزشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر ان حضرات کے تمسک کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تو تمہاری کتابیں یہ بھی کہتی ہیں کہ اسی طرح آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی حکم فرمایا ہے۔ لہذا اتباع جس طرح اہل بیت کی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کی بھی ہونی چاہیے۔

ثبوت لائحہ ہو۔

معانی الاخبار

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَا
 وَجَدْتُكُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَالْعَمَلُ لَكُمْ
 بِهِ لِأَعْدُرْ لَكُمْ فِي تَرْكِهِ وَمَا لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ
 اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَتْ فِيهِ سُنَّةٌ مِنِّي فَلَا عُدْرَ
 لَكُمْ فِي تَرْكِ سُنَّتِي وَمَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ سُنَّةٌ مِنِّي
 فَمَا قَالَ أَصْحَابِي فَقُولُوا يَا قَاتِمًا مَثَلُ أَصْحَابِي
 فِيكُمْ كَمَثَلِ النَّجُومِ بِأَيَّتِهَا أُخِذَ اهْتَدَى وَبِأَيِّ
 أَقَاوِيلِ أَصْحَابِي أَخِذْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ۔

۱۔ معانی الاخبار تصنیف شیخ صدوق
 ص ۵۵، تذکرہ معنی ووشل اصحابی،
 کالمنجوم، مطبوعہ بیروت طبع جدید
 ۲۔ بصائر الدرجات جز اول،
 تصنیف شیخ العیسیٰ بن فروخ
 نادر من الباب الخ مطبوعہ تہران
 طبع جدید

ترجمہ:

حضرت بن محمد نے اپنے آباؤ اجداد و رضوان اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہیں اللہ کی کتاب میں مل جائے

تو اس پر عمل کرنا تمہارے لیے لازم ہے۔ اس کے چھوڑنے پر تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ اور جو تمہیں اللہ کی کتاب میں نہ ملے۔ اور سنتِ پیغمبر میں مل جائے۔ تو اس کے چھوڑنے میں تمہارا کوئی عذر نہیں مانا جائے گا۔ اور جس مسئلہ میں میری کوئی سنت، اور حدیث نہ ملے۔ تو پھر جو صحابہ کرام کا قول ہو۔ اسی کے مطابق عمل کرو۔ میرے اصحاب کی مثال ایسے ہے جیسا کہ سارے تم جس کے ارشادات، کے پیچھے چل پڑو گے۔ ہدایت پائی جاوے گی۔ اور جس کو اپنا مقتدا بنالیا۔ ہدایت مل جائے گی۔ دو معانی الاخبار، کی اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عترت، اور اہل بیت کی اطاعت و اتباع کی رغبت دی ہے۔ اسی طرح آپ نے حضرات صحابہ کرام کی اتباع و اطاعت کا بھی فرمایا ہے۔ اس لیے صرف اہل بیت کی اتباع پر ہی توقف کرنا اور صحابہ کرام کو اس میں شامل نہ کرنا یک طرفہ کاروائی ہے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ان میں سے کسی کی طرف اپنی نسبت کر لی جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ وہی ہے۔ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی اصول و قواعد فقہیہ مرتب نہ کیے۔ تاکہ ائندہ پیش آنے والے مسائل کا حل ان کے ذریعہ تلاش کیا جاسکتا۔ اگرچہ مقام مرتبہ کے اعتبار سے سبھی افضل تھے۔ اور ان کے بعد آنے والے ان سے کم درجہ تھے۔ یعنی اسی طرح اہل تشیع نے بھی کیا۔ وہ اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے دو فقہ جعفریہ کے پیروکار، کہلاتے ہیں۔ فقہ علویہ (حضرت علی المرتضیٰ کی طرف منسوب)، فقہ حسینیہ (حضرت امام حسن کی طرف منسوب) فقہ حسینیہ (حضرت امام حسین کی طرف منسوب) کے پیروکار نہیں کہلاتے۔ تو کیا اس نسبت کی وجہ سے انہوں نے افضل کو چھوڑ کر مفضول کی نسبت اپنا ڈرا؟

جواب۔ وہی ہوگا۔ کہ ان (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) کے پیشروؤں نے چونکہ اصول فقہ کا علم مدون اور مرتب نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کے قواعد و ضوابط مقرر فرمائے۔ لہذا ان کی طرف مذہب شیعہ کی نسبت نہ کی گئی۔

اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے مستحق تھے۔ کہ ان کی تقلید کی جاتی۔ لیکن ان کی طرف سے کسی اصول و قواعد کے مرتب ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ یہ مذکورہ امام ابوحنیفہ کے حصہ میں آیا۔ اس لیے ہم نے ان کی تقلید اپنائی۔ حضرات ائمہ اہل بیت میں سے اگرچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اصول و قواعد فقہیہ کا تذکرہ فرمایا۔ لیکن ان کی طرف تقلید کی نسبت اس وجہ سے نہ کی گئی۔ کہ ان کی روایات اور ان کے ارشادات کا جن ذرائع اور اسباب سے ہمیں علم ہوا۔ ان کو نہ تو خود امام موصوف قابل اختیار سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ اس قابل دلائل ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ امام موصوف کی کسی بات پر یقین کیا جاسکے۔ کہ یہ بات واقعی امام موصوف کی ہے۔ اس لیے امام موصوف کی طرف تقلید کی نسبت نہ ہوئی اس مقام پر ایک اور سوال ہم بجا اہل تشیع سے پوچھ لیتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔

۱۔ اہل بسع! تم نے اپنے مذہب کی نسبت امام جعفر صادق کی طرف کر کے افضل کو چھوڑ دیا۔ اور مفضول کی تقلید کر لی۔ ایسا کیوں؟

۲۔ جعفریہ فقہ کے مقلدو! حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایات و احادیث جن چار۔ سونوں کے ذریعہ تم تک نہیں آئے۔ ان کے بارے میں خود تمہاری کتب امام موصوف کی ربانی ملعون و کذاب اور زندیق کہہ رہی ہیں۔ ایسے افراد کے ذریعے پیچھے واڑا اور بیٹا روایات یہ تمہارے مذہب کی نعمت ہوئی اور فقہ مذہب کے مقلد بنے۔ یہ تقلید کیوں کر درست قرار پائی؟

۳۔ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد

مرد اور بیٹے ہیں۔ ان میں طرفہ رشتہ داروں کو تم بھی مانتے ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق وہ الفاظ نہیں ملتے۔ جو ان چار افراد کے بارے میں امام موسوی کی طرف سے بیانے جاتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ تم امام ابوحنیفہ کی تشریحات اور سنت کو قبول نہیں کرتے؟

اسی موضوع کے ضمن میں ایک بات جو بطور اعتراض کہی جاتی ہے۔ میں اس کا بھی مختصر سا جواب دینا چاہتا ہوں۔ اگرچہ جواب ہو چکا ہے۔ لیکن سوال سامنے نہیں تھا سوال یہ ہے۔ کہ شیوخ کی سب سے زیادہ قابل اہم کتاب دو صحیح البخاری ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ اس عظیم کتاب میں جہاں ہزاروں کی تعداد میں احادیث رسول جمع کی گئی ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت خصوصاً حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں ملتی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیوخ کو آل بیت سے دشمنی تھی۔ اس لیے ان کی حدیث کی روایت نہ کی۔ حالانکہ ان کے پاس احادیث کا کافی ذخیرہ تھا؟

اس اعتراض کا جواب جو ہے۔ آپ کی توجہ اس طرف مبذول ہو چکی ہوگی مختصر یہ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ تو انہیں بہت سی احادیث مختلف ذرائع سے دستیاب ہوئیں۔ لیکن ان تمام احادیث کو آپ نے اپنی صحیح میں درج نہ فرمایا۔ بلکہ اس کے لیے ان کی شرائط تھیں۔ جن پر جو حدیث پورا اترتی۔ اسے درج نہ دیتے اور جو ان شرائط کے پورا کرنے سے قاصر ہوتی۔ اسے چھوڑ دیتے۔ اسی طرح صحیح مسلم شریف اور دیگر صحیح کی شرائط ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بنفسہ توحضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہ پایا۔ تاکہ ان سے بالمشافہ احادیث کی سماعت فرما کر انہیں اپنی صحیح میں درج فرما دیتے۔ لاجرم انہیں وہ شرائط و اسباب و ذرائع کے حصول پر

توقت کرنا پڑا۔

جو شاہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک جتنے ذرائع ان کے اور امام حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان تھے۔ ان کے بارے میں آپ گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرمایا چکے۔ کہ وہ کذاب، ملعون و زندہ تھے۔

تو ایسے ذرائع سے۔ جتنے والی حدیث کسی بھی روایت، کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

اس لیے ان ذرائع کے متدویش ہو۔ نے کی وجہ۔ سے ان کی مرویات، صحاح ستہ میں درج نہیں ہوئیں۔ یہ نہیں کہ حضرت، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی حدیث، ہی تھی۔

اس تحقیق و تفصیل۔ سے مذکور طعن کا جواب بالکل واضح ہو گیا۔ کہ ہم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی باوجود فعل ہونے کے تقلید کیوں نہیں کرتے۔ اور ابوحنیفہ کی تقلید باوجود مفعول ہونے کے کیوں کرتے ہیں۔ یہاں فعل و مفعول کا کوئی مسئلہ نہیں اور نہ ہم اس۔ کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سمجھنے اور۔ سے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ گے۔ امین۔

ذاعتہ بروایا اولی الابصار



اعتراض دوم

بارہ خلفاء والی حدیث ”ائمہ اہل بیت“ کی خلافت

کے لیے نص قطعی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث پاک میں واضح الفاظ کے ساتھ یہ بات ہے۔ کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے۔ اور یہ بھی واضح بات ہے۔ کہ وہ بارہ خلفاء یہ ہیں۔

۱۔ حضرت علی (۲) حضرت حسن (۳) حضرت امام حسین (۴) امام زین العابدین (۵) امام باقر، ۶، امام جعفر صادق (۷) امام موسیٰ کاظم (۸) امام موسیٰ ونا کاظم (۹) امام تقی (۱۰) امام حسن عسکری۔ (۱۱) امام مہدی علیہم الرحمۃ

ان بارہ ائمہ کا نام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ پھر اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام گنوا کر جن کی امامت کی خبر دی۔ اہل سنت ان بارہ ائمہ کو چھوڑ کر دوسرے کسی ایک فاسق و فاجر لوگوں کے نام ان میں شامل کرتے ہیں۔ اور ان حقیقی نامز و ائمہ کی ترتیب سے انکار کرتے ہیں۔ تو سنیوں کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ اہل بیت کے ساتھ بغض و عداوت کا نتیجہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بھی نافرمانی ہے۔ اس لیے محبت اہل بیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اگر تم واقعی اپنے آپ کو اس محبت کا اہل سمجھتے ہو۔ تو ائمہ اہل بیت کی امامت کے قائل ہو جاؤ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

ہن کر اب بھی تائب ہو جاؤ۔ اہل سنت کی کتب میں امر اہل بیت کی امامت و خلافت کے متعلق نکتہ قطعی ملاحظہ ہو۔

ینابیع الموردة:-

وَفِي قَرَائِدِ السِّمَطَيْنِ بِسَرْدِهِ عَنِ مَجَاهِدٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ وَتَدْرِمَ
يَهُودِيٌّ يُقَالُ لَهُ مَغْتَلٌ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اسْأَلْكَ
عَنْ أَشْيَاءَ فَأَخْبَرْتَنِي مِنْ وَصِيَّتِكَ مَنْ هُوَ
فَمَا مِنْ نَبِيِّ إِلَّا وَ لَهُ وَصِيٌّ وَأَنَّ نَبِيَّنَا مُوسَى
بْنَ عِمْرَانَ أَوْ هِيَ يُوشَعَ بْنَ نُونٍ فَقَالَ إِنَّ
وَصِيَّتِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَ بَعْدَهُ سِبْطِيُّ الْحَسَنِ
وَ الْحُسَيْنِ تَتْلُوهُ بِسَعَةِ آثِمَةَ مِّنْ صُلَيْبِ الْحُسَيْنِ
قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَسَمِّهِمْ لِي قَالَ إِذَا مَضَى الْحُسَيْنُ
فَأَبْنُهُ عَلِيُّ فَإِذَا مَضَى عَلِيُّ فَأَبْنُهُ مُحَمَّدُ
فَإِذَا مَضَى مُحَمَّدُ فَأَبْنُهُ جَعْفَرُ فَإِذَا مَضَى
جَعْفَرُ فَأَبْنُهُ مُوسَى فَإِذَا مَضَى مُوسَى فَأَبْنُهُ
عَلِيُّ فَإِذَا مَضَى عَلِيُّ فَأَبْنُهُ مُحَمَّدُ فَإِذَا مَضَى
مُحَمَّدُ فَأَبْنُهُ عَلِيُّ فَإِذَا مَضَى عَلِيُّ
فَأَبْنُهُ الْحَسَنُ فَإِذَا مَضَى الْحَسَنُ فَأَبْنُهُ
الْحُجَّجَةُ مُحَمَّدُ الْمَهْدِيُّ فَهَؤُلَاءِ
أَثْنَا عَشَرَ.

رینا بیع المودۃ تالیف حافظ
 سلیمان بن ابراہیم القندوزی الحنفی
 ص ۲۴۱ الباب السادس والسبعون
 فی بیان الاثمہ الاثنا عشر
 باسمائهم بطبوعہ قسم جدید

ترجمہ:-

فرائد السمعین میں بسندہ حضرت مجاہد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
 روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک یہودی مشغل نامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ یا محمد! میں آپ سے چند سوالات کا جواب دریافت
 کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔ آپ بتلائیے۔ کہ آپ کا وصی کون ہے۔ کیونکہ
 ہر نبی نے کسی نہ کسی کو اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔

اور ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے یوشع بن نون
 کو اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا وصی علی بن
 ابی طالب ہے۔ اور اس کے بعد میرے دونوں نواسے حسن و حسین
 ہوں گے۔ اور ان کے بعد امام (وصی) میرے نواسے حسین کی نسل
 سے ہوں گے۔ یہودی کہنے لگا۔ یا محمد! ان کے مجھے نام بتلائیے۔
 آپ نے فرمایا۔ جب حسین کا انتقال ہو گا۔ تو اس کا بیٹا علی، علی کے
 انتقال کے بعد اس کا بیٹا محمد، محمد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا جعفر، جعفر
 کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا موسیٰ، موسیٰ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا
 علی، علی کے بعد اس کا بیٹا محمد، محمد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا علی،

علی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا حسن اور حسن کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا
ہمدی وصی ہوگا۔ تو یہ ہیں بارہ ائمہ اہل بیت۔

طریقہ استدلال :-

«ینا بیع المودۃ»، اہل سنت کی قابل اعتبار کتب میں سے ہے۔ جس
کے مصنف کا نام سلمان بن ابراہیم ہے۔ اور یہ اہل سنت کے ایک مقتدر امام ہیں
انہوں نے مستند اور قطعی حدیث کے ساتھ اپنی کتاب میں جو کچھ نقل کیا۔ اس میں حضرات
ائمہ اہل بیت کے نام لے کر ان کی خلافت و امامت کو ذکر کیا۔ اس خلافت و امامت
کی ترتیب خود اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ حدیث
مذکورہ کے حوالہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیٰ وصی اور خلیفہ تھے۔ اور یہ خلافت حضرت علی المرتضیٰ
سے چل کر امام ہمدی تک آئی۔ لہذا ان ائمہ کے اسماء کی تصریح کے بعد ان کے
زمانہ کے دوران کوئی دوسرا امامت و خلافت کا قطعاً مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے
اہل سنت نے جن خلفاء کی اپنی کتب میں ترتیب ذکر کی۔ وہ مراحۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس ارشاد کے خلاف ہے۔ ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق سے لے کر ولید تک
جبارہ امام شیعوں نے شمار کئے ہیں۔ ان سب کی خلافت اس حدیث مریح کے
خلاف ہے۔ اس لیے وہ نہ امام برحق ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ان کی خلافت
درست ہے۔

جواب اول :-

شیعہ استدلال کے مطابق اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ بارہ ائمہ و خلفاء کی امامت و خلافت

بالترتیب ایک ایسا امر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ تو پھر یہ مسئلہ مخصوص من اللہ ٹھہرا۔ اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ کہ اللہ رب العزت جس امر کا ارادہ فرمائے۔ اور اسے نافذ کرنا چاہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ خود ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَنْ نَّجِدَ لِسِنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا - (پک ۵۶)

ترجمہ:۔ یعنی تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے قانون میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔

خود رب العزت نے قرآن کریم میں آدم کی خلافت کا ذکر ان کی پیدائش سے قبل فرشتوں کے سامنے فرمایا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت کا ذکر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اعلان و ارادے کو عملی طور پر پورا کر کے چھوڑا۔ ایسا کرنے سے کون اس کو روک سکتا ہے۔ جبکہ اس کی شان یہ ہے

قُلْ اللَّهُمَّ الْمَلِكُ قَوُّنِي الْمَلِكُ مِنْ تَشَاءِ الْخ -

ترجمہ:۔ فرما دیجئے۔ اے اللہ! اے مالک الملک! تو جسے چاہتا ہے ملک و

حکومت عطا کر دیتا ہے۔۔

اگر واقعی ان بارہ ائمہ کی امامت پر خلافت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔ تو پھر کیا وجہ کہ اس فیصلہ پر عمل نہ ہو سکا؟ اللہ تعالیٰ کے فیصلے تو تبدیل نہیں ہوتے۔ اور اس حدیث سے ان کی تبدیلی کی طرف راہ نکلتی ہے۔ تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل اور یہ حدیث نہ متواتر نہ مشہور بلکہ موضوع ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر صرف اتنا ہے۔ تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ ان بارہ ائمہ اہل بیت میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی خلافت پر فائز رہے۔ ان کے بعد صرف چھ ماہ تک امام حسن نے یہ منصب اپنے پاس رکھا۔ امام حسین کو خلافت کا ایک دن بھی نہ مل سکا۔ ان کے بعد امام زین العابدین نے شیعوں کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں امامت

قبول ہی نہیں کی پھر کس طرح وہ ترتیب مخصوص من اشد ہو سکتی ہے۔ جس پر اشد نے بالفعل خلافت و امامت کی ترتیب نہ چلنے دی۔ شیعوہ کتاب سے امام زین العابدین کے انکار خلافت کا حال سینئے۔

تاریخ ائمہ۔

اور عبد اللہ بن زبیر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کو چالیس دن گزر گئے۔ تو دفعہ "یزید کے مرنے کی خبر آئی۔ اس کے بعد حصین مدینہ واپس آیا۔ اور رات کو چند سواروں کے ساتھ مدینہ سے باہر گیا۔ تاکہ اپنی فوج کی غذا کا سامان کرے۔ وہاں دیکھا کہ حضرت امام زین العابدین تشریف لاتے ہیں۔ اور حضرت کے ساتھ اونٹ پر غذا کا سامان کافی ہے۔ اس نے حضرت کو نہیں پہچانا۔ اور کہا مجھے اس سامان کی ضرورت ہے۔ میرے ہاتھ بیچ دو۔ حضرت نے اس کو جواب دیا۔ کہ یہ سامان بیچنے کا نہیں ہے۔ ہاں اگر تم کو ضرورت ہو تو یونہی سب لے لو۔ اس جو دو سنا کو دیکھ کر حصین نے حضرت سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ حضرت نے فرمایا میں علی بن حسین ہوں۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حصین بن نمیر ہوں۔ یہ سنا ہی حضرت اس کو پہچان گئے۔ کہ یہ کر بلا میں لشکر یزید کے ساتھ تھا۔ اور بڑے بڑے ظلم کئے تھے۔ مگر حضرت نے ان باتوں کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور اس سے پوچھا اب میں جاؤں؟ اس نے کہا نہیں یزید مر گیا۔ اور دنیا بے خلیفہ ہو گئی ہے۔ لوگ ایسے شخص کی تلاش میں ہیں۔ جس کی بیعت کریں گے آپ میرے ساتھ شام تشریف لے چلیے۔ تاکہ پوری دنیا کو آپ کا تابع کر دوں۔ کیونکہ اس وقت روسے زمین پر آپ کے سوائے کوئی امام برحق نہیں ہے۔ آپ ہی مسلمانوں کے بادشاہ ہوں۔ حضرت نے فریاد میں نے خدا سے عزوجل سے نذر کی ہے۔ (ظاہری بادشاہت) قبول نہیں کروں گا۔ یہ فرما کر حضرت نے اپنا اونٹ بڑھایا۔ اور حصین بن نمیر کے خیمہ کے دروازے پر وہ کل سامان اتار کر اپنے گھر تشریف

(تاریخ ائمہ مصنفہ سید علی حیدر نقوی ص ۲۹۴)

مطبوعہ کتب خانہ شاہ نجف لاہور)

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حسین بن نمیر وہ شخص ہے جو یزید کی طرف سے سپہ سالار تھا۔ اس نے جب عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا۔ تو امام زین العابدین اس کے پاس غلے کرپہنچے اور مفت دینے کی پیشکش کی۔
- ۲۔ حسین بن نمیر اس سخاوت سے متاثر ہوا۔ اور پوچھا نام کیا ہے۔ جب پتہ چلا کہ یہ علی بن حسین ہیں۔ تو فوراً یزید کی موت کا ذکر کر کے امام موصوف کو خلیفہ بننے کی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے اُسے ٹھکرا دیا۔
- ۳۔ امام زین العابدین نے خلافت کی پیشکش یہ کہہ کر ٹھکرا دی۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے۔ اور نذر مانی ہے۔ کہ خلافت ظاہری قبول نہیں کروں گا۔ ان امور سے بالکل واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر ائمہ اہل بیت کی امامت و خلافت مخصوص من اللہ ہوتی۔ اول تو اس کی خاطر کسی سے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اس کے لیے کوئی پہا نہ بنا دیتا۔ لیکن جب حسین بن نمیر نے مفت غلے کی پیشکش کے جواب میں امام زین العابدین کو خلافت کی پیشکش کی۔ تو آپ نے نذر پوری کرنے کی غرض سے غلے تو دے دیے۔ لیکن خلافت سے انکار کر دیا۔ تو اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ائمہ اہل بیت کی خلافت ظاہرہ کے بارے میں نہ تو کوئی آیت قرآنیہ آئی ہے۔ اور نہ ہی کسی حدیث نبوی میں صراحتاً اس کا پتہ چلتا ہے۔ ہاں اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت امت کے

روحانی بادشاہ ہیں۔ اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اگر خلافت ظاہری مخصوص من اللہ ہوتی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد حضرت علی المرتضیٰ کو خلافت کی سند پر بٹھایا جاتا اور اگر مخصوص من اللہ ہوتی۔ تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت کا بوجھ سنا رہتے۔ اور اس سے دست برداری ہرگز نہ فرماتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ایسے اسباب پیدا نہ فرماتا جو خلافت سے دست برداری یا محرومی کا ذریعہ بنتے۔

جواب دوم: ینابیع المودہ کا مصنف شیعوں ہے۔

”ینابیع المودۃ“ کے مصنف بقول معترض اہل سنت کے امام ہیں۔ اور ان کی کتاب سنیوں کی قابل اعتبار کتاب ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اس کتاب کا مصنف سلمان بن ابراہیم ۲۹۴ھ میں فوت ہوتا ہے۔ یعنی آج سے تقریباً ایک سو اٹھ سال قبل۔ اس لیے اہل سنت کے سلف صالحین میں سے تو یہ ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی اس کے دور یا اس کے بعد میں اُن کے والے علماء محققین نے اس کی ثقاہت اور عدالت کا ڈھونڈ اور اپٹھا ہے۔ بلکہ ایک واعظ تھا۔ اور وعظ و نصیحت کے میدان میں رہتا اور بات ہے۔ اور تحقیق کے باغ میں زبردگی بسر کرنا اور بات ہے۔ پھر اس واعظ کی تخریرات سے شیعت طے پکتی ہے۔ کیونکہ بہت سے مقامات پر دوران تحریر حیب حضرات ائمہ اہل بیت کا نام ذکر کرتا ہے۔ تو انہیں معصوم لکھتا ہے۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک یہ ایک اجماعی معاطہ ہے۔ کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان معصوم نہیں۔ لہذا اس قسم کے معمولی واعظ اور غیر محتاط مصنف کی باتیں اہل سنت کا نہ تو مسلک ہو سکتی ہیں۔ اور نہ ہی ان کو بطور دلیل سنیوں کے خلاف استعمال کرنا زیب دیتا ہے۔ بلکہ بھی ابھی شیعوں کی معتبر کتاب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ پر ہمیں یہ واضح ترین مبارکہ نظر آئی ہے کہ ینابیع المودۃ یعد من کتب الشیعۃ۔ اب معاطہ واضح ہو گیا ہے

جواب سوم: اس حدیث کے راوی شیعہ ہیں

چلیے صاحب "ینابیع المودة" کو بالفرض سنی مان لیتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ "ینابیع" میں مذکور روایت کی سند کو ایک اور کتاب کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ جس کا نام خود مصنف نے "فرائد السطین" ذکر کیا۔ آیتے ہم اس اصل کتاب کو کھولیں اور اس مذکور حدیث کی سند دیکھیں۔

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ بَابُوِيَه
الْقَمِي أَخْبَرَنِي أَبُو الْمُفَضَّلِ مُحَمَّدُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الشَّيْبَانِي
عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُطَرِّفِ بْنِ سَوَارِ بْنِ الْحَسَنِ
الْقَاضِي الْحَسَنِيِّ بِمَخْطَأَةِ آبَائِنَا
أَبُو الْحَاسِمِ الْمَهَلِي الْمَغِيرَةَ بْنِ
مُحَمَّدٍ قَالَ آبَائِنَا عَبْدُ الْقَفَّارِ
بْنُ كَثِيرٍ الْكُوفِيُّ عَنْ هَيْثَمِ بْنِ حَمِيدٍ
عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ قَدِمَ يَهُودِيٌّ

فرائد السطین جلد ۲ ص ۱۲۲ باب حادی

والثلاثون

صاحب فرائد السطین نے مذکور حدیث کی سند میں جس شخص کو اپنا شیخ ذکر کیا۔
یا جس شخص سے یہ روایت سنی۔ یہ وہی شخص ہے جو "من لا یحضرہ الفقیہ"۔
نامی کتاب کا مصنف ہے۔ یعنی محمد بن علی بن بابویہ القمی۔ مذکورہ کتاب (من لا

میحضرہ الفقیہ) مذہبِ شیعہ کی صحاحِ اربعہ میں سے ایک ہے اور اسی راوی کو "شیخ صدوق" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ متعصب شیعہ ہے۔

آپ اندازہ کر لیں کہ جس روایت کا راوی ایک ایسا شخص ہو جس کے شیعہ ہونے میں کسی کو شک و شبہ نہ ہو (کیونکہ مذہبِ شیعہ کا یہ ایک بہت بڑا امام ہے بلکہ مذہبِ شیعہ کا اکثر و بیشتر طور پر یہ بانی اور مجدد ہے)، تو ایسے کٹر شیعہ جگہ مذہبِ شیعہ کے بانی سے منقول روایتِ اہل سنت پر کیوں کر حجت ہو سکتی ہے۔

اسی سند کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "فرائد السمعیین" کے مصنف کو اس شیعہ عالم کی شاگردی کا تعلق رہا ہے۔ اور اسی تعلق کو اس روایت سے اور بھی پختہ کر کے ظاہر کر دیا ہے۔ کیونکہ اس روایت میں مسلکِ شیعہ کو بیان کیا گیا ہے تو ان شواہد کے ہوتے ہوئے اس مصنف کے سُنی ہونے پر کس طرح یقین کیا جاسکتا ہے۔

اسی کتاب میں مصنف نے جہاں کہیں ائمہ اہل بیت کا ذکر کیا، ان کے اسماء گرامی کے ساتھ "معصوم" لکھا۔ جو شیعہ مذہب کی نشاندہی کرتا ہے۔ کیونکہ اہل سنت (جیسا کہ گذر چکا)، انبیائے کرام کے علاوہ کسی انسان کو معصوم نہیں کہتے۔ اس سے بھی اس کے شیعہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ صاحب "ینابیع المودۃ" پختہ سُنی نہیں۔ (اگر سنی مانا جائے، بلکہ معلوم ہوتا ہے، کہ یہ بھی شیعہ مسلک پر کار بند ہے۔ کیونکہ کسی سُنی کا اپنی کتاب میں ایسی بات لکھنا جو مسلکِ اہل سنت کے بالکل برعکس ہو قطعاً متوقع نہیں ہو سکتا۔ لہذا جب اس سے ایسا بات یا عقیدہ ذکر کیا یعنی یہ کہ ائمہ اہل بیت منصوص من اللہ ہے جس کا اہل سنت کے مسلک سے دور کا بھی تعلق نہیں تو پورا۔ سے سُنی کون کہے گا؟ اس پر مزید یہ کہ اس نے مذکورہ کتاب اہل تشیع نے قم میں چھپوائی اور وہاں سے اس کی اشاعت کی۔

الحاصل

بارہ ائمہ اہل بیت کے بارے میں ہر سنی کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ عالم روحانیت میں عوام کے بادشاہ ہیں۔ مگر جن احادیث میں بارہ خلفاء امراء یا ملوک کا تذکرہ آیا ان سے مراد ظاہری منصب کے حاملین اور ظاہری امامت و خلافت کی صراحت اس طور پر ہے کہ ان خلفاء کے دو خلافت میں دین مضبوط ہوگا۔ سرحدوں پر امن رہے گا۔ لہذا ان احادیث سے مراد ائمہ اہل بیت ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان میں ہر ایک منصب خلافت ظاہری پر ممکن نہ ہوا۔ درنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو جھوٹا کہنا پڑے گا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی تصدیق منظور ہے تو پھر ان بارہ ائمہ سے مراد وہی لینے پڑیں گے۔ جن کو اہل سنت بارہ خلفاء کہتے ہیں اور تاریخی شواہد بھی اس کی تصدیق دتا کر رہے ہیں۔ پھر یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی میں بارہ اشخاص کو مختلف تین الفاظ و خلفاء امراء، ملوک، سے ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ کے بارہ امام ہی نہ ہوں گے۔ بلکہ ان میں کچھ محض عنان حکومت سنبھالنے والے ہوں گے۔ یہ تمام حقائق اسی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جو اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ (و باللہ التوفیق)

اعتراض سوم

صحابہ ثلاثہ ظالم ہونے کی وجہ سے لائق

خلافت نہ تھے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ
 قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ
 ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا يَنْتَهِ عَهْدِي
 الظَّالِمِينَ۔

پہلے نمبر (۱) سورہ بقرہ آیت ۱۲۴

نمبر (۱۵)

ترجمہ:

اور یاد کیجئے جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند کلمات

سے آزمایا جواہوں نے پورے کر ڈالے۔ اللہ نے فرمایا میں آپ کو لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔ عرض کیا اور میری اولاد سے بھی۔ فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

اس آیت سے دو امر ثابت ہوئے۔

۱۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے تمام آزمائشیں پوری کر ڈالیں جو اللہ نے ان پر ڈالی تھیں تو اعلان ہوا کہ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام! ہم آپ کو امام بنانے والے ہیں۔

۲۔ منصب امامت کے ملنے پر انہوں نے اپنی اولاد کے لیے اس منصب کی عرض کی۔ تو جواب ملا۔ یہ منصب ظالموں کو نہیں ملے گا۔

نتیجہ:

منصب امامت پر فائز ہونے کے لیے ظلم سے کنارہ کش ہونا شرط لازم ہے یا تو یہ لوگ کہہ لیجئے۔ کہ ظالم دو امام، نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

ان الشرك لظلم عظیم، (شُرک بہت بڑا ظلم ہے)

کتاب تاریخ اس امر کی شاہد ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ اسلام لانے سے قبل مشرکانہ

زندگی بسر کرتے رہے۔ اور شریک زندگی گزارنے والا بہت بڑا ظالم ہوتا ہے۔

لہذا اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق یہ تینوں حضرات دو امامت، کے قابل اور

اہل نہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے خلافت و امامت دبا لے رکھی۔ تو

معلوم ہوا۔ کہ یہ تینوں غاصب ہونے کی وجہ سے درخليفة الرسول، کہلانے کے

مستحق نہیں ہو سکتے۔؟

جواب اول :- شیعوں کا تصور امامت

طعن مذکورہ کا جواب دینے سے قبل میں یہ ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ آیت مذکورہ کی معتبر اور مستند تفسیر ذکر کر دی جائے۔ کیونکہ جواب کا اس پر کافی دار و مدار ہے۔ سو عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت سی آزمائشوں میں مبتلا فرمایا۔ تاریخِ نبوی کی آزمائش، وطنِ مالوف سے ہجرت کی آزمائش، بڑھاپے میں عطا کئے گئے نختِ جگر کی قربانی کی آزمائش، بے آب و گیاہ میدان میں بیوی بچے کو چھوڑ آنے کی آزمائش، اسی سال کی عمر میں نختہ کرنے کی آزمائش وغیرہ۔ ان کے علاوہ مونچھیں لپیٹ کرنے، ناخن کاٹنے، بظلوں کے بال کاٹنے اور مسواک و مانگ وغیرہ اعمال و افعال کی بجا آوری کے ذریعہ ابتلاء و آزمائش لینے کے بعد جب اللہ کے فضل و کرم سے انہوں نے ثابت قدمی دکھائی۔ تو خالق کائنات نے انہیں فرمایا۔ انی جاعلک للناس اماما۔ تمہیں انسانیت کا پیشوا و امام بنانے والا ہوں۔ اور تاقیامت تمہاری پیروی جاری رہے گی۔

آیت کریمہ مذکورہ میں دو امامت، اس سے مراد اگرچہ نبوت ہی ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نبوت دوسرے انبیاء کرام سے عام تھی۔ و جب اس کی یہ ہے۔ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو اصول دین عطا فرمائے۔

بعد کے تمام انبیاء کرام نے انہی اصول کی پیروی کی۔ اور بایں وجہ وہ امام کہلائے۔ اور باقی پیغمبروں نے اپنے آپ کو وراہِ ابراہیمی، کہلانے پر فخر محسوس کیا۔

اس مقام پر یہ قدر شہ نہ پڑے۔ کہ اس طرح تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام

ہمارے آقا اور نبی الانبیا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امام صلی اللہ علیہ وسلم۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ تو اس حدیث کا تدارک یوں سمجھئے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے دو لفظ اس اھاہا، کے الفاظ ذکر ہوئے۔ یعنی انسانوں کے امام۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو لفظ عالمین مذیوراء، (یعنی تمام کائنات کے ڈرانے والے) کے الفاظ مذکور ہیں۔ اس لیے اگرچہ یہ درست ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیت ابراہیمی کے ہی مبلغ تھے۔ لیکن آپ کو اللہ رب العزت نے وہ مقام عطا فرمایا۔ کہ تمام انبیاء کرام سے آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کا اہدیا گیا۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ آپ کی ذات والا صفات اس سے مستثنیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں جس امامت کا ذکر فرمایا۔ اس سے مراد الہی شیعہ کی مروجہ امامت نہیں ہے۔ ان کے ہاں امامت کا تصور اس قدر عظیم ہے کہ یہ اپنی کتب میں لکھتے ہیں۔ کہ تمام انبیاء کرام کی نبوت و رسالت امامت کی رہین منت ہے۔ اسی لیے جس پیغمبر نے امامت، اس کے بارے میں اپنے خیالات نہ رکھے۔ اسے مختلف پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آدم علیہ السلام جنت سے کیوں نکالے گئے؟ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کیوں ڈالے گئے؟ یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں کیوں پھینکا گیا؟ یہ سب کچھ اس لیے ہوا؟ کہ انہوں نے امامت، کو قبول نہ کیا۔ حوالہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

✽

”وامامت و ولایت“ کے قبول کرنے

میں توقف کرنے پر پیغمبروں کو سزا میں

دی گئیں

انوار تہمانیہ:

إِنَّ اللَّهَ لَمُيَّبَعْتُ نَبِيًّا مِنْ آدَمَ إِلَى أَنْ
صَارَ جِدُّكَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ الْأَوْفَادُ عَرْضَ عَلَيْهِ وَلَا يَتَكُمُ أَهْلَ
الْبَيْتِ فَمَنْ قَبِلَهَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ سَلِمَ
وَ تَخَلَّمَ وَ مَنْ تَوَقَّفَ عَنْهَا وَ تَتَعَمَّقُ
فِي حَمَلِهَا لَقِيَ مَا لَقِيَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مِنَ الْمُعْصِيَةِ وَ مَا لَقِيَ نُوحٌ مِنَ الْفِرْقِ
وَ مَا لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ النَّارِ
وَ مَا لَقِيَ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْجُبِّ
وَ مَا لَقِيَ أَيُّوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْبَلَاءِ وَ
مَا لَقِيَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْخَطِيئَةِ
إِلَى أَنْ بَعَثَ اللَّهُ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَوْحَى
اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ يَا يُوسُفُ تَوَلَّى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
عَلِيًّا وَالْأَيْمَةَ الرَّاشِدِينَ مِنْ صُلْبِهِ فَقَالَ

كَيْفَ اتَّوَلَىٰ مَنْ لَمَّا آرَاكَ وَلَمَّا عُرِفَهُ ۗ وَذَهَبَ
مُنَايَسًا فَأَوْحَىٰ اللَّهُ تَعَالَىٰ إِلَىٰ الْحَوَاتِمِ اَلتَّقِيْمِي يُوْنُسَ

(انوارِ نمائیہ جلد اول ص ۲۵ نورِ علوی)

مطبوعہ تبریز طبع جدید

ترجمہ :-

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک
جتنے انبیائے کرام بھیجے۔ ان میں سے ہر ایک پر اسے اہل بیت
تمہاری ولایت پیش کی گئی۔ پھر جس نے اسے مانا۔ وہ سلامت رہا
اور نجات پا گیا۔ اور جس نے پیغمبر نے اس میں توقف کیا۔ اور پس و پیش
کیا۔ تو اسے جو سزا ملی وہ ملی۔ حضرت آدم سے معصیت کا قصور
حضرت نوح کو طوفان سے واسطہ، ابراہیم علیہ السلام کو تار و ٹور کا سامنا
یوسف علیہ السلام کو اندر سے کنوؤں میں پھینکا جانا، ایوب علیہ السلام کو
بیماری لگنا، داؤد علیہ السلام کو خطا کا سامنا، کرنا پڑا یہ سب کچھ اسی توقف
کی وجہ سے ہوا۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو معوث کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ
نے ان کی طرف وحی بھیجی۔ اسے یونس! امیر المؤمنین علی اور ان کی اولاد
کی ولایت کو تسلیم کر لو۔ عرض کی۔ یا مولیٰ۔ جس کو دیکھا، نہیں جس کو جانتا، ہمیں
اس کی ولایت کیسے تسلیم کر لیں؟ یہ کہہ کر ناراض ہو کر چل پڑے۔ تو اللہ تعالیٰ
نے مچھلی کو حکم دیا۔ کہ یونس کو نگل جا۔

چ

حضرت آدم علیہ السلام اہل بیت کے ساتھ

حسد و بغض کی بنا پر ظالم قرار دیئے گئے

معانی الاخبار:

قَالَ اللَّهُ جَلَّ جَلَالُهُ إِيَّاكُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَيْهِمْ
 بِعَيْنِ الْحَسَدِ وَتَتَمَنَّىا مَنَزِلَتَهُمْ عِنْدِي
 وَمَحَلَّهُمْ كَرَامَتِي فَتَدْخُلَا بِذَلِكَ فِي نَهْيِي
 وَعِصْيَانِي فَتَكُونَا مِنَ الظُّلَمِيْنَ قَالَا رَبَّنَا
 وَمِنَ الظُّلَمُوْنَ ؟ قَالَ الْمُدَّعُوْنَ لِمَنْزِلَتِهِمْ
 بَعِيْرِحَقِّ قَالَا رَبَّنَا فَأَرِنَا مَنَازِلَ ظَالِمِيْهِمْ
 فِي نَارِكَ قَالَ هَزْوَ جَلَّ مَكَانُ الظُّلَمِيْنَ
 لَهُمُ الْمُدَّعِيْنَ لِمَنْزِلَتِهِمْ فِي اسْقَلِ دَرِكٍ
 مِنْهَا فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ
 وَحَمَلَهُمَا عَلَى تَمَنِّيْ مَنْزِلَتِهِمْ فَتَنْظُرُوا إِلَيْهِمْ
 بِعَيْنِ الْحَسَدِ فَبَعَدَ لَاحِقِيْ أَكْلًا مِنْ شَجَرَةِ
 الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُمَا إِنَّكُمْ أَظْلَمْتُمَا
 أَنْفُسَكُمْ بِتَمَنِّيْ مَنْزِلَتِهِ مِنْ فَضْلِ عَلَيْكُمْ
 فَتَالَا اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ
 الْاَكْرَمِيْنَ عَلَيْكَ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ

وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْأَيْمَةَ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ أَنَّ تُبَّتَ عَلَيْنَا فَلَمْ
يَزَلْ أَنْبِيَاءُ اللَّهِ بَعْدَ ذَلِكَ يَحْفَظُونَ هَذِهِ
الْأَمَانَةَ وَيُخْبِرُونَ بِهَا أَوْصِيَاءَهُمْ .

(معانی الاخبار تصنیف ابن ابویہ قمی،

ص ۱۰۹ تا ۱۱۰ باب معنی الامانۃ الہی

عرضت الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا دونوں کو فرمایا۔ خبردار! تم دونوں حضرات ائمہ کرام
کی طرف حسد کی نظر سے مت دیکھنا۔ اور ان کا جو میرے نزدیک مقام و
مرتبہ ہے اس کی آرزو مت کرنا۔ اور جو میں نے انہیں بزرگی عطا کی اس
کی خواہش نہ کرنا اور نہ میری نافرمانی اور حکم عدولی کے مرتکب ہو کر ظالموں
میں سے ہو جاؤ گے۔ کہنے لگے۔ یارب! ظالم کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ
جو ائمہ اہل بیت کے مقام تکمیل مدعی ہوں گے۔ عرض کیا۔ پروردگارا!
دوزخ کی آگ میں ایسے ظالموں کا مقام تو دکھا دیجئے۔ اللہ نے فرمایا۔
ان کے مقام مرتبہ کے دھوے داروں کا مقام دوزخ کے سب سے
پنچلے حصہ میں ہے۔ پتھریطان نے ان دونوں کو دوسو سو ڈالا۔ اور ان کے
مرتبہ و منزلت کی تمنا یرا بھارا۔ تو ان دونوں نے ان کی طرف حسد کی
آنکھ سے دیکھا۔ اور رسوا ہوئے۔ حتیٰ کہ درخت گندم کھا یا۔ تو اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ تم دونوں نے یقیناً اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے۔ کیونکہ ان تنہا
کے مقام و مرتبہ کی تم نے خواہش کی۔ جنہیں تم پر فضیلت دتی گئی ہے۔

دونوں عرض کرنے لگے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے واسطے سے درخواست کرتے
 ہیں۔ جو تیرے نہایت برگزیدہ بندے ہیں۔ اور تمام ائمہ اہل بیت
 کے واسطے سے سوائی ہیں۔ کہ تو ہمارے قبول فرما.....
 اسی لیے تمام انبیاء کے کرام اس امانت کی حفاظت فرماتے رہے
 اور اپنے وصیت شدہ احباب کو اس کی خیر کرتے رہے۔

اصول کفر میں سے دو (حسد،

حرم) آدم علیہ السلام میں پائے گئے

اصول کافی،

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَصُولُ
 الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ فِي الْحِرْصِ وَالْإِسْتِكْبَارِ وَالْحَسَدِ
 فَأَمَّا الْحِرْصُ فَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ
 نُهِيَ عَنِ الْفَجْرَةِ حَمَلَهُ الْحِرْصُ عَلَى أَنْ
 أَكَلَ مِنْهَا.

۱۔ اصول کافی جلد ۱ ص ۲۸۹ کتاب

الایمان والکفر باب فی اصول الکفر

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ امالی شیخ صدوق ص ۲۵۱، المجلس

الخامس وا... مطبوعہ تہران۔)

ترجمہ:

حضرت امام ابو جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کفر کے اصول تین ہیں۔
 حرم، تکبر اور حسد۔ ہر مال حرم تو حضرت آدم علیہ السلام کو جب درخت
 (کھانے) سے منع کیا گیا۔ تو انہوں نے حرم کی وجہ سے اسے
 کھالیا۔

بحار الانوار:

فَايَاكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِمْ بِعَيْنِ الْحَسَدِ فَأَخْرَجَكَ
 عَنْ جَوَارِي فَتَنْظُرَ إِلَيْهِمْ بِعَيْنِ الْحَسَدِ وَ
 تَمَتُّ مَنَزِلَتَهُمْ فَتَسْتَطَّ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ
 حَتَّى آكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي نُهِىَ عَنْهَا وَتَسْتَطَّ
 عَلَى حَوَاءَ لِنَظَرِهَا إِلَى قَائِمَةٍ (ع) بِعَيْنِ
 الْحَسَدِ حَتَّى آكَلَتْ مِنَ الشَّجَرَةِ كَمَا آكَلَ آدَمُ
 فَأَخْرَجَهُمَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ جَنَّتِهِ -

(۱) بحار الانوار جلد ۱۶ تصنیف تلا

بمقر مجلسی ص ۳۶۲ تاریخ نبینا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) عمون اخبار الرضا جلد اول ص ۲۳۹

تصنیف شیخ صدوق۔ اختلاف

الناس فی الشجرہ۔ مطبوعہ تہران،

طبع جدید

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم! خبردار کہ تو نے حسد کی نظر سے۔

ائمہ اہل بیت کو دیکھا۔ ورنہ میں تجھے اپنے پڑوس سے نکال دوں گا۔
 سواہنوں نے حسد کی آنکھ سے دیکھا۔ اور ان کے مرتبہ کے حصول کی
 خواہش کی۔ تو شیطان نے قابو پایا اور بالآخر اس درخت کو کھایا جس سے منع کیا
 گیا تھا اور حواد پر بھی شیطان نے قابو پایا۔ کیونکہ انہوں نے بھی حضرت فاطمہ رضی
 کی طرف حسد کی نظر سے دیکھا تھا۔ بالآخر انہوں نے درخت کا پھل کھا
 لیا۔ جیسا کہ حضرت آدم نے کھایا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اپنی
 جنت سے باہر نکال دیا۔

طحاہ فکریہ:

طعن زیر بحث میں اہل تشیع نے جس اصل اور ضابطہ کے پیش نظر حضرات خلائق
 ثلاثہ کو نااہل ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ انہیں سرے سے مسلمان ہی نہ مانا۔ اسی اصل
 ضابطہ کی رو سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی منصب امامت و نبوت کے
 حق دار نہیں بنتے۔ بلکہ ان میں کفر یہ اصول پائے جانے کی وجہ سے (معاذ اللہ)
 کافر ٹھہرے۔ حضرت آدم کو ماسد اور حریم کہا گیا۔ اور اس جرم کی پاداش میں ان
 سے جنت چھین لی گئی۔ حضرت نوح، یونس، ابراہیم و عیزہ کو ان کی من گھڑت امامت
 میں توقف کی بنا پر مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ سبحان اللہ! ایک ہی تیرے کیا
 کیا شکار کیا؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

»رابع الخلفاء، کی انوکھی توجیہ اور

اس کی زو میں آنے والے

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک قول جو مناقب ابن شہر آشوب ج ۳^{۶۳} میں مذکور ہے۔ (۱) میں نے تحفہ جعفریہ کے سرورق پر لکھا۔ قول یہ ہے۔ هُنَّ لَمْ يَتَلُّنَّ اِنِّي رَافِعُ الْخُلَفَاءِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔ جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت۔ اس واضح قول کو دیکھ کر اہل تشیع کی ہنڈیا میں اُبال آگیا۔ اور مجھے لکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا تم غلط مطلب لے رہے ہو۔ یعنی یہ کہ آپ ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی کے بعد چوتھے خلیفہ ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پہلے تین خلفاء جو ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت آدم، حضرت داؤد اور حضرت ہارون علیہم السلام۔ کیونکہ اس قول کی تفسیر ہماری کتاب »عیون اخبار الرضا« میں ان الفاظ سے مذکور ہے۔

عیون اخبار الرضا،

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
(ع) قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَقْسِي مَعَ النَّبِيِّ (ص)
فِي بَعْضِ طُرُقَاتِ الْمَدِينَةِ إِذْ لَقِينَا شَيْخًا
طَوِيلًا كَثُ اللَّحْيَةِ بَعِيدًا مَابَيْنَ الْمَنْكَبَيْنِ
فَسَلَّمْنَا عَلَى النَّبِيِّ (ص) وَرَجَبْنَا بِهِ

ثُمَّ التَّيَّنَتْ إِلَى فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيَّ كَغَا
رَابِعَ الْخُلَنَاءِ۔

(یعنی اخبار الرضا جلد دوم ص ۹
من دان بغیر سماع الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام حسین بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں
(علی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرینہ منورہ کی ایک گلی میں جا رہے تھے۔ کجاچانک
ہمیں ایک طویل القامت گھنی داڑھی والا بزرگ ملا۔ جس کی چھاتی بہت
چوڑی تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ اور خوش آمدید کہا۔
پھر میری طرف مڑ کر مجھے کہا۔ اسے چوتھے خلیفہ تم پر سلام ہو۔

دیکھئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں چوتھا
خلیفہ کہا گیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پہلے
تین خلفاء ہو چکے ہیں۔ کیونکہ خلافت صدیقی، فاروقی اور عثمانی کا دور تو بعد میں آ رہا
ہے۔ تو وہ تین گزشتہ خلفاء کون تھے۔؟ وہی حضرات، انبیائے کرام ہیں۔ جن کی خلافت
کا ذکر قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اول حضرت آدم، دوم حضرت داؤد اور سوم حضرت
دارون علیہم السلام۔

اہل تشیع کی اس انوکھی توجیہ کا تفصیلی جواب جلد اول میں تحریر ہو چکا ہے۔ جس
کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ خلافت دو قسم کی ہے۔ خلافت اللہ اور خلافت الرسول۔ حضرت
آدم، حضرت داؤد اور حضرت دارون علیہم السلام خلیفۃ اللہ تھے۔ یہی نہیں بلکہ تمام پیغمبر
خلیفۃ اللہ ہیں۔ ہماری گفتگو اس خلافت میں نہیں ہے۔ بلکہ خلیفۃ الرسول ہمارا موضوع ہے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کی ترتیب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چوتھا نمبر ہے۔ اور خلافت سے مراد خلافت الرسول تمہیں بھی تسلیم ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تم خلیفۃ بلا فصل کا عقیدہ رکھتے ہو۔ تو حضرت علی کس کے بلا فصل خلیفہ ہیں۔ تو تم خود ان سے پہلے تین خلفاء کا ہونا تسلیم کر رہے ہو۔ پھر بلا فصل، کہاں کا عقیدہ؟ اور دوسری بات یہ کہ اگر ترتیب وہی مانی جائے جو وہ عمیون اخبار رضا سے مراد ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ اللہ ہونے کی وجہ سے نبی ماننا پڑے گا۔ اور تمہاری ہی کتب ائمہ اہل بیت میں سے کسی — کو نبی ماننے والے کو ملعون بتلاتی ہیں۔

تیسری اہم بات یہ کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ اسی ترتیب سے مانا جائے۔ جو مترس کے ہاں بیان کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے خلیفہ اول حضرت آدم علیہ السلام ہوئے۔ تو پھر ہم دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ جب تم حضرت آدم کو ظالم اور عاصد بلکہ ان پر شیطان کا تسلط تسلیم کرتے ہو۔ تو پھر ایسے شخص کو تمہارے اصول و قواعد خلیفہ و امام ماننے کو ہرگز تیار نہیں ہیں۔ جب وہ اس منصب کے اہل ہی نہ ٹھہرے۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چوتھا درجہ کن تین کے بعد متحقق ہوگا؟

⋮

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت سے

استدلال اور خود ان کے بارے

میں اہل تشیع کا عقیدہ

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں نازل شدہ آیت کریمہ سے جو طعن کی صورت بنائی گئی۔ اس میں معترض نے عجیب و غریب روپ اپنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو منصبِ خلافت اور امامت سے قاصر مانا۔ حالانکہ انہیں خلیفہ اول بھی تسلیم کیا گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں جو اللہ رب العزت نے فرمایا۔ کہ دو منصب امامت، ظالم کو نہیں دیا جاسکتا اس سے استنباط یہ کیا گیا۔ کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ بات بہر حال طے شدہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو امام، ہوئے۔ اور معصوم بھی تھے۔ لیکن اہل تشیع انہیں باوجود دو امام، مانتے کے معصوم نہیں قرار دیتے۔ بلکہ گنہگار اور غلطی کا مرتکب کہتے ہیں۔ ان دونوں باتوں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہمیت و شانِ امامت اور ان سے گناہ کا صدور دونوں کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

ترجمہ مقبول شیعہ:

کتاب کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ پروردگار عالم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عہد مقرر کیا۔ اور

رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا۔ اور خلیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے رسول مقرر کیا۔ اور امام مقرر کرنے سے پہلے خلیل بنایا اور جب یہ سب مدارج طے ہو گئے تو ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمْلًاؕ اس سبب سے جناب ابراہیم علیہ السلام کی نظر میں امامت کی وہ عظمت تھی کہ اس کا انہوں نے اپنی اولاد کے لیے بھی سوال کیا۔ یعنی عرض کی وہن ذریتی یعنی میری اولاد سے بھی کسی کو یہ درجہ ملے گا۔ (خدا نے) فرمایا۔ لاینال عہدی الظالمین۔ میرا معاہدہ ظالموں سے نہیں ہے۔

(ترجمہ قرآن۔ از مقبول شیعوں زیر اہانت)

اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

پارہ اول مطبوعہ لاہور)

تفسیر دوامع التنزیل:

مراد از فَاَلَمْ نَجْعَلْکَ اٰیٰتٍ کہ تمام کرد ابراہیم و اعتقاد نمود با امامت ائمہ اثنی عشرت حضرت قائم آل محمد کہ تسع از ایشان از اولاد حضرت امام حسین اند و چون حق تعالیٰ کی خواست مارا کے عزم ابراہیم بر ما مور بہ اعتقاد کردن او با امامت ائمہ اثنی عشرت جزا کے باو ہر قَالْ کَفت اِنِّیْ جَاعِلُکَ بِرَسُوْلِکَ مَنْ کَرُوْا نَعْنَدَہٗ تُوَامٍ بعد از مرتبہ نبوت للناس برائے مردمان۔ (تفسیر بیہیہ عاشیہ لامع التنزیل)

جلد اول ص ۲۹ مطبوعہ لاہور۔)

ترجمہ: فَاَلَمْ نَجْعَلْکَ سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

بارہ اماموں کی امامت کا اعتقاد مکمل کر لیا۔ یہ بارہ امام حضرت قائم آل امام
ہمدی (تک نہین۔ ان میں سے ۱۹ اماموں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ
فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بارہ ائمہ کی امامت کے اقرار کرنے
اور اعتقاد رکھنے کی جزاء عطا فرمائے۔ تو فرمایا کہ بے شک میں تجھے مرتبہ
نبوت کے بعد لوگوں کی امامت کا مرتبہ عطا کر رہا ہوں۔

انوار نعمانیہ:

وَقَدْ عَرِضَ عَلَيْهِ وَلَا يَكُ أَهْلَ الْبَيْتِ
فَمَنْ قَبْلَهَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ سَلِمَ وَتَخَلَّصَ
وَمَنْ تَوَقَّفَ عَنْهَا وَتَتَعَتَعَ (۱) فِي حَمَلِهَا
لَقِيَ مَالِقَى آدَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ مِنْ
الْمُصِيبَةِ وَمَالِقَى نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مِنَ الْغَرَقِ وَمَالِقَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ مِنَ النَّارِ۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۲۵ مطبوعہ)

تبریز۔ طبع جدید

ترجمہ:

اے اہل بیت! تمہاری ولایت ہر ایک پیغمبر بدیش کی گئی۔ جو جس
نے مان لی۔ وہ سلامتی میں رہا۔ اور خلاصی پا گیا۔ اور جس نے اس
کے ماننے میں توقف کیا۔ اور پس و پیش کیا۔ تو اسے کوئی نہ کوئی،
مصیبت آن گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مصیبتِ رذخت کا پہل کھانے

کی صورت میں، حضرت نوح علیہ السلام کو طوفانِ آب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالا جاتا اسی امامت کے نہ ماننے کی وجہ سے تھا۔

مقامِ نبوت:

مذکورہ تین عدو حوالہ جات سے مختصر طور پر درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

- ۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقامِ نبوت سے پہلے مقامِ عبدیت حاصل تھا۔ پھر نبوت اور اس کے بعد رسالت اور پھر درجہِ نقلت عطا ہوا۔
- ۲۔ دو خلیل اللہ، ہونے کے بعد منصبِ امامت عطا ہوا۔
- ۳۔ منصبِ امامت اس لیے عطا ہوا۔ کہ انہوں نے بارہ ائمہ اہل بیت کی امامت کا اعتقاد قائم کیا۔

۴۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع شروع میں بارہ اماموں کی امامت ماننے میں توقف کیا۔ تو اس بنا پر انہیں نارِ نمرود میں ڈالنے کی سزا دی گئی۔ قطع نظر اس کے کہ ان حوالہ جات میں باہم کس قدر تناقض ہے۔ اتنی بات سب میں مشترک ہے۔ کہ منصبِ امامت ایسا عظیم منصب ہے۔ کہ عبدیت، نبوت رسالت اور نقلت کے بعد اس کا درجہ آتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ امامت کے لیے اس سے نچلے چار درجات کا ہونا ضروری ہے۔ (یعنی عبدیت، نبوت، رسالت، نقلت) لیکن یہ نہیں۔ کہ ہر عبد، ہر نبی، ہر رسول اور خلیل و امام، بھی ہو۔ مقبول احمد شیعہ کے ترجمہ میں سلاں کلینی کی عبارت دو بارہ پڑھ لیں۔ اور ائمہ اہل بیت میں سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول وارشاد بھیلاحظہ کریں۔ پھر دونوں کا تقابل اور موازنہ کریں۔ قول امام جعفر یہ ہے۔

رجال کشی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنِي
الْحَسَنُ الْوَشَّاعُ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ "ع" قَالَ مَنْ قَالَ بِأَنَّ أَنْبِيَاءَ
فَعَلِيٍّ لَعْنَةُ اللَّهِ مِنْ شَكِّ فِي ذَلِكَ فَعَلِيٍّ
لَعْنَةُ اللَّهِ -

(رجال کشی ص ۲۵۵ ذکر ابوالخطاب)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ جو بھی
یہ کہے۔ کہ ہم (اہل بیت) نبی ہیں۔ تو اس پر اللہ کی پھٹکار۔ اور جو اس میں
شک کرے۔ اس پر بھی اللہ کی لعنت۔

آپ نے دیکھا۔ کہ اہل تشیع کی من گھڑت امامت نے کیا کیا گل کھلائے
کس کس کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ ان ظالموں نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی
معاف نہ کیا۔ جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے یوں دیا۔ کہ خود اپنے ہی ائمہ کی زبانی لعنتی
قرار پائے۔ نبوت و رسالت سے منصب امامت کو فوقیت دی۔ اور حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بقول ائمہ اہل بیت کو نبی۔ والے پر لعنت ہے
تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (جو خود بھی منصب امامت پر فائز
ہیں۔) نے نبوت کو امامت سے کہیں اعلیٰ اور ارفع فرمایا۔ اور بے اصل لوگ
عقیدہ پر رکھتے ہیں۔ کہ منصب امامت سب درجات سے اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ

قرآن کریم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب دوم: اس آیت میں امامت مراد نبوت ہے

آیت مذکورہ میں "امامت" سے مراد نبوت و رسالت عام ہے۔ اور ایسی امامت کا واقعی کوئی ظالم و فاسق مستحق نہیں ہو سکتا۔ یعنی کوئی نبی اور رسول فاسق و فاجر نہیں ہو سکتا۔ اور یہی حقیقت ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کے کرام اور رسولان عظام پیدائش سے تا انتقال فسق و فجور اور ظلم کے مرتکب نہیں ہوئے۔ وہ معصوم ہوتے ہیں۔

اگر آیت مذکورہ میں امامت سے مراد اہل تشیع کی امامت ہے اس کے لیے ظالم آدمی اس لائق نہیں کہ اسے یہ منصب عطا کیا جائے۔ تو پھر ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیا اگر ظلم کے بعد سچی توبہ کر لی جائے۔ تو بھی ایسا شخص مستحق ترار نہیں پائے گا؟ یا یہ کہ منصب امامت کے استحقاق کے لیے ضروری ہے۔ کہ پیدائش سے تا دم آخر اس شخص سے قطعاً ظلم کا وقوع نہ ہوا ہو۔ اگر وجہ اول مراد ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کیا خیال ہے۔ جب کہ تم خود مان بھی رہے ہو۔ کہ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام دونوں خلیفہ اور امام برحق تھے۔ ان دونوں کے متعلق تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضرت آدم کو بارہا منہ کی امامت کے ماننے میں توفیق کی بنا پر عصیت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ کہ آپ ظالم ٹھہرے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی نار نمود کا سامنا اسی بنا پر کیا۔ تو اس کے باوجود انہیں امامت عطا کر دی گئی۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اگر ظلم کرنے کے بعد سچی توبہ قبول کر لی جائے۔ تو منصب امامت مل سکتا ہے۔ بلکہ

گیا ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جن تین خلفاء اور ائمہ کے بعد چوتھے خلیفہ اور امام ہیں۔ ان میں یہ دونوں حضرات بھی شامل ہیں۔ صفحات گزشتہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول (بقول اہل تشیع) اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ (من لہ یقل انی رابع الخلفاء فعلیہ لعنة اللہ) جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے گا اس پر اللہ کی لعنت۔

اور اگر دوسری شق مراد ہو۔ یعنی امام و خلیفہ کے لیے لازم ہے۔ کہ وہ پیدائش سے لے کر آخری وقت تک ظلم کا مرتکب نہ ہو۔ اور چونکہ خلفاء ثلاثہ کی ابتدائی زندگی ظلم و شرک سے عبارت ہے۔ اس لیے وہ خلافت و امامت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ یہ قانون اصلاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ محض من گھڑت اصل ہے۔ اگر اسے حقیقت پر مبنی قرار دیا جائے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت بھی اس اہل کائنات بن جائے گی۔ کیونکہ معتبر کتب شیعیہ میں درج ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کیا تھے۔ اور کس دین و مذہب پر تھے۔ ہم اس بات کو اہل تشیع پر چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن ان الفاظ سے معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اس دین پر نہ تھے۔ ورنہ پہلے سے موجود دین کو پھر سے قبول کرنے کا کیا مطلب؟

سطور بالا سے معلوم ہوا۔ کہ آیت مذکورہ میں دو امامت، سے مراد نبوت و رسالت ہے۔ اور معصوم ہونا بھی نبی اور رسول کے لیے ہی لازم ہے۔ اور ابتدائے پیدائش سے تا انتقال شرک و ظلم اور فسق و فجور سے پاک ہونا بھی انہی حضرات کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔ باقی رہی خلافت و امامت تو اس کے استحقاق کے لیے فی الحال کفر و شرک کا نہ ہونا ہی کافی ہے۔ اہل تشیع کی کتب میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ:

آتَهُ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ
يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ فِيهَا
الْكَافِرُ وَيَبْتَغُ اللَّهُ فِيهَا الْأَجَلَ وَيُجْمَعُ بِهِ
الْفَقْرُ وَيُعَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ وَقَاتَمُنُ بِهِ السُّبُلُ
وَيُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِي حَتَّى يَسْتَرْجِعَ
بُرًّا وَيَسْتَرَأِجَ مِنْ فَاجِرٍ۔

(نہج البلاغہ - خطبہ نمبر ۸۲ ص ۸۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(فرمایا) آدمیوں کے لیے سوائے اس کے چارہ نہیں ہے۔ کہ ان پر
کوئی ایسا اور رئیس مقرر ہو سب خواہ وہ شخص نیکو کار ہو۔ جس کے زمانہ
ہمارت میں مومن اپنی آخرت کے لیے عمل کرے گا۔ اور خواہ وہ امیر اور
رئیس بدکار اور فاجر ہو۔ اس کے ہمد میں کافر مال دنیا سے متمتع ہو گا اور
اس کی امارت میں خداوند عالم مرگ اور اجل کو پہنچا دیتے ہیں اور اسی امیر
کے سبب سے مال غنیمت و خراج جمع ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ
دشمن سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اسی کی وجہ سے راستے امن پذیر ہوتے
ہیں۔ اور قوی (عالم) سے ضعیف (مظلوم) کا حق لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ امیر
نیکو کار کے ہمد میں مومن اسائنش پاتا ہے۔ اور امیر فاجر کے ہمد میں

مطلقاً اسائش و آرام موجود ہے۔

ذی رنگ فصاحت ص ۵۹۔ ۶۰۔

مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوا کہ خلیفہ و امام کے لیے معصوم ہونا کوئی شرط نہیں۔ بلکہ فاسق و فاجر بھی اس منصب پر آسکتا ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کا بچپن اور ابتدائی دور کوئی اسلامی دور نہ تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد یہ ثابت کرنا مشکل ہے۔ کہ ان سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوا۔ اور اگر بغرض محال یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہو گئے۔ تو ان میں سے اولین خلیفہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات وہ ہے۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحتی امامت پر بنفس نفیس کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ کیا حضور نے (معاذ اللہ) ایک فاسق و فاجر کو ہی امامت کے منصب کے لیے منتخب کرنا تھا۔ اس وقت کوئی معصوم نظر نہ آیا۔ یا تھا ہی کوئی نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی اقتدار میں نمازیں ادا کیں۔ تفسیر قمی ص ۵۴۔ پیل زبیر آیت فآتتھا القربیٰ اور احتجاج طبرسی ص ۶۔ طبع قدیم اور ص ۱۲۶ جلد اول طبع جدید کی عبارات ہمہ پہلی جلد میں نقل کر چکے ہیں جن میں واضح طور پر مذکور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں نمازیں ادا کیں۔ اور بحار الانوار جلد ۱ ص ۲۲ (قلمی) مطبوعہ ایران قدیم۔ جلد ۲ ص ۱۲۳ طبع جدید میں مذکور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے ادا کی گئی نمازیں گمراہ کر لیا، نہیں کرتے تھے۔

لا تلم الحروف اہل تشیع سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ بتلاؤ۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں فاسق و فاجر سمجھ کر ان کی اقتدار میں اور ان کی امامت

میں نمازیں ادا کیں۔ یا، نہیں متقی اور پکا مسلمان سمجھ کر؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علقائے ثلاثہ کو متقی اور پرمیزگار سمجھتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فلاح البلاغہ:

بِاللَّهِ بَلَادٌ فَلَا يَنْفَلِقُهُ قَوْمٌ الْأَوْدَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ
وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقْيُ الثَّوْبِ
قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا أَذْخَا إِلَى اللَّهِ
طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔

(شرح البلاغہ خطبہ ۲۲۸ ص ۲۵۰)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

عمر فاروق کے شہروں کی آبادی اللہ کے لیے ہے۔ اس نے کبھی
کویدھا کید۔ اور امراض نفسانیہ کا علاج کیا۔ سنت کو قائم کیا۔ فتنوں
سے پہلے چلا گیا۔ بالکل پاک و امن گیا۔ بہت کم اس نے غلطیاں
کیں۔ خلافت کی بھلائیوں کو حاصل کیا۔ اللہ کی اطاعت اور تقویٰ کا حق
ادا کر دیا۔

ابن ہشیر

وَهُوَ الْعَدْلُ وَإِقَامَةُ دِينِ اللَّهِ الَّذِي بِهِ يَكُونُ
الثَّوَابُ الْجَزِيلُ فِي الْآخِرَةِ وَالشَّرْفُ الْجَلِيلُ فِي الدُّنْيَا۔

(ابن ہشیر شرح نہج البلاغہ۔

جلد ۱ ص ۹۸)

ترجمہ:

وہ عدل و انصاف کے پکیر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا کہ جس کی وجہ سے انہیں آخرت میں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ اور اس دنیا میں عظیم بزرگی حاصل کر گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور اس کا حق کھاتے رہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا ارشاد سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک سنت نبوی کے پابند تھے۔ اور قتلوں کی آمد سے قبل ہی رحلت فرما گئے تھے۔ اور انتقال کے وقت آپ کی شخصیت پاکیزگی اور امور خیر کی جامع تھی۔ اسی قسم کی ایک حدیث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اگرچہ اہل تشیع ان کے قول کی بہت سی تاویلات کرتے ہیں۔ لیکن اس قول کے مراد الفاظ اپنا معنی خود بتاتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

انوار نعمانیہ:

وقد سئل في مجلس الخليفة عن الشيخين فقال
هما امامان عادلان قاسطان كانا على الحق فماتا
عليه عليهما رحمة الله يوم القيامة۔

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۹۹ نور تفسیری)

مطبوعہ تیرماہ

ترجمہ:

ایک مرتبہ غلیفہ وقت کی مجلس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا۔ کہ وہ کیسے تھے، فرمایا۔ وہ دونوں عادل اور انصاف پرور آدمی تھے دونوں ساری زندگی حق پر رہے۔ اور حق پر ہی انہوں نے انتقال کیا، اللہ تعالیٰ کی تاقیامت ان پر رحمتیں نازل ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ارشادات آپ نے ملاحظہ کیے۔ اور گوشہ اوراق میں یہ بھی پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اور پھر نہ لوٹائیں۔ تو ایسی مرحمت کے ہوتے ہوئے ہم اہل تشیع سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ اگر یہ حضرات (بقول شما) فاسق و فاجر تھے۔ تو پھر ان کی اقتداء میں حضرت علی المرتضیٰ کی نمازیں ضائع ہو گئیں۔ اور دوسری بات یہ بھی پوچھی جاسکتی ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے شیخین کو عادل قاسط فرمایا۔ اور ان کے لیے تاقیامت رحمتوں کی دعا مانگی۔ کیا یہ سب کچھ (معاذ اللہ) منافقانہ طور پر تھا۔ اگر یہی کہو۔ تو پھر دو محبت اہل بیت، کہاں گئی۔ اور اپنے میں دو جعفری، کھلانے کا کیا جواز بنتا ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع خود ان گراؤٹوں کے حامل اور ایمان سے عاری ہیں۔ اور اہل بیت کے دشمن اور ائمہ اہل بیت کے مبنغض ہیں۔

جواب سوم:

اہل تشیع نے مذکورہ ظمن زیر نظر میں جو یہ اصل بیان کیا ہے۔ کہ دو جس شخص سے ایک مرتبہ بھی شرک صادر ہو جائے۔ وہ منصب امامت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ یہ اصل قرآن کریم کے مضامین اور حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث کے مخالفت

ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

آیت نمبر (۱)

وَكُوَانَا اَهْلَ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا وَاَتَّقُوْا الَّذِيْنَ كَفَرْنَا عَلَيْهِمْ
سَيِّئَاتِهِمْ۔

ترجمہ:

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں اور پرہیزگاری اختیار کریں۔ تو ہم ان کے سابقہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

آیت کریمہ سے اس امر کی صراحت و وضاحت مل گئی۔ کہ ایمان قبول کرنے سے گزشتہ زندگی کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اس مضمون کو اہل تشیع مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے۔ چند عبارات پیش خدمت ہیں۔

منہج الصادقین:

در این تبیہ است بر عظیم معاصی و کثرتِ ذنوبِ ایشان و بر آنکہ اسلام قطع
ذنوب سابقہ میکند و اگرچہ کبیرہ بودہ باشد۔

(تفسیر، منہج الصادقین جلد ۳ ص ۲۸۲)

سورة المائدة - مطبوعہ

تہران)

ترجمہ:

اس آیت کریمہ میں ایک تبیہ اس امر کی طرف ہے۔ کہ اہل کتاب کے گناہ بہت بڑے تھے۔ اور کثرت تھے۔ اور دوسری تبیہ اس بات کی

کہ اسلام گزشتہ دور کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

تفسیر صافی:

فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يُجِبُّ مَا قَبْلَهُ وَإِنْ جَلَّ

تفسیر صافی جلد اول ص ۲۵۴

سورة المائدة مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

اسلام یقیناً گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اگرچہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت مذکورہ اور اس کی شیعوں مفسرین کی تفسیر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام قبول کرنا ایسی عظیم دولت ہے۔ اور اتنا عظیم انعام خداوندی ہے کہ اس کی بدولت مسلمان ہونے والے کے گزشتہ زندگی کے صغیر کبیرہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لہذا اسلام لانے کے بعد کسی شخص کو اگر وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہوا ہو تو فاسق و فاجر کہنا غلط ہے۔

آیت نمبر (۱۲)

قُلْ يٰۤاَعْبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

ترجمہ:

فرما دیجئے۔ اے میرے ایسے بندو جنہوں نے گناہ کی وجہ سے

اپنے اوپر ظلم کر لیا ہے۔ تم اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو جاؤ اللہ تعالیٰ
 یقیناً تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اور وہ واقعی مہربان اور بخشنے والا ہے۔
 مذکورہ بالا آیت میں خداوند کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر
 جو بیش بہا انعام و فضل فرمایا۔ ایسا کسی دوسری امت کو نصیب نہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ
 اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ آپ
 کیوں خوشی کا اظہار نہ فرماتے۔ جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اسلام
 لانے کے بعد سابقہ تمام گناہوں کی معافی کا اعلان فرمایا اور اپنی رحمت بے پایاں
 سے نا امید ہونے سے منع فرمایا۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ اہل تشیع کو اللہ تعالیٰ کی رحمت
 کی اس فراوانی سے پریشانی لاحق ہو گئی۔ یہ برابر ٹل گائے جا رہے ہیں۔ کہ اسلام قبول
 کرنے کے بعد پہلے سے واقع شرک و کفر کی وجہ سے کوئی شخص خلیفہ اور امام بننے کا استحقاق
 نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ بدستور فاسق و فاجر ہے۔ اور ایسا شخص اس منصب کے لائق نہیں ہوتا
 اس من گھڑت اصل کی تردید خود ان کی کتب میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان :-

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (ع) أَنَّهُ قَالَ مَا فِي
 الْقُرْآنِ آيَةٌ أَوْسَعُ مِنْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ
 اسْرَفُوا الْآيَةَ وَفِي مَصْحَفِ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
 يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا مَنْ تَشَاءُ وَقِيلَ إِنَّ الْآيَةَ
 نَزَلَتْ فِي وَحْشِي قَاتِلِ حَمْرَةَ حِينَ آدَا آتِ
 يُسْلِمَ وَخَافَ أَنْ لَا تُقْبَلَ تَوْبَتُهُ فَلَمَّا نَزَلَتْ
 الْآيَةُ اسْتَمَرَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ كَقَدِّ
 نَدَايَتِهِ أَمْرٌ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَةً فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَلِّ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَةً وَهَذَا لَا
 يُصِحُّ لِأَنَّ الْآيَةَ تَزَلَّتْ بِمَكَّةَ وَوَحْشِيٌّ أَسْلَمَ
 بَعْدَ هَاسِنِينَ كَثِيرَةً وَلَكِنْ يُمَكِّنُ أَنَّ يَكُونُ
 قُرَيْشٌ عَلَيْهِ الْآيَةُ فَكَانَتْ سَبَبَ إِسْلَامِهِ
 فَالْآيَةُ مَحْمُولَةٌ عَلَى عُمومِهَا فَاللَّهُ سُبْحَانَهُ
 يَغْفِرُ الذُّنُوبَ لِلتَّائِبِ لَا مَحَالَةَ .

(تفسیر مجمع البیان جلد ۱ ص ۵۰۳ جز ۱)
 مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پوسے
 قرآن کریم میں یا عبادی الذین اسرفوا الخ سے بڑھ کر کوئی دوسری
 آیت (گناہ کاروں کو مغفرت کی امید دلانے والی) نہیں ہے۔ حضرت
 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہ
 جس کے پاپے گامعاف کروے گا۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ مذکورہ آیت
 کو یہ وحشی کے متعلق نازل ہوئی۔ جو امیر حمزہ کا قاتل تھا۔ کیونکہ جب اس نے اسلام
 قبول کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اسے خوف لاحق ہوا۔ کہ میری توبہ قبول نہیں
 کی جائے گی۔ پھر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو وہ اسلام لے آیا۔ اس
 کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ یا حضرت! کیا آیت کریمہ مذکورہ
 (میں خوشخبری) صرف وحشی کے لیے ہی ہے۔ یا امت کے تمام گناہ کاروں
 کے لیے؟ تو اس کے جواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا۔ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ لیکن یہ بیان درست نہیں

ہے۔ کیونکہ آیت مذکورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اور وحی نے اس کے نزول کے کئی سال بعد اسلام قبول کیا۔ لیکن یہ ممکن ہے۔ کہ یہ آیت ان کو سنائی گئی ہو۔ اور اس کی وجہ سے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو گئے۔ (اور سابقہ لوگوں کی معافی کا مسئلہ حل ہو گیا) لہذا آیت کریمہ اپنے عموم پر محمول ہے۔ سو اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

تفسیر مان الصادقین:

(ان الله) بدستیکہ فدائے تعالیٰ (یغفر الذنوب) ایما مرزوگاناں (جمیعا) اہمہ اہل مغیرہ و کبیرہ را اگرچہ از حد متجاوز باشند بغیر از شرک کہ آمرزیدہ نمی شود۔ حکولہ تعالیٰ ان الله لا یغفر ان یشرک بہ و شبہ نیست در انیکہ مشرک اگر بعد از اسلام بمیرد نیز در تحت این آیت کریمہ داخل است بدلیل اجماع و حدیث مشہورہ الاسلام یجب ما قبلہ۔ اما در عمومیت ان شبہ نیست و در بعض روایت دیگر واقع شدہ کہ این آیت در شان عباس ابن ابی ربیعہ و ولید و حمزہ از نفر ایشاں نازل شدہ وقتی کہ بعد از اسلام بہمت تعدیب کفار مرایشاں را مرتد شدند و باز قصد اسلام کردند اما بہمت خوت عدم قبول توبہ اہمال می نمودند و بعد از نزول این آیت اسلام آوردند و از بدو شرک طریق ہما جرت اختیار کردند و این نیز نافی عموم ان نیست چہ خصوص مورد نفی عموم آیتہ نمی کند چنانچہ در کتب اصول مقرر گشتہ۔ بدلائیکہ باجماع است جمیع ذنوب تائب مومد مغفورا است و در غیر اطلاق است بہشیت اویسخانہ اگر خواہ بدل خود او را عذاب نماید و اگر نہ بغضل خود او را پیام زد۔ کما قال ویغفر ما دون ذالک الخ لمن یشاء و این کہ بعضی تخصیص

ایہ باہل توہمیں بر غلاف ظاہر است و مخالفت مذہب حق و قرآن و
 ایں کہ اسماء بنت بريد از حضرت سيد الانبياء و ام ائمة المہدی فاطمة الزہرا
 علیہم افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات نقل کرده کہ اے اللہ! یغفر
 الذنوب جميعًا و لا یبالی مؤید قول مذکور است و بیاید و است
 کہ توجیہہ در این آیت پسند چیز است کیے آنکہ فرمودہ یا عبادی کہ
 متضمن لطف خطاب است و نگفتہ یا ایہا العصاة کہ مشعر بر
 قر است دوم آنکہ ایشار اسر فوا ثمودہ برا خطوا چہاں محتوی بر
 وفق عنایت دون ثانی سیم آنکہ فرمودہ لا تقنطوا کہ صریحاً و ال است بر
 نہی قنوط و ال مستلزم تحریم یاں است از مغفرت و عدم جواز تو میدی از رحمت
 چہارم ال کہ اکتفا بذکر لا تقنطوا نموده بکہ بہت مبالغہ و تاکید تفصیل، ال
 نموده بقولہ اے اللہ! یغفر الذنوب جميعًا پنجم آنکہ وضع منظر
 در موضع مفسر نموده و فرمودہ کہ اے اللہ! تا اسناد مغفرت بصریح اسم خود کرده
 باشد نہ بضمیر کہ راجح با اسم او باشد ششم آنکہ استیعاب مغفرت خود نموده
 بجمع ذنوب و ال یا مخصوص نسانتم بعضی دون بعضی، ہفتم آنکہ ال را مؤکہ
 ساخته بقول اللہ هو العفور الرحیم بہت مبالغہ و الحاح او در
 ال، ششم آنکہ بہت ایراد تمیز فیصل میان اسم و خبر صغر مغفرت و رحمت خود
 نموده تا تمیہ باشد بر نہایت تاکید ال ہم مغفرت را بر رحمت مقدم داشت
 بہت شدت عنایت او باں۔ دہم آنکہ رحمت را باں منضم ساخت
 نہ باقی صفات تا اشارت باشد باستیعاب رحمت و شمول ال بر کافر تریہ
 و ایمان مبغنون اے رحمتی سبقت غضبی و تنبیہ بر وعدہ رحمت بعد از
 مغفرت از ثوبان مولی رسول اللہ ص) مرویست کہ آنحضرت صی گفت

ما احتبان في الدنيا وما فيها بهذه الآية دوست نئی
دارم کہ دنیا و آنچه در او است مرا باشد بجز ایل آیت و از امیر المؤمنین صلوات
اللہ علیہ منقول است کہ ما فی القرآن آیه اوسع من عباد
الذین اسرفوا نیست در قرآن آیتے کہ رحمت و مغفرت و ادا و اسح
و اکثر باشد از آیتے یا عبادی تا آخر۔

(تفسیر منہج العادقین جلد ۱۰ ص ۱۰۴-۱۰۵)
مطبوعہ تہران

ترجمہ:

یقیناً اللہ تعالیٰ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو ماسوائے شرک کے
معاف کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ ان گنت ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ان اللہ لا
یغفر ان یشرک کے مطابق شرک معاف نہیں کرے گا اور اس میں کوئی
شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ اگر کوئی مشرک اسلام قبول کرنے کے بعد
جاتا ہے۔ تو وہ بھی اجماع امت اور حدیث مشہورہ اسلام ماقبل کے گناہوں
کو مٹا دیتا ہے، کے مطابق اس آیت (مغفرت) میں داخل ہے۔ اس
آیت کی عمومیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کچھ روایات میں واقع ہے کہ
یہ آیت عباس ابن ابی ربیعہ، ولید اور ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت
کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ اس طرح کہ جب ان لوگوں نے کفار
کی سختیوں اور مصیبتوں سے تنگ آکر اسلام سے دوری (ارتداد) اختیار
کر لی۔ اور پھر سے اسلام لانے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس خوف کی بنا پر کہ ان
کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اسلام قبول کرنے میں پس و پیش کرتے رہے۔
اور اس آیت کے اترنے کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔ اور مشرکین کی بستیوں

سے ہجرت کر گئے۔ یہ شان نزول بھی اس آیت کریمہ کے عموم کی نفی نہیں کرتا۔
 کیونکہ کوئی خاص واقعہ (جو کہ آیت کے نزول کا سبب بنے) آیت کے عموم
 کی نفی نہیں کرتا۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں یہ قاعدہ مذکور و مقرر ہے۔ معلوم
 ہونا چاہیے کہ اللہ کو ایک ماننے والے نائب (توبہ کرنے والا) کے گناہ
 بخش دیتے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ
 کی مشیت ہے۔ اگر چاہے تو عدل کی وجہ سے اُسے عذاب دے اور
 اگر چاہے تو اپنے فضل سے معاف کر دے۔ جیسا کہ اُس نے فرمایا۔
 وَيَغْفِرْ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ اور یہ بات کہ بعض حضرات نے
 اس آیت کو توبہ کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ یہ آیت کے ظاہر کے
 خلاف ہے۔ اور مذہب حق و قرآن کے بھی مخالف ہے۔ اور وہ روایت
 جو اس حدیث برید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہما
 سے نقل کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اور اُسے اس کی کوئی
 پروا نہیں ہے۔ ہمارے مذکور قول کی تائید کرتی ہے۔

باننا چاہیے کہ اس آیت کریمہ میں چند باتیں قابل توجہ ہیں۔ اول یہ کہ یا عبادی
 فرماید جس میں لطف خطاب پایا جاتا ہے۔ اور اس کی بجائے یا ایہا العصاة نہ فرمایا
 کہ اس میں اُس اللہ کے قہر کی طرف اشارہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ اسر فوا کہا اس کی بجائے
 اخطئوا نہ فرمایا کیونکہ دوسرا لفظ عتاب کے موافق ہے۔ لیکن پہلا ایسا نہیں ہے۔
 تیسری بات یہ کہ لا تقنطوا فرمایا۔ جس میں ناامیدی کی نہی مذکور ہے۔ اور اس کو گناہوں
 کی مغفرت سے ناامیدی اور رحمت سے ناامیدی کا ناجائز ہونا لازم ہے۔ چوتھی
 بات یہ ہے کہ صرف لا تقنطوا پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ بطور مبالغہ اور تاکید اس کی تفصیل
 بھی ذکر فرمائی۔ یعنی ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً فرمایا پانچویں بات یہ کہ اسم ظاہر کو

اسم ضمیر کی جگہ ذکر فرمایا۔ یعنی ان اللہ کہا۔ ایسا اس لیے کیا۔ کہ بخشش کی نسبت اور اسناد اپنے صریح اسم کی طرف کی جائے نہ کہ اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو مستدال یہ بنایا جائے چھٹی بات یہ کہ اپنی مغفرت و بخشش کو تمام گناہوں کے لیے کافی و کافی فرمایا۔ اور اس کو بعض کے حق میں اور بعض کے مخالفت ذکر نہ فرمایا۔ ساتویں بات یہ کہ مغفرت کو انہ سو الغفور الرحیم کے الفاظ سے مؤکد کیا۔ تاکہ اس میں مبالغہ بیان کیا جائے۔ اور لوگوں کو اس طرف لپکنے پر آمادہ کیا جائے۔ آٹھویں بات یہ کہ ان کے اسم اور خبر کے درمیان ضمیر فصل ذکر کر کے مغفرت اور رحمت کا حصر فرما دیا۔ تاکہ اس کی نہایت اور انتہا کی تاکید بیان ہو جائے۔ نویں بات یہ کہ مغفرت کو رحمت سے پہلے ذکر فرمایا۔ تاکہ اس سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت و مغفرت ہے۔ دسویں بات یہ کہ مغفرت کے ساتھ رحمت کو ملا کر ذکر فرمایا۔ کسی اور صفت کو مغفرت کے ساتھ ذکر نہ کیا۔ تاکہ اس سے اشارہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ہر قسم اور وہ بھی تمام کائنات کے لیے ہے۔ اور ان رحمتی الہم کے مضمون کی طرف اشارہ بھی ہو جائے (یقیناً میری رحمت میرے غضب سے بہت اگے ہے۔) اور یہ بھی اشارہ ہو جائے۔ کہ مغفرت کے بعد رحمت کا وعدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ جناب ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں دنیا اور اس کی تمام دولتیں اس آیت کے مقابلہ میں لینے پر ہرگز آمادہ نہیں ہوں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ یہ عبادی الذین اسرفوا الخ سے بڑھ کر کوئی دوسری آیت مغفرت و رحمت کے وسیع ہونے میں قرآن کے اندر موجود نہیں ہے۔

آیت کریمہ مذکورہ کی تفسیر شیعہ مفسر کی زبانی آپ نے ملاحظہ کی۔ اس میں کس قدر واضح انداز میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ اسلام قبول کرنا ایک ایسی عظیم نعمت ہے جو مسلمان ہونے والے شخص کے سابقہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ اگر چہ ان گناہوں

میں کفر و شرک ہی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ یہاں تک تسلیم کیا گیا کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو گیا۔ اور پھر سے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ تو بھی اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ولید وغیرہ حضرات کا واقعہ مذکور ہوا۔

آیت کریمہ میں عام معافی کو بیان کرتے ہوئے لاکاشانی نے بعض اعتراضات کا جواب بھی دیا۔ اور ساتھ ہی اس میں مذکورہ اس عدد و لائل بھی اس امر پر پیش کر دیئے۔ اس آیت میں مغفرت ایسی کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ اور رحمت اتنی کہ اس کی وسعت کا کوئی دوسری شے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کی عظمت بیان فرمانا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اس کو بے مثل و بے نظیر آیت رحمت و مغفرت فرمانا۔ بھی لاکاشانی نے اپنی تائید میں پیش کیا۔ تو ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ اگر کسی انسان سے بڑے سے بڑا گناہ بھی سرزد ہو جائے۔ لیکن اس کے بعد صبح اور پکا اسلام قبول کرے۔ تو اس کے سابقہ گناہوں کی معافی کا اللہ پاک اعلان فرما رہا ہے۔ لہذا ایسے شخص کو سابقہ گناہوں کی بنا پر فاسق و فاجر کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔ اور اگر ایسے کو امام و ولیفہ بنا لیا جائے۔ تو یہ قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق ہے۔

آیت نمبر (۳)

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا لَئِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ۔

(پہلی آخری رکوع ۶)

ترجمہ:

کافروں سے کہہ دو۔ کہ اگر وہ باذاتہم جو کچھ پہلے ہو چکا ہے۔ وہ ان کو معاف کر دیا جائے گا۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

تفسیر منہج الصادقین؛

رَقَلَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا (اگر کورے انا ترا کہ کافر شہزاد یعنی با ابرسیان و یاران
 او کوران ینتھوا) اگر باز ایستند از کفر و عداوت رسول خدا (ص) بوسیله
 دخول در اسلام (یعنی ما در گشتہ از ایشاں از گناہاں -

(تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۱۹۹)
 پ۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

ان لوگوں سے فرما دیجئے جو کافر ہوئے یعنی ابرسیان اور اس کے
 دوستوں سے فرما دیجئے۔ کہ اگر تم کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی سے
 باز آ جاؤ اور اس کے لیے اسلام وسیلہ لاؤ۔ تو تمہارے لیے تمہارے
 گزشتہ ہونے والے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان؛

شَدَّ أَمْرَ سُبْحَانَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِدُعَائِهِمْ إِلَى
 التَّوْبَةِ وَالْإِيمَانِ فَقَالَ رَقَلَ، يَا
 مُحَمَّدُ رِلْدَ زَيْنَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوْا
 أَيْ يَتَّوْبُوا عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الشِّرْكِ
 وَ يَمْتَنِعُوا مِنْهُ رِغْفَرُوا لَهُمْ مَا قَدْ

سَلَفَ اَيَّ مَا قَدَّمْضَىٰ مِنْ ذُنُوبِهِمْ

(تفسیر مجمع البیان جلد ۲ ص ۵۲۲)

جزومًا سورة الانفال مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ انہیں تو براور ایمان کی دعوت دیکھئے۔ تو فرمایا۔ اے محمد! فرما دیجئے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا۔ کہ اگر وہ شرک سے توبہ کر لیں اور اس سے باز آجائیں۔ تو ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

منہج الصادقین میں ملاکاشانی نے لا تقنطوا من رحمة اللہ کے تحت ایک

حکایت ذکر کی۔ ہم اس کا صرف ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

منہج الصادقین:

مردی ہے۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں روتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو اس نے عرض کیا۔ حضور! ایک شخص میرے دروازے پر کھڑا رو رہا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے بھی رونا آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس رونے والے کو اندر لے آؤ۔ جب وہ آگیا۔ تو آپ نے اس سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ کہنے لگا۔ اپنے گناہوں اور اللہ کے عذاب سے ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔ پوچھا۔ موعدہ ہو یا مشرک؟ عرض کیا۔ موعدہ ہوں۔ فرمایا۔ مت روؤ۔ تمہارے گناہ اگر چہ سات آسمان اور سات زمین کے برابر بھی ہوں۔

تو بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ یہ سن کر وہ بولا۔ حضور! میرے گناہ اس سے بھی بڑے ہیں۔ فرمایا۔ اگر گناہ بڑا ہے۔ تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ بخش دے گا۔ اس کے بعد دریافت فرمایا۔ تم اپنا گناہ تو بیان کرو؟ کہنے لگا۔ میرا گناہ عرش و کرسی سے بڑا ہے۔ اس لیے بیان کرتے ہوئے میں شرم محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا۔ تمہارا گناہ بڑا ہے یا اللہ تعالیٰ کی ذات؟ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہے۔ تو فرمایا۔ بڑے گناہ کو سب سے بڑا (یعنی اللہ تعالیٰ) بخش دے گا۔ تو بتلاؤ تو یہی آخر گناہ ہے کیا؟ اس کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کی بخشش سے ناامید ہو رہا ہے؟ عرض کرنے لگا۔ حضور! میں قبریں کھودتا تھا۔ اور سات برس سے یہ کام کر رہا ہوں۔ لیکن مڑے کو دفنانے کے بعد اس کا کفن اتار لیا کرتا تھا۔ لہذا میں کفن چوری کی وجہ سے بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوں۔ اتفاق سے ایک انصاری کی بیٹی کا انتقال ہوا۔ میں نے اپنی عادت کے مطابق اس کے قبر میں دفن ہونے کے بعد اس کا کفن اتارا۔ اور واپس گھر چل دیا۔ لیکن پتے چلتے مجھے خواہش نفسانی نے انتہائی مجبور کر دیا۔ میں راستے سے ہی واپس پلٹ آیا۔ اور اس مڑے انصاری لڑکی سے بے فعلی کر لی۔ فراغت پر آواز سنائی دی کہ اے نوجوان! تجھ پر فسوس کہ تجھے قیامت میں عدالت پر یقین اور اس کا خوف نہ آیا۔ تو نے مجھے ننگا کر کے پھر بے فعلی کا ارتکاب کیا۔ اور مردوں کی جماعت میں مجھے رسوا کر دیا۔ پلید کر دیا۔ تو خدا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کیا جواب دے گا؟

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ اس فاسق کو یہاں سے

نکال دو۔ کیونکہ اس سے زیادہ دوزخ کے قریب اور کوئی شخص نہیں ہے وہ شخص باہر نکل کر جنگل کی طرف چل پڑا۔ رات دن گریہ و زاری میں گزارتا ایک دن یوں عرض کی۔ اے اللہ! اپنے پیغمبروں کے صدقہ میرے گناہ معاف کر۔ میری توبہ قبول کر۔ اگر تو نے میری توبہ قبول کر لی ہے۔ تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر مہربان کر دے۔ ورنہ مجھے آگ میں ڈال دے۔ تاکہ میں جل جاؤں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کو پیغام پہنچایا۔ کہ اس نے اس نوجوان کی توبہ مقبول و منظور فرمائی ہے۔ اور اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپ اسے واپس بلا لیئے۔ اور اس کے سینہ میں جو سزا کے خوف کی آگ جل رہی ہے۔ اسے مغفرت کے وعدے سے ٹھنڈا کر دیں۔ اور اس کے معصیت کے زخم پر بخشش کا مرہم لگا دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کو بلوایا۔ اور مغفرت کی خوشخبری سنائی۔

الحاصل:

اس حدیث و روایت سے صراحتاً یہ معلوم ہوا۔ کہ اگر کسی شخص کے گناہ سات زمین و آسمان بلکہ عرش و کرسی سے بھی بڑے ہوں۔ تو بھی سچی توبہ سے وہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لہذا توبہ کی قبولیت اور گناہوں کی مغفرت کے بعد ایسے شخص کو قاسم و فاجر کہنا اہل تشیع کی ہی منطوق ہو سکتی ہے۔ کسی ذمی ہوش اور عقلمند کو یہ زہب نہیں دیتا۔

مذکورہ طعن میں چونکہ اہل تشیع نے ایک من گھڑت اصل پر اپنے طعن کی بنیاد رکھی تھی

جس کی خباثت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے ہم نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و امامت سے نوازا۔ یہ اعزاز
یوں تو تمام انبیائے کرام کو عطا ہوا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت و نبوت
دوسرے انبیائے کرام کے مقابلہ میں عام ہے، یہی وجہ ہے۔ کہ ہر اہل کتاب انہی
کی امامت و نبوت کو تسلیم کرتا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے جتنے بھی نبی تشریف
لائے۔ وہ انہی کے چیدہ چیدہ اصول اپناتے رہے۔ ہم بھی ملت ابراہیمی اسی لیے
کہلاتے ہیں۔ کہ ہمارے لیے بھی فیصلہ اشد کی سنتیں جاری و باقی رکھی گئیں لیکن حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے جس امامت کے لیے اپنی اولاد کے بارے دعا کی۔ وہ
اہل تشیع کی من گھڑت امامت نہیں۔ بلکہ اس سے مراد منصب نبوت ہے۔ جو واقعی کسی
ظالم کو نہیں دیا جاسکتا۔

ہم نے کتب شیعہ سے اس امر کی بہت سی دلیلیں پیش کیں۔ کہ منصب امامت
کے لیے امام کا معصوم ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ ورنہ قرآنی آیات، احادیث نبویہ
اور ارشادات ائمہ اہل بیت سے روگردانی لازم آئے گی۔ لیکن کیا کیا جائے۔
قرآن کریم کو مکمل اور غیر تبدیل سمجھنا ان کے عقیدہ میں داخل ہی نہیں۔ اور یہ بھی نہیں
سوچتا۔ کہ ہمارے من گھڑت اصول کا نشانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اطہر
بھی بنتے ہیں۔

قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے علاوہ شیعہ مفسرین نے بھی اس بات کو واضح
طور پر ذکر کیا۔ کہ اسلام لانے کے بعد گزشتہ عمر کے تمام گناہ حتیٰ کہ شرک بھی معاف ہو
جاتے ہیں۔ اور تو یہ مقبول ہونے کی صورت میں بھی مغفرت عامہ ہو جاتی ہے۔
لہذا اہل تشیع کا یہ کہنا کہ کسی شخص کی ابتدائی عمر میں کفر و شرک کا ہونا اس کے امام ہونے کے
کے منافی ہے۔ لہذا خلفائے ثلاثہ منصب خلافت و امامت کے اہل نہیں ہیں۔ یہ اہل

بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر حضرات ائمہ اہل بیت (حضرت علی۔ امام حسن حسین وغیرہ) کو بھی ان کے بقول امامت سے ہاتھ دھونا پڑیں گے کیونکہ ان تین حضرات نے حضرات خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اگر ان کی امامت درست نہ تھی۔ تو ان کی امامت میں نماز پڑھنا کب درست ہو سکتا ہے! اور جو شخص نماز جیسی اہم عبادت کی ادائیگی میں بے اقتیاطی برتتا ہے۔ اور کسی ظالم، فاجر و فاجر کے پیچھے ادا کرتا ہے۔ وہ بھی منصب امامت کا اہل نہ رہا۔ اس من گھڑت اصول پر حضرت علی المرتضیٰ اور حسین کریمین کی وہ نمازیں قربان ہو گئیں۔ جو انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی امامت میں ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ ان بد مذہبوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

فلعتبروا یا اولی الابصار

روحانی بیان

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر

سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیسیا نوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اَمَّا بَعْدُ!

شیعہ لوگ ہم اہل سنت پر یہ الزام بڑی بے باکی اور دریدہ دہنی سے دھرتے ہیں کہ سنی لوگ یزید کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ اس الزام میں کتنا وزن ہے۔ کتنی قوت ہے۔ اس کا جواب زیر نظر کتاب میں تحقیق کے ساتھ بالتفصیل دیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یزید کے متعلق ہم اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔

جو شخص دل سے یہ کہتا ہو کہ یزید حق پر تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ باغی تھے ایسا شخص پرے درجہ کا گمراہ اور بددین ہے۔ اور وہ اسی مقام کا مستحق ہے۔ جسے اہل سنت کے ایک عظیم محقق علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح بنام ارشاد الساری میں تحریر کیا ہے۔

وَالْحَقُّ أَنَّ رِضًا يَزِيدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَ
اسْتِثْشَارِهِ بِذَلِكَ وَإِهَانَتِهِ أَهْلَ بَيْتِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ
مَعْنَاهُ فَتَنْحُنُّ لَأَنْتَوَقَفْتُ فِي شَأْنِهِ بَلْ
فِي إِيْمَانِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَعَلَى أَنْصَارِهِ
وَآعْوَابِيهِ .

(ارشاد التاری شرح البخاری جلد ۵ ص ۱۰۴)

ترجمہ:-

حق یہی ہے۔ کہ یزید پلید کا امام عالی مقام کے قتل ہو جانے پر راضی ہونا
اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی توہین کرنا
ایسے امور ہیں۔ جن میں معنوی طور پر تو اتر ہے۔ اس لیے ہم اہل سنت کو یزید
کے بارے میں بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی توقف
نہیں۔ (یعنی یہ مسلمان نہیں ہے) اللہ کی لعنت اس پر، اس کے معاونین و
مددگاروں پر۔

وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى مَنْ نَصَرَ يَزِيدَ فِي صَرْبِهِ مِمَّا يَأْتِي

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا
مُهِيْنًا .

ترجمہ:-

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت
میں اللہ کی لعنت اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے توہین کرنے والا عذاب
تیار کیا ہے۔

ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ہم اہل سنت کا وہ عقیدہ ہے۔ جو اس حدیث

نبوی سے افضل۔ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ جنہیں کریمین
 رضی اللہ عنہما، نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ ہذا جو شخص امام عالی مقام کی شان میں کسی طرحی
 گستاخی اور اہانت کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ دائرہ سنیت سے خارج ہے! اس قسم کے
 گستاخ اور بدعتیہ کا ہمارے اُستانہ عالیہ سے قطعاً کوئی تعلق نہ ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔
 بلکہ ہر وہ آدمی کہ جس نے امام عالی مقام امام حسین کو قتل کیا۔ یا قتل کرنے کا حکم دیا یا اشارہ
 یا کنیہ اس کی معاونت کی یہ سب لوگ اشد اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے
 ملعون ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بیان از

حجۃ الکاملین سند ابوالصلین حجۃ الاسلام شیخ العلامہ

فضل الرحمان صاحب مکتبہ مدینہ منورہ خلف الرشید

شیخ العرب والعجم علامہ ضیاء الدین جنت البقیع (مدینہ منورہ)

امام اور خلیفہ کا چپناؤ * حضرت علیؑ کی نظر میں

کچھ لوگ اس نظریہ کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہرہ طیبہ میں حضرت علی المرکز نے کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت و خلافت بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تھی۔ اس لیے ابو بکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت کا دعویٰ کر کے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت مولیٰ لی۔ اور دوسرے بالجبر اس منصب پر قابض ہو گئے ان دونوں حضرات کی خلافت نہ تو اللہ کی طرف سے تھی۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حکم دیا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ نے انہیں مسند خلافت پر بٹھایا۔ حالانکہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے۔ نہ کہ

کسی مجلس اور جماعت کی صوابدید پر اسے چھوڑا گیا ہے۔ اس لیے دونوں حضرات غاصب اور اشد و رسول کے غیر مقرر کردہ تھے۔

اس نظریہ کے قائل ہیں طرح اپنے من گھڑت قواعد و اصول کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ اشد کی شان خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے اس قانون کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ اور اس پر طرفہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مسئلہ امامت و خلافت میں پیش کردہ ضابطہ خود ان لوگوں کی کتابوں میں بالتصریح موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔
نیج البلاغہ۔

اِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَّ
عُمَرَ وَّعُمَرَ اَنْ عَلِيٌّ مَّا بَايَعُوْهُ عَلَيَّ فَلَمْ يَكُنْ
لِلشَّاهِدِ اَنْ يَخْتَارُوْا وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَرُدَّ وَاِحْتِمَا
الشُّوْرَى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَاِلَّا نَصَارًا فَاِنْ اجْتَمَعُوْا
عَلَى رَجُلٍ وَّسَمُوْهُ اِمَامًا كَانَ ذَا لِكَ اللهُ رَضِيَ فَاِنْ
خَرَجَ عَنْ اَجْرٍ هُوَ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدَعَاةٍ رُدُّوْهُ
اِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبَى قَاتَلُوْهُ عَلَيَّ اِتِّبَاعِهِ عَنِي
سَبِيْلُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِلَّا اللهُ مَا تَوَلَّيْتُ

(نیج البلاغہ خطبہ ۶ ص ۲۶۶ مطبوعہ)

بیر دست طبع جدید

ترجمہ:-

معاویہ کو حضرت نے یہ فرمان رقم فرمایا۔ دو بے شک مجھ سے اس قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے

کی تھی۔ اور اسی امر خلافت پر بیعت کی ہے۔ جس پر اشخاص مذکورہ کی بیعت
 وقوع میں آئی تھی۔ اب کسی ماضی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے ایک
 علیحدہ راستہ اختیار کرے۔ اور نہ شخص غائب اس امر کا مجاز ہے۔
 کہ اس بیعت کی تردید کرے۔ حقیقتاً شوریٰ مہاجرین و انصار کو ہی زیبا
 ہے۔ جس پر انہوں نے اجماع کر لیا اور اسے امامت کے ساتھ
 نامزد کر دیا تو ان کا یہ اجماع خوشنودی پروردگارِ عالم ہے۔ اگر کوئی
 خارج ہونے والا ان کے حکم سے طعنہ زنی اور اعداۃ بدعت کر
 کے نکل گیا۔ تو اسے اس اجماع کی طرف لوٹا دو۔ جس سے وہ خارج
 ہوا۔ اگر اس نے انکار کیا۔ تو اس سے مقابلہ کرو۔ کیونکہ وہ سبیل المؤمنین
 کے خلاف اتباع کر رہا ہے۔ اور پروردگارِ عالم اسے اس کام کی طرف
 متوجہ کر دے گا۔ جس کی طرف اس نے توجہ کی۔

خلیفہ کا وہ منصوص من اشد ہونا، ایسا نظریہ ہے۔ جس کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ
 نے اپنے مذکورہ بالا قول میں بالتصریح تردید فرمائی۔ لہذا اہل تشیع کا امامت و خلافت
 کے بارے میں دو منصوص من اشد، کے عقیدہ کی عمارت و حرام سے زمین
 پر اگری۔ یہی وہ بنیاد تھی۔ اور یہی وہ نظریہ تھا۔ کہ جس کی بنا پر ان لوگوں نے حضرت
 ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو معاذ اللہ دو غاصب، قرار دیا تھا۔ حضرات
 شیخین رضی اللہ عنہما چونکہ خلیفہ بنے اور کچھ عرصہ ان کی خلافت بالفصل رہی۔ اور
 یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اس تاریخی حقیقت کو ان لوگوں نے اپنے اسی
 نظریے کے پیش نظر دوسرا رخ دیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باوجود
 خلیفہ بلا فصل ہونے کے ان دونوں کی خلافت کے دور میں خاموش اس لیے
 رہے۔ کہ آپ نے واقفیت، پر عمل کر لیا تھا۔ بلکہ ان دونوں خلفاء کی بیعت بھی

— آپ نے بطور تفتیہ ہی کی۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہا گیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ڈر کے مارے اپنے استحقاق کا اظہار نہ کیا۔ اور ان کی غلاقت کو تسلیم کر لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر یہ کیسا گھناؤنا الزام ہے۔ آپ کی شجاعت اور بہادری پر کس قدر عظیم حملہ ہے دو اسد اللہ، کالقب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ اور یہ ظالم لوگ انہیں اپنے حق کے معاملہ میں بزدل اور ڈر پوک دکھائیں۔ اس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لافتی الامسلی لاسیف الا ووالفقار

یہ وہی شیر خدا ہیں۔ جو حق پر استقامت کی خاطر بڑی سے بڑی طاقت کو بھی چیلنج کر دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔
ہج البلاغہ

وَاللّٰهُ كَوْنًا تَنَظَّاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِيْ مَا وَّلِيْتُ
عَنْهَا وَكُوَامُكَنْتِ الْقُرُصُ مِنْ رِقَابِهَا لَبَّاعَتْ
الِيَّهَا۔

(ہج البلاغہ خط ۴۵ ص ۴۱۸)

ترجمہ:-

خدا کی قسم! اگر پورا عرب میرے قتل پر ڈٹ پڑے۔ تو میں پشت پیٹ کر
ہرگز نہ بھاگوں گا۔ اور اگر مجھے ان عربوں کی گردنوں پر اختیار مل جائے
تو انہیں سر سے جدا کرنے میں بہت جلدی کروں گا۔

علاوہ ازیں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے۔ کہ میرے سامنے ہر کمزور قوی ہے
کیونکہ میں اس کمزور کا بدلہ دلوں اسکتا ہوں اور ہر قوی میرے لیے مجھ کے پر کی

حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ میں اُس سے ظلم کا بدلہ لے سکتا ہوں۔ آپ کے اپنے الفاظ
 ملاحظہ ہوں۔
 نبج البلاغہ ۱۔

الذَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ حَتَّىٰ اخُذَ الْحَقُّ لَكَ
 وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّىٰ اخُذَ الْحَقُّ مِنْهُ
 رَضِينَا مِنْ اَللّٰهِ قَضَاءً هُوَ وَسَلَّمْنَا لِهٰٓءِ اَمْرٍ اَتْرَاٰنِي
 اَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَللّٰهُ
 لَآ نَا اَوَّلُ مَنْ صَدَقَهُ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذِبَ
 عَلَيْهِ فَنظَرْتُ فِيْ اَمْرِيْ يَا ذَا طَاعَتِيْ قَدْ سَبَقْتُ
 بَيْعَتِيْ وَاِذَا الْمِيْثَاقُ فِيْ هُنُقِيْ لِيْغِيْرَتِيْ۔

(نجم البلاغہ خطبہ نمبر ۳۷ ص ۸۱ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

ترجمہ ۱۔

کمزور میرے نزدیک اس وقت تک طاقتور ہے جب تک
 میں اس کا حق نہ دلوادوں۔ اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے
 جب تک اس سے حق لے نہ لوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش
 ہیں۔ اور اپنے تمام معاملات اسی کے سپرد ہیں۔ کیا تم میرے بارے
 میں یہ گمان کرتے ہو۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان
 باندھوں گا۔ خدا کی قسم! میں ہی وہ پہلا شخص ہوں۔ جس نے آپ کی
 تصدیق کی۔ لہذا میں سب سے پہلے جھٹلانے والا کیونکر ہو سکتا ہوں۔
 میں نے اپنے معاملہ میں غور و خوض کیا۔ تو میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔

کہ میرا طاعت کر لینا اس سے کہیں بہتر ہے۔ کہ میں اپنے لیے
لوگوں سے بیعت لیتا پھروں۔ اور یہ بھی کہ غیر کے میثاق کا پٹہ میری گردن
میں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کی تشریح ایک شیوخ محقق سے

سنیے۔

شرح ابن میثم:

قَوْلُهُ فَتَنْظَرْتُ فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي أَيْ
طَاعَتِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا
أَمَرَنِي بِهِ مِنْ تَرْكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي لِلْقَوْمِ
فَلَا سَبِيلَ إِلَى الْإِمْتِنَاعِ مِنْهَا قَوْلُهُ وَإِذَا الْمِيثَاقُ
فِي عُنُقِي لِعَيْرِي -

أَيْ مِيثَاقَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
عَهْدَهُ إِلَى بَعْدِ الْمَشَاقَّةِ وَقِيلَ الْمِيثَاقُ مَا لَزِمَهُ
مِنْ بَيْعَةٍ أَوْ بَكْرٍ بَعْدَ إِتْقَانِهَا أَيْ فَإِذَا مِيثَاقُ
الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِي فَلَمْ يُمْكِنْنِي الْمُخَالَفَةُ بَعْدَهُ -

(شرح ابن میثم علی نہج البلاغہ جلد دوم)

ص ۹۷ - مطبوعہ تہران

ترجمہ:-

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول فنظرت الخ کا مطلب یہ
ہے کہ میرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول میں غور کرنا جو آپ نے
مجھے لڑنے سے منع فرمانے کے متعلق ہے۔ قوم کی بیعت کر لینا

اس پر بیعت سے لے گیا۔ تو اب بیعت نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول واذالميثاق الخ کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ معاہدہ اور عہد جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ میں ہرگز نہ لڑوں گا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اس میثاق سے مراد یہ تھی۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینے کے بعد جو لازم تھا۔ یعنی مجھے ابو بکر صدیق کی بیعت کر لینا لازم ہے۔ لہذا اس کی مخالفت کے لیے تیرے لیے کوئی راستہ نہیں۔

لمحہ فیکریہ

قارین کلام؛ شیوہ اور اہل سنت کے درمیان تمام اختلافی امور کی بنیاد یہی نظر یہ تھا۔ جو امامت و خلافت کے متعلق مذکور ہوا۔ یعنی اہل تشیع امامت و خلافت کو دو منصوص من اللہ، سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت سے مجلس مشاورت پر چھوڑتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ کی صاف صاف و مناہت فرمادی۔ کہ اہل حل و عقد جو اس وقت مہاجرین و انصاری تھے، جس پر متفق ہو جائیں۔ وہی امت مسلمہ کا امام اور خلیفہ ہے۔ اس سے روگردانی اور مخالفت دراصل اللہ تعالیٰ سے دوری ہے اور امت مسلمہ سے الگ راستہ اختیار کر کے جہنمی بننے کے مترادف ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل تشیع کے اس نظریہ کی بھی تردید فرمائی۔ کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی بیعت انہوں نے بطور تقدیر کی تھی۔ نہیں نہیں۔ آپ نے یہ سب کچھ اس لیے کیا۔ کہ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی زندگی میں ایک عہد و پیمانہ کر رکھا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد

اس ہمد و پیمان کے نبھانے کا وقت آیا۔ تو آپ نے اُسے نبھا کر دکھایا۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا۔ اس وقت اہل بیت کے چیدہ چیدہ افراد بھی موجود تھے۔ ماجرین و انصار کا جم غفیر تھا۔ لیکن سب نے ابو بکر صدیق کی اقتدار میں نمازیں پڑھ کر عملی طور پر اس بات کا اقرار کر لیا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر منصب امامت و خلافت کا کوئی مستحق ہے۔ تو ابو بکر صدیق ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کرنا ان کے ”خلیفہ بلا فصل“ ہونے کی ایسی دلیل ہے۔ جس کا منکرین کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اسی امتیازی وصف کو حضرات صحابہ کرام نے مسد خلافت میں مرکزی حیثیت دی۔ اور اسی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوا، اسی کی برکت تھی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اور گھر آ کر انہیں لوٹا یا نہیں (اس کی تحقیق گزری ہے) میں یہ چند سطور محض رضائے الہی اور خوشنودی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھ رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ الفاظ اگرچہ میرے ہیں۔ لیکن مفہوم و مضمون حضرت بشیر خدا رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تاکہ منکرین و متعصبین کی آنکھیں کھلیں اور کدورت و عداوت کی پٹی اتار کر حق و صداقت کو دیکھیں۔ اور اسے قبول کریں اللہ تعالیٰ میرے یہ چند حروف اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے۔ اور شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں وسیلہ بنائے۔ اور محبت صدیق، عشق فاروق، مودت عثمان اور غلت علی المرتضیٰ پر قائم و دائم رکھے۔ اور اس پر قائم فرمائے۔

والسلام علی من اتبع الهدی

ایک ضروری وضاحت

جب شیوہ فرقہ کی تردید میں میں نے قلم اٹھایا تو کتاب کا نام تحفہ جعفریہ رکھا۔ اور میرا خیال تھا کہ چار جلدوں کے اندر اندر سارا کام سمیٹ لیا جائے گا۔ مگر جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے مواد زیادہ ہوتا چلا گیا۔ اور تقریباً دس جلدوں کا مواد تیار ہو گیا۔ اور ظاہر ہے۔ دس جلدیں ایک بڑا وزن ہے ہر آدمی تو دس جلدیں خرید نہیں سکتا۔ اس لیے ہم نے مذکورہ مواد کی تقسیم کر دی ہے اور ایک کتاب کے بجائے مستقل طور پر تین کتابیں منظر عام پر لانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تحفہ جعفریہ:

یہ کتاب چار پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے چار جلدیں چھپ گئی ہیں اور غالباً پانچویں جلد بھی اُسے گئی۔ اس کتاب کی ساری بخشیں اور ساری جلدیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ہیں۔ پہلی جلد میں کتب شیوہ سے شان صحابہ دوسری میں صحابہ و اہل بیت کے باہمی فائدانی نسبی اور دیگر برادارانہ خوشگوار تعلقات کا بیان ہے۔ جبکہ بقایا دو یا تین جلدیں خلفد راشدین و دیگر صحابہ پر شیعوں کی طرف سے کیے گئے ناجائز مطالب و اعتراضات کے تفصیلی اور دندان شکن جوابات پر مشتمل ہیں۔

عقائد جعفریہ:

یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے پہلی جلد چھپ چکی ہے۔ باقی ایک یا دو جلدیں بھی بہت جلد آپ کے پاس پہنچ رہی ہیں۔ اس کتاب میں شیوہ فرقہ کے اصولی عقائد و ایمانیات بیان کیے گئے ہیں۔ اور بتلایا گیا ہے کہ یہ لوگ کس قدر غلط نظریات کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان ان کی نظر میں کیسی ہے۔ انبیاء کی

حقیقت ان کے عقیدہ میں کتنی سی ہے۔ اور انہیں اہل بیت کو یہ لوگ کیا مقام دیتے ہیں پھر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اپنے ہی ہاتھ سے انہوں نے کیا ناروا سلوک کیا اور یہ بھی اٹھارہ جلدوں میں آپ دیکھیں گے کہ موجودہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں ہے

فقہ جعفریہ:

یہ کتاب بھی دو سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور تاحال اس کی کوئی جلد ہم نہ مل سکی ہے۔ مگر بہت جلد اسے منظر عام پر لانے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے فروعی فقہی مسائل کی تردید پر مشتمل ہے۔ آج کل پاکستان میں شیعہ فرقہ تحریک چلا رہا ہے کہ ملک میں فقہ جعفریہ نافذ کیا جائے۔ ہم نے شیعہ کتب فقہ کا مطالعہ بڑی عرق ریزی سے کیا ہے۔ اور جو نتائج ذہن میں آئے ہیں انہیں سپرد قلم کیا ہے جسے پڑھ کر پاکستان کی عوام اور حکومت یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگی کہ فقہ جعفریہ اس قابل نہیں کہ اسے نافذ کیا جائے۔ اس کتاب میں فقہ جعفریہ سے وضو، استنجاء پاک، ناپاکی، نماز، زکوٰۃ، خمس، روزہ، حج، نکاح، طلاق، اور دیگر مسائل بیان کر کے ان کی مضبوط تردید کی گئی ہے۔

مصنف

تاثرات

حجۃ الاسلام شیخ العرب و العجم علامہ **فضل الرحمان** صاحب مکان

مدینہ منورہ خلف الرشید حضرت مولانا ضیاء الدین

علیہ الرحمہ مدفون جنت البقیع (مدینہ شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ ولیلہ والصلوة علی نبیہ
حمد و صلاۃ کے بعد بندہ عرض پر واز ہے کہ فاضل کبیر اساتذہ معظم زبدۃ المحققین علامہ
محمد علی خٹک، اشد میرے پاس مدینہ منورہ میں اپنی تصنیفات سے کرائے میں نے مختلف
مقامات سے پڑھا، یہ حقیقت ہے کہ حضرت علامہ کی کتابیں دینی معارف کا خزانہ
ہیں۔ اشد انہیں میری طرف سے بہتر جزا سطا فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت
کا دفاع اور شیوہ مقام کی زیخ کنی جس انداز میں علامہ موصوف نے کی اس پر ان کا
جتنا شکر یہ ادا کیا جائے کم ہے۔

میں یہ الفاظ مدینہ طیبہ میں سحری کے وقت لکھ رہا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ رب العرش العظیم
مصنعت کی عمر و دراز کرے اور ان کی تصنیفات کو قبول فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد والہ وصحبہ اجمعین

الفتیر الی اللہ تعالیٰ
فضل الرحمن بن فضیلہ الشیبز
ضیاء الدین القارزی المدنی
فضل الرحمن
غفرلہ عنہ آمین

حرر فی ۱۲ - ۱۳ - ۱۹۰۶
مولانا ابوالکلام
۱۸۶۷

متاثرات

پیر طریقت، رہبر شریعت، زریب و

زینت نقشبندیت قبلہ حضرت

سید محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی

زریب سجاوہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ اثر
(ضلع گوجرانوالہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!۔

اس خادم اہل بیت کی دیرینہ تمنا تھی کہ بناوٹی مہمان اہل بیت المعروف شیعوہ فرقہ کے نظریات و عقائد سے روشناس کرانے کے لیے کوئی تفصیلی کتاب عام فہم انداز میں تحریر ہونا ضروری ہے۔ جس میں ان کے عقائد کو باو لائل ثابت کیا جائے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے عقائد اور نظریات کے بالکل خلاف ان کی روش ہے۔ اسی آرزو کی تکمیل کے لیے میں نے ایک مرتبہ اپنے ہم مسلک علماء کو اپنے ہاں بلا

کی زحمت بھی دی۔ اور ان کے سامنے یہ مقصد رکھا۔ لیکن مصروفیات وغیرہ کی وجہ سے کسی نے بیڑا نہ اٹھایا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ میری تڑپ اور آرزو میں بھی اضافہ ہی ہوتا رہا۔ لیکن کوئی آسرا نظر نہ آتا۔

اسی دوران ہمارے طبقہ ارادت میں شمال ایک عالم دین اپنا ایک میدان میں آگئے۔ جو بیک وقت شیخ الحدیث والقرآن اور مناظر اہل سنت ہوتے ہوئے ایک عظیم دارالعلوم بنام جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کے مہتمم بھی ہیں۔ انہوں نے عرصہ تیس سال سے متواتر اہل تشیع کے نظریات و عقائد کی تحقیق و تدقیق میں انتہک محنت کی۔ اس کی خاطر بیروت اور تہران وغیرہ سے ان کی قدیم و جدید کتب منگوائیں مکمل احاطہ کے بعد اپنی کاوشوں کو سپر و قلم کرنا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ جلدوں پر یہ سلسلہ پھیل گیا۔

علامہ موصوف کی تالیف کردہ تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ اور فقہ جعفریہ کی مجلدات کا راقم نے مطالعہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مجلدات کی ایک ایک سطر پر مؤلف کے حق میں دل سے دعائے خیر نکلتی ہے۔ کہ اسے اللہ! اہل سنت کے اس محسن اعظم کو اجر جنزبیل سے نواز۔

میرا معمول ہے۔ کہ علی الصبح تلاوت قرآن کریم کے بعد ان کی تالیف کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اور ایک ایک مضمون کو جب تک بار بار پڑھ نہ لوں۔ چھوڑ کر آگے گزرنے کو جی نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہر مرتبہ پڑھنے سے معافی و مطالب کا ایک نیا باب کھلتا نظر آتا ہے۔ کتاب مذکورہ میں جب شیعہ قوم کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات پر نظر پڑتی ہے۔ تو گمان گزرتا ہے۔ کہ اس کا جواب شاید ناممکن ہو۔ لیکن جب علامہ موصوف اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو ایک نہیں کئی کئی جوابات سے اس سوال کی حیثیت تار عنکبوت سے بھی گئی گزری نظر آتی ہے۔

اللہ رب العزت کا بے انتہا شکر کہ اُس نے یہ سعادت ہمارے آستانہ عالیہ کو مرحمت فرمائی۔ گزشتہ دو صدیوں سے ایسی جامع اور مسوط کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آستانہ عالیہ پر خصوصی کرم فرمایا۔ کہ اس کے حصّہ میں یہ سعادت آئی۔ لہذا میں اس آستانہ عالیہ کے متوسلین و متعلقین کو یہ کہوں گا۔ کہ اس کتاب کو خریدیں۔ اور اس کے مطالعہ سے خود بھی اور دوسروں کو بھی آگاہ کر کے آخری نجات کے حصول کا ذریعہ بنائیں۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مصنفِ علام کو عمر و راز عطا فرمائے۔ اور صحت و استقامت سے نوازے۔ اور ان کے اس صدقہ جاریہ کو زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔ اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ہمارے آستانہ عالیہ کے روحانی اجداد اولیاء کرام کی نظر عنایت اس کتاب کے مصنف پر اب بھی ہے۔ اور تاقیامت انشاء اللہ رہے گی۔ کیونکہ مصنف کی اس سلسلہ کے ساتھ وابستگی کے علاوہ نظر تاقی طور پر اتنا قرب ہے۔ کہ دین و دنیا اور آخرت میں یہ قرب ختم نہیں سکتا۔ یہ سب کرامت ان کے خلوص کی رہین منت ہے۔ اور میں امید واثق رکھتا ہوں۔ کہ قیامت میں ان حضرات کی معیت مصنف کو حاصل ہوگی۔

میں مصنفِ علام سے ہمد کرتا ہوں۔ کہ جس طرح دنیا میں یہ تنہا نہیں۔ کل قیامت کو بھی اسے اپنے ساتھ رکھیں گے۔ انشاء اللہ

(سید محمد باقر علی)

سجادہ شریف آستانہ عالیہ حضرت کیٹیا نوالہ شریفیہ ضلع گوجرانوالہ
(۱۸ ربیع اول شریفیہ ۱۳۸۷ھ)

ۛ

ۛ

شان صحابہؓ رُذِ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
رحمۃ اللہ علیہ
مجان علی نقشبندی

تالیفات

- ☆ رُذِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ☆ ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- ☆ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شعیہ سے کیا گیا ہے۔
- ☆ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- ☆ تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے اہم و خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔

فقہ جعفریہ
جلد ۲

عقائد جعفریہ
جلد ۵

میزان الکتب

عقائد جعفریہ
جلد ۳

مکتبہ نوریہ حسنیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنجہ لامورہ پاکستان فون 7227228